مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

۱۱۶۴ - اے . چاہ رہٹ . جامع مسجد دہلی - ۱۱۰۰۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۱

شمارہ نمبر ۱

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دھلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دھلی الھند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

جنوری ۱۹۹۴ء رجب، شعبان ۱۴۱۴ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی معاون مدیر:- افضل ندوی

زر تعاون	پاکستان و بنگلہ دیش سے
سالانہ:- چالیس روپے	سالانہ:- ایک سو روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت و ترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴- اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر و پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپ کر دفتر نوائے اسلام ۴۶۱۱ اے چاہ رہٹ جامع مسجد ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا ہے

کاتب عبدالرحمان یوسف

نقش آغاز

افضل ندوی

آج جب کہ ماہنامہ نوائے اسلام اپنی عمر کے گیارہویں منزل میں قدم رکھا ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے شام وسحر پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔ دس سال قبل یعنی ربیع الاول ۱۴۰۴ھ بمطابق اپریل ۱۹۸۴ء میں مجلس کا قیام عمل میں آیا تھا اس کے قیام کے پس منظر میں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ بانیان مجلس نے جب دیکھا کہ دین کے نام پر دنیا کمانے والوں کی تعداد روز افزوں بڑھتی جارہی ہے۔ اور دین اسلام پسندوں ہی کے بیچ میں بیگانہ ہوتا جارہا ہے۔ توحید پرستوں کی جماعتی زندگی میں جمود وتعطل اور گھٹا ٹوپ اندھیرا بڑھتا جارہا ہے۔ تو ایک نیا چراغ جلاکر اندھیرے سے مقابلہ کی ٹھانی۔ اور پوری جرأت وہمت کے ساتھ دینی غیرت وحمیت سے سرشار ہوکر وقت اور حالات کی مشکلات اور بے سروسامانی وکسمپرسی کے خوف سے بے پرواہ ہوکر اس دعوتی وعلمی ادارہ کو قائم کیا۔ اگرچہ مجلس الدعوۃ کا یہ دس سالہ سفر بڑی صعوبتوں اور مشکلات کے بعد طے ہوا ہے مگر بلند عزم ہواؤں کے رخ بدلتے ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی شکل میں جو بیج دس سال قبل بویا گیا تھا وہ آج الحمدللہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرچکا ہے اب اسے باد صرصر کے جھونکوں کی پرواہ ہے نہ تیز وتند ہواؤں کا خوف، ہم اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ اگر مجلس کی آبیاری اچھی ہوتی رہے گی تو اس کے ثمرات اور زیادہ اچھے ہونگے۔

اللہ کی توفیق خاص سے ہندونیپال میں مجلس کی قابل رشک عظیم خدمات رشک چمن بن گئی ہیں۔ جس کا سہرہ مجلس الدعوۃ کے مخلص کارکنان کے سر جاتا ہے جن کی شب وروز کی محنت شاقہ رنگ لائی اور دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت

کے علاوہ صاف وستھرا اسلامی سماج کی تعمیر کے مواقع فراہم ہوئے۔

مجلس کے تمام شعبے برابر حرکت وعمل میں ہیں سات دعوتی مراکز میں گیارہ دعاۃ اور عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ آٹھ درسگاہوں کے ۲۰ راساتذہ نوائے اسلام اور مکتبہ کے چھ اسٹاف چار آفس بیرر تین ہمہ وقتی رضا کار کے علاوہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے چھ خادموں کی خدمات نے مجموعی طور پر جماعت اہل حدیث کو جو سرمایہ پہونچایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہندونیپال کے دو ضلعوں کی ضلعی جمعیتوں کی سرپرستی اور مالی تعاون ان کے ضلعی دفاتر کا قیام اور اس طرح کے متعدد خدمات ہیں کہ اگر ان کی تقلید کرلی جائے تو پورے ہندوستان میں بے رنگ وبے کیف جماعتی زندگی میں بہار آجائے۔

ہندونیپال میں جماعتی احوال تقریباً ایک جیسے ہیں ارباب جماعت کا افراد جماعت سے جو رابطہ ہونا چاہیئے اور افراد جماعت کا جماعت سے جو ربط ہونا چاہیئے اس کی بہت کمی ہے۔ جماعتی افراد اور ذمہ داران کی جو صلاحیتیں غیروں کے پلیٹ فارم پر صرف ہورہی ہیں ان کو مجتمع کرکے جماعتی سطح پر بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔

توحید پرستوں کے سامنے دنیائی عزت وجاہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے بڑے بڑے عہدے اور منصب ان کے دروازے پر دستک دیتے رہے مگر کبھی ان کو منھ نہیں لگایا گیا دین کے نام پر دنیاوی کریڈٹ حاصل کرنا دنیاداری ہی نہیں بلکہ ذلت ورسوائی کا ساماں بھی پیدا کرنا ہے لہذا تمام ہم مسلک اور اور ہم عقیدہ بھائیوں، نوجوان دوستوں اور بزرگوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ دین کے حقیقی شیدائی بنیں ـــــ سودائی نہیں۔

نوائے حدیث

حق ہمسایہ

فضل اللہ انصاری سلفی

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت أنہ سیورثہ. (البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ حضرت جبریلؑ مجھے پڑوسی کے بارے میں برابر وصیت ونصیحت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ اب وہ (اللہ کے حکم سے) پڑوسی کو وارث قرار دے دیں گے۔

اسلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق کے ساتھ رسول اللہ کے حقوق کے علاوہ مومن ومسلمان بندوں سے حقوق ادا کئے جانے کی جہاں بڑی تاکید کی گئی ہے، وہیں عام لوگوں کے مسلمانوں پہ جو حق ہیں، ان کو بھی ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ عام لوگوں کے جو حقوق مسلمانوں پہ عائد ہوتے ہیں، ان کا دائرہ بہت وسیع ہے ذیل کے سطور میں صرف اس سے بحث مقصود ہے کہ وہ جو اپنے آس پاس اور پڑوس میں رہتے ہیں، ان کے کیا حق ہیں اور ان حقوق کو ادا کرنے کی کتنی اہمیت۔ اللہ تعالیٰ سورۂ نساء کی آیت ۳۶ میں ارشاد فرماتا ہے کہ. واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم۔ یعنی، اور تم سب اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، قرابت داروں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن

سلوک سے پیش آؤ۔ پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں، نیک برتاؤ کرو۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے حق کے ساتھ والدین، قرابت دار، یتیم و مسکین اور غلام و خدام سب کے ساتھ ساتھ پڑوسی قرابت دار، اجنبی پڑوسی اور دوست و احباب کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی ہے اور اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ آیت کے اندر "الجار" مسلم و کافر، عابد و فاسق، دوست و دشمن، مسافر (اجنبی) و شہری، خیر خواہ و بدخواہ اور اپنے و بیگانے تمام طرح کے پڑوسیوں کو شامل ہے۔ البتہ ان کے مراتب ہیں۔ (فتح الباری ج ۱۰ کتاب الادب ص۴۴۱) حسب مراتب سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہے اور ان کے حق ادا کرنے ہیں۔ حضرت جابرؓ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) قرابت دار مسلم پڑوسی، جو قرابت و اسلام اور پڑوس تینوں حقوق رکھتا ہے، (۲) مسلم پڑوسی، جو اسلام اور پڑوس کا حق رکھتا ہے۔ (۳) کافر پڑوسی جو صرف پڑوس کا حق رکھتا ہے ——— پڑوسیوں کے حقوق بعض حالات کے اعتبار سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ لیکن بعض حقوق ایسے بھی ہیں، جن میں سب برابر ہیں، البتہ ترجیح کی گنجائش ہے۔ شیخ ابو محمد بن ابو حمزہ فرماتے ہیں کہ۔ پڑوسی کی حفاظت کمال ایمان ہے زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگ اس کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک انسان اپنے پڑوسی کے ساتھ ہر ممکن طور پر حسن سلوک سے پیش آئے۔ ہدیہ و تحفہ پیش کرنا، سلام کرنا، خندہ پیشانی سے ملنا، خیر خیریت اور حالت و کیفیت پوچھنا، ضرورت کے وقت اس کی مدد کرنا اور اس کے دکھ درد و مصیبت میں کام آنا، یہ سب "حسن سلوک" کی قسمیں ہیں۔ ان کے ذریعہ پڑوسی کے حقوق ادا کئے جا سکتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۱۰۔ کتاب الادب ص۴۴۲)۔

حضرت ابوذر رضؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ یا اباذر إذا طبخت مرقة فاكثر ماءها وتعاهد جيرانك۔ (مسلم) یعنی، اے ابوذر! (سالن میں) جب شوربہ بناؤ تو زیادہ بناؤ اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ایک یہودی ہمسایہ تھا بکری جب ذبح کی جاتی تو وہ کہتے کہ اس کا گوشت ہمارے یہودی ہمسایہ کو بھی پہنچایا جائے (ابوداؤد والترمذی)

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک اور اس کی ایذارسانی سے اجتناب و احتراز ایمان کی علامت، شناخت اور پہچان ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يؤذ جاره ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه ومن كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا او ليسكت (متفق علیہ)۔ یعنی، جسے اللہ اور اس کے رسولؐ پہ ایمان ہے، وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جسے اللہ اور اس کے رسولؐ پہ ایمان ہے، چاہیئے کہ وہ بھلی بات بولے یا پھر خاموش رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ایک روایت میں اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ دوستوں میں سب سے بہتر وہ ہے (اللہ کے نزدیک) جو اپنے دوست کیلئے بہتر ہو۔ اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو اپنے پڑوسی کیلئے بہتر ہو۔ (جامع الترمذی)

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک، نیک برتاؤ، ہمدردی و بہی خواہی، آلام ومصائب اور مشکلات میں ان کا تعاون، استفہام حال اور ان کی ایذارسانی سے اجتناب واحتراز یہ سب پڑوسی کے حق ہیں اور اللہ کے رسولؐ انہیں ادا کرنے کی اتنی تاکید کی ہے کہ خود آپؐ کو یہ خیال ہوا کہ حضرت جبرئیلؑ (پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتے کرتے اللہ کی طرف سے) پڑوسی کو وارث بنانے کا میرے پاس پیغام نہ لے آئیں۔ یہ حدیث دراصل حق الجار والجوار کی تاکید واہمیت کا مغز وخلاصہ ہے اور اس تفصیل کا اجمال ہے، جو سطور بالا میں پیش کی گئی ہے

(بقیہ ص۱۲ پر)

(آخری قسط)

از: خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری

اسی طرح میں نے کبھی شادی اور جہیز کے مسائل میں تحریر و تقریر میں اس واقعہ کا اعادہ کیا ہے اور اخبارات و رسائل میں ان کو شائع کرایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شادی بیاہ میں اس طرف کا اسراف، فضول خرچی اور نمائش نہیں ہوتی تھی، عہد نبوی کا ایک واقعہ ہے۔ ایک صحابی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑے زرد آلود نظر آئے جو شادی کے نشانات ہوتے ہیں تو آپ نے ان سے پوچھا کہ عبدالرحمان تمہارے کپڑوں میں یہ زردی کیسی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے آنحضور نے پوچھا مہر کتنی مقرر کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کو مہر میں دی ہے آپ نے فرمایا تم اب ولیمہ کرو چاہے ایک ہی بکری سہی، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۶ مطبوعہ عثمان دہلی)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ ایک غزوہ میں شریک تھے جب آگے بڑھنے لگے تو حضور نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیوں جلدی ہے؟ تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے ابھی نئی نئی شادی کی ہے گھر جلدی پہونچنا چاہتا ہوں تو حضور نے پوچھا باکرہ سے شادی کی ہے یا ثیبہ سے؟ انہوں نے بتایا کہ ثیبہ (بیوہ) سے، اسی پر آپ نے فرمایا۔ هلا بکرا تلاعبها و تلاعبك یعنی باکرہ سے کیوں نہیں تو نے شادی کی؟ تو اس سے لطف اندوز ہوتا اور وہ تم سے لطف اندوز ہوتی، تو جابر بن عبداللہ نے فرمایا کہ ہمارے والد محترم نے میری بہنیں چھوڑی ہیں اگر میں باکرہ عورت سے

شادی کرتا تو وہ ہماری بہنوں کی دیکھ ریکھ صحیح ڈھنگ سے نہیں کرپاتی اپنی ہی زیب و زینت بناؤ سنگار میں لگی رہتی، لیکن ثیبہ انہیں سنبھال سکے گی اس لئے اس کا تجربہ ہوتا ہے پھر اس کا شوق و سنگار کم ہوگا وہ ان کی نگرانی ہی کرے گی۔ کنگھا وغیرہ کرے گی اور مستعد رہے گی (فتح الباری ج ۹ ص ۱۰۱-۱۰۲)

ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی شادیاں ہو جاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کو اس کی خبر نہیں ہوتی تھی مگر اس دورِ حاضر میں تو شادیوں میں بے جا تکلفات، دھوم دھام، ٹیپ ٹاپ اور کر و فر نیز بھیڑ بھاڑ ہوگی ہی۔ بارات میں علماء و شعراء، خواص و عوام تمام لوگوں کو شریک کیا جاتا ہے حالانکہ عہد نبوی میں بارات سازی کا کوئی تصور نہیں تھا،

اسی طرح یہ واقعہ بھی لکھتا ہوں کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کرنا چاہا تو حضرت فاطمہؓ یہ خبر سن کر رونے لگیں آپ نے پوچھا کہ بیٹی فاطمہ تم کیوں روتی ہو؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا غم ہے کہ آپ میرا نکاح عرب کے سب سے غریب ترین شخص سے کرنے جا رہے ہیں وہاں میرا کیسے نباہ ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو وہ اپنی چمک حضرت علی سے بہتر کسی اور انسان پر نہیں ڈالتا۔ حضرت علی اگرچہ غریب ہیں مگر ان کے بازوؤں میں طاقت ہے وہ صحت مند اور زور آور ہیں تو حضرت فاطمہ اس نکاح پر شرح صدر کے ساتھ راضی ہوگئیں، اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ہی مالدار اور صاحب جائیداد بنا دیا، حضرت علیؓ کے صاحب جائیداد اور مالدار ہونے کے متعدد واقعات کو میں نے اپنی کتاب "ایام خلافت راشدہ" میں قلمبند کیا ہے، حضرت علیؓ بعد میں ایسے مالدار اور غنی ہوئے کہ چالیس ہزار اشرفی ان کی سالانہ زکوٰۃ نکلتی تھی۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی مالدار کو شادی کے لئے منتخب نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی اور ان کو صاحب مال و زر بنا دیا۔

حضرت سعید بن مسیب جلیل الشان تابعی تھے، آپ حضرت ابو ہریرہؓ کے داماد تھے، ان کی بیٹی سے ایک فاطمہ نامی بچی پیدا ہوئی جو حسن و جمال میں ممتاز تھی اور محدثہ و فقیہہ تھی سب ہی نہیں بلکہ یہ حافظ قرآن بھی تھیں، یہ ماں باپ کی حسن تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا، جب فاطمہ پڑھ لکھ کر بالغ ہوگئیں اور شادی کی بات آئی تو شہزادہ ولید کے لئے گورنروں نے رقعہ لکھا کہ شاہی خاندان میں ان کا عقد کردیں تو حضرت سعید نے فرمایا! الولید شارب الخمر۔ کہ بھلا میں ولید جیسے شرابی کبابی سے اپنی لڑکی کی شادی کرسکتا ہوں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، اس کے بعد حضرت سعید بن مسیب ایک آزمائش میں مبتلا کئے گئے، ان سے ایک فتوی پوچھا گیا اس کے جواب کو حکومت کے ذمہ داروں نے مخالف سمجھا اور اس کی سزا میں ان کو حکومت نے گرفتار کیا، مروان گورنر مدینہ نے ان کو ضرب شدید پہونچائی اور دھوپ میں محبوس کیا پھر سزا سے نجات پاکر حضرت سعید بن مسیب جب اپنی گھر تشریف لے گئے تو درس کے وقت تمام طلبہ حاضر تھے مگر ایک شاگرد عبداللہ بن ابی بداعہ نہیں تھے، شاگردوں سے ان کی غیر حاضری کا سبب پوچھا تو جواب ملا کہ وہ شادی شدہ تھے ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اسی غم ورنج میں وہ آج نہیں آئے، جب دوسرے دن عبداللہ درس میں حاضر ہوئے تو درس ختم ہونے کے بعد حضرت سعید بن مسیب نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہاری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں، تو فرمایا کہ تم جوان ہو تمہیں شادی کی ضرورت ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ حضور! میری شادی اس غربت میں کون کرے گا؟ آپ نے فرمایا تم اس کی فکر نہ کرو میں تمہاری شادی اپنی بیٹی فاطمہ سے کردونگا، عبداللہ حیران و ششدر رہ گئے کہ جس بچی کیلئے بڑے بڑے امراء و وزراء اور شاہان وقت شادی کا پیغام دے رہے ہیں بھلا اس کی شادی مجھ غریب سے کیسے وہ کریں گے؟ تو کیا میں یہ خواب دیکھ رہا ہوں یا اس کی کچھ حقیقت بھی ہے پھر سعید بن مسیب نے عبداللہ کو مخاطب کیا کہ کہو اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ وہ خاموش رہے، آپ نے فاطمہ کا نکاح ان سے کچھ مہر پر کردیا، جب شام کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ اپنی گھر میں سوکھی روٹی

نمک کھا رہے تھے، حضرت سعید بن مسیب اسی درمیان اپنی بیٹی فاطمہ کو لے کر ان کے دروازہ پر پہونچ گئے اور کہا کہ لو یہ تمہاری امانت ہے جو تمہارے حوالہ ہے۔

ناظرین کرام! ذرا سوچئے کہ کیسی سادگی سے سنت رسول کے مطابق یہ عظیم شادی ہو گئی نہ اس میں کوئی کر و فر تھا نہ کوئی خاص اہتمام، (اتحاف النبلاء للنواب صدیق حسن خاں)

تو اسی طرح کے عبرت آموز واقعات کو اگر میں تحریر کر کے بعض رسائل و جرائد میں شائع کراتا ہوں تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ یہ واقعات دور دور قریب ہر جگہ اور ہر حلقہ اخبار میں پہونچ جائیں اور سب کو ان کے ذریعہ عبرت و بصیرت حاصل ہو۔ لوگ اسراف و فضول خرچی سے اور برے رسم و رواج اور بیجا تکلفات سے احتراز کریں اس کے علاوہ اور کوئی مقصود حاشا و کلا کبھی نہیں ہوتا، یہ سماج کی برائیاں اور سماج کی لعنت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں بمبئی میں بھی اور دہلی و بنارس اور مئو وغیرہ میں بھی، اس لئے ہر جگہ کے رسائل میں شائع کرا دیتا ہوں تاکہ لوگوں کی اصلاح ہو جائے اور اس لعنت کا ازالہ ہو۔

الحمدللہ اسی قسم کے وسیع اور متنوع مضامین میرے دل و دماغ میں اتنے زیادہ رہتے ہیں کہ مجھے تصنع و تکلف کے ساتھ کسی مضمون کو لکھنے یا اس سے متعلق خطاب کرنے کی حاجت نہیں رہتی، برجستہ جو کچھ یاد آتا ہے لکھتا اور کہتا ہوں۔

اگر کوئی اخبار یا رسالہ کسی مدیر کی ناراضگی کے سبب میرا مضمون شائع نہیں کر رہا ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ مختلف اغراض و مقاصد کے تحت لوگوں کے نظریات و خیالات ہوتے ہیں کوئی شخص بلا وجہ کسی کو کسی کا حریف سمجھ لیتا ہے اور اپنی پارٹی سے مضمون نگار کو خارج سمجھتا ہے، ایسے موقع پر کسی مدیر کا نام لینا سخت مشکل ہے لیکن ہمارے لئے بجز صبر و شکیب کے کوئی چارہ ہی نہیں ہے کسی نے کیا خوب کہا لکھا ہے ؎

صد باغ و بہار است صلائے گل و گلشن،
گر شنبلے یک باغ نہ چیدیم نہ چیدیم،

(بقیہ صفحہ ۱ پر)

قرآن
کا اولین پیغام انسانیت کے نام

کے۔ امین الرحمان بنگلوری

اسلام نے سب سے پہلے جس چیز کا اعلان کیا وہ ایمان و یقین کا نہیں تھا، نبوت و رسالت کا نہیں تھا، عبادت و بندگی کا نہیں تھا، بلکہ صرف اور صرف علم کی اہمیت و ضرورت کا اعلان تھا۔ یہ ایک ایسا اعلان ہے کہ اگر اس کو مخالفین اسلام بھی سُن لیں تو حیرت سے انگشت بدنداں ہو جائیں۔ اس اعلان برحق کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بندہ کو اپنے خالق برحق اور آقائے حقیقی سے رشتہ جوڑ دیتا ہے، نبوت و رسالت سے بہرہ ور کرتا ہے، دنیا میں جینے کا صحیح ڈھنگ سکھاتا ہے۔ آخرت کی ابدی زندگی سے واقف کراتا ہے اور اس تک پہنچنے کیلئے مختلف پگڈنڈیوں سے بچا کر سیدھی اور سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ جس کا آغاز ہی لفظ "اقراء" یعنی پڑھ سے ہوتا ہے، جو غار حرا کی تنہائیوں میں نبی اُمیّ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کی امت کے ہر فرد سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ ایک خطاب عام ہے جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مذہبِ اسلام میں حصولِ علم کا درجہ ہر ایک کو حاصل ہے۔ تمام کا حق اس میں برابر ہے۔ امیر کا بھی، غریب کا بھی، عربی کا بھی، اور عجمی کا بھی، اسی بات کو زبانِ رسالت نے یوں بیان کیا ہے "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم"

"سب سے پہلی وحی میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے جس سے انسان کو نوازا گیا ہے۔ سب سے پہلے نعمتِ تخلیق" کا تذکرہ ہے۔ اس میں ساری مخلوقات برابر کی شریک ہیں اس وجہ سے اس کی نسبت صرف "رب" کی طرف کی گئی ہے۔ لیکن اس کے بعد ہی کلمہ خطاب کو دہرا کر فرمایا: "اقرأ و ربك الاكرم الذی علم بالقلم علم

للانسان مالم یعلم" اس آیت میں نعمتِ علم کی نسبت "رب کی طرف کی گئی ہے اور "نہ "ربِ کریم" کی طرف کی گئی ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ وہ علم ہے جو از حد کرم پرور دگار کا کرم ہے۔ (العلم والعلماء۔ مترجم اردو از عبدالرزاق ملیح آبادی)

مولانا مودودیؒ ان آیات کے تحت لکھتے ہیں۔

"یہ اس کا انتہائی کرم ہے کہ اس حقیر ترین حالت سے ابتدا کر کے اس نے انسان کو صاحب علم بنایا جو مخلوقات کی بلند ترین صفت ہے اور صرف صاحب علم ہی نہیں بنایا بلکہ اس کو قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا جو بڑے پیمانے پر علم کی اشاعت، ترقی، اور نسلاً بعد نسلٍ اس کے بقاء اور تحفظ کا ذریعہ بنا۔ اگر وہ الہامی طور پر انسان کو قلم اور کتابت کے فن کا یہ علم نہ دیتا تو انسان کی علمی قابلیت ٹھٹھر کر رہ جاتی اور اسے نشو ونما، پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسروں تک پہنچنے اور آگے مزید ترقی کرتے چلے جانے کا موقع ہی نہ ملتا۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۳۹۶، ص ۳۹۷)"

علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ کا قصہ بھی علم کی اہمیت و ضرورت پر دال ہے، اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو فرشتوں پر فضیلت دی۔ اور علم ہی کی بنیاد پر انہیں زمین پر خلافت کا عہدہ ملا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تم پر بادشاہ بنایا ہے۔ تو قوم نے جواب دیا وہ بادشاہت کا حقدار کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ وہ مالدار نہیں ہے۔ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کے زبانی فرمایا۔

ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہٗ بسطۃً فی العلم والجسم (البقرہ ۲۴۷) یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے مقابلے میں اسکو منتخب کرلیا اور اس کو علمی اعتبار سے اور جسمانی اعتبار سے فراوانی عطا کی ہے۔

قرآن کی اصطلاح میں علم سے مراد فلسفہ وسائنس اور تاریخ وریاضی کا علم

نہیں ہے بلکہ صفات الٰہی اور معرفت حق کا علم ہے۔ ایک ان پڑھ دیہاتی بھی ذی علم ہے اگر وہ معرفت سے بہرہ مند ہو۔ مولانا مودودیؒ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی تفسیر کے ضمن میں حسن بصریؒ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ "العالم من خشی الرحمٰن بالغیب فیما رغب اللہ فیہ وزہد فیما سخط اللہ فیہ" عالم وہ ہے جو اللہ سے بن دیکھے ڈرے جو کچھ اللہ کو پسند ہے اس کی طرف وہ راغب ہو۔ اور جس چیز سے اللہ ناراض ہے اس سے وہ کوئی دلچسپی نہ رکھے" (تفہیم ج ۴ ص ۲۳۲)

اسی علم کی اہمیت قرآن و حدیث میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہے اور اس کی خوبیاں اور برائیاں بیان کر کے لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلائی گئی ہے کہیں قرآن ان سے سوال کرتا۔ کیا ایک وہ شخص جو معرفت الٰہی سے بہرہ ور ہے اور دوسرا معرفتِ الٰہی سے بے بہرہ ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون

حدیث میں ایک عالم کو کبھی مجاہد فی سبیل اللہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کیلئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور سمندر کی مچھلیاں اس کے حق میں دعائے خیر کرتی ہیں۔

اس علم کی اہمیت پر غور کیجئے کہ اسلام میں مال کی زیادتی کے لئے تو دعا نہیں سکھائی گئی لیکن علم کی زیادتی کیلئے دعا سکھائی گئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکم دیا: "قل رب زدنی علما" تم کہو اے میرے پروردگار تو میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔ یہ اس وجہ ہے کہ علم ایک نور ہے ؎

العلم فیہ حیاۃ للقلوب کما تحیا البلاد اذا مامسّھا المطر
والعلم یجلو العمیٰ عن قلب صاحبہ کما یجلو سواد الظلمۃ القمر

علم دلوں کیلئے آب حیات ہے جیسا کہ بارش زمین کی روئیدگی کا سبب ہے۔ علم دل کی تاریکی کو نور سے بدل دیتا ہے۔ جیسا کہ رات کی تاریکی چاند کی روشنی سے چھٹ جاتی ہے۔ خواجہ عبدالحیٔ فاروقی فرماتے ہیں "ہر تعلیم کی کامیابی کے لئے تین

چیزوں کی ضرورت ہے۔

(۱) نصاب تعلیم بہترین ہو کہ اسی سے قوم کے بچوں میں حسن و بیداری پیدا ہوگی، جوش و ولولۂ عمل سے قوم زندہ ہو جائیگی، اور جذبۂ قومیت و وطنیت صالح شخص میں اُبھریگا۔

(۲) معلم بسا خود اس تعلیم کا بہترین نمونہ ہو کہ تعلیم محض بالکل بیکار ہے جب تک اس کے ساتھ انسانی نمونہ عمل نہ ہو۔

(۳) تعلیم گاہ ایسی ہو، جس کی روایات شاندار ہوں، اور جس کی تربیت نے بہتر افراد امت پیدا کئے ہوں۔

اسلام نے ان تینوں ضرورتوں کو بہترین طریق سے پورا کیا، اس نے قرآن حکیم کو نصاب تعلیم تجویز کیا کہ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (۴۲:۴۱) اسی کی نسبت حضرت عمرؓ نے کہا حسبنا کتاب اللہ۔ رسول اللہ اس کے معلم ہیں۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ جو خود اس تعلیم کے اکمل ترین نمونہ ہیں: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ انک لعلی خلق عظیم کی تفسیر میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کان خلقہ القرآن ۵۵

(الخلافۃ الکبریٰ ص ۳۶۲)

بقیہ ص ۱۱ کا

محترم ناظرین کرام! ان حضرات سے محض یہ عرض کرنی ہے کہ علمائے کرام مقالہ نویس، مضمون نگار حضرات میں بھی حسد و تنافس کا مادہ ہے وہی حضرات اپنے مضامین میں اگر اسی طرح کی لایعنی تعریض و تنقید کرتے رہتے ہیں لیکن ہم قرآن شریف کی اس آیت کریمہ کے پیش نظر اپنی معاملہ کو خدائے علیم و بصیر کے حوالہ کرتے ہیں وہی ہمارے دلوں کے حالات سے باخبر ہے انہ علیم بذات الصدور۔

فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

اللہ تعالیٰ ہم سبکو حسد و تنافس سے بچائے ہماری تحریروں میں اخلاص پیدا فرمائے۔ (آمین) واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ہندستان میں دعوت اسلام کیلئے امکانات

مولانا عزیز الحق عمری۔ ایم۔ اے علیگ

ہندوستان میں ایک نیا انقلاب کروٹ لے رہا ہے اور اتر پردیش کے حالیہ انتخابات نے کم ازکم سیاسی حیثیت سے اسے ظاہر کر دیا ہے جس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں یہ انقلاب ایک دہائی سے دھیرے دھیرے ابھر رہا ہے لیکن تعجب تو اس بات پر ہے کہ ہمارے علماء کرام جو دعوت دین کے ذمہ دار ہیں وہ اس کا شعور نہ کر سکے اور اتر پردیش کے انتخابات میں ان کا کردار معکوس رہا۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم دین کو سیاست سے جدا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ کوئی بھی سیاست کبھی مذہب سے آزاد نہ ہو سکی اور نہ ہو سکتی ہے اس لئے جب ہندوستان میں ہندو راشٹر واد کی سیاست نے ہلچل پیدا کی اسی وقت مسلمانوں کو اس پر نظر رکھنے کی ضرورت تھی۔

جب ہندو راشٹر واد کی سیاست نہ اپنے پر وبال کھولے تو سیکولرزم بھی اس کے سامنے پسپا ہو گیا لیکن یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اسی کے ساتھ ایک اور بھی سیاست ابھرنے لگی جسے ہندو راشٹر واد سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جات واد بھی ہندو دھرم کا پیدا کیا ہوا ہے اس لئے ہندو راشٹر واد کے رد عمل میں خود ہندوؤں میں سے ایک طبقہ ابھرا جس نے ہزاروں سال تک ہندو راشٹر میں ظلم و ستم برداشت کئے تھے وہ ہندوستان میں اسلام کی آمد سے پہلے منو کے قانون کی لذت چکھ چکے تھے جس کے ذکر ہی سے ان کا وجود لرز جاتا ہے کیونکہ سیکولرزم کے سائے میں بھی وہ ہندو معاشرے میں ایسی ہی فضا میں رہتے آرہے ہیں۔ ہمیں مورخین بتاتے

ہیں کہ وہ اس ملک کے اصل باشندے ہیں جنہیں مغلوب کر کے آریوں نے ہندوؤں میں ایک چوتھا ذلیل اور اچھوت طبقہ بنایا۔ لیکن یہ طبقہ کبھی ہندو معاشرے میں رہنا برداشت نہ کر سکا اور جب بھی اسے موقع ملا اس نے ہندو معاشرے کے ساتھ ہی ہندو مذہب سے بھی آزاد ہونے کی کوشش کی چنانچہ ہندوستان میں دین اسلام کے آنے کے ساتھ ہی ان کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کر لیا اور مسلم بادشاہوں کے دور میں اس نے اتنی شدت سے اسلام کو اپنایا کہ ہندو معاشرہ بے تاب ہو گیا اور اس نے مسلمانوں سے اس طبقے کو دور کرنے کے لئے مسلمانوں سے چھوت چھات کا تعلق وابستہ کر دیا اور کبھی بھگتی کے نام سے انہیں اسلام قبول کرنے سے روکا اور کبھی موقعہ پاتے ہی ان کی شدھی کی بھی کوشش کی لیکن اسلام میں انہیں داخل ہونے سے نہیں روک سکا۔

ہندوستان پر جب عیسائیوں نے قبضہ کیا تو جنوبی ہند اور آسام وغیرہ میں انہیں عیسائی بنانے کی کوشش کی اور انسانی خدمات کے ذریعہ انہیں عیسائی بنایا اور اب بھی یہ سلسلہ برابر برقرار ہے۔ پھر بھی شمالی ہند میں عموماً اچھوت طبقے نے اسلام ہی کو پسند کیا اور اب بھی برائے نام ہی کیوں نہ ہو وہ اسلام ہی قبول کرتے ہیں۔ اگرچہ کہ آزادی کے بعد یہ بڑا المیہ پیش آیا کہ ان کے پیشوا اور نجات دہندہ نے اپنے ایک لاکھ ساتھیوں کے ساتھ بودھ مذہب قبول کر لیا۔ بتایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنا مذہب تبدیل کرنے سے پہلے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا۔ اور اسلام ہی کو پسند کیا لیکن مسلم علماء سے ملے تو انہیں یہ اندازہ ہوا کہ مسلمانوں میں بھی کئی فرقے ہیں اور ہر ایک دوسرے کی تکفیر بھی کرتا ہے لہٰذا انہوں نے اپنا یہ ارادہ تبدیل کر دیا اور بدھ مذہب قبول کر لیا۔

ہندوستان میں یہی اچھوت طبقہ ہے جو اسلام کی دعوت کی بہترین آماجگاہ رہا ہے لیکن پہلے دور میں جو اچھوت مسلمان ہوتے تھے ان کے سامنے مسلمان ایک طاقت تھے جو اپنی حفاظت کر سکتے تھے لیکن آزادی کے بعد مسلمان خود پسماندہ

اور بے زور ہوتے چلے گئے اور مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں میں دین کی دعوت دینے کے لئے کوئی بڑی کوشش بھی نہیں ہوئی۔ مدارس و جامعات کی تعداد تو بڑھی لیکن ایسے علماء نہیں پیدا کئے جاسکے جو ہندوستان کے ساٹھ کروڑ بھٹکتے ہوئے انسانوں کو سیدھا راستہ دکھا سکیں۔ اور مدارس و جامعات کے علماء نے دعوت اسلام کے اس اہم پہلو پر کبھی توجہ بھی نہیں دی بلکہ ان کی تمام تر کوششیں فروعیات میں اپنے فریق کو ترک کر دینے کی رہی اور اپنے مسلک کی تائید میں ساری استعداد صرف کی جاتی رہی اور ایسے ہی علماء بھی پیدا کئے گئے جنھوں نے اپنا محاذ اپنے مخالف فرقے کو سمجھا اور اس وقت بھی اس پہلو پر توجہ نہیں ہے جب کہ یہ ثابت شدہ ہے کہ اچھوت طبقہ جو سیاسی حیثیت سے بڑی ذاتوں سے الگ رہنا چاہتا ہے وہ جلد یا دیر ہندو مذہب سے بھی الگ ہو جائے گا اور اس وقت اس کے سامنے ہندوستان میں تین ہی مذاہب ہوں گے، اسلام، عیسائیت اور بدھ دھرم اور اس کا ثبوت ۱۶ دسمبر ۹۲ء کے اس واقعہ سے بھی ملتا ہے جب ۵ ہزار پسماندہ ذات کے افراد نے بدھ مت قبول کر لیا اور آئندہ اس پسماندہ طبقے کو وہی اپنی طرف لانے میں کامیاب ہو سکتا ہے جس کے پاس بہتر استعداد اور دعوت اور ہمدردی کے موثر وسائل ہوں۔

موجودہ حالت میں ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی آوازیں انسانی خدمات کے ذریعہ پسماندہ طبقے کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہیں اور ان کی طرف سے صدہا اسکول اور اسپتال انہیں عیسائیت کی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور مشن کی طرف سے ان میں ہر سال ان کی زبان میں مختلف انداز کے ہزاروں رسائل اور کتابیں تقسیم کی جا رہی ہیں لیکن مسلمانوں کے یہاں یہ کام صفر کے برابر ہے۔ یہ بات نہیں کہ مشن کو یورپ سے عیسائیت کی دعوت دینے اور انسانی خدمات کے لئے ہر سال کروڑوں روپے فراہم ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کے پاس یہ وسائل نہیں ہیں۔ بلکہ مسلمان بھی تعلیم، دین اور دعوت اسلام کے نام پر کروڑوں روپے سالانہ حاصل کرتے ہیں لیکن یہ روپے چند افراد اور علماء کے تعیش میں صرف ہو جاتے ہیں۔

اور دین اور مسلمانوں کے نام پر جو روپے فراہم کرکے اداسے بنائے جاتے ہیں۔ وہ بھی انہیں کی ملکیت بن جاتے ہیں جو یہ روپے فراہم کرکے لاتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ عیسائی مشن امدادی رقم امانتداری کے ساتھ اپنے دین کی دعوت پر لگاتا ہے لیکن مسلمان بد دیانتی سے یہ مال ہضم کرجاتا ہے اور کروڑ پتی بن کر کاروں پر پھر تا اور غرور سے اکڑتا ہے اگر اسلام کا یہ مال جو دین اور دعوت اسلام کے نام پر فراہم کیا جاتا ہے امانتداری اور سچائی کے ساتھ صرف کیا جاتا تو اس سے غیر مسلموں میں دعوت دین کا کام بڑی آسانی سے کیا جاسکتا تھا اور ایسے ذی استعداد افراد پیدا کئے جاسکتے تھے جو اسلام کی بہترین خدمات اور غیر مسلموں میں دعوت دین کا فرض ادا کرسکتے تھے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے علماء اور داعیانِ اسلام، داعیان مسیحیت سے زیادہ نا اہل اور بد دیانت ثابت ہوئے۔

پھر بھی یہ شکوے کا موقعہ نہیں ہے مسلمانوں اور خصوصیت سے علماء کرام کو اس نئی صورت حال پر توجہ دینے کی ضرورت ہے اور ہمارے جامعات و مدارس کو بھی اس بات پر دھیان دینے کی ضرورت ہے کہ کیا ان کا نصاب تعلیم یا ان کے تیار کئے ہوئے علماء اس ہندوستان میں غیر مسلموں کے اندر اسلام کی دعوت دینے کی استعداد رکھتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں رکھتے اور یقیناً نہیں رکھتے تو پھر علماء کی ایسی فصل اگانے سے دین کا کیا فائدہ ہے۔

ہندوستان میں جس نئے انقلاب کا آغاز ہوا ہے اسے برقرار رکھنا اور اسے اس کی منزل تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے اور اگر ہم اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرسکتے اور اس ملک کے باشندوں تک اللہ کا دین نہیں پہنچا سکتے تو یہاں ہماری کیا ضرورت ہے؟ جب تک مسلمان خیر امّت کی حیثیت سے دعوت دین کا کام کرتے رہے اور ان کے اعمال و کردار اسلام کی صداقت کا ثبوت پیش کرتے رہے اور ہزاروں انسان ان کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوتے رہے تب تک اس سرزمین نے انہیں عزت و وقار اور ملک و فرمان والا کیا لیکن جب یہ سب کچھ نہیں تو پھر اس جماعت کی ضرورت بھی

نہ تھیں۔

اللہ رب العالمین نے جیسے مسلمانوں کو خیر امت بتایا ہے اور ان سے اپنے نصرت و تائید کا وعدہ فرمایا ہے ایسے اس کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر مسلمان اپنا فرض منصبی دعوت الی اللہ کا فریضہ پورا کرنے سے قاصر ہو جائیگا تو اللہ تعالیٰ تو اب کوئی اور نبی تو نہیں لائے گا لیکن اللہ تعالیٰ ناکارے اور بے عمل مسلمانوں کو تباہ کرکے دوسری مسلمان قوم پیدا کرے گا جو کردار عمل اور دعوت کے ذریعہ اپنا فرض ادا کرے گی۔ اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے۔ وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم (سورۂ محمد)

یعنی اے مسلمانو! اگر تم اپنے فرض سے منہ پھیر لوگے تو اللہ تمہیں بدل کر دوسری قوم پیدا کریگا جو تمہارے جیسی نہیں ہوگی۔

موجودہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دعوتی کوشش محض اپنے فرض یقینی کو ادا کرنے کی کوشش نہیں ہوگی بلکہ اپنے بقاء کی ضمانت ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ ہندو راشٹروادی طاقتیں جو پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے کی کوشش میں تھیں اور ظاہری صورت حال کو دیکھ کر ہر ایک کو یہ یقین بھی تھا کہ اب ہندوستان کا مستقبل ہندو راشٹر وادیوں کے ہاتھ میں ہوگا لیکن صوبائی انتخابات میں اس نے جو چوٹ کھائی ہے اس کی وجہ سے وہ کوئی بھی سازش کر سکتی ہے اور پسماندہ طبقوں پر اپنے ساتھ لانے کی کوئی بھی تدبیر کر سکتی ہے جس کیلئے مسلمانوں کو ہوشیار ہو کر دو محاذوں پر کام کرنا ہوگا۔

(۱) پسماندہ طبقوں کو نزدیک کرنے کی کوشش اور ان کی بھرپور اعانت و تائید۔

(۲) ان تک اسلام کی دعوت پہنچانے کی مدبرانہ کوشش۔

اور ان دونوں محاذوں پر بڑی ایمانداری اور سچائی سے کام کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر مسلمان اس وقت ناکام ہوگئے تو ہندوستان کو اسپین بننے سے روکا نہیں جا سکتا۔ ***

ترکی میں لا الٰہ العہ احیائے اسلام کی تحریک

ادارہ

ترکی میں جس کی آبادی غالب مسلم اکثریت پر مشتمل ہے اسلام کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن چھ کروڑ انسانوں کے اس ملک کا آئین سیکولر ہے۔ قدرتی طور پر سرگرم اسلام پسندوں اور سیکولرزم کے علم برداروں کے درمیان فرق بڑھتا جا رہا ہے۔

اگرچہ ترکی میں بظاہر ایران کی طرح انقلاب پسندانہ اسلام کو غلبہ حاصل ہونے کا فی الحال امکان نہیں ہے، لیکن مغرب مخالف اسلام پسندی ترکی کی اس حقیقت سے متصادم ہوتی ہے جو ناٹو معاہدہ کے رکن کے طور پر اسے حاصل ہے۔ اسلام پسند قوتوں کا ٹکراؤ ترکی حکومت کے ان ارادوں سے بھی ہوتا ہے کہ وہ ملک کو یوروپی برادری میں شامل کرنا چاہتی ہے، عراق کے خلاف پابندیوں کا اطلاق اور شمالی عراق میں کردوں کا تحفظ ترکی کے تعاون پر منحصر ہے

اتاترک نے بڑی بے رحمی کے ساتھ ترکی کو اس کی عثمانی خلافت اور مذہبی ماضی سے الگ کر دیا تھا اور ملک کو متحد کرنے کیلئے مغرب رخی سیکولر قوم پرستی کا استعمال کیا تھا۔ انہوں نے دینی مدارس بند کر دیئے تھے۔ کچھ مساجد کو عجائب گھروں میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور شارع عام پر مذہبی لباس پہن کر نکلنے پر پابندی تھی۔ انہوں نے عربی کی جگہ رومن حروف تہجی رائج کر دیئے تھے۔

آج سبھی قابل ذکر سیاستداں نماز کے لئے مساجد میں جانے کا خیال رکھتے ہیں اور امریکہ میں تعلیم یافتہ خاتون وزیر اعظم تانسو چیلر کہتی ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں، اسلامی اخبارات کی اشاعت بڑھ رہی ہے۔

اگرچہ اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں تاہم تجزیہ کاروں کے مطابق ترک دن بدن دین اسلام کے پابند ہوتے جا رہے ہیں استنبول کے کچھ علاقوں میں خواتین ٹخنوں تک برقعہ پہنتی ہیں اور ان کا چہرہ کم ہی نظر آتا ہے۔

نجم الدین اربکان کی قیادت والی اسلام پسند ویلفیئر پارٹی نے ۱۹۹۵ء کے انتخابات میں ۵۵۰ رکنی پارلیمنٹ میں سیٹیں حاصل کیں اور ایک سال پیش تر بلدیاتی انتخابات میں استنبول کے ۱۷ اضلاع پر قبضہ کیا توقع ہے کہ وہ مارچ کے ملک گیر بلدیاتی انتخابات میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے گی۔

مسٹر اربکان کا دعویٰ ہے کہ ان کی پارٹی کے ممبران کی تعداد ۱۲ برسوں میں دو چند ہو کر ۱۶ لاکھ پہونچ گئی ہے۔ انہیں بدعنوانیوں سے عاجز لوگوں اور دیہات سے شہروں میں آنے والوں کی حمایت حاصل ہے۔ ان میں سے بہت سے لوگ مذہب کے دامن میں مفلسی اور بے روزگاری سے پناہ چاہتے ہیں۔

ترکی میں اسلامی روشن خیالی کی ایک مثال الباس کمپنی ہے، جو مسلم خیراتی اداروں کے طرز پر چلتی ہے اور جس کا سالانہ کاروبار ۲۰ کروڑ ڈالر مالیت کا ہے۔

اسی کمپنی کا اخبار "ترکیہ" سب سے زیادہ شائع ہونے والا اسلامی اخبار ہے اس کے استنبول کے صدر دفتر میں نماز کے لئے ایک کمرہ مخصوص ہے۔ یہ کمپنی ایک اسلام پسند ٹیلی ویژن اسٹیشن بھی چلاتی ہے اور ترکی کے باہر اسلامی کتابیں مفت تقسیم کراتی ہے یہ کمپنی تعمیرات اسپتالوں کے قیام اور دوسرے فلاحی کاموں میں حصہ لیتی ہے۔

لیکن اسلامی احیاء کی ایک دوسری قسم مغربی دنیا کی نظر میں زیادہ خطرناک ہے۔ ۲ جولائی کو ہزاروں اسلام پسندوں نے کچھ "روشن خیال" دانشوروں کی ایک میٹنگ پر احتجاج کرتے ہوئے مرکزی ترکی کے قصبہ سیواس میں ہنگامہ کیا۔ انہوں نے ایک ہوٹل کو آگ لگا دی جس کے نتیجہ میں ۳۶ افراد ہلاک ہو گئے۔ !!! (بشکریہ قومی آواز)

تملق و چاپلوسی

خالد انور برکت اللہ

ارض الٰہی ہزاروں قسم کے انسانوں سے بھری پڑی ہے اور انعام خداوندی سے ہر طرح کے لوگ بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ کہیں علماء کرام کی اچھی خاصی تعداد امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں سرگرداں ہے، تو کہیں صوفیاء کرام کی بہت بڑی جماعت اسلام کے جڑ کو کھوکھلا کئے جا رہی ہے، اپنی بداعمالیوں کو قرآن و سنت کا جامہ پہنا کر جاہل عوام کو دھوکا دے رہی ہے، تو دوسری طرف نام نہاد تملق پسند علماء کی تعداد اپنی خودی کو کھو کر، چند پیسے کی لالچ میں کشتی ملت کو ڈبونے کی کوشش کر رہی ہے، شاید وہ اپنی عاقبت کو کھو بیٹھے ہیں، اللہ کے رسول کا فرمان ہے تم بادشاہوں کی قربت سے بچو ورنہ تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائنگے۔

قارئین کرام! یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، کہ ایک تملق پسند انسان کتے کے مانند ہوتا ہے۔ جو اپنے آقا کے سامنے روٹی کے ٹکڑے کی خاطر دم ہلاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے روٹی کا ٹکڑا دے دیا جائے۔ بالکل تملق و چاپلوسی کرنے والوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے، اسے اپنی خودی کا پاس و لحاظ نہیں ہوتا، اس کی لالچی آنکھیں نابینا، اور قدرت حق گوئی و بے باکی سلب ہو جاتی ہے۔ حلال و حرام کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، اس کو اپنے آقا کی ساری بداعمالیاں حرام کاریاں اچھی نظر آتی ہیں۔ وہ اس کی ہر آواز پر لبیک کہتا ہے، اگر اس کا آقا ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم کہتا ہے۔ تو اسے اس کی حمایت کرتے ہوئے، ذرا سی بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی نتیجۃً وہ اپنے آقا کی نگاہ میں محبوب و چہیتہ بن جاتا ہے، اس کے لئے دنیاوی عیش و تنعم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ساری قوم بھوکی مرتی ہے اور

یہ کمبخت ہے کی طرح کھاتا ۔ شیر کی طرح ڈکارتا رہتا ہے۔

تاریخ اسلام کا اگر ہم سرسری جائزہ لیں تو پتہ یہ چلے گا کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ہی اس طرح کے درباری علماء پیدا ہونے لگے، جن کی دسیسہ کاریوں کے نتیجہ میں عروج وارتقاء کی اسلام کشتی ٹامک ٹوئیا مارتی رہی، ان درباری مُلاؤں نے اپنی قربت کا فائدہ اٹھا کر اسلام کے عظیم سپہ سالاروں کو تہہ تیغ کرانے میں دریغ نہ کیا۔ جن سے ان کو خوف وخطرہ محسوس ہوا، بادشاہ کے سامنے اس کی فضیحت بیان کر کے اس کیلئے رسوائی کا سامان فراہم کیا۔ اس طرح کے لوگوں میں سرفہرست ابن صادق کا نام آتا ہے۔ جس کی مکاری، عیاری، دغابازی اس وقت پروان چڑھی جب ولید بن عبدالملک وفات کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا، اس یہودی شخص نے اسلام کے عظیم فاتح محمد بن قاسم سمیت کئی سپہ سالاروں کو برسر بازار قتل کروا کر ان کے گرم خون سے اپنے سینے کے اندر اسلام کے خلاف دہکتے ہوئے انگارے کو ٹھنڈا کیا، اسلام کا بڑھتا ہوا فاتحانہ پرچم یکایک رُک گیا اس کے بعد ہوا جو ہوا۔ الاماں والحفیظ۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد ہوئی ہلالی پرچم پورے آن وبان کے ساتھ لہرانے لگا، گوشے گوشے میں اللہ اکبر کی صدا گونجنے لگی، اعلاء کلمۃ اللہ کے جانباز قرآن وسُنت کو عملی جامہ پہناتے رہے، لیکن جب تملق وچاپلوسی کا بازار گرم ہوا، نفسانی خواہشات کے مطابق فتویٰ دیا جانے لگا، شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پامالی کی جانے لگی تو سلطنت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ تسشتت وافتراق کا بازار گرم ہوا، اور دیکھتے دیکھتے خونوں سے سینچا ہوا یہ گلشن غیروں کے ہاتھ میں آگیا، اسلاف کے تمنا کی اونچی اونچی عمارتیں، خاک وخون میں ڈوب گئیں انگریزوں کا قبضہ ہوا پھر ملت کا انجام جو ہوا وہ اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔

برادران ملت!۔ آج آپ اپنے معاشرہ کے اندر نگاہ دوڑائیں۔ اپنی تنظیم کا سرسری جائزہ لیں، آپ کو وہی ملے گا جسکی وجہ سے صدیوں پہلے ہماری داستان

ختم کی گئی تھی، ہر طرف تملق وچاپلوسی عروج پر ہے چمچہ گیری کو ہر فرد اپنا فرض عین سمجھ بیٹھا ہے، اس کے بغیر کہیں چین وسکون نظر نہیں آتا حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ افضل الجہاد کلمۃ حق عند ملک جائر تملق وچاپلوسی نہ کریں ورنہ دنیا میں بھی اس کا انجام نہایت خطرناک ہوگا کیونکہ یہ مکاری انسان کو خود ہی ذلیل کردیتی ہے، اور وہ شخص رسوائے زمانہ ہوتا ہے۔ میرے ابا نے ایک قصہ سنایا تھا جو تملق وچاپلوسی کرنے والوں کیلئے مقام عبرت ہے

"ایک بڑا ہی ذہین عادل اور اپنی قوم کا پاس ولحاظ رکھنے والا بادشاہ تھا لیکن وراثتاً اس کو بہت سے درباری علماء ملے تھے۔ بادشاہ جو بات کہتا اس پر درباری علماء کہتے۔ جی حضور جی حضور ٹھیک فرماتے ہیں یہ تو آپ کی وطن کے لئے بہت اچھا ہوگا۔ آپ تو ایک نیک رحمدل عادل بادشاہ ہیں۔ آپ سے ایسے ہی توقع کی جاسکتی ہے" ہر بات میں ان علماء کرام کی زبان سے یہی بات نکلی وہ دل ہی دل ان لوگوں سے نفرت کرنے لگا۔ عاجز آکر اسے ایک اسکیم سوجھی، اس نے حکم نافذ کیا کہ آج ہمارے کھانے کیلئے صرف بیگن کا بھرتا بنایا جائے، اس کے حکم کی تکمیل کی گئی کھانے کے وقت سارے درباری علماء موجود تھے، جب ان لوگوں نے بادشاہ کے کھانے میں صرف بیگن کا بھرتا دیکھا، تو بیگن کی تعریف کرنے لگے "بادشاہ سلامت بیگن نہایت ہی مفید چیز ہے، اس سے انسان کے اندر چستی پیدا ہوتی ہے مزید یہ کہ سستی کھانا ہے، ہم لوگ بھی یہی پسند کرتے ہیں ایسا کریں کہ سارے ملک میں صرف بیگن کا پودا ہی لگوا دیا جائے، تاکہ ہم سب لوگوں کو مرغوب غذا ملتی رہے بادشاہ کا آتش فشاں اندر ہی اندر پھٹ رہا تھا، لیکن اسے اپنی اسکیم کو پایۂ تکمیل تک پہونچانا تھا" کھانے کے تھوڑی دیر بعد وہ بستر پر لیٹ کر کہنے لگا۔ "میرا پیٹ پھول رہا ہے۔ سر میں درد ہے کھانسی ہو رہی ہے۔ ٹھنڈا لگ رہا ہے" اب یہ درباری علماء کہنے لگے۔ بادشاہ سلامت بیگن نہیں کھانا چاہیئے اس سے بہت ساری بیماریاں ہوتی ہیں، یہ سب بیگن ہی کی وجہ سے ہوا ہے، سارے ملک کے بیگن

کے درخت کو کٹوا دیا جائے، بادشاہ غصہ ہو کر کہنے لگا، ابھی کہتے تھے بیگن فائدہ مند ہے اور اب کہتے ہو سارے بیماریوں کی جڑ ہے، تم ہی لوگوں کی دوا کرتے ہیں. چنانچہ اس نے ساری درباری علماء کو گدھے پر بیٹھا کر سارے شہر میں چکر لگوانے کے بعد قتل کروا دیا۔"

بہر حال یہ ایک قصہ ہے مگر تملق و چاپلوسی کے انجام سے کوئی بے خبر نہیں معاشرے میں جب تک یہ ناسور رہے گا، اچھے لوگوں کی زندگی دو بھر ہوتی رہے گی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "من قرب الی السلطان افتتن" کا بھی خیال کرتے ہوئے، اس فعل قبیح سے باز آئیں، واللہ اصلاح معاشرہ کی پہلی کڑی طے ہو جائے گی، اور معاشرہ پاک وصاف ہو جائیگا سارے لوگ چین وسکون کی زندگی بسر کرنے لگیں گے،

اللہ ہم سب کو تملق و چاپلوسی سے بچائے۔ (آمین ثم آمین)

جناب یعقوب محمد ماجرا۔ (جوار رحمت میں)

جمیعۃ و جماعت کے ایک گہرے ہمدرد معاون، اہدنواز اور خادمان دین کے قدردان الحاج یعقوب محمد ماجرا ۱۲ دسمبر کو ... میں دیاؤ سوبت میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون. مرحوم غیرت مند اہل حدیث تھے اور جماعتی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، ان کی ایک ایک بات اور ہر ہر حرکت میں خلوص وللہیت ٹپکتی تھی - ایسی بے مثال شخصیتیں بہت کم نظر آتی ہیں.

اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری کمزوریوں کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے. اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل بخشے .(آمین) (ادارہ نوائے اسلام)

اولاد کا حقوق

عبد السمیع محمد ہارون سلفی

جس طرح والدین کے کچھ حقوق اولاد کے اوپر عائد ہوتے ہیں اسی طرح اولاد کے بھی کچھ حقوق والدین کے اوپر عائد ہوتے ہیں. مگر یہ عجیب بات ہے کہ والدین تو اپنا حق اولاد کے اوپر سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اولاد ان کے حقوق ادا کریں لیکن اولاد کا بھی ان کے اوپر کچھ حقوق ہیں وہ غالباً اس سے لاعلم اور غافل ہیں یا پھر اس کو صریح طور پر نظر انداز کرجاتے ہیں جیسے یہ حقوق ہی نہیں. حالانکہ دونوں کی اہمیت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے۔ والدین کے جو حقوق اولاد کے اوپر عائد ہوتے ہیں اس کے بارے میں جس طرح اولاد سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی اسی طرح والدین سے بھی اولاد کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اس لئے والدین کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کے اوپر ان کی اولاد کا کیا حق ہے؟ اس کی ادائیگی کی صورت میں دونوں جہان کی سعادت حاصل ہوگی اور غفلت کے نتیجے میں قیامت کے دن سخت گرفت ہوگی۔ ایک صحابی ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے) آپ نے پوچھا اے ابورافع تمہارا کیا حال ہوگا جب تم مفلس و محتاج ہو جاؤ گے؟ ابورافع کہتے ہیں میں نے کہا تو کیوں نہ اس سے ابھی سے بچنے کی تدبیر کروں۔ آپ نے فرمایا ضرور کرو۔ پھر پوچھا تمہارے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا چالیس ہزار۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے آپ نے فرمایا۔ نہیں ایک حصہ اللہ کے راستے میں دو اور ایک حصہ روکے رکھو۔ اور اس سے اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کرو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ان کا ہمارے اوپر حق ہے جس طرح ہمارا ان کے اوپر حق ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ان کا حق یہ ہے کہ

وہ ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دے ۔ تیر اندازی سکھائے اور ان کو دینی اخلاق کا وارث بنائے ۔" یہاں پر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کا بھی والدین کے اوپر حق ہے ۔ وہ حق کیا ہے ۔ ایک لفظ میں اس کی دینی تعلیم و تربیت ہے" اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دولت کا ایک حصہ تو اس کی تربیت کیلئے خاص کر دے ۔"

ایک اولاد کی دینی تربیت پیدائش کے بعد ہی سے شروع ہو جانی چاہیئے ۔ یعنی پیدائش کے بعد اسی دن یا ساتویں دن کوئی اچھا سا دینی نام رکھا جائے اور اس کے نام سے عقیقہ کیا جائے ۔ دینی نام جیسے انبیاء کرام کے نام اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافت کی کوئی نام یا پھر کسی صحابی تابعی اور سلف کے نام پر رکھا جائے ۔ عقیقہ میں اگر لڑکا ہے تو دو بکری اور لڑکی ہو تو ایک بکری ذبح کرنا چاہیئے ۔ ساتویں دن بال منڈوانا چاہیئے اگر طاقت ہو تو اس کے بال کے وزن کے برابر چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کر دینا چاہیئے اس کے بعد پھر اس کی صالح جسمانی تربیت کرنی چاہیئے تاآنکہ وہ باشعور اور بولنے کے لائق ہو جائے ۔ بولنے کی طاقت جب شروع ہو تو ابتداء کلمہ توحید سے کرائی جائے ۔ دینی تعلیم کے ساتھ دینی تربیت بھی شروع کر دینی چاہیئے ۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ، سچ بولنے کی ترغیب ، جھوٹ سے پرہیز ، اچھے اخلاق کا عادی ، بری عادت اور صحبت سے دوری ، اچھے اور سچے انسان بننے کی تعلیم دی جائے ۔ سات سال کی عمر ہو جائے تو نماز کا حکم دیا جائے اور دس سال کا ہو جائے تو نماز کے لئے مارا جائے ۔ اس کے خواب گاہ کو الگ کر دیا جائے ۔ خیال رہے کہ دس سے بارہ سال کی عمر تک جس طرح ہو اس کی اصلاح تربیت پر پوری توجہ صرف کرنی چاہیئے ۔ کیونکہ اس عمر کی تربیت مابعد کی زندگی کے مقابلے میں زیادہ مفید ہے اور موثر بھی ۔ اس عمر کی تربیت کی مثال درخت کے خشک اور تر ڈالی کی ہے ۔ تر ڈالی کو آپ اپنی مرضی کے مطابق جب اور جس طرح چاہیں جھکا سکتے ہیں ۔ یہ بچپن کی تربیت کی مثال ہے ۔ اور خشک ڈالی کو جھکانا اپنی مرضی کے مطابق چاہیں تو وہ جھک نہیں سکتی ۔ ہاں زبردستی کرنے پر ٹوٹ سکتی ہے ۔ یہ جوانی کی تربیت کی مثال ہے ۔ پھر جب بلوغت کی عمر ہو جائے تو

صبا دہلی یونیورسٹی

صحت کے اصول

(۱) پیارے بچو! حدیث میں دو نعمتوں کا ذکر ہے جن سے بہت لوگ نقصان اٹھاتے ہیں ان میں سے ایک ہے صحت اور دوسری فراغت جب یہ دونوں چیزیں میسر ہوں تو ان کی قدر کرنی چاہیئے اور صحت کو قائم رکھنے کے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔

(۲) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جاننا چاہیئے۔ ان پانچ باتوں میں ایک یہ بات ہے کہ بیماری سے پہلے صحت کو غنیمت سمجھیں۔

(۳) یہ بات واضح ہو گئی کہ تندرستی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے ہمیں وہ تدبیریں عمل میں لانی چاہیئے جن سے صحت بحال رہے۔ اور بیماریوں سے بچاؤ رہے۔

چند مفید باتوں کا ہم ذکر کرتے ہیں۔

آنکھوں کی صحت: اس نعمت کا صحیح اندازہ لگانا ہو تو کسی اندھے سے پوچھئے وہ کہے گا کہ ساری دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے آنکھوں میں سرمہ لگانا سنت ہے۔ سرمہ لگاتے رہنے سے آنکھیں دکھنی سازو نادر ہی آتی ہیں۔ بینائی ٹھیک رہتی ہے دوسرے مرضوں کا بچاؤ رہتا ہے آنکھوں کا رنگ ٹھیک رہتا ہے پلکوں کے بال جمے رہتے ہیں۔

دانتوں کی صفائی: دانتوں کی صفائی کا بہت خیال رکھیں بہتر تو یہ ہے کہ پانچ وقت نماز کیلئے وضو کرنے سے پہلے مسواک کر لیں۔ کم از کم یہ کریں کہ فجر کے وضو کے وقت اور عشاء کے وضو کے وقت ضرور بلاناغہ

مسواک کرتے رہیں۔ مسواک سے دانت صاف رہیں گے منہ کی بدبو جاتی رہے گی۔ دانتوں کا مرض نہیں ستائیگا اور ہاضمہ ٹھیک رہے گا۔

کپڑوں کی صفائی: یہ ضروری نہیں کہ کپڑے قیمتی ہوں لباس سادہ ہو مگر صاف ستھرا اور پاک ضرور ہو میلا کچیلا لباس نہیں رکھنا چاہیئے جوں ہی کپڑے میلے ہوں ان کو دھو لینا اچھی عادت ہے۔ بچپن میں اگر میلے کپڑے پہننے کے عادی ہو گئے تو بڑے ہو کر یہ عادت نہ چھوٹے گی۔

کھانا پینا: بد خوری کی عادت اچھی نہیں ہے ہمیشہ ہاتھ دھو کر کھانا شروع کرنا چاہیئے اور ابھی چند نوالوں کی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ اٹھا لینا چاہیئے زیادہ کھانا معدہ پر بوجھ ڈالتا ہے۔ بعض اوقات پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ اندازہ سے مقررہ وقت پر کھاؤ گے تو بیماریوں سے بچاؤ رہے گا۔ ہاضمے چورنوں یا ہاضمہ کی ولایتی گولیوں کی کبھی ضرورت نہیں پڑے گی۔

بول و براز: رفع حاجت کیلئے صبح کا وقت مقرر کریں۔ روزانہ مقررہ وقت پر پاخانہ میں جائیں اس عادت کو بھی صحت کی بحالی میں بڑا دخل ہے۔

ورزش اور سیر و تفریح: بچپن کے زمانے سے ہی کوشش کریں کہ جسم طاقتور بنا رہے اس مقصد کیلئے روزانہ مناسب ورزش اور سیر و تفریح وغیرہ کرتے رہنا چاہیئے۔ صبح اور شام کا وقت اس مقصد کے لئے یعنی سیر و تفریح کیلئے زیادہ مناسب ہے۔

نیند: نیند صحت کیلئے بہت ضروری ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں پڑھائی کے خاطر رات کو جاگنا پڑتا ہے۔ مگر بہت رات تک جاگنا اچھا نہیں۔ وقت مقرر کر لینا چاہیئے اور کتب بینی کے بعد وقت مقررہ پر ہر رات سو جانا چاہیئے۔

غسل: روزانہ نہانے کی عادت اچھی ہے، لباس کے ساتھ جسم کو صاف رکھنا بھی ضروری ہے۔ نہانے کا وقت بھی مقرر کر

لینا چاہیئے۔ خاص کر طالب علموں کیلئے۔ صبح کا وقت نہانا دماغ کیلئے بہت مفید ہے

باطنی صفائی :- ظاہری صفائی کے ساتھ باطنی صفائی بھی نہایت ضروری ہے۔ یہ باطنی صفائی عبادت یعنی نماز، تلاوت قرآن، روزہ زکوٰۃ سے حاصل ہوگی۔ قرآن کریم میں بھی نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بار بار کہا ہے اور حدیث سے منقول ہے کہ جو شخص ایک وقت کا نماز قضا کردیتا ہے۔ اس کو جہنم میں اسی سال جلنا پڑے گا اور اس کے علاوہ نماز کے متعلق کسی نے کہا ہے کہ ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود　　اولیں پرسشش نماز بود

اسی طرح صفائی سے متعلق ایک بہت اچھا شعر ہے ؎

صفائی عجب چیز دنیا میں ہے　　صفائی سے بہتر نہیں کوئی شئے

اس طرح میرے عزیز نماز بری باتوں سے روکتی ہے تمام بری عادتوں کو ترک کرنے کی کوشش کرتے رہنا تمہارا فرض ہے۔ یہی اللہ اور رسولؐ کا فرمان ہے۔ بچو! اگر چند نصیحتوں پر عمل کروگے تو بڑا سکھ پاؤگے۔ ●●

بقیہ صفحہ ۲۵ کا

تو اس کی شادی کردینی چاہیے۔ ورنہ خدانخواستہ اگر اس عمر میں وہ گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اور گناہ والدین کے اوپر پڑتا ہے" اور پھر یہاں والدین اپنے حق اور فرض کو بہت حد تک ادا کردیتے ہیں۔ لیکن ان چیزوں میں سب سے زیادہ تعلیم پر دھیان دینا چاہیے۔ کیونکہ تعلیم از خود اس کی تربیت آپ کرے گی اور اسے ایک اچھا انسان بنائے گی۔ لیکن کونسی تعلیم؟ دینی تعلیم۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیوی تعلیم نہ دلائے۔ لیکن بہر حال ترجیح تو دینی تعلیم کو دی جائے کہ وہی دراصل صالح اور اسلامی تربیت کی بنیاد ہے" !!! ●●●

شیخ الحدیث حضرت مولانا عظیم اللہ مئوی (رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا محمد احمد اثری
شیخ الجامعہ جامعہ اثریہ دار الحدیث مئو رکن مجلس مشاورت ماہنامہ آثار مئو.

موت وہ ہے کہ کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کیلئے

۴ رھ اکتوبر ۱۹۹۳ء کی درمیانی شب میں استاذ گرامی حضرت مولانا عظیم اللہ صاحب مئوی نور اللہ مرقدہ اس جہان فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مئوناتھ بھنجن کی مردم خیز سرزمین نے جن یگانۂ روزگار ہستیوں کو جنم دیا اور جن کے علمی، عملی اور روحانی فیوض و برکات سے ایک عالم مستفیض ہوا ان میں ایک مولانا مرحوم کی ذات گرامی بھی تھی جو مئو کیلئے باعث صد افتخار تھی، افسوس کہ وہ آفتابِ علم ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ اس قحط الرجال کے دور میں مولانا مرحوم علمی حلقوں میں ایک ستون کا درجہ رکھتے تھے۔ افسوس کہ وہ ستون گر گیا۔ مولانا مرحوم جن ہمہ جہتی صفات کے مالک تھے ان کے پیش نظر پوری جماعت پر نگاہ دوڑانے پر بھی کوئی نظر نہیں آتا جو ان کی جگہ پر کر سکے۔ اللہ تعالی اپنی رحمت کاملہ سے اس علمی اور جماعتی نقصان کی تلافی فرمائے ایسی ہی صورت حال میں عباسی شاعر عبد اللہ بن المعتز نے درد انگیز لہجے میں فرمایا تھا ؎

قد ذهب الناس ومات الكمال وصاح صرف الدهر اين الرجال
هذا ابو العباس في نعشه قوموا انظروا كيف تسير الجبال

جو لوگ مولانا مرحوم کی شاگردی کا شرف حاصل کر چکے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ اقلیم درس و تدریس کے شہنشاہ تھے۔ مشکل سے مشکل کتاب ان کے پاس ایسا ہی تھی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا اپنی صلابت ختم

کر دیتا ہے اور وہ موم کی طرح نرم ہو جاتا ٹھیک اسی طرح مولانا کے پاس مشکل کتابیں نرم ہو کر رہ جاتیں۔ افہام تفہیم کا وہ عجیب ملکہ قدرت نے انہیں دے رکھا تھا کہ پیچیدہ باتیں بھی شستہ و سبک الفاظ میں ذہن نشیں فرما دیتے تھے کبھی طالب علم کے سوال پر کبھی چیں بجبیں نہ ہوتے بلکہ خوشی کا اظہار فرماتے مسکراتے ہوئے نہایت خوش اسلوبی سے جواب دیتے۔ ایک بار سبق سمجھانے کے بعد شاگردوں سے پوچھتے کہ بات سمجھ میں آئی یا نہیں۔ اگر کوئی شاگرد نفی کرتا تو پھر تفہیم کا دوسرا اسلوب اپناتے اور بات کو ذہن نشین کرنے کے لئے مثالوں کا سہارا لیتے وہ میرے بھی استاد تھے میں نے ان سے جامعہ اثریہ ہی میں شرح جامی اور قطبی و میر قطبی پڑھی ہے دوران درس مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ میں کسی ابر باراں کے تلے ہوں جس کے نتھرے ہوئے قطرات علمی جھڑ رہے ہیں موقع ہے سیراب ہو لوں یا کسی چمن زار میں ہوں جس کی عطر بیز ہواؤں سے کیف و مستی حاصل کر لوں۔ عربی درسگاہوں میں اساتذہ کی نہ تو پہلے کمی تھی اور نہ آج ہی ہے لیکن تدریس کے جملہ آداب سے آراستہ اساتذہ ہمیشہ کم رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ مولانا مرحوم ان اساتذہ میں سے تھے جو تعلیم کے اسرار و رموز سے پوری طرح آشنا اور تدریس کے جملہ آداب و اوصاف سے آراستہ تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری نے کسی جگہ تحریر فرمایا ہے کہ زندگی میں مجھے تین اساتذہ ایسے ملے جو اپنے فضل و کمال میں امتیازی مقام رکھتے تھے اور جن سے میں نے خوب کسب فیض کیا۔ ان میں ایک حضرت مولانا عظیم اللہ مئوی رحمۃ اللہ بھی ہیں۔ حضرت مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری ایک جلیل القدر عالم ہیں وہ اپنے دور طالب علمی میں بھی اپنی خداداد ذہانت میں مشہور تھے ان کا یہ اعتراف مولانا مرحوم کے فضل و کمال کی روشن دلیل ہے۔

مولانا مرحوم علوم عالیہ و فنون آلیہ میں سے ہر علم و فن میں ید طولی رکھتے تھے تفسیر و حدیث، منطق و فلسفہ، نحو و صرف، ادب و بلاغت کسی بھی علم و فن کے پڑھانے میں انہیں کوئی دشواری نہیں محسوس ہوتی ہر فن کا پڑھنے والا ہی

تصور کرتا کہ مولانا کو شاید اس فن میں کمال حاصل ہے درحقیقت جامع المعقول والمنقول کا لقب ایسے ہی علماء کو زیب دیتا ہے۔ مولانا مرحوم نے مختلف جامعات و مدارس اسلامیہ مثلاً جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو، جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو، جامعہ سراج العلوم بونڈھیار وغیرہ میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا اور جہاں بھی گئے اونچے اساتذہ میں شمار کیے گئے اور اپنے علم وفضل اور اچھے اخلاق کی بدولت ہر دلعزیز بن کر رہے۔

مولانا مرحوم صرف اقلیم تدریس کے تاجدار ہی نہ تھے بلکہ میدان دعوت وارشاد کے بھی بہترین شہسوار تھے۔ جب کبھی کسی اجتماع سے خطاب فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کے لبوں سے الفاظ کا آبشار رواں ہے کہنے کا اسلوب اور لب ولہجہ متانت وسنجیدگی کا دامن کبھی نہیں چھوڑتا۔ ہر فقرہ شیرینی سے بھرا ہوا ہوتا سننے والا ان کے بیان سے کبھی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا بیان ختم ہو جاتا مگر تشنگی دور نہیں بلکہ خواہش ہوتی کہ کاش مولانا کچھ دیر اور سیراب فرماتے۔ مئو کے مدارس میں بخاری شریف کے آخری درس کا اہتمام ہوتا ہے مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ دیگر مدارس کے اساتذہ وطلبہ اور شہر کے معززین اور دین پسند لوگ بھی اس درس میں شریک ہوتے ہیں میں بھی اس طرح کی تقریبات میں شریک ہوتا رہتا ہوں اور بخاری کی آخری حدیث کا درس اور اس مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ کے حالات زندگی اور ان کے تبحر فی الحدیث پر علماء کرام کے معلومات افزا بیانات سنتا رہتا ہوں۔ اس طرح کی تقریب میں جب مولانا مرحوم بخاری شریف کا آخری درس دیتے تو بس سننے ہی کے لائق رہتا جچے تلے الفاظ میں ایسا جامع درس دیتے کہ ہر سننے والا محو حیرت ہو جاتا اور مولانا کے کمال علمی کا اعتراف کیے بغیر نہ رہتا۔

مولانا مرحوم اپنے علمی کمال کے ساتھ عملی جمال سے بھی آراستہ تھے نماز اور دیگر فرائض کے نہایت پابند تھے جب تک بدن میں طاقت تھی اپنے گھر سے جامع مسجد فجر کی نماز پڑھنے کیلئے آتے حالانکہ مولانا کا گھر جامع مسجد سے بہت دور ہے اور اتنی

دور سے پیدل چل کر جماعت سے فجر کی نماز پڑھنی نہایت دشوار ہے۔ مولانا مرحوم کی کتاب زندگی کا ورق ورق روشن ہے۔ وہ حق گوئی و بیباکی کا ایک نمونہ تھے۔ حق کے معاملے میں کسی طرح کی سودا بازی نہیں کرتے تھے۔ کسی صاحب ثروت یا صاحب منصب کے مال یا منصب سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔

مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کی بھی صلاحیت سے نوازا تھا لیکن اس جانب ان کی زیادہ توجہ نہیں ہوئی۔ بعض پرانے پرچوں میں ان کے کچھ مضامین میری نظر سے گذرے ہیں البتہ ایک رسالہ انہوں نے لکھا ہے جس کا موضوع ہے کہ دعا میں کہاں تک ہاتھ اٹھائیں۔ اس رسالے کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جب کسی مسئلے کی تحقیق کیلئے آمادہ ہوتے تو کتنی محنت اور عرق ریزی سے کام لیتے۔ اور حق کو واضح کرنے میں کس قدر داد تحقیق دیتے۔

وہ مسلکاً اہل حدیث تھے لیکن نظریاتی طور پر جماعت اسلامی سے متاثر تھے یہی وجہ ہے کہ فروعی مسائل میں کبھی نہیں الجھے اور نرمی سے کام لیتے۔ ان کی عام گفتگو میں بھی بڑی نرمی اور شیرینی ہوتی۔ چہرہ ہمیشہ شگفتہ رہتا۔ لبوں پر مسکراہٹ جاری رہتی گفتگو کرنے والا کبھی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ نہایت باوضع رہتے اور صاف ستھرے کپڑے استعمال کرتے۔ اپنی باتیں نہایت ڈھنگ اور شریفانہ انداز میں کہتے۔ ان کے اسلوب کلام ہی سے ان کی ذہانت واضح ہوجاتی۔

غرض یہ کہ مولانا مرحوم جامع الصفات والکمالات تھے۔ ان کے اٹھ جانے سے علمی دنیا میں ایک عظیم خلاء واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خلاء کو اپنی رحمت سے پُر فرمائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو علیین میں جگہ دے انکی لغزشوں کو معاف فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

●●●

شیخ الحدیث مولانا عظیم اللہ مئوی

شخصیت ـــــ کارنامے

ـــــ عزیز عمر سلفی

۱۵ دسمبر ۱۹۹۳ء کو اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا عظیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان سے تعزیت کیلئے مادر علم وفن مئو ناتھ بھنجن حاضر ہوا وہاں کے متعدد اساتذہ اور علماء حضرت سے بھی شرف ملاقات حاصل کی۔ فضیلۃ استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز اعظمی عمری شیخ الحدیث جامعہ اثریہ دار الحدیث مئو۔ اور حضرت مولانا محفوظ الرحمان فیضی، شیخ الجامعہ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو سے حضرت مولانا عظیم اللہ مرحوم کی شخصیت کا بائی ڈاٹا معلوم کیا جسے قارئین اور مولانا مرحوم کے ہزاروں تلامذہ کے استفادہ کے لئے یہاں ہم شائع کر رہے ہیں۔ تاکہ مرحوم کی ہمہ جہت شخصیت معلوم کرنے والوں کو مواد مل جائے۔

سلسلہ نسب:۔ محمد عظیم اللہ بن حافظ احمد بن حافظ رحمۃ اللہ بن حافظ عبدالرحمان والدہ ماجدہ بھی حافظہ تھیں۔ (تین پشت تک ہر شخص حافظ ہے)

تاریخ پیدائش:۔ ۱۹۱۲ء مطابق ۱۳۳۱ھ مئو ناتھ بھنجن کے علمی خانوادہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:۔ قرآن مجید ناظرہ حافظ محمد مئوی سے اور اردو و فارسی مولانا سلیم اللہ مئوی سے پڑھا۔ آپ نے تعلیم کی ابتدا ۱۳۳۸ھ میں مدرسہ فیض عام مئو سے کی اور وہیں سے ۱۹۳۵ء / ۱۳۵۴ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ آپ کے مئو کے اساتذہ میں مولانا احمد مئوی بن ملا حسام الدین مئو متوفی ۱۳۴۶ھ مولانا ابو الفیاض نور محمد بن محمد بن اسمٰعیل کوٹھا قاسم پورہ (متوفی ۱۳۵۷ھ) مولانا عبداللہ شائق (متوفی ۱۹۷۴ء) مولانا عبدالرحمان نحوی (متوفی ۱۹۳۳ء) مولانا محمد احمد ناظم جامعہ فیض عام۔ (متوفی ۱۹۸۲ء/۱۴۰۲ھ) فیض عام سے فراغت حاصل کرکے آپ مظاہر العلوم سہارنپور میں تشریف لے گئے۔

مولانا ذکریا کاندھلوی ؒ سے درس حدیث لیا وہاں کے اساتذہ میں مولانا جمیل احمدؒ مولانا ظہور الحق ؒ اور مولانا ظریف احمد قابل ذکر ہیں۔

تدریس:۔ فراغت کے بعد آپ نے تدریسی فرائض جامعہ فیض عام سے شروع کیا اور ۱۳۸۵ھ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء کو آپ بحیثیت شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس تشریف لیگئے صحت کی ناہمواری کی بنا پر ۵ اگست ۱۹۶۹ء کو جامعہ سلفیہ بنارس سے مستعفی ہوکر مئو تشریف لائے اور جامعہ اثریہ دار الحدیث میں ۱۹۷۴ء تک مسند درس پر فائز رہے پھر یہاں سے ایک معروف درسگاہ جامعہ سراج العلوم بونڈیہار (گونڈہ) میں حضرت مولانا محمد اقبال رحمانی ؒ کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ اور دس سال کے طویل عرصہ تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور افتا کا بھی کام کرتے رہے۔ خرابی صحت کی وجہ سے درس و تدریس چھوڑ کر واپس مئو تشریف لائے اور عمر کے آخری لمحہ گھر ہی پر گذارے۔

درج ذیل مقامات پر بھی آپ نے تدریسی فرائض انجام دیئے ہیں۔

- جامعہ عالیہ عربیہ۔ مئو۔
- جامعہ محمدیہ رائے درگ آندھرا ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۱ء تک
- دار العلوم ششہنیاں بستی۔
- مالدہ بنگال اور سرسی کاروار جنوبی ہند

تلامذہ:۔ تدریسی میدان وسیع تھا لہذا تلامذہ کی تعداد بھی بہت وسیع ہے جو ہندوستان کے کونہ کونہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر حافظ مقتدی حسن ازہری۔ وکیل الجامعہ جامعہ سلفیہ بنارس۔ اور مولانا صفی الرحمان مبارکپوری صاحب الرحیق المختوم مدینہ یونیورسٹی انہیں خوش نصیب تلامذہ میں سے ہیں

تالیفات:۔

- کشف الغلام من رواية الاعلام۔ اردو صفحات۔ ۲۰۰۔

یہ کتاب مولانا حبیب الرحمان اعظمیؒ کے رسالہ الاعلام المرفوعہ فی الطلاق المجموعہ

(بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

اک شام سہانی سی اک صبح نشاط آور

عتیق الرحمان ندوی سکریٹری جمعیت اہل حدیث بستی۔

۳۰ نومبر کو گلرہا نیپال کے اجلاس عام سے فارغ ہو کر فرزم عتیق اثر ندوی متعدد گراں قدر علمائے کرام کے ساتھ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی ایک عصری درسگاہ اقرا جونیر ہائی اسکول کی زیارت کی جس کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے (ادارہ)

میں اپنے وطن دریاباد ایک سفر سے واپس ہی ہوا تھا کہ معلوم ہوا ایک شیخ صاحب بذریعہ جیپ تشریف لائے ہیں یہ تھے کرم فرما مولانا عبدالرحیم امینی صاحب بات واضح تھی کہ آج ہی تو بیس نومبر کو مدرسہ مفتاح العلوم گلرہا نیپال کا اجلاس عام ہے۔ ہوا یہ تھا کہ میں نے اپنے دریاباد کے جلسۂ یک شبی منعقدہ بتاریخ ۲۹ ر ۱۰ ر ۹۳ء میں وہاں حاضر ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت الشیخ عبدالباری فتح اللہ کی ابوظبی سے گھر واپسی پر "تعلیمی ورفاہی سوسائٹی دریاباد کی جانب سے ایک مختصر تعارف پروگرام منعقد ہوا تھا جس میں صدر سوسائٹی سیٹھ محمد سلیم (بمبئی) اور پروفیسر عبیداللہ کشمیری، مولانا محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ مئو، مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب فیضی صدر مدرس مدرسہ فیض عام مئو، مولانا عبدالواحد صاحب مدنی وغیرہم حفظہم اللہ نے شرکت فرمائی تھی مزید تشریف لانے والوں میں تھے مولانا عبدالواجد فیضی صاحب صدر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی مولانا عبدالرحیم امینی صاحب، مولانا محمد الیاس سلفی صاحب، مولانا عبدالعزیز اثری صاحب ناظم مدرسہ مفتاح العلوم مذکورہ بالا ہر سہ موصوفین سے میری ملاقات دیرینہ ہے یہ ایسے مرنجاں مرنج باغ و بہار اور ان کی محفلیں ایسی زعفران زار ہوا کرتی ہیں کہ مجھ جیسا لیئے دیئے رہنے والا شخص بھی بے تکلف ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ چنانچہ عہد و پیمان یہ ہوا تھا کہ جلسہ گلرہا میں شرکت کے ساتھ اس علاقے کی سیر بھی ہو جائے گی۔

اک شام سہانی سی:۔ القصہ مولانا امینی صاحب کی معیت

تھا میں اور میرے برادر عزیز مولانا ابوالہاشم صاحب مدرس مدرسہ عالیہ مئو منزل مقصود کیلئے روانہ ہوئے تنگیٔ وقت کے باعث راہیں مختصر کرنی تھیں مگر اٹوا پہنچنا بھی لازم تھا کیونکہ وہیں سے جلسے کیلئے مولانا شبیر احمد مدنی کو حاصل کرنا تھا اس طرح ہم اٹوا پہونچے وہاں سے نمونۂ صفات شیخ مدنی کی ہم رکابی میں ہم لوگ گلرہا تقریباً ۸ بجے شب میں راہیں کترتے ہوئے پہونچے۔ تمام ہماہمی، رونق وزیبائی نے ہمارا استقبال کیا سب سے بڑھ کر یہ کہ مولانا عبدالعزیز صاحب موصوف کا عادی انداز اپنی مکمل صورت میں تھا اور مولانا الیاس صاحب موصوف کی طبعی شرافت ومحبت نے ہمیں متاثر کیا۔ یہ ہے مدرسہ مفتاح العلوم گلرہا نیپال۔ ایک ملک سے کسی دوسرے ملک کا تصوراتی فاصلہ چاہے جیسا ہو مگر یہاں تو اس کے ارباب حل وعقد نے ساری طنابیں سمیٹ دی ہیں ایک قدم ہندوستان میں ہوگا تو دوسرا مدرسہ مذکور نیپال میں۔ نیپال کی شہریت کا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوستان کی فضاؤں میں جیتے رہنے کا اچھا بہانہ۔ زمینی سرحدوں کو توڑ دینے والے رشتۂ انسانیت اور آفاقیت کے علم بردار مذہب کے پیروؤں کی یہ ایک اچھی تمثیل ہے اقبال نے کہا ہے ؂

بتانِ رنگ وبو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ افغانی نہ تورانی

معلوم ہوا کہ اس مدرسہ میں کل پندرہ اساتذہ اور دیگر اسٹاف کی تعداد تین ہے جلسے کیلئے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے پہلے ہی سے تشریف فرما تھے مولانا قاری نجم الحسن صاحب (بمبئی عظمیٰ)، وقت کم سے کم تھا اور پروگرام اپنے وقت سے قریب تر ہو چکا تھا۔ ضیافتوں کے وافر انتظام میں ہماری ضرورتیں مختصر تھیں آخر جلسے کا آغاز ہوا صدارت فرما رہے تھے نمونۂ سلف مولانا محمد ابراہیم صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ دارالہدیٰ یوسف پور خطبہ استقبالیہ فی البدیہہ نہایت زوردار انداز میں دیا گیا یہ تھے ناظم ادارہ مولانا عبدالعزیز اثری

صاحب۔ نظامت اسٹیج میرے ذمہ تھی پروگرام آگے بڑھا خطبہ اپنی نظیر آپ تھے حضرت مولانا قاری نجم الحسن صاحب مولانا شبیر احمد مدنی صاحب، مولانا الطاف احمد صاحب، مولانا عبدالرحیم امجد نیپالی صاحب، آخر آہستہ آہستہ ایک جگمگاتی ڈوبتی ابھرتی شام اختتام پذیر ہوئی۔

اک صبح نشاط آور :

اور پھر صدر موصوف کے درس قرآن پاک کے ساتھ بارش نور میں ڈوبی ہوئی صبح طلوع ہوئی متصلاً ناشتے کا خوان نعمت مہمانوں کے سامنے حاضر تھا۔ ہمیں اپنے بیمار چچا کی تیمارداری کیلئے گھر پہونچنے کی دیری ہو رہی تھی مگر حسب وعدہ مولانا عبدالواجد صاحب فیضی و مولانا عبدالعزیز سلفی صاحب کا حکم بھی بجالانا تھا جس کے لئے مولانا عبدالرؤف اثری صاحب پہلے ہی سے تشریف فرما تھے جلسے کی سواری کے علاوہ مولانا موصوف نے بھی سواری کا انتظام کر رکھا تھا چنانچہ ایک قافلہ جملہ مہمانوں سمیت مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی کی کارگزاریوں سے استفادہ کے لئے روانہ ہوا راستے میں ایک زبردست اصرار کو ٹالا نہ جاسکا اور مدرسہ دارالسلام مرلا نیپال میں حاضری دینی پڑی یہ ادارہ بھی ایک پرفضا مقام پر واقع ہے مگر ایک ہی کلومیٹر کے اندر دو علیحدہ اداروں کا قیام قوتوں کا منتشر کرنا ہے میرے خیال میں ایک کو دوسرے کی شاخ ہونا چاہیئے۔ پھر مختصر مہمان نوازی کے بعد یہ قافلہ فراٹے بھرتی ہوئی سواریوں کے ذریعہ تیز رفتار ترقی کی طرف گامزن ادارہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی کی ایک منزل پر فروکش ہوا۔ یہ ہے شارع عام سے متصل ایک ایکڑ سے زائد رقبہ اراضی پر آباد" اقراء جونیر ہائی اسکول آزاد نگر بھنی ضلع مہراج گنج۔ سامنے اسکول کی تعمیر ہو رہی نئی مسجد کا کام بھی دیکھا گیا ؎۱

اسکول جس کا میڈیم اردو ہے اس کے ہیڈ مدرس مولانا عبدالرؤف اثری صاحب

؎۱ اللہ کی توفیق سے زیر تعمیر مسجد کے ساتھ چھ کمروں کی ایک عظیم الشان درسگاہ کی تعمیر کا کام ابھی شروع ہوگیا ہے چونکہ یہ اسد پورٹ کے بعد شروع ہوئی ہے لہذا اس کا ذکر نہیں آسکا ہے۔ (ادارہ)

ہیں ایک تجربہ کار استاد ماسٹر محمد واجد صاحب بی۔ اے۔ بی ایڈ۔ کی خدمات بھی حاصل ہیں کل سات اساتذہ مع دو معاونین مصروف کار ہیں تا حال درجہ پنجم تک تعلیم کا انتظام ہے کیونکہ یہی طلبہ بتدریج درجہ ہشتم تک پہونچائے جائیں گے تاکہ تعلیم کا اپنا معیار برقرار رہ سکے طلبہ کا اپنا مخصوص یونیفارم بھی ہے۔ اس اسکول کا آغاز جولائی سنہ ۱۹۹۲ء سے ہوا ہے اتنی کم عمری کے باوجود اس کی اٹھان نہایت دلکش اور ترقی کے امکانات کافی روشن ہیں۔ ضروری ضیافتیں لازم تھیں چائے نوشی کے بعد ایک ہی کلومیٹر کے فاصلے پر کولھوئی بازار میں مجلس کی زیر نگرانی چل رہا ایک اور پیکر آ دیکھا گیا مسجد کیلئے خریدی گئی ایک وسیع آراضی پر تا حال چھپروں کے انتظام میں مدرسہ الدار السلفیہ چلایا جا رہا ہے جس میں پانچ اساتذہ کی ایک ٹیم مولانا محمد حنیف صاحب کی قیادت میں کام کر رہی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان اداروں کے ارباب حل و عقد میں اخلاص عطا فرمائے اور سلفیت کو فروغ سے نوازے۔ (آمین) ●●

بقیہ ص۳ کا

کے رد میں ہے۔

●۔ برھان عظیم۔ اردو صفحات ۳۲،
یہ کتاب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی کیفیت کے بارے میں ہے

●۔ الاعتصام بالسنہ (اردو) اجتہاد و تقلید پر۔

●۔ العروۃ الوثقیٰ (اردو) شرک و بدعت کی تردید پر۔

●۔ نہج الصحابہ۔ (اردو) صحابہ کرام کے تمسک بالسنۃ اور طریقہ استدلال پر۔

بقیہ ص کا

حدیث میں بظاہر نفس حق الجار کی وضاحت نہیں، مگر بغور دیکھیں تو پتہ چلے گا۔ کہ اس کی اہمیت واضح کی گئی ہے اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔

اللہ ہمیں اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی توفیق دے۔ (آمین) ●●

المجلس الاسلامی العالمی

کے زیر اہتمام لندن میں سہ روزہ بین الاقوامی کانفرنس

مولانا عبدالہادی العمری ــــــــــ ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

برطانیہ کی ایک اہم اور فعال دینی تنظیم "المجلس الاسلامی العالمی" ورلڈ اسلامک کونسل ہے جس کا صدر دفتر لندن اور برانچیں مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے مرکزی صدر سعودی عرب کے وزیر برائے مذہبی امور اوقاف اور دعوت و تبلیغ جناب ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی ہیں۔ اور مختلف ممالک میں اس کونسل کی شاخیں ہیں، ابھی حال ہی اس کونسل کی جانب سے سری لنکا کے دارالخلافہ کولمبو میں جنوب ایشیاء کے نمائندوں کی ایک اہم کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس میں سری لنکا کے وزیر اعظم سمیت ایشیائی ممالک کے مختلف اہلِ علم و فکر کی ایک بڑی تعداد جمع ہوئی اس کونسل کے جنوب ایشیاء کی شاخ کے سربراہ سری لنکا کی پارلیمنٹ کے اسپیکر جناب محمد صاحب ہیں، اس کانفرنس کا مقصد جنوب ایشیاء کے مسلمانوں کے مسائل اور دعوت و تبلیغ کے لئے وہاں پائے جانے والے امکانات کا جائزہ لینا تھا، بعض شرکاء کے لئے سری لنکا کی بعض باتیں انتہائی حوصلہ افزائی کا باعث ثابت ہوئیں مثلاً سری لنکا میں مسلمان کل آبادی کا دس فی صدی ہیں، لیکن پارلیمنٹ اور سیاست میں ان کی نمائندگی تیس فی صدی ہے۔ بلکہ وہاں کا اسپیکر بھی مسلمان ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ورلڈ اسلامک کونسل کے زیر اہتمام دوسری بین الاقوامی مرکزی کانفرنس ۱۷، ۱۸، ۱۹ ستمبر ۹۳ء کو لندن پارک اِن انٹرنیشنل ہوٹل کے وسیع و عریض ہال میں منعقد ہوئی، جس میں امریکہ اور یورپ کے علاوہ تقریباً ۲۵ دیگر ممالک کے

علماء اور محققین نے شرکت کی۔ کانفرنس کا موضوع تھا: مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے مسائل اور ان کا علمی حل" سہ روزہ کانفرنس کی چھ عمومی نشستیں درج ذیل موضوعات پر ہوئیں۔ مساجد میں دینی تعلیم کی ضرورت اور طریقہ کار، مغربی ممالک میں اسلام کا مستقبل، مغربی دنیا میں مسلم اقلیت کے مسائل، دینی جماعتوں اور تنظیموں کے درمیان یک جہتی عمل، مغربی ممالک میں مسلمانوں کے عائلی مسائل، مغرب میں دعوت و تبلیغ کا مؤثر طریقہ، غیر مسلم مراکز جو اسلام اور عالم اسلام کے مسائل میں دلچسپی رکھتے ہوں"

ان چھ نشستوں کے لئے متعدد علمی اور تحقیقی مقالات منتظمین کو بہت پہلے موصول ہو چکے تھے۔ جو متعلقہ نشست میں چھپی ہوئی حالت میں شرکاء کے درمیان تقسیم کئے جا رہے تھے، اور ہر نشست میں کچھ مشہور محققین کو اپنے مقالہ کا خلاصہ پیش کرنے کا موقع دیا گیا پہلی نشست میں علامہ مناع القطان، ڈاکٹر السید الدرش، ڈاکٹر جمال الدین محمود نے حصہ لیا۔ اس نشست کی صدارت اردن کے سابق وزیر ڈاکٹر کامل شریف نے کی۔ دوسری نشست کے صدر ڈاکٹر محمود غانی تھے اور مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر عبدالودود شلبی، ڈاکٹر صہیب حسن امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ، ڈاکٹر محمود حمدی زقزوق، ڈاکٹر احمد حسین صقر تھے، تیسری نشست کے صدر فرانس کے پروفیسر عبداللہ منتصر تھے اور مقالہ نگاروں میں شیخ عبدالرحمان عبدالخالق کویت، ڈاکٹر مزمل حسین صدیقی امریکہ دکتور مانع الجھنی ریاض تھے، چوتھی نشست کی صدارت مولانا عبدالقادر آزاد پاکستان نے کی اور مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر محمد الجیوشی، شیخ مختار سلامی مفتی اعظم تیونس، ڈاکٹر علاؤ الدین آغا اور ڈاکٹر محمد اقبال خان تھے، پانچویں نشست کے صدر بورکینوفاسو کے قاضی ڈاکٹر ابوبکر دوکری اور سکریٹری پروفیسر ساجد میر تھے، جب کہ مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر غلام نبی ثاقب تھے، چھٹی نشست کی صدارت مولانا سید طفیل حسین شاہ نے کی، اور مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر جعفر ادریس، ڈاکٹر فہد ساری اور ڈاکٹر صالح صقری تھے، مذکورہ مقالہ

نگاروں کے علاوہ متعدد علماء، اور محققین کے مقالات کتابی شکل میں تقسیم ہوتے رہے اور ہر نشست میں موضوع سے متعلق سوالات تجاویز و آراء پیش کرنے کے لئے سامعین کو بھی موقع دیا جاتا رہا۔

کانفرنس ہال میں ہر تقریر کا اردو، انگریزی اور عربی تین زبانوں میں بیک وقت ترجمہ کا اس طرح انتظام کیا گیا تھا کہ مقرر جس زبان میں بھی کہے سامعین اسے اپنی پسند کی زبان میں اسی وقت ہیڈ فون کے ذریعہ سن سکیں۔

کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے سعودی عرب کے وزیر برائے مذہبی امور، اوقاف اور دعوت و تبلیغ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی نے بتایا کہ سعودی عرب کو مغربی دنیا میں رہنے والے مسلمانوں کی مشکلات کا نہ صرف علم ہے بلکہ انہیں حل کرنے میں ہمارا غیر مشروط تعاون بھی پیش ہے تاکہ دنیا بھر میں مسلمان پر وقار زندگی گزار سکیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنا ہماری حکومت کی پالیسی کا ایک ضروری حصہ ہے اور ہم کسی بھی مسلمان کا تعاون دینی فریضہ سمجھ کر کرتے ہیں۔ اس کونسل کے ذریعہ ہم مسلمانوں کو حتی الامکان متحد کرنے اور ان کے سلگتے ہوئے مسائل حل کرنے کی ممکنہ کوشش کریں گے۔

کونسل کے سکریٹری مولانا شریف احمد حافظ نے کونسل کا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ یہ کونسل اہل علم و دانش کا ایک مشترکہ عالمی پلیٹ فارم ہے۔ جس کی بنیاد چھ سال قبل رکھی گئی تھی اور اسی کے زیر اہتمام لندن میں ۱۹۸۸ء میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔

اس مرتبہ اس اہم کانفرنس کا آغاز مشہور اسکالر ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس کے خطبہ جمعہ سے ہوا۔ جس میں موصوف نے مغربی دنیا میں پائی جانے والی اس غلط فہمی کا تجزیہ کیا کہ مغربی لوگ عموماً اسلام کو مشرقی دین سمجھتے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ اگر اسلام مشرقی ملک سے شروع ہونے کے باعث مشرقی دین ہے تو پھر یہاں کے عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی جان لینا چاہئے کہ عیسائیت اور یہودیت بھی مغربی نہیں ہیں۔

کیونکہ ان کا آغاز مغرب سے نہیں بلکہ مشرق ہی سے ہوا۔

کانفرنس کے دوران ڈاکٹر محمد الفرسی، ڈاکٹر ابوبکر دوکری شیخ ابراہیم ابوعبادہ، محمد عبدالہادی، پروفیسر ساجد میر اور ڈاکٹر جعفر اوی پر مشتمل ایک چھ رکنی کمیٹی قرارداد اور اعلامیہ کی تیاری کے لیے تشکیل دی گئی جس نے تمام شرکاء اور مندوبین سے ایک خصوصی نشست میں تبادلہ خیال کے بعد درج ذیل اہم قرار دادیں اور ایک اعلامیہ جاری کیا۔

(۱) اسلامی تعلیم و تربیت کے لئے لندن میں ایک ادارہ قائم کیا جائے جو مغربی ممالک کے لئے یہاں کے حالات کے مطابق ایک جامع اسلامی نصاب تیار کر سکے۔

(۲) مغربی دنیا میں مقیم مسلمانوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

(۳) دینی تعلیم، حفظ قرآن اور عربی زبان کی تعلیم کے لئے مختلف شہروں میں انتظامات کئے جائیں۔

(۴) علماء اور ائمہ مساجد کی ٹریننگ کے لئے ایک مرکزی سینٹر قائم کیا جائے جہاں مغربی دنیا کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی ٹریننگ کا انتظام ہو۔

(۵) تعارف اسلام پر مغربی ممالک کی مختلف زبانوں میں ٹھوس اور مؤثر کتابیں تیار کی جائیں۔

(۶) علماء اور مسلم ماہرین پر مشتمل شریعت کونسل مختلف شہروں میں قائم کی جائے تاکہ مسلمانوں کے عائلی مسائل کا اسلامی حل پیش کیا جا سکے۔

(۷) مغربی دنیا میں آباد مسلمانوں کی ٹھوس تاریخ مرتب کی جائے۔

(۹) مغربی ذرائع ابلاغ کے اسلام کے خلاف گمراہ کن نظریات اور پروپیگنڈہ کا مؤثر علاج کرنے کے لئے ایک باقاعدہ ادارہ قائم کیا جائے۔ نیز بوسنیا اور کشمیر وغیرہ کے مسائل پہ اسلامی حکومتوں سے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

جامعہ سلفیہ
بنارس
میں شعبۂ تدریب الدعاۃ والمعلمین کا آغاز

جامعہ سلفیہ کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد تعلیم و تربیت کی ترقی اور فروغ ہے۔ ۱۹۸۰ء میں مؤتمر الدعوۃ والتعلیم کے موقع پر ہند و بیرون ہند کے عُلماء اور دُعاۃ نے یہ تجویز منظور کی تھی کہ جامعہ سلفیہ کے ماتحت شعبۂ تدریب کا قیام فوری طور پر عمل میں لایا جائے، یہ تجویز بے حد اہم تھی لیکن مختلف اسباب کی بناء پر پچھلے ۱۲، ۱۳ سال کے عرصے میں اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ شوال ۱۴۱۴ھ سے جامعہ میں دعاۃ و معلمین کی تربیت کے لئے ایک سالہ کورس شروع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مدارس اسلامیہ کے فارغین میں سے جو حضرات مذکورہ تربیتی کورس سے دلچسپی رکھتے ہوں اُنہیں ماہِ شوال سے قبل دفتر جامعہ سلفیہ سے رابطہ قائم کرنا چاہیئے تاکہ نصاب و شرائط داخلہ وغیرہ کی تفصیل معلوم ہو سکے۔ والسلام

منجانب دفتر جامعہ سلفیہ
جامعہ سلفیہ۔ ریوڑی تالاب
بنارس۔ یوپی۔ الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد نمبر ۱۱
شمارہ نمبر ۲-۳

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دھلی الھند

سرپرست:۔ مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے، بی ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

فروری، مارچ ۱۹۹۴ء مطابق رمضان و شوال ۱۴۱۴ھ

مدیر:۔ عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:۔ عبدالواحد فیضی   معاون مدیر:۔ افضل ندوی

زر تعاون

سالانہ:۔ چالیس روپے
خصوصی:۔ ایک سو روپے سے زائد

پاکستان و بنگلہ دیش سے

سالانہ:۔ ایک سو روپے
بیرون ممالک سے ۱۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴- اسپلاڈ روڈ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3266935

آئینۂ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبد الوحید فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶ سے شائع کیا۔

۵ جنوری کی صبح ۵ بجکر ۵۵ منٹ پر

سرزمین ہند میں آفتاب علم حدیث غروب ہوگیا

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

۵ جنوری ۱۹۹۴ء کی صبح آٹھ بجے گرامی قدر مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری نے اہل حدیث منزل سے جماعت اہل حدیث کی مایہ ناز ہستی اور علم حدیث کا قطب مینار اور برصغیر کے اہلحدیثوں کی آبرو شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری کے انتقال پرملال کی اندوہناک خبر فون پر بھرائی ہوئی آواز میں دی، میرا چہرہ فق پڑ گیا۔ عیسوی سال نو کی پانچویں صبح اپنی تمام تر رعنائیوں اور زیبائشوں کے باوجود بے کیف سی ہوگئی۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ میں اسٹاف اور درجنوں مہمانوں کا خوش گوار ماحول یکایک بے رنگ و بے کیف ہوگیا۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے سوگوار خاندان کو چھوڑ کر برادر عزیز افضل ندوی کو ساتھ لے کر فوراً اہل حدیث منزل پہونچا۔ گرامی قدر مولانا عبدالوہاب خلجی و مولینا عبداللہ مدنی جھنڈانگری صاحبان جنازہ میں شرکت کیلئے پا بہ رکاب تھے۔ اور وہ نلائٹ سے روانہ ہوگئے۔ میں بھی دہلی میں اکابرین جماعت کو حضرت شیخ الحدیث کی رحلت کی خبر دے کر بذریعہ ٹرین مبارکپور کے لئے روانہ ہوگیا۔ جنازہ کے ایک دن بعد ہم اور برادرم عبدالواجد فیضی مبارکپور پہونچے۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری اور ڈاکٹر حافظ عبدالعزیز صاحبان اور دیگر پسماندگان سے تعزیت کی۔

مبارکپور نے اعظم گڈھ کی عظمت میں ہمیشہ چار چاند لگایا ہے۔ مولانا

عبدالرحمان محدث مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی اور مولانا عبدالسلام صاحب
سیرۃ بخاری اور محدث اعظم علامہ ابوالحسن عبیداللہ رحمانی صاحب
"مرعاۃ المفاتیح" جیسی عظیم شخصیتیں اسی مبارک پور کی مقدس ہستیاں
ہیں۔ جن کو پورا عالم اسلام خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔ اور عرب وعجم جن
کی علمی اور محدثانہ عظمت کا معترف ہے۔ ان پاک نفوس سے عقیدت
کی وجہ سے مجھے مبارکپور بیحد محبوب ہے اور اس پر مجھے فخر ہے۔
اعظم گڈھ کے اطراف میں جب کبھی جانے کا اتفاق ہوتا تو مبارکپور
جاکر سرخیل جماعت اہلحدیث اور محدث عصر علامہ مبارکپوری کی خدمت
اقدس میں ضرور حاضری دیتا اور اس سعادت سے بہرہ ور ہوتا مگر اس
آفتاب کے ڈوبنے کے بعد اب میں ہر چہار جانب سے اپنے آپکو ہی نہیں
بلکہ پوری جماعت کو بھیانک اندھیرے میں پا رہا ہوں جسے روشنی دور دور
تک نظر نہیں آتی۔ "مرعاۃ المفاتیح" کے مطالعہ سے عرب وعجم کے بڑے بڑے
مدارس علماء واکابر بے نیاز نہیں ہیں۔ جسے علم وتحقیق اور مطالعۂ حدیث کیلئے بہت بلند مقام حاصل ہے
افسوس وہ عظیم شرح تکمیل کے مرحلہ میں رہ گئی۔

حضرت شیخ الحدیث علامہ ابوالحسن عبیداللہ رحمانی مبارکپوری اس
سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی تھے جس نے ہندوستان میں تحریک
آزادی فکر کی بنیاد ڈالی اور فکری وفقہی جمود کے دلدل سے نکال کر برصغیر کے
مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی شاہراہ پر لگایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی برصغیر کے پہلے عالم ہیں۔ جنہوں نے باقاعدہ حدیث کے
درس کو رواج دیا۔ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے بعد مسند
ولی اللّٰہی پر شیخ الکل فی الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث
دہلوی ؒ پون صدی تک درس حدیث کو رونق بخشتے رہے اور یہ

تاریخی حقیقت ہے کہ اتنا بڑا حلقہ درس کسی کے حصہ میں نہیں آیا۔ شیخ الکل کے حلقہ درس کا ایک ایک ذرہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا اور عالم اسلام کو علم حدیث کے نور سے جگمگا دیا۔ یہ انہیں کے درس کا فیضان ہے کہ آج بڑے پیمانہ پر حدیث کی کتابیں چھپنے لگیں۔ حدیث کی شرحیں لکھی جانے لگیں۔ اس کے ترجمے ہونے لگے۔ اور اہل حدیث کی خدمت حدیث کا چرچا عام ہونے لگا۔ کتاب و سنت پر پڑے پردے اٹھنے لگے۔ آج جہاں کہیں بھی گلشن رسول کے طیور خوشنواں نظر آتے ہیں۔ وہ دراصل اس مقدس جماعت کی محنتوں اور قربانیوں کا انتاج اور ثمرہ ہیں۔

مسند ولی اللہی کے جانشین اور حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے تلمیذ خاص علامہ احمد اللہ محدث پرتاپ گڈھی شیخ الحدیث دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے مسند درس حدیث سے حضرت شیخ الحدیث علامہ ابو الحسن عبید اللہ رحمانی مبارکپوری نے علم حدیث کا کسب فیض کیا اور محدث شمس الحق ڈیانوی صاحب عون المعبود۔ مولینا عبد الرحمن محدث مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی کی خدمت حدیث کی سنت کو اپناتے ہوئے مشکوٰۃ المصابیح کی ایک جامع مبسوط اور مستند شرح "مرعاۃ المفاتیح" کے نام سے لکھنا شروع کی یہ بسیط شرح کتاب البیوع تک ۹ ضخیم جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس شرح کی خصوصیات اسی شمارہ میں صفحہ ۴۱ سے صفحہ ۴۴ تک میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی شمارہ میں حضرت محدث رحمانی مبارکپوری کی شخصیت کا مختصر آئینہ بھی صفحہ ۵ سے ۵۳ تک میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت محدث رحمانی رحمۃ اللہ اس عظیم الشان درس گاہ دار الحدیث

رحمانیہ دہلی کی ان باقیات صالحات میں سے ایک تھے جنہیں اللہ نے عصر حاضر میں ہر طرح کی عزت اور علمی فوقیت دے رکھی تھی۔ اور جس کی طرف نسبت کرکے اس کے فارغین رحمانی لکھتے ہیں۔ یہ عظیم علمی گہوارہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کی نذر ہو گیا۔ اس عظیم درسگاہ کے فارغین ستر، اسّی سالہ ہیں جو اب چند ہی باقی رہ گئے ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد اس نام سے ملتے جلتے کئی ادارے قائم ہوئے ہیں اور اس کے فارغین بھی اپنے کو رحمانی لکھتے ہیں۔ مگر یہ اس رحمانیہ کی پیداوار نہیں۔ جس نے مولانا نذیر احمد املوی، مولانا عبیدالرحمان عاقل رحمانی، علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، مولانا عبدالجلیل رحمانی، مولانا حافظ عبدالواجد رحمانی ناظم جامعہ دارالسلام عمر آباد وغیرہم جیسے ہیرے پیدا کئے اور جس کی عظیم یادگار خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی مولانا حکیم عبیداللہ رحمانی کشمیری، مولانا عبدالقیوم رحمانی، و مولانا عبدالحکیم مجاز وغیرہم ہیں دارالحدیث رحمانیہ کے فارغین کی ایک لمبی فہرست ہے جس کے بارے میں صرف اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ آج ہندوستان میں اہل حدیث کی آبیاری میں ان بزرگوں کا خون جگر بہت کام آیا ہے۔

اہل حدیث جس کی شان اس کے نام سے ظاہر ہے۔ برصغیر میں حدیث و سنّت کا احیاء انہیں کے دم خم سے ہوا ہے جو دنیاوی عزت وجاہ اور عہدے و مناصب اور ریاء و نمود کے ناپاک سایہ سے کوسوں دور رہتے ہوئے ہزار شان بے نیازی سے کتاب و سنّت کی خدمت کرتے رہے ہیں جس کا اعتراف غیر اہل حدیث مکتب فکر کے بڑے بڑے مشاہیر علماء کر چکے ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی، علامہ انور شاہ کشمیری وغیرہم بھی انہیں معترفین میں سے ہیں۔ اگرچہ جماعت اہل حدیث چند وجوہ کی بناء پر کوئی منظم تنظیم نہیں بن سکی۔ مگر اس جماعت کے افراد کی دینی علمی خدمات کا مقابلہ آج تک

کوئی بڑی سے بڑی جماعت یا تنظیم یا خانقاہ نہیں کر سکی۔ آج جماعت اہل حدیث کے افراد کی کوششوں کا اندازہ ان کی ہزاروں کی تعداد میں تحقیقی علمی کتابوں ہزار ہا مدارس اور بے شمار دینی و ملی اداروں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ـــــ ہند میں گلشن رسول کے مالیوں کو محدث مبارکپوری کی رہنمائی اور سرپرستی برابر حاصل تھی۔ جس کی برکت سے اہل حدیثیت کو نکھار اور قوت ملتی رہی۔

حضرت محدث رحمانی کی مقدس شخصیت اور ان کی پاکیزہ علمی خدمات کو یکساں قدر و منزلت حاصل ہے۔ بدقسمتی کے شکار اور ترتیب سے کورے بعض علماء نے اس مقدس شخصیت کی کردار کشی کی سازش کی اور اس عظیم علمی خدمت میں رکاوٹ کا سامان پیدا کیا جس سے نقصان یہ ہوا کہ "مرعاۃ المفاتیح" پر جاری کام رک گیا۔ اور پوری ایک دہائی ضائع ہو گئی۔

حضرت محدث رحمانی اس معاملہ میں اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے تھے۔ زبان سے تو شکایت نہیں کی۔ مگر آنکھیں دل کی بات کو چند قطرہ آنسوؤں سے ضرور لکھ دیتی تھیں۔ اب اس حادثہ کے ذکر سے درد و کسک کے علاوہ اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ سینے کے داغ کو دیکھتے سے دل کے پھپھولے جاگ اٹھیں گے۔ یہاں نہ تو کوئی دادرس ہے نہ کوئی فریادرس۔ یہاں تو واقعہ یہ ہے کہ ـــــ

اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر ؎ وہی قاتل وہی منصف وہی شاہد ٹھہرے

لہذا بہتر ہوگا کہ اس حادثہ پر خاموشی سے صبر کر لیا جائے۔

حضرت محدث مبارکپوری کی پوری زندگی بہت محتاط انداز میں گذری ہے جشن ختم بخاری کو ناپسند یا بدعت تصور فرماتے تھے۔ جشن ختم بخاری کے ساتھ بیاہ شادی جیسی یا اور کوئی تقریب ہوتی تو جشن ختم بخاری کی تقریب والی مجلس تبدیل ہونے کے بعد ہی اس میں شرکت فرماتے تھے۔

آج مجھے بڑے دکھ کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ جس جماعت کا سرخیل اور فخر محدثین جس چیز کو ناپسند یا بدعت تصور کرتا تھا اس کو بڑے اہتمام سے اور نہایت تزک احتشام کے ساتھ منعقد کیا جارہا ہے اور انتہا تو یہ ہے کہ مدارس سے فارغ ہونے والے غریب یتیم نادار مسکین طلباء حفظ و تجوید کی سند حاصل کرنے والے ننھے منھے بے کس و بے سہارا بچوں پر اس کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے۔ اور انہیں مجبوراً ہزار ہا روپئے کی قرض یا بھیک مانگنے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ اس عمل کی نسبت حضرت محدث مبارکپوری یا اپنے اسلاف کرام سے کیا ہوسکتی ہے؟

کسی بڑی شخصیت کے اٹھنے کے بعد جو جگہ خالی ہوئی ہے وہ بظاہر پر ہوتی نظر نہیں آتی۔ مگر وہ خالی جگہ عموماً پر ہوجاتی ہے لیکن شیخ الحدیث مولانا مبارکپوری کی رحلت سے جو جگہ خالی نظر آرہی ہے اس خالی جگہ کے بھرنے کے امکانیات دور دور تک نظر نہیں آتیں - اس کمپیوٹرائزڈ دور میں علم وفن کی تحقیق کرنے والوں کی کمی نہیں ہے کم سے کم وقت میں زیادہ علمی و تحقیقی کام کرنے والوں کی صلاحیت ہر جگہ نظر آرہی ہے مگر شیخ الحدیث جیسے اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کا حامل کہاں سے لائیں گے جو کبرسنی میں بھی ہر عام و خاص مہمان کی ضیافت کرے اور ان کی خدمت کے لئے آنکھیں بچھائے رکھے، عجز و انکسار کا سراپا کہاں سے لائیں گے جو اپنے کمزور ہاتھوں سے اٹھا کر اونچی چارپائی مہمان کے لئے بچھائے اور نیچی چارپائی

پر خود بیٹھ کر مہمان کو عزت بخشنے، خدمت خلق کا معمور جذبہ کہاں سے لائیں گے جو اپنے ناتواں ہاتھوں سے اسٹوپ پر چائے بنا کر مہمان کو پلائے مہمان کیلئے پیشاب پاخانہ کی جگہ صاف کرے دل کی زبان سے میٹھی میٹھی اور اور اچھی بھلی باتیں ہر ملنے جلنے والے کے ساتھ کرے اور ہر ایک کو رخصت کرتے وقت گھر سے نکل کر باہر تک جائے اور وداع کرے۔ اپنے اور پرائے سے یکساں حسن سلوک کرے، اس کا دل کینہ کپٹ اور بغض و عناد سے خالی ہو۔ ایسی صحابہ صفت شخصیت کہاں سے لائیں گے جن کو دیکھ کر قرن اول کا نقشہ سامنے آجاتا ہو۔ آہ !۔ آج ہماری جماعت اہل حدیث کی وہ قیمتی متاع چھن گئی جس کی نظیر کہیں ڈھونڈھنے سے نہیں مل سکتی۔ ہم بدقسمت ہیں کہ اپنے درمیان ایک بڑی مقدس ہستی کے وجود سے محروم ہو گئے۔

مرعاۃ المفاتیح کے کام کو پایہ تکمیل تک پہونچانا جماعت اہل حدیث پر ایک فرض ہے۔ جس کی ادائیگی پوری دیانت داری کے ساتھ ضروری ہے۔ حضرت محدث نے مشروح کے کام کو تحقیق کے جس اسلوب میں یہاں تک پہنچایا ہے۔ اسی اسلوب تحقیق میں اس کو مکمل بھی ہونا چاہیئے۔ جس طرح تحفۃ الاحوذی کی تکمیل حضرت محدث رحمانی مبارک پوری کے مبارک ہاتھوں ہوئی، اسی طرح اس کی بھی تکمیل ہونی چاہیئے، تشریح و تحقیق کے میدان میں عموماً ہمارے علماء حضرات پہلے زینہ سے سفر شروع کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آخری زینہ تک پہونچتے پہونچتے یا تو تھک جاتے ہیں یا حیات مستعار کے دن پورے ہو جاتے ہیں۔ اور کام ناقص رہ جاتا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ جو کام جہاں تک پہونچا ہے اس کو وہیں سے آگے بڑھایا جائے اور اس کو منزل تک پہونچایا جائے۔

کسی کا مجموعہ محاسن اور جامع کمالات کا ہونا اللہ رب العزت کی طرف سے ایک گراں مایہ عطیہ ہے۔ حضرت محدث مبارکپوری رحمہ میں اللہ نے جو خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں وہ عصر حاضر میں کسی بھی ایک شخص کے اندر نہیں دکھ رہی ہیں۔ لہذا چند منتخب علماء کو مجتمع کر کے ان کے فضل و کمال اور ان کی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے تاکہ حضرت محدث کی اکیڈمیکل شخصیت کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کسی حد تک پر ہو۔ اور عظیم و بے نظیر شرح مرعاۃ کی تکمیل کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث کے فتاوے مرتب ہوں اور ان کی بے پناہ افادیت کے پیش نظر اسے فوراً شائع کیا جا سکے۔ اور اس انداز کے دیگر علمی و تحقیقی کام کئے جا سکیں۔

کچھ لوگ ہمیشہ بڑی شخصیتوں سے نام کو کیش کرانے میں لگے رہتے ہیں اور ہمیشہ انہیں اس کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ حضرت محدث سے عقیدت اور تعلق کی بات یہ ہے کہ ان کی یادگار میں ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس کا تعلق خدمت حدیث اور علم و تحقیق سے ہوا اور بس۔ اس سے ہٹ کر کسی دوسرے قسم کا ادارہ قائم کیا جانا حضرت محدث کی روح کو اذیت پہونچانے کے مترادف ہوگا۔ !!!

بقیہ صفحہ ۴۹ کا

علمی خدمات اور اعمال صالحہ کو شرف قبول بخشے، آپ کی قبر کو روضۃ من ریاض الجنۃ بنائے، آپ سے بتقاضائے بشریت جو لغزشیں اور قصور ہوئے ہیں انہیں معاف فرمائے اور جنۃ الفردوس میں بلند درجہ عطا فرمائے، نیز دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان ابناء و احفاد و جملہ لواحقین و وابستگان کو جو آپ کی جدائی کے غم میں نڈھال ہیں صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

نوائے حدیث

روزہ خور یا روزہ دار

فضل اللہ انصاری سلفی

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: جس نے غلط بولنا اور غلط کرنا نہیں چھوڑا تو پھر اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

اسلامی ارکان وعبادات میں سے روزہ ایک اہم اور عظیم الشان رکن اور روحانی عبادت ہے۔ صیام وقیام اور حج وزکوٰۃ یہ وہ ارکان ہیں، جن پہ اسلام کی عمارت قائم ہے اور وہ عبادات ہیں جن کی کما حقہ، ادائیگی کے بعد ہی کوئی صحیح معنی میں مومن ومسلم ہو سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان ارکان وعبادات میں سے ہر ایک کی اپنی جداگانہ خاصیت اور منفرد اہمیت وفضیلت ہے، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ کو اپنے مومن بندوں کی سب سے زیادہ جو عبادت بھاتی، جو سب سے زیادہ پسند آتی جس پر وہ بے حساب اجر وثواب سے نوازتا ہے اور جو صرف خاص اسی کے لئے ادا ہوتی، وہ نماز بھی نہیں اور حج وزکوٰۃ بھی نہیں، بلکہ صرف روزہ ہے۔ کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبعمائۃ ضعف. قال اللہ تعالی الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی یعنی، ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب اس کے دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی

اس کا جتنا چاہوں گا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت نفس اور اپنا کھانا میری ہی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔

دیگر اعمال وعبادات کے مقابلے میں روزہ واحد عبادت ہے، جو غیر مرئی اور ناقابلِ نمائش ہے۔ اس کے اندر ریا و نمود کی وہ گنجائش نہیں، جو حج اور نماز و زکوٰۃ میں ممکن ہے۔ کم از کم قصد و ارادہ اور باطنی عمل کے طور پر بندہ یہ عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ادا کرتا ہے، ساتھ ہی اللہ کی خاطر نفسانی خواہشات اور ماکولات و مشروبات سب کو دن بھر کے لئے چھوڑ دیتا ہے، اس لئے اللہ کو یہ عبادت روزہ بہت بھاتی ہے اور مذکورہ دائرہ قانونِ اجر سے اس کو باہر کر کے بندے کو اس پر بے حساب اجر و ثواب سے نوازتا ہے، بلکہ جتنا چاہتا ہے وہ دیتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ عبادت روزہ کی خاص اہمیت و فضیلت ہے۔ لیکن روزہ جیسی اہم، مہتم بالشان اور رب کی سب سے زیادہ پیاری عبادت کے کچھ آداب و اصول ہیں، جن کی پابندی کے بعد ہی روزہ روزہ ہوگا اور اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ یوں بھوکے پیاسے رہنے والے ماہِ رمضان میں بہت سارے لوگ ہوتے ہیں اور روزے کے نام پہ "روزہ دار" کہلاتے ہیں بھوک پیاس کی شدت تو برداشت کر لیتے ہیں، مگر "وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے" کے مصداق غیبت و چغل خوری، فحش گوئی و بدکلامی غلط بیانی و غلط کاری اور دوسری نازیبا حرکات و سکنات حالتِ صیام میں بھی ان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ کیا اسی کا نام روزہ ہے اور کیا ایسے ہی لوگ روزہ دار ہیں؟ قطعاً نہیں، وہ تو روزہ خور ہیں۔ ممنوعات کے ارتکاب کے بعد روزہ روزہ نہیں رہتا، وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور اس کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی پھر اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے: جی ہاں! روزہ اگر اصول و آداب سے ہٹ کر ادا

خدا لیلے سے کٹ کر رکھا جائے ــــــــ انسان غلط بولے اور غلط کرے بھی، غلط دیکھے اور غلط چلے بھی تو اس سے ہزار درجہ بہتر یہ ہے کہ وہ روزہ چھوڑ کے روزی (خورد ونوش کے سامان) تلاشے، کیوں کہ اللہ کے نزدیک ایسے روزہ کی کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:۔ کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظمأ وکم من قائم لیس لہ من قیامہ الا السھر یعنی، کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزہ سے بھوک پیاس کے سوا کچھ اور ہاتھ نہیں آتا اور کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں، جنہیں اپنے قیام سے شب بیداری کے سوا کچھ اور نہیں حاصل ہوتا۔ تو یہ بھلا کیا فائدہ ایسے قیام سے اور ویسے صیام سے۔ بہتر ہے کہ آدمی ایسا صیام (روزہ) چھوڑ کے کھانے پینے کا انتظام کرے اور قیام چھوڑ کے آرام کرے۔ کیوں کہ وہ ایک روزہ دار نہیں، روزہ خور ہے اور ایک عبادت گذار نہیں، محض شب بیدار ہے۔

دیکھیے اللہ کے رسولؐ کیا اصول بتا گئے کہ اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی صائم یعنی۔ تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ شور و شغب نیز دنگا فساد کرے اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو کہدے کہ میں روزہ سے ہوں۔ روزہ کے لئے جیسے ماکولات و مشروبات کو چھوڑ کر بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتے ہیں۔ اسی طرح نفسانی خواہشات اور شیطانی حرکات کو چھوڑ کر دوسرے کے سب و شتم اور گالی گلوج کو بھی برداشت کرنا ہوگا۔ فحش گوئی و بد کلامی، غلط بیانی و غلط کاری، غیبت و چغل خوری، شور و غوغا اور ہنگامہ و فساد سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہوگی، تب روزہ روزہ ہوگا اور ہم صحیح معنیٰ میں روزہ دار کہلائیں گے۔ ورنہ صرف بھوک پیاس کی شدت برداشت کرکے ہی کوئی روزہ دار نہیں ہوتا البتہ روزہ خور ضرور

روزہ کیوں اور کس لئے ؟

مولانا عزیز الحق عمری

ماہ شعبان کی آمد کے ساتھ ہی ہر مسلمان کے ذہن میں بے ساختہ رمضان المبارک کا تصور ابھرنے لگتا ہے اور اس کے استقبال کی تیاریوں میں لگ جاتا ہے اور ماہ رمضان المبارک کے سایہ انداز ہونے کے ساتھ ہی ہر مومن جس کے اندر ایمان کی نعمت کا احترام ہوتا ہے اسلام کے اہم رکن روزے کے فرض کی تکمیل کرتا ہے۔ اور پورے سال میں جو لغزشیں اور کوتاہیاں ہوتی ہیں انھیں رب العالمین سے معاف کرا کے نئے روحانی جذبے سے سرشار ہو جاتا ہے۔

ماہ رمضان المبارک کا روحانی موسم تو ہر سال آتا ہے اور جسے اللہ رب العالمین توفیق دیتا ہے وہ اس ماہ کے پورے روزے ایمان کے تقاضے کے تحت اللہ کی رضا کے لئے رکھتا ہے لیکن عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ عام افراد میں اسکا شعور بہت کم پایا جاتا ہے کہ روزہ رکھنے اور ایک ماہ تک بھوک پیاس کی شدت برداشت کرنے کا کیا مقصد ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی ماہ رمضان کے شب روز گذر جاتے ہیں عام مسلمان مساجد اور نماز و عبادت پابندی سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام کی عبادت روزہ، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ بذات خود مقصد نہیں بلکہ ذریعے اور وسائل ہیں اور جب تک ان کے مقصد کا شعور نہ ہو اسے حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اور جب تک

مقصد حاصل نہ کیا جائے تب تک ان عبادت کی تاثیر بھی نہیں ہوتی

عبادات وسائل ہے :- اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۔ یعنی اے انسانوں! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ تم میں تقوی پیدا ہو جائے۔ ایسے ہی قربانیوں کے بارے میں اس کا ارشاد ہے۔

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۔ یعنی اللہ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں حاصل ہوتا اور لیکن اسے تمہارا تقوی حاصل ہوتا ہے۔ روزہ کے سلسلہ میں بھی اللہ سبحانہ کا یہ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اے مومنو! تم پر روزہ ایسے ہی فرض کیا ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم میں تقوی پیدا ہو جائے۔ الحاصل اگر عبادات و ارکان اسلام کے سلسلے کی تمام آیات کو بتامل دیکھا جائے تو یہ بات روز روشن کے مانند ظاہر ہو جائے گی کہ اسلام کی تمام عبادت بذات خود مقصد نہیں بلکہ وسائل ہیں اور سب کے پیچھے جو واحد مقصد ہے وہ تقوی ہے۔ بلکہ خود کتاب ہدایت قرآن پاک کے نزول کا مقصد بھی یہی ہے چنانچہ قرآن اپنا تعارف کراتے ہوئے فرماتا ہے: الم ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۔

یہ کتاب (قرآن) ہے جس کے (من عند اللہ ہونے) میں کوئی شک

نہیں۔ اہل تقویٰ کیلئے رہ نما ہے۔ اس وضاحت کے بعد شاید اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ اسلام کی سبھی عبادات اور فرائض کی بجاآوری کے پیچھے ایک ہی مقصد ہے جس کو تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تقویٰ کیا ہے اسلام کی سبھی عبادات و فرائض اور اعمال کا مقصد صرف اور صرف تقویٰ کا حصول ہے۔ لیکن تقویٰ خود کیا چیز ہے؟ اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ تاکہ سب سے پہلے اس کا تعین ہو جائے جو سبھی عبادات و اعمال کی منزل مقصود ہے،

تقویٰ کی تعریف لغوی حیثیت سے مختلف انداز سے اہل لغت اور علماء نے کی ہے۔ لیکن قرآن کے بہت سے ایسے کلمات ہیں جنھیں شریعت نے اپنے معانی دیئے ہیں اور ان کا تعین کتاب وسنت ہی کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے؟ اسلئے آئیے یہ دیکھیں کہ قرآن پاک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کس معنیٰ میں استعمال کیا ہے؟ قرآن نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ۔

یعنی یہ کتاب اہل تقویٰ کیلئے رہ نما ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز برپا کرتے ہیں اور ہم نے جو رزق دیا ہے اس میں سے انفاق کرتے ہیں۔ اس آیت کے اندر اہل تقویٰ کے اوصاف پر غور کیا جائے تو وہ تین ہی اوصاف ہیں۔

(۱) ایمان بالغیب جس میں اسلام کے بنیادی عقائد ایمان باللہ، ایمان بالرسل ایمان بالکتب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالآخرت، ایمان بالقدر سبھی اپنے لوازم کے ساتھ شامل ہیں۔

کیونکہ سبھی ایمان بالغیب کے دائرے میں داخل ہیں۔
(۲) نماز برپا کرنا۔ یعنے نماز کی پابندی کرنے کے ساتھ ہی نماز کی دعوت دینا اور ایسے معاشرے کی تشکیل کی کوشش کرنا جس میں نماز کو اہم حیثیت حاصل ہو۔ پھر نماز تعلق باللہ اور دل کے عقیدۂ توحید اور زبان سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے اقرار کا اعضاء کے ذریعہ اقرار و اثبات ہے یہی وجہ ہے کہ اسے قرآن میں ایمان کے لفظ سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ یعنے اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو برباد نہیں کرے گا۔ اس آیت کے شان نزول کے پیش نظر عام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں ایمان بمعنی نماز ہے۔
ایسے ہی اللہ رب العالمین نے جب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا تو فرمایا کہ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ یعنے میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہذا میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز کی پابندی کرو یعنے ایمان بالالوہیت کے بعد اعضاء و اعمال کے ذریعہ اسکا اقرار و اثبات نماز سے ہی ہوتا ہے۔
(۳) انفاق فی سبیل اللہ۔ اہل تقویٰ کا تیسرا وصف انفاق بتایا گیا ہے اور ظاہر ہے اس کا تعلق اللہ کے بندوں سے ہے اور اپنی دولت اور مال کے ذریعہ کسی کی ہمدردی اور مدد کر دینا سب سے بڑا ایثار ہے اور بقیہ ہمدردیاں اور خیر خواہیاں اس سے کمتر ہیں۔ لہذا ان تینوں اوصاف سے تقویٰ کے معنیٰ کا تعین بآسانی ہو جاتا ہے کہ تقویٰ اس تعلق باللہ اور بندوں کے ساتھ ایثار کا نام ہے جو ایمان کے تقاضوں کے

تحت بندوں کے دل کے اندر سے ابھرتا ہے

روزہ رکھنے کا مقصد اسلام کی تمام عبادات کے مقصد کے مانند روزے کا مقصد بھی اللہ سے لگاؤ اور محبت پیدا کرنا اور بندوں کے ساتھ ایثار اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ اور وہ بھی اپنے مفاد یا ریاء و نمائش کیلئے نہیں بلکہ ایمان کے تقاضوں اور ضمیر کی آواز پر۔ اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے۔ من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہٗ ماتقدم من ذنبہ (الحدیث) یعنے جو رمضان کا روزہ ایمان کیوجہ سے اور ثواب کیلئے رکھتا ہے اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طویل حدیث میں جسے سلمان فارسی رضؓ نے روایت کیا ہے اس میں یوں فرمایا ہے کہ: ھو شھر الصبر وشھر المواساۃ یعنے رمضان صبر کا مہینہ اور غمخوار و ہمدردی کا مہینہ ہے۔ یہاں صبر کے معنیٰ کی وضاحت بھی کر دینی ضروری ہے۔ صبر کا معنیٰ اردو میں مصائب و تکالیف برداشت کرنا ہوتا ہے لیکن عربی میں یہ کلمہ اپنے معنیٰ میں بڑی وسعت رکھتا ہے اور اس کا معنیٰ الحبس نفس ہٗ یعنی اپنی خواہش کو روکنا اور اپنے نفس کو خدا کے حکم اور قانون کا پابند بنانا ہے لہذا مصائب و تکلیف کو برداشت کرنے کے ساتھ ہی اللہ کے احکام پر اپنے نفس کو روک رکھنا صبر ہے لہذا اس شہ پارہ حدیث کا معنیٰ یہ ہوا کہ روزے کا مقصد نفس کو اللہ کے احکام کا پابند بنا دینا ہے کہ جب اللہ کا حکم اور قانون سامنے ہو خواہ عبادت نماز روزہ کی بات ہو یا جائز و ناجائز کی بات وہاں نفس

کی خواہش اللہ کے حکم پر جھکا دینا صبر ہے اور مواساۃ کا معنیٰ انسانوں
کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنا ہے جس خیر خواہی کا بلند ترین
درجہ مال و دولت کے ذریعہ امداد ہے جسے قرآن نے انفاق سے
بیان کیا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ ایک اہل ثروت جسے پورے
سال عیش و آسائش کے ساتھ کھانا پینا میسر ہوتا ہے جب رمضان
میں روزے رکھتا ہے تو اس کے دل میں بھوک اور پیاس کی تکلیف
اور شدت کا شعور ہوتا ہے اور بے ساختہ اللہ کے غریب اور فقیر
بندوں کے ساتھ اسکے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے
ان سبھی باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے روزہ بھوک اور پیاس برداشت
کرنے کا نام نہیں بلکہ اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری اور اسکے
غریب و معذور بندوں کے ساتھ ہمدردی اور ایثار کا جذبہ پیدا
کر لینے کا نام ہے جب کے بعد پورے سال اور ہر آن و لمحہ اللہ سے
یہ لگا و برقرار رہ جائے اور یہ دونوں اوصاف محض اللہ کیلئے
طبیعت ثانیہ بن جائیں جسے نہ نفس کی خواہش رد کر سکے اور نہ
دنیا کا کوئی مفاد یہی روزہ رکھنے کا اصل مقصد ہے اور یہ مقصد
حاصل ہو جائے تو پھر روزہ ایک ابدی سعادت اور نعمت ہے
صرف بھوک پیاس برداشت کر لینا ایک ذریعہ ہے اصل
مقصد نہیں اصل منزل مقصود تقویٰ ہے●

بقیہ صفحہ ۱۲ کا

کہلاتا ہے۔ اہمیت روزہ دار کی ہی ہے، روزہ خور کی نہیں۔ کیوں کہ
ایک روزہ دار اجر و ثواب اور نعمت خداوندی کا سزاوار ہوگا۔ وہ جنت
کے ایک خاص دروازے سے جنت میں داخل ہوگا اور اس کے لئے رب
کے انعام و اکرام ہوں گے۔ خدا ہمیں صحیح معنوں میں روزہ دار بنائے (آمین)

روزے کی فضیلت (ادارہ)

مسئلہ —— رمضان المبارک شروع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ —— روزہ قیامت کے دن روزہ دار کی سفارش کرے گا۔

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِيَ اللهُ عَنْهُ) أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهْوَةَ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے لیے سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: "اے میرے رب! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور اپنی خواہشات پوری کرنے سے روکے رکھا لہٰذا اس کے بارہ میں میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کہے گا اے میرے رب! میں نے اس بندے کو رات (قیام کیلئے) سونے سے روکے رکھا لہٰذا اس کے بارہ میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اسے احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ۔ روزے کا اجر بے حساب ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِيْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک (نیت اور خلوص کے مطابق) بڑھا کر دیا جاتا ہے لیکن روزے کے ثواب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا روزہ دار اپنی ساری خواہشات اور کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ مزید آپ نے فرمایا روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ روزہ (گناہوں سے بچنے کے لیے) ڈھال ہے۔ لہٰذا جب کسی کا روزہ ہو تو فحش گوئی اور بیہودہ باتیں نہ کرے اگر کوئی اسے برا بھلا کہے یا لڑنے کی کوشش کرے تو اسے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ فِيْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک کا نام ریان ہے اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے

مسئلہ ـــ دکھاوے کا روزہ شرک ہے۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ ـ رَوَاهُ أَحْمَدُ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ۔ روزہ کی نیت دل کے ارادے سے ہے مروجہ الفاظ وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ غیر مسنون ہیں

مسئلہ ۔ ـــ فرض روزے کی نیت فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے۔

عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے

مسئلہ ـــ نفلی روزہ کی نیت دن میں زوال سے پہلے کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے۔

مسئلہ ـــ نفلی روزہ کسی وقت کسی بھی وجہ سے توڑا جا سکتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّيْ إِذَنْ صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرِيْنِيْهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے۔ ہم نے کہا "نہیں" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اچھا تو پھر میرا روزہ ہے" کسی اور دن پھر نبی اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حیس (حلوہ) کا تحفہ آیا ہے، رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا "تو لاؤ نیل صبح سے روزے سے تھا" پھر رسول اللہ ﷺ نے کھا لیا

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

سحری و افطاری کے مسائل

مسئلہ ــــ سحری کھانے میں برکت ہے۔

مسئلہ ــــ نیند سے اُٹھ جانے کے بعد جان بوجھ کر سحری ترک نہیں کرنی چاہیے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ــــ روزہ افطار کرنے سے قبل یہ دونوں دعائیں یا ان میں سے ایک پڑھنی مسنون ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے ــــ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ ــــ یا الٰہی میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔" اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے ــــ ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ ــــ "پیاس ختم ہوئی رگیں تر ہو گئیں اور روزے کا ثواب انشاءاللہ پکا ہو گیا۔"

اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

● ہر سال شوال میں چھ روزے رکھنے کا ثواب عمر بھر روزے رکھنے کے برابر ہے۔

عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ أَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ.

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھ کر (ہر سال) شوال میں بھی چھ روزے رکھے اسے عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے اسے مسلم ابوداؤد نسائی ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وضاحت ۳۰+۶ = ۳۶ × ۱۰ = ۳۶۰ روزوں کا ثواب یعنی سال بھر اور اگر ہر سال کے رمضان کے بعد (ہر سال باقاعدگی سے) شوال کے چھ روزے رکھے جائیں تو عمر بھر کے روزوں کا ثواب ہو جائے گا۔

● لیلۃ القدر میں عبادت گذشتہ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

● لیلۃ القدر کی سعادت سے محروم رہنے والا بہت ہی بدنصیب ہے۔

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جو مہینہ تم پر آیا ہے اس میں ایک رات ایسی ہے جو (قدر و منزلت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا نیز فرمایا لیلۃ القدر کی سعادت سے صرف بے نصیب ہی محروم کیا جاتا ہے!

ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

● لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرنی چاہیے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے آخری عشرے (دس دن) کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ـــــ رمضان کے آخری عشرے میں بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیے

مسئلہ ـــــ رمضان کے آخری عشرے میں اپنے اہل وعیال کو عبادت کے لئے خصوصی ترغیب دلانا مسنون ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں باقی دنوں کی نسبت عبادت میں بہت زیادہ کوشش فرماتے تھے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيٰى لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رمضان کے آخری دس دن شروع ہوتے تو رسول اللہ ﷺ (عبادت کے لیے) کمر بستہ ہو جاتے۔ راتوں کو جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ـــــ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کثرت سے تلاوتِ قرآن اور انفاق فی سبیل اللہ فرمایا کرتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بہت سخی تھے لیکن رمضان میں اور بھی زیادہ سخی ہو جاتے۔ رمضان میں حضرت جبرئیل ہر رات تشریف لاتے اور نبی اکرم ﷺ انہیں قرآن مجید سناتے۔ جب جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ کی سخاوت تیز ہواؤں سے بھی زیادہ بڑھ جاتی۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ —— لیلۃ القدر میں یہ دعا پڑھنی مسنون ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ قُوْلِيْ «اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں نے پوچھا ! یا رسول اللہ ﷺ اگر میں شب قدر پالوں تو کون سی دعا پڑھوں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہو " یا اللہ! تو معاف کرنیوالا ہے، معاف کرنا پسند کرتا ہے لہذا مجھے معاف فرما۔" اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

صدقہ فطر کے مسائل

صدقہ فطر فرض ہے۔

مسئلہ —— صدقہ فطر کا مقصد روزے کی حالت میں سرزد ہونے والے گناہوں سے خود کو پاک کرنا ہے۔

مسئلہ —— صدقہ فطر نماز عید سے قبل ادا کرنا چاہیے ورنہ عام صدقہ شمار ہوگا۔

مسئلہ —— صدقہ فطر کے مستحق وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر روزے دار کو بے ہودگی اور فحش باتوں سے پاک کرنے کے لئے نیز محتاجوں کے کھانے کا انتظام

کرنے کے لیے فرض کیا ہے جس نے نماز عید سے پہلے ادا کیا اس کا صدقہ فطر ادا ہو گیا اور جس نے نماز عید کے بعد ادا کیا اس کا صدقہ فطر عام صدقہ شمار ہوگا۔ اسے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مسئلہ ——— صدقہ فطر بلا امتیاز ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مسئلہ ——— صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع ہے جو پونے تین سیر یا ڈھائی کلوگرام کے برابر ہے۔

مسئلہ ——— صدقہ فطر ہر مسلمان غلام ہو یا آزاد مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا، روزہ دار ہو یا غیر روزہ دار صاحب نصاب ہو یا نہ ہو سب پر فرض ہے

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا قَالَ: فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے بڑے ہر مسلمان پر فرض کیا ہے اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

وضاحت: جس شخص کے پاس ایک دن رات کی خوراک میسر نہ ہو وہ صدقہ ادا کرنے سے مستثنیٰ ہے۔

مسئلہ ——— صدقہ فطر غلہ کی صورت میں دینا افضل ہے

نمازِ عید کے مسائل

مسئلہ ——— عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ عید الفطر کے دن کھجوریں کھائے بغیر عیدگاہ کی طرف نہیں جاتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کھجوریں طاق کھاتے تھے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ـــــ نمازِ عید کے لیے پیدل جانا سنت ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدِ مَاشِياً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وحسّنهٗ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عیدگاہ کی طرف پیدل جانا سنت ہے اسے ترمذی نے روایت کیا اور حدیث کو حسن کہا ہے۔

مسئلہ ـــــ عیدگاہ جانے اور آنے کا راستہ بدلنا سنت ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ عید کے روز عیدگاہ میں آنے جانے کا راستہ تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ـــــ نمازِ عید بستی سے باہر کھلے میدان میں پڑھنا سنت ہے۔

مسئلہ ـــــ نمازِ عید کے لیے خواتین کو بھی عیدگاہ میں جانا چاہیے۔

وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ دونوں عیدوں کے دن ہم حیض والی اور پردہ نشین (یعنی تمام) عورتوں کو عیدگاہ میں لائیں تاکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز اور دعا میں شرکت کریں۔ البتہ حیض والی عورتیں نماز نہ پڑھیں۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ـــــ عیدگاہ جانے میں کوئی مجبوری ہو مثلاً بارش یا آندھی وغیرہ تو نمازِ عید مسجد میں ادا کی جا سکتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَأَحْمَدُ.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے روز بارش ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔ اسے ابوداؤد اور احمد نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ـــــ نمازِ عید کے لیے اذان ہے نہ اقامت۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دو مرتبہ نہیں کئی مرتبہ عیدین کی نماز اذان اور اقامت کے بغیر پڑھی۔ اسے مسلم ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ ـــــ عیدین کی نماز میں پہلے نماز اور پھر خطبہ دینا مسنون ہے

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف نکلتے تو سب سے پہلے نماز ادا فرماتے نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے نبی اکرم ﷺ انہیں وعظ فرماتے وصیت کرتے اور ضروری احکام صادر فرماتے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے

مسئلہ ـــــ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں مسنون ہیں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں پڑھنی چاہییں۔

عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ شَهِدْتُ الْأَضْحٰى وَالْفِطْرَ مَعَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فَكَبَّرَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْأٰخِرَةِ خَمْسَ تَكْبِيْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ رَوَاهُ مَالِكٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں کی نماز پڑھی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔ اسے مالک نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ — نمازِ عید کی زائد تکبیروں میں ہاتھ اٹھانے چاہییں۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيْرِ رَوَاهُ أَحْمَدُ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے دیکھا ہے۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ — خطبہ کے دوران خطیب کا تھوڑی دیر بیٹھنا مسنون ہے۔

عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ السُّنَّةُ أَنْ يَخْطُبَ الْإِمَامُ فِي الْعِيْدَيْنِ خُطْبَتَيْنِ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِجُلُوْسٍ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ فرماتے ہیں عیدین میں امام کے دو خطبے پڑھنا اور بیٹھ کر انہیں الگ کرنا سنت ہے۔ اسے شافعی نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ — نمازِ عید سے پہلے یا بعد کوئی (نفل یا سنت) نماز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عِيْدٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم عید کے روز (گھر سے) نکلے۔ دو رکعت نمازِ عید ادا فرمائی اور اس سے پہلے یا بعد کوئی نماز نہیں پڑھی۔ اسے احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عید کے دن صبح صبح سورج نکلتے ہی عید گاہ تشریف لے جاتے اور عید گاہ تک تکبیریں کہتے جاتے۔ پھر عید گاہ میں بھی تکبیریں کہتے رہتے یہاں تک کہ جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جاتا تو تکبیریں پڑھنا چھوڑ دیتے اسے شافعی نے روایت کیا ہے ●

شاد اے مومنو! پھر فصلِ بہار آئی ہے

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری

یہ عالم آب وگل جس میں اور آپ ہم رہتے ہیں اور یہاں پائی جانے والی ساری مخلوقات خواہ وہ حیوانات ہوں یا جمادات نباتات ہوں یا کچھ اور —— ہر ایک انقلاب اور تغیرات سے دوچار ہے یہ تغیرات و انقلابات نہ صرف انکی حیات وارتقاء کیلئے ازبس ضروری ہے بلکہ یہ تبدیلی اُن کا فطری تقاضہ بھی ہے۔ ذی روح مخلوقات میں حیوانات اور انہی میں نباتات کو لیجئے ان میں سے ہر ایک قدرتی طور پر مختلف آب وہوا اور موسم سے گذرتا ہے۔ کبھی بہار تو کبھی خزاں۔ کبھی سرما تو کبھی گرما اور پھر کبھی برسات۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک موسم ہی ہمیشہ رہے تو حیوانات اور نباتات زندہ وسلامت رہ سکتے ہیں۔ پھر اس کی ترقی وارتقاء کیوں کر اور کیسے ہوگی۔ اس لئے ان سب کے اوپر یہ مختلف حالات آتے ہیں اور ان کی حیات وزندگی کا راز دل اور ترقی وارتقاء کی ضامن ہے۔ یہ تو حال ہے مادّی حقائق کا کہ اگر ان پر یہ مختلف حالات ومواسم نہ آئیں تو اس کے بغیر یہ ہلاک و برباد ہو جائیں روحانی حقائق تو ان سے اعلیٰ و برتر ہیں پھر اس کے لئے کیوں نہ بہار اور خزاں جیسے مختلف حالات ہوں۔ تاکہ انسان اپنی زندگی میں جو معصیت کا ارتکاب کرتا ہے اور نتیجہ میں اس کی روحانی زندگی خزاں زدہ ہو جاتی ہے تو ناگزیر اور ازبس ضروری تھا کہ انسانوں کے لئے ایک موسم "ہو" جس میں اس کی خزاں زدہ روحانی زندگی میں "بہار" آجائے۔ زندگی کے عام دنوں میں ان سے جو برائیاں خواہی نخواہی ناوانستہ ودانستہ ہوئیں انہیں پرائشچت کرنے کا موقع ملے۔ اور پھر وہ زندگی جو گناہوں کے بادِ سموم سے مرجھا کر رہ گئی تھی اس زندگی میں نیکیوں کے پھول کھلیں اور پھر انسان کی زندگی میں حیات وزندگی کی حقیقی لہر

دور ہو جائے۔"

ماہ رمضان ———— ایسا ہی مہینہ ہے جو سال کے گیارہ مہینوں میں مسلمانوں سے جو دانستہ و نادانستہ خطائیں سرزد ہوتی ہیں اور گناہوں اور معصیتوں کے باد سموم سے روحانی زندگی خزاں زدہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ مہینہ اس خزاں میں بہار کے مانند ہے۔ اس مہینے میں اللہ کی بے پایاں رحمتیں، برکتیں، مغفرتیں اور نوازشیں ہیں کہ برستی رہتی ہیں جو ہماری روحانی زندگی کو تروتازہ کر دیتی ہیں۔ ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں کس قدر اپنی بے پناہ اور بے پایاں رحمتوں اور برکتوں سے ہمیں نوازتا ہے .... یہ وہ مہینہ ہے جس کی آمد کے ساتھ ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس مہینہ میں اگر بندہ ایک فرض ادا کرتا ہے تو اس کے بدلے میں عام دنوں میں ادا کردہ ستر فرض کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور اگر کوئی نفل یا سنت ادا کرتا ہے تو عام دنوں میں ایک فرض کے ادا کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ مثلاً ہم رمضان میں ایک وقت کی نماز پڑھتے ہیں تو عام دنوں میں ستر فرض کی نماز ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ اور اگر ایک رکعت نفل یا سنت ادا کرتے ہیں تو عام دن میں ایک فرض نماز کے برابر ثواب ملے گا۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی ہوتی ہے اس مہینہ میں اللہ کو یاد کرنے والا بخشا جاتا ہے اور اللہ سے اپنی مرادیں مانگنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا۔ اس ماہ کی شب میں قیام یا تراویح کی نماز پڑھنے سے، ایمان و احتساب کی شرط کے ساتھ۔ اللہ اگلے سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اس مہینے کے اندر آخری عشرہ میں ایک ایسی رات ہے جس کی عبادت ہزار مہینہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور اسی شب قدر میں عبادت اور تراویح سے بندہ کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس مہینہ کو تین عشرہ میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پہلا عشرہ اللہ کی رحمتوں کے نزول کا عشرہ ہے دوسرے عشرہ میں اللہ کی مغفرتیں نازل ہوتی ہیں اور تیسرے و آخری عشرہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بے شمار بندوں کو جہنم کی آگ سے نجات دیتا ہے

اس مہینہ کی ہر رات میں اللہ کے مقرب اور خاص فرشتے ہر شب کو آواز لگاتے ہیں کہ بھلائی کے طالبو سبقت کرو اور برائی کے متوالو اب بھی رک جاؤ۔ اس مہینہ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس مہینہ کی ہر شب میں اللہ تعالیٰ بہت سارے گنہگار بندوں کو جہنم کے عذاب سے نجات دیتا ہے پھر رمضان کی جب آخری رات ہوتی ہے تو پورے رمضان کی رات بھر کی تعداد کے مطابق اس آخری رات کو بے شمار اور ان گنت بندوں کو اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے نجات دیتا ہے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے۔ اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔ صبر کرنے والوں کے لئے اللہ کے یہاں بے انتہا ثواب اور اجر ہے اس مہینہ کے دن میں روزہ فرض اور رات میں تراویح سنت ہے۔ روزہ کی جو فضیلت اور اجر و ثواب ہے وہ از خود اس مہینہ کی بے پایاں فضیلتوں اور رحمتوں سے زیادہ ہے۔ اللہ کے یہاں ہر نیک عمل کا اجر مقرر ہے مگر روزہ صرف اور صرف ایک ایسی عبادت ہے جس کے اجر و ثواب کے بارے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ روزہ دار کیلئے قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے کیلئے مخصوص دروازہ "ریان" ہوگا۔ روزہ دار کے منھ کی بدبو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری اور پسندیدہ و پاکیزہ ہے۔ یہ وہی روزہ ہے جو ایک بندے کو تقویٰ و پرہیز گاری کا پیکر بنا دیتا ہے یہ ہماری زندگی میں برائیوں، گناہوں اور معصیتوں سے بچنے میں ڈھال کا کام کرتا ہے۔ جس طرح انسان میدان جنگ میں ڈھال کے ذریعہ دشمنوں کے وار سے بچتا ہے اسی طرح زندگی کے میدان میں جہاں شیطان ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے ہر ممکن ضرر پہنچانے کی تاک میں لگا ہوتا ہے ہم اس روزہ کے ذریعہ اس سے بچاؤ کرتے ہیں۔ یہ وہی فریضہ ہے جو جہنم سے بچاؤ اور تحفظ کیلئے مضبوط قلعہ ہے اور خدا کی جنت و رضا کے حصول کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

یہ ہے فضیلت اس ماہ صیام، ماہ رمضان، ماہ قرآن اور ماہ مبارک کی جس میں اللہ کی یوں اور اس قدر بے پایاں رحمتیں، برکتیں اور مغفرتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ ایک طرف اللہ کی رحمتوں کا یہ مسلسل سلسلہ ہوتا ہے۔ دوسری

(بقیہ صفحہ پر)

آہ ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی مُبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

حافظ صلاح الدین یوسف مدیر الاعتصام (لاہور)

عمر ہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

۱۷ جنوری ۱۹۹۴ء کے روزنامہ "جنگ" کے ایک کونے میں ایک کالمی مختصر خبر تھی کہ مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خبر انڈیا ریڈیو کے حوالے سے تھی، اس لئے الم ناک ہونے کے باوجود اسے نا قابل اعتبار قرار دینا مشکل ہے، ویسے بھی کئی سال سے حضرت مبارک پوری کی صحت ع

جی کا جانا ٹھہر گیا ہے، صبح گیا یا شام گیا۔

کی آئینہ دار تھی۔ اس لئے ہندوستان سے کسی معتبر ذریعے سے خبر کے آنے کا انتظار کرنے کی بجائے مذکورہ خبر پر ہی یقین کرتے ہوئے ہم "الاعتصام" کے صفحات پر صف ماتم بچھانے پر مجبور ہیں۔

اخبار مذکور کے خبر نویس یا مدیر کو کیا خبر تھی کہ وہ جس شخصیت کے کے انتقال کی خبر کو ایک کالم کی دو سطروں میں شائع کر رہا ہے۔ عالم اسلام کی کیسی عظیم شخصیت تھی؟ اگر اس کو اس کی عظمت کا علم ہوتا تو وہ پورے صفحے کو بھی اس خبر کی المناکی ظاہر کرنے کے لئے ناکافی سمجھتا۔ لیکن المیہ تو یہی ہے کہ آج کے ہمارے صحافی امیتابھ بچن کو جانتے ہیں۔ لتا منگیشکر

تو واقف ہیں، دیپ کمار کی اداکاری سے تو آگاہ ہیں، لیکن پاک و ہند کی وہ دینی و علمی شخصیات، جن کی علمی تحقیقات سے پورا عالم اسلام فیض یاب ہو رہا ہے اور جن کی دینی خدمات کا دائرہ عجم سے لے کر عرب تک پھیلا ہوا ہے، ہمارا صحافی ان کی خدمات اور ان کی عظمت تو کجا، ان کے ناموں تک سے بھی واقف نہیں ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی ـــــ جن کو مرحوم لکھتے ہوئے کلیجہ شق ہو رہا ہے، قلم کانپ رہا ہے اور دل و دماغ پر رعشہ ہے ـــــ ایک ایسی ہی عظیم شخصیت تھی جو برصغیر ہی کا سرمایۂ ملت نہ تھی بلکہ پورے عالم اسلام کیلئے مایۂ افتخار تھی، جن کے فیض سے پاک و ہند کے مسلماں ہی سیراب نہیں ہو رہے تھے، پورا عالم اسلام فیض یاب ہو رہا تھا، ان کی محراب علم میں عجم کے علماء ہی کی جبینیں نہیں جھکتی تھیں عالم عرب کی مقتدر شخصیات بھی ان کی بارگاہِ علم میں سر بسجود رہتی تھیں۔ وادریغا! علم و فضل کا سرچشمہ بند ہو گیا، تحقیق و تدقیق کا یہ آفتاب و ماہتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا، افتاء و تدریس کی مسند اجڑ گئی، ادب و انشاء کا چمن بے رونق ہو گیا اور پاک و ہند کی جماعت اہل حدیث اپنے دور کے ابن حجر عسقلانی سے اور اپنے عظیم دینی قائد و رہنما سے محروم ہو گئی۔

حضرت شیخ الحدیث رحمانی رحمۃ اللہ متعدد جہتوں سے نہایت ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔

اولاً: ۔ وہ اس مبارک پور کی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے جس کے بطن سے متعدد نہایت سربرآوردہ شخصیتوں نے جنم لیا۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ صاحب تحفۃ الاحوذی، مولانا عبدالسلام مبارکپوری رحمۃ اللہ صاحب سیرۃ البخاری، مولانا عبدالصمد مبارک پوری رحمۃ اللہ اور مولانا صفی الرحمان مبارکپوری حفظہ اللہ صاحب "الرحیق المختوم"

وغیرہم جو آسمانِ علم و فضل کے درخشندہ ماہتاب ہیں۔ حضرت مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی خاندان کے نہ صرف چشم و چراغ تھے۔ بلکہ اپنے خاندان کی علمی روایات کے امین اور حامل بھی تھے۔

(۲) اس خانوادۂ علمی کے مذکورہ اکابر نے جو علمی نقوش اپنے پیچھے چھوڑے ہیں یہ حضرت شیخ الحدیث نے بھی اس روشن روایت کو قائم رکھا اور "مرعاۃ المفاتیح" "شرح مشکوٰۃ المصابیح" جیسی عظیم محققانہ تالیف دنیائے علم و تحقیق کو دے گئے ہیں جس سے قیامت تک اہل علم و تحقیق مستفید ہوتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔

(۳) وہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی کی چند آخری یادگاروں میں ایک عظیم یادگار تھے۔ دار الحدیث رحمانیہ، جماعت اہلحدیث کا ایک نہایت معیاری دار العلوم تھا جس نے علم و تحقیق، ادب و صحافت، دعوت و تبلیغ، امامت و خطابت اور درس و افتاء ہر شعبے کے لئے علماء و فضلا کی ایک عظیم کھیپ تیار کی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث اسی تاریخی درسگاہ کے نہ صرف فیض یافتگان میں نہایت ممتاز افراد میں سے ایک تھے بلکہ وہ اس کی مسند تدریس کو بھی رونق بخشتے رہے تا آنکہ ملک تقسیم ہو گیا۔ اور اس کے نتیجے میں یہ عظیم معیاری درسگاہ اجڑ گئی۔

(۴) [illegible] عام و خواص تھے۔ اہل علم، تحقیق کے لئے، عوام، استفتاء و استفسار کیلئے اور اہل جماعت، ارشاد و رہنمائی کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس سرچشمۂ فیض سے سب ہی سیراب اور اس مسند ارشاد و تحقیق سے سب ہی فیض یاب ہو رہے تھے۔

(۵) وہ سادگی و تواضع میں اور علم و دین کی خدمت کے لئے ایثار و قربانی میں اسلاف کا بہترین نمونہ تھے۔

"مرعاۃ المفاتیح" ایک یادگار علمی تالیف اور اس کا مختصر پس منظر

حضرت شیخ الحدیث کی تدریسی اور ملی و جماعتی خدمات کا دائرہ تو بہت وسیع ہے۔ تاہم ان میں سب سے نمایاں ممتاز علمی و تصنیفی کارنامہ "مرعاۃ المفاتیح" کی تالیف ہے جس کی وجہ سے انہیں اقران و اماثل میں ایک بلند پایہ مقام حاصل ہوا اور ان کی علمی شہرت عرب ملکوں تک وسیع ہوگئی۔ یہ تصنیف، گو یا یہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکی، تاہم جتنی بھی ہے اس سے بھی فاضل مؤلف کی علمی عظمت مسلّمہ ہوگئی ہے۔ اسے دیکھ کر ہر صاحب علم یہی آرزو کرتا ہے کہ کاش یہ تالیف حضرت شیخ الحدیثؒ کے قلم تحقیق رقم سے تکمیل کو پہنچ جاتی تو "فتح الباری" ہی کی طرح ایک لاجواب شرح ہوتی۔

اس "مرعاۃ المفاتیح" کی تالیف میں حضرت الاستاذ ربانی ادارہ دار الدعوۃ السلفیۃ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف نور اللہ مرقدہٗ کی مساعی حسنہ کا بھی بڑا حصہ ہے۔ اس لئے ہم اس فاضلانہ تصنیف کے پس منظر پر مختصراً روشنی ڈالنا مناسب خیال کرتے ہیں۔

جماعت کے اصحاب علم جانتے ہیں کہ حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے سنن نسائی پر "التعلیقات السلفیۃ" نام سے عربی میں مختصر حواشی تحریر فرمائے تھے۔ حضرت کی خواہش تھی کہ اسی طرح سلفی نہج میں صحاح کی دوسری کتابوں پر بھی حواشی تحریر کئے یا کرائے جائیں مشکوٰۃ المصابیح بھی صحاح ستّہ ہی کی احادیث کا مجموعہ ہے چونکہ اس میں دیگر کتب حدیث سے بھی بہت سی احادیث لی گئی ہیں۔ تاہم مدارس دینیہ میں متداول اور داخل نصاب ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت بھی مسلّمہ ہے اس لئے حضرت مولانا مرحوم نے حضرت شیخ الحدیث سے مشکوٰۃ کا مختصر حاشیہ تحریر کروانے کا پروگرام بنایا جس میں ان کے ہم ذوق ساتھی حافظ محمد زکریا مرحوم بن میاں محمد باقر مرحوم (جھوک دادو) ان کے معاون تھے۔ بات یہ طے ہوئی کہ حضرت شیخ الحدیث کسی مدرسہ میں تدریس کی بجائے

اپنا سارا وقت حاشیہ مشکوٰۃ تحریر فرمانے پر صرف فرمائیں گے اور معاشی کفالت کے لئے ماہوار مشاہرہ یا وظیفہ کا انتظام حضرت مولانا کی ذمہ داری ہو گی۔ یہ مالی تعاون حافظ محمد زکریا مرحوم کی طرف سے ہونا تھا اور واسطہ حضرت مولاناؒ تھے۔ چنانچہ یہ کام شروع کر دیا گیا۔ حافظ محمد زکریا مرحوم کی تو زندگی نے وفا نہ کی۔ اور کام کے آغاز میں ہی (اگست ۱۹۴۹ء میں) وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ تاہم ان کی ذمہ داری ان کے والد محترم میاں محمد باقر رحمہ اللہ (آف جھوک دادو۔ تاندلیانوالہ) نے قبول فرمالی اور مالی معاونت فراہم کرتے رہے جو حضرت الاستاذ رحمہ کسی نہ کسی طرح سے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو ہندوستان پہنچاتے رہے۔ اس میں دیر سویر بھی ہو جاتی تھی جس سے حضرت شیخ الحدیث کو بڑی تکلیف ہوتی تھی کیونکہ کثرتِ عیال کے باوجود اس وظیفے کے علاوہ ان کا کوئی اور ذریعہ معاش نہیں تھا۔ تاہم حضرت شیخ الحدیث نے عسرت و تنگ دستی اور مالی مشکلات کے باوجود اس علمی کام کو جاری رکھا۔ ادھر حضرت الاستاذ رحمہ بھی مالی معاونت کی مستقل فراہمی میں خاصی محنت و مشقت برداشت کرتے رہے جن کی تفصیلات شیخین (حضرت الاستاذ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہما اللہ تعالیٰ) کے مکاتیب میں موجود ہیں۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۵ء تک یہ سلسلہ اس طرح چلتا رہا، ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کی وجہ سے مالی تعاون ناممکن ہو گیا، تو بونڈیہار[1] (بھارت) کے مولانا محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ نے دستِ تعاون دراز فرمایا اور انکے تعاون سے پھر یہ سلسلہ چلتا رہا تاآنکہ حضرت شیخ الحدیث کی صحت اس پُر مشقت اور جانکاہ علمی کام کی متحمل نہ رہی۔ حضرت مرحوم کی خرابیٔ صحت

---

[1] گونڈہ۔ یو۔ پی۔

ضعف پیری اور دیگر بعض علل واسباب کی بناء پر یہ اہم کام تعطل کا شکار ہو گیا اور یہ اہم تالیف، جس نے نامکمل ہونے کے باوصف عرب وعجم کے علمی حلقوں میں خوب پذیرائی حاصل کی، تکمیل پذیر نہ ہو سکی اور کتاب المناسک پر پہنچ کر اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کتاب المناسک تک اسے جامعہ سلفیہ بنارس نے ۹ جلدوں میں ٹائپ پر شائع کر دیا ہے۔ اس سے قبل بڑے سائز میں دستی کتابت کے ساتھ چند اجزاء میں یہ کتاب چھپی تھی اس کا اوّل حصہ مکتبہ سلفیہ لاہور سے حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ؒ کے زیر انتظام اور بقیہ حصے ہندوستان سے خود فاضل مولف حضرت شیخ الحدیث کے زیر اہتمام شائع ہوئے تھے۔

اس کام کا آغاز کرتے وقت لکھنے اور لکھانے والوں، دونوں کے ذہن میں ایک مختصر حاشیہ تھا، جو متداول نسخۂ مشکوٰۃ کے حاشیے پر طبع ہونا تھا۔ لیکن جب آغاز کیا گیا تو یہ حاشیہ ایک مفصل شرح میں تبدیل ہو گیا حضرت الاستاذ ؒ کے پاس جب اس کا پہلا حصہ بطور مسودہ آیا تو اگرچہ مسودہ پروگرام سے قطعاً مختلف تھا لیکن حضرت مولانا ؒ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ مشکوٰۃ کی مفصل علمی شرح کا بھی خلا ہے جو صدیوں سے چلا آرہا ہے چلو اس فاضلانہ شرح سے یہ خلا بھی پر ہو جائے گا۔ کیوں کہ مشکوٰۃ کی اب تک جتنی شروح دستیاب ہیں (مرقات وغیرہ) ایک تو وہ محدثین کے نقطۂ نظر سے خالی ہیں۔ دوسرے، کسی شرح میں احادیث کی تخریج وتحقیق کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث کی اس شرح میں دونوں باتوں کا بطور خاص اہتمام ہے۔ حدیث کی تشریح وتفہیم اور جمع وتطبیق میں محدثین کے نقطۂ نظر کو پوری تفصیل اور دلائل سے نہایت پر زور انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اور احادیث کی تخریج اور نقد وتحقیق کا کام بھی محدثانہ اصول کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اور ان دو خوبیوں نے اسے مشکوٰۃ کی دوسری تمام

شروحات پر ممتاز و فائق کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت الاستاذ نے اسے قبول فرمالیا اور اسی نہج پر اس کی تکمیل کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ یوں یہ مجوزہ حاشیہ عمل کی دنیا میں ایک مفصل شرح بن گیا۔ کاش اب کوئی صاحب علم اسے اسی نہج پر مکمل کردے تو یقیناً یہ ایک بہت بڑا علمی کارنامہ بھی ہوگا اور محدثین کے اس نقطۂ نظر کی خدمت بھی، جس نے دین کو اس کی اپنی اصلی شکل میں محفوظ رکھا ہے۔ فجزاہم اللہ۔

بہرحال یہ علمی تالیف اب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی کے نام کو اسی طرح زندہ رکھے گی جس طرح "تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی" سے مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کا نام اور "عون المعبود شرح ابی داؤد" اور "غایۃ المقصود" سے مولانا شمس الحق ڈیانوی کا نام زندہ ہے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ؞ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

اور اس صدقۂ جاریہ میں ان شاء اللہ حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، حافظ محمد ذکریا، حضرت میاں محمد باقر، مولانا محمد اقبال بونڈیہار۔ رحمہم اللہ اجمعین اور دیگر معاونین بھی فاضل مولف کے ساتھ شریک ہوں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی کی جملہ دینی، علمی، تدریسی، اور تبلیغی و تصنیفی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے۔ ان کے صاحبزادگان اور تمام اہل خاندان اور جماعت اہلحدیث ہند کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ صدمہ صرف انکے خاندان ہی کا یا جماعت اہلحدیث ہند ہی کا نہیں ہے بلکہ پاکستان سمیت پورے عالم اسلام کی سلفی دنیا کا مشترکہ صدمہ ہے۔ وہ اپنے دور کی نہایت گراں مایہ علمی شخصیت تھے جس کے فیوض و برکات کا دائرہ اقصائے عالم تک پھیلا ہوا ہے۔ ؎

ایتھا النفس اجملی جزعا ؞ فان ما تحذرین قد وقعا

مرعاۃ المفاتیح کی خصوصیات پہ ایک نظر

افضل ندوی

محدث رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ کی خدمات سنت کا یگانہ روزگار شاہکار "مرعاۃ المفاتیح" ہے جو انہیں اجلہ محدثین کی صفوں میں زندہ جاوید رکھے گی اور شیدایان علوم سنت اس سے رہتی دنیا تک استفادہ کرتے رہیں گے۔

"مرعاۃ المفاتیح" شرح مشکوٰۃ المصابیح کی اصل قدر و قیمت کا اندازہ تو جوہر سناش علم سنت ہی کر سکتے ہیں اور ہر شخص اس سے بقدر ہمت استفادہ کر سکے گا۔ لیکن یہاں اشارتاً اس کی چند خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے اس کے اسلوب و انداز بحث اور افادیت اندازہ کسی حد تک کیا جا سکتا ہے اس سلسلے میں سب سے اوّل چیز تو ہے کہ مشکوٰۃ المصابیح کی اب تک کی تمام شرحوں میں مرعاۃ المفاتیح کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو ستاروں میں ماہ کامل کو حاصل ہوتا ہے

اگرچہ کہ مرعاۃ المفاتیح کی تمام خوبیوں اور خصوصیات کا استقصاء نہیں کیا جا سکتا پھر بھی اس کی ممتاز اور نمایاں خصوصیات کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

۱- مرعاۃ المفاتیح کی ممتاز تکنیکی خصوصیات میں ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ محدث رحمانی مبارکپوری نے اس کتاب کی تمام احادیث کے نمبر دیدیئے ہیں جس سے کتاب کی احادیث کو باسانی شمار کیا جا سکتا ہے اور اسی کے ساتھ ہر باب کی احادیث پر بین القوسین الگ سے

نمبرات دیدیئے ہیں۔

(۲) اس کا دوسرا نمایاں امتیاز اس کی فہرست ہے۔ محدث رحمانی نے اس کی چار فہرستیں بنائی ہیں۔ جن میں اوّلیں فہرست اصل کتاب کے ابواب وفصول کی ہے اور دوسری فہرست سلسلہ نمبر کے ساتھ ابواب وفصول کی اہم بحثوں کی ہے۔ اور تیسری فہرست میں ان اجلہ صحابہ وتابعین وغیرہم کے اسمار کا ذکر ہے جن کی روایت کتاب المشکوٰۃ میں آئی ہے۔ اور چوتھی فہرست ان مقامات کی ہے جن کا ذکر تین حدیث میں آیا ہے جسے حروف معجم کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔

(۳) تیسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ جن اجلہ صحابہ وتابعین وغیرہم کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے موصوف نے ان کے تراجم پیش کر دیئے ہیں اور اسی انداز پر احادیث میں وارد مقامات کا ذکر بھی حروف معجم کی ترتیب سے صفحہ حدیث کے حوالے کے ساتھ کر دیا ہے۔

(۴) ایسے ہی فقہ وکلام کے مسائل سے متعلق احادیث پر موصوف نے سیر حاصل بحث کی ہے اور اس سلسلے میں سلف صالحین صحابہ وتابعین اور فقہاء محدثین کے معتمد قول کا ذکر کر دیا ہے۔ نیز جامد مقلدین اور اہل بدعت کی واہیات تاویلوں کا بھر پور محدثانہ رد کیا ہے۔

(۵) مقلدین نے فقہا محدثین پر اپنی شرحوں اور حواشی وتعلیقات میں جو اوچھے وار کئے ہیں۔ موصوف نے ان کا بہترین اور مدلل جواب دیا ہے۔

(۶) مختلف فیہ مسائل میں فقہار کے اقوال ودلائل کا ذکر کرنے کے بعد ان میں سے معتمد قول کی تعیین فرمائی ہے اور اسے احادیث وآثار سے مدلل کر کے کمزور اقوال کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

(۷) سبھی اشکالات ومعارضات کو حل کرنے پر خصوصیت سے توجہ دی ہے۔

(۸) بعض مسائل پر بحث کے دوران شروح حدیث وکتب فقہ اور سنن

ومسانید نیز جوامع ومعاجم اور کتب رجال کے ان صفحات کا نمبر بھی لکھ دیا ہے جن میں یہ بحث تفصیل کے ساتھ مذکور ہے تاکہ جسے تفصیل کی ضرورت ہو وہاں سے دیکھ لے اور آپ نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ بسط وتفصیل طوالت کا باعث اور آزردہ کن نہ بن جائے۔

(۹) مؤلف مشکوٰۃ نے فصل اوّل وثالث میں صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کی جو حدیث پیش کی ہے اور اصحاب سنن ومسانید میں سے کوئی اور بھی ان کے ساتھ شریک رہا ہے تو محدث مبارکپوریؒ نے ان کی تخریج کی ہے اور فصل ثانی وثالث کی ان احادیث کی تخریج کا بھی التزام کیا ہے جسے مؤلف کے ذکر کردہ مصنف کے سوا کسی اور نے ذکر کیا ہے اور مؤلف نے جہاں حدیث ذکر کرنے کے بعد بیاض چھوڑ دی ہے موصوف نے اس کا استدراک کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے اور عموماً کتاب کا ذکر باب اور صفحہ نمبر کے ساتھ کر دیا ہے۔

(۱۰) صحیحین کے سوا دیگر احادیث پر کلام کیا ہے اور ان کی صحت وضعف کا درجہ بیان کر دیا ہے۔

(۱۱) الفاظ احادیث کا ذکر کرنے میں مولف سے جو اوہام یا لغزشات ہوئے ہیں ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے

(۱۲) ایسے ہی مولف سے صحیحین یا دونوں میں سے کسی ایک کی حدیث کو فصل ثانی میں رکھنے یا دونوں کی حدیث کو فصل اول کی رکھنے کیوجہ سے جو لغزش ہوئی ہے یا بعض احادیث کی تخریج میں جو چوک ہوئی ہے اس پر موصوف نے گرفت کی ہے۔

(۱۳) موصوف نے غیر صحیحین کی احادیث کی مزید احادیث وآثار کا ذکر کرنے پر توجہ دی ہے اور ان کی صحت وضعف کا درجہ متعین کیا ہے اور عموماً فی الباب عن فلاں عن فلاں وعن فلاں عن فلاں سے

(بقیہ صفحہ ۷۳ پر)

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مولانا محفوظ الرحمن فیضی مئو

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم :: تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کئے

گنج گراں مایۂ علم وفضل، مجموعۂ محاسن حضرت شیخ الحدیث مبارکپوری جنہیں مرحوم کہتے ہوئے زبان تھرتھراتی اور لکھتے ہوئے قلم لرزتا ہے، موصوف نے کوئی ستاسی برس کی طویل عمر پاکر رحلت فرمائی۔ شیخوخت میں جو بعض عوارض وامراض عام طور پر لوگوں کو لاحق ہوجاتے ہیں آپ کو بھی لاحق ہوئے۔ آپ عمر طبعی کو پہونچ چکے تھے اس لئے آپ کی رحلت اچانک پیش آنے والا حادثہ نہیں۔ بلکہ امر متوقع تھا، پھر بھی چہارشنبہ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۹۴ء کو علی الصباح آپ کی وفات کی خبر ملتے ہی دل ودماغ پر بجلی سی گر گئی، قلب ونظر ماؤف سے ہو گئے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ یوں تو زندگی اور موت سب اللہ کی طرف سے ہے اور اس کے قائم کردہ نظام کائنات میں کوئی آرہا ہے اور کوئی جارہا ہے یقیناً سبھی کو اپنی عمر مقدر گذار کر ایک دن اس دار فانی سے رہگرائے عالم جاودانی ہوتا ہے۔ لیکن موت اور موت میں فرق ہوتا ہے، جب کوئی ممتاز علمی شخصیت اٹھتی ہے تو اس کے جدائی کا کرب اور اس کے اثرات پوری سوسائٹی محسوس کرتی ہے ایک عالم کی موت کا یہی اثر ہوتا ہے، اس کی موت پوری دنیا کی موت سمجھی جاتی ہے اور اس سے پیدا ہونے والا خلا بڑا بھیانک نظر آتا ہے ؎

قضا کس کو نہیں آتی ہے یوں تو سبھی مرتے ہیں :: پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

حضرت شیخ الحدیث" کا سانحہ ارتحال بجا طور پر "موت العالم موت العالم" کا مصداق ہے۔ آپ کی وفات سے نہ صرف جماعت اہلحدیث بلکہ عالم اسلام ایک ممتاز عالم دین اور محدث و محقق سے محروم ہوگیا، موصوف کی جدائی مسلمانوں کی پوری مذہبی وعلمی دنیا کیلئے ایک عظیم صدمہ ہے۔ اور جماعت اہل حدیث ہند کے لئے تو اپنے اہم ترین بزرگ اور سرپرست سے محرومی کا جانکاہ سانحہ جس کے بعد جماعت اپنے کو بجا طور پر یتیم محسوس کر رہی ہے پیچیدہ علمی مسائل کے حل اور جماعتی امور و معاملات کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کیلئے اب کون ہے جس کے پاس پورے اعتماد کے ساتھ ہم جائیں گے اور وہ انہیں اپنے ناخن تدبیر سے حل کر دیا کریں گے۔

حضرت شیخ الحدیث مبارکپوری کچھ اتنا بلند مقام رکھتے ہیں کہ ان کی قامت زیبا پر ہر بلند سے بلند لقب کی قبائیں موزوں ہیں۔ آپ اپنی ذات میں مجموعہ محاسن ومکارم تھے جس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ "شیخ الحدیث"، اور "بقیۃ السلف"، گویا آپ کے نام کا جزء لاینفک ہوگیا تھا، بلاشبہ آپ علم وبصیرت میں تقویٰ وطہارت میں شرافت ومروّت میں گفتار وکردار اور رفتار ہر چیز میں، سلف صالحین کا ایک نمونہ تھے۔ علوم نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جس قدر عالم تھے اسی قدر ان پر عامل بھی، انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی صحیح تفسیر، اس بزرگی اور تبحر علمی کے باوصف آپ ایک زندہ دل، خندہ جبیں اور رہمہ آمیز اور انتہائی خوش اخلاق انسان تھے، علم وفضل پر اترانے اور لوگوں سے کھنچے کھنچے رہنے کے بجائے فروتنی وانکساری اور تواضع ان کی فطرت ثانیہ تھی، اخلاق ظاہری آپ کی سیرت باطنی کا ترجمان، وسعت اخلاق نے آپ کو عندالناس وجیہ ومقبول اور آپ کے دائرۂ مقبولیت کو وسیع بنایا تھا، جس کا ایک اندازہ آپ کی نماز جنازہ میں شریک ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے۔ اہل علم اور خواص وعام کے جم غفیر سے

بھی ہوا، درحقیقت شیدائیان سنت کے جنازوں کی یہی شان ہوتی ہے،
امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازہ کے ازدحام کو دیکھ کر کسی نے کہا
تھا، ہٰذا تکون جنائز اہل السنۃ
مجھے حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ اور بھی بعض چھوٹے بڑے مولانا کی خدمت
میں کبھی کبھار جانے اور بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے، وہاں جس نخوت، عبوست
اور یبوست کا تلخ تجربہ ہوا حضرت شیخ الحدیث کے یہاں بار بار حاضر ہونے اور
دیر دیر تک موصوف کو بیٹھنے کی زحمت دینے کے باوجود معاملہ ہمیشہ اس کے
برعکس رہا وہی روز اول کی خوش اخلاقی، دلجوئی، شیریں گفتاری بلکہ عزت
وتکریم کا برتاؤ اوروں کی طرح آپ لوگوں سے خدمت لینے کے بجائے ان
کی خدمت کرنے کو باعث فخر واعزاز سمجھتے تھے، خوردوں اور علم وفضل میں
بہت کمتر لوگوں کے ساتھ بلکہ زیارت وملاقات کے لئے جانے والے عوام الناس
کے ساتھ بھی ــــــ جن کے لئے آپ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا کوئی
پابندی تھی نہ وقت کی قید ــــــ آپ کا برتاؤ خادمانہ سطح پر ہوتا
تھا خدمت کیلئے بچھے جاتے تھے جس کی بنا پر اکثر جانے والوں کو بڑی شرمندگی
ہوتی تھی۔ سچ ہے سید القوم خادمہم۔ ؎

نیست سرداری ہمی دستار دبہ داشتن ÷ درد سر بسیار دارد پاس دلہا داشتن

نورانی چہرہ کہ جسے دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ لباس، پوشاک، مجلس ہر چیز
میں انتہائی خوش سلیقگی نظافت اور نفاست۔ ؎

نزاکت اس گل رعنا کی دیکھیئے انشاء ÷ نسیم صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا۔

برصغیر ہند (غیر منقسم ہندوستان) میں علمائے اہل حدیث کی علمی ودینی
مساعی خصوصاً علم حدیث کی اشاعت اور صیانت وحفاظت کے سلسلہ
میں ان کی نمایاں خدمات تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں جس
کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر

شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رح سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا ہے، حضرت شیخ الحدیث اسی سلسلہ زریں کی ایک کڑی تھے اور مشاہیر رحمانی علماء افاضل کے سلسلۃ الذہب کی گویا آخری کڑی تھے سو وہ بھی ٹوٹ گئی۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی .:. اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

موصوف نے اپنے وقت کے ممتاز علماء کرام حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی محدث عصر مولانا حافظ محمد گوندلوی وغیرہ اساطین علم و شیوخ حدیث سے اس وقت کی مشہور و مستند درسگاہ دار الحدیث رحمانیہ (دہلی) میں تحصیل علم اور تکمیل کی اور ۱۹۲۷ء میں تکمیل کے بعد وہیں درس و تدریس میں بہمہ وجوہ مشغول ہو گئے اور جلد ہی شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز ہوئے جس کا سلسلہ تقسیم ہند اور اس کے نتیجہ میں دار الحدیث رحمانیہ کے مرحوم ہونے تک جاری رہا جہاں آپ سے ہزاروں تشنگان علوم نے اکتساب فیض کیا اور آسمان علم کے مہر و ماہ بن کر چمکے جن میں شیخ الحدیث مولانا عبد الغفار حسن رحمانی (سابق استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) خطیب الاسلام مولانا عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری اور مولانا عبد الحکیم مجاز مئوی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کا علمی تبحر علمائے کرام کے نزدیک مسلم تھا، آپ یوں تو متعدد علوم فنون میں دستگاہ رکھتے تھے مگر علم حدیث سے آپ کا شغف شروع ہی سے زیادہ رہا اور آپ نے اپنی ساری زندگی حدیث کی تعلیم شرح و تحقیق اور نشر و اشاعت میں بسر کر دی، حدیث کی مشہور اور جملہ سنی مکاتب فکر کے نصاب تعلیم میں داخل و متداول کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" کی مبسوط شرح "مرعاۃ المفاتیح" لکھی آپ کے ہمدم دیرینہ و ہمصفیر و ہم سفر علامہ شیخ الحدیث ابو الطیب محمد حنیف رحمانی بھوجیانی (رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ) کے بقول آپ کے ممتاز اوصاف و خصائص کی وجہ سے مشکوٰۃ کی بے نظیر اور غیر مسبوق شرح ہے، جو قدیم شروح کے مندرجات کو حاوی اور بمصداق "کم ترک الاول للآخر" تحقیق میں دسویں، گیارہویں صدی

ہجری کا زمانہ یاد دلانے والی ہے"۔ صد افسوس کہ یہ شرح متعدد وجوہ و اسباب کی بنا پر جو بہر حال مقدر تھے، مکمل نہ ہو سکی، اور کتاب البیوع تک ہی پہنچ سکی،

اور اب حضرت مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کو جامع ترمذی کی بے نظیر شرح تحفۃ الاحوذی کے آخری اجزاء کی ترتیب و تالیف کے دوران اپنی جسمانی کمزوری اور ضعف بصارت کے سبب ایک مددگار کی ضرورت محسوس ہوئی تو نظر انتخاب حضرت شیخ الحدیث ہی پر پڑی اور موصوف انتہائی لائق معاون اور مخلص مددگار ثابت ہوئے اور یوں موصوف کی اس میدان میں بہترین تربیت بھی ہوئی اور تجربات بھی حاصل ہوئے۔ موصوف کی علوم حدیث میں مہارت اور حدیث کی شرح و تحقیق میں رسوخ در حقیقت محدث مبارکپوری کے اس فیضان تربیت کا ثمرہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو مئو، مئو کے اہلحدیث علماء، مدارس و معاہد اور جماعت سے انتہائی قریبی، قلبی اور گہرا تعلق تھا ہر کہہ دمہہ کے بارے میں معلومات رکھتے اور پوچھتے رہتے تھے اور مزاج پرسی اور جماعتی تقریبات میں شرکت کے لئے مئو تشریف لاتے رہتے تھے، اب مئو میں اتنے علماء اور بزرگوں کے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی اور نماز جنازہ پڑھایا ہے کہ خود مئو کے اپنے کو بڑا سمجھنے اور کہلوانے والوں کو اس کی توفیق نہیں ہوئی۔ اور پھر ان بڑے کی طرح صرف نماز جنازہ پڑھا کر رخصت ہو جانے کا معاملہ نہیں بلکہ شیخ صاحب تدفین اور دعا میں آخر تک شریک رہتے تھے اور تعزیت کے لئے میت کے گھر بھی جاتے تھے۔

مدرسہ عالیہ میں تو آپ کا طالب علمی اور بچپن کا دور ہی گذرا ہے جہاں آپ کے والد محترم حضرت مولانا عبدالسلام صاحب درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے، جامعہ فیض عام مئو اور ناظم جامعہ مولانا محمد احمد صاحب مرحوم سے بھی آپکو بڑی محبت و عقیدت رکھتے تھے جس کا اظہار

خود آپ نے ناظم صاحب کی وفات پر اپنے تعزیتی تاثرات میں خاص طور سے فرمایا تھا: جامعہ کے اور ناظم صاحب کے کتب خانوں میں مراجع و مصادر کا جو قابل قدر ذخیرہ موجود ہے حضرت شیخ الحدیث ان سے استفادہ و مطالعہ کیلئے کتابیں برابر منگاتے رہتے تھے، ان کتب خانوں کی کچھ اہم کتابیں جن کی مرعاۃ المفاتیح کی تالیف میں برابر ضرورت پڑتی تھی مستقل طور پر شیخ صاحب کی تحویل میں دیدی گئی تھیں۔ جو وفات تک آپ کے پاس رہیں۔

علمائے راسخین کے دور کے بعد ادھر عرصہ سے یہ صورت حال دیکھنے میں آرہی ہے کہ اعاظم رجال جب دنیا سے اٹھ جاتے ہیں تو ان کے پیچھے "مرثیہ خوانی" کرنے والے، یا "زندہ باد" کہنے والے ہی رہ جاتے ہیں، لیکن ان کا کوئی جانشیں سامنے نہیں آتا، بقول شخصے: "یوں محسوس ہوتا ہے با صلاحیت افراد کے لحاظ سے دنیا بانجھ ہو رہی ہے" حضرت شیخ الحدیث کی وفات سے مذہبی اور علمی حلقوں میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے خصوصاً جماعت اہل حدیث ہند کے لئے وہ بڑا بھیانک ہے۔ مرحوم جماعت کا وقار اور اعتبار تھے، جسے آپ کی وفات سے سخت صدمہ پہونچا ہے۔

فما کان قیس هلکه هلک واحد ولکنه بنیان قوم تهدما

بہرحال ممدوح حضرت شیخ الحدیث جسم و جان کے اعتبار سے ہماری اس آب و گل کی دنیا میں نہیں رہے۔ لیکن یہ ایک امر یک گونہ باعث اطمینان ہے کہ ان کی گراں قدر تصانیف اور فتاوے کی صورت میں ان کی یادگار ہمارے پاس موجود و محفوظ ہے جو انشاء اللہ تا ابد باقی رہے گی اور لوگ رہتی دنیا تک اس سے استفادہ کرتے اور رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔

کسے کہ محرم باد صبا است می داند :. کہ باوجود خزاں بوئے یاسمن باقی ست

اب رنج و الم میں ڈوبے ہوئے سوگوار دل کے جذبات پر قابو پاتے ہوئے اس دعا کے ساتھ قلم کی باگ کھینچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم

(بقیہ صفحہ پر)

محدث مبارکپوری رحؒ حیات و کردار

(ادارہ)

نام و نسب ابوالحسن عبیداللہ بن علامہ محمد عبدالسلام خان محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحؒ

سن پیدائش اور وطن آپ ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کے ضلع اعظم گڈھ کے ایک معروف قصبے مبارکپور میں ۱۰ محرم ۱۳۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت آپ نے اردو فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ عربیہ مئو اعظم گڈھ میں حاصل کیں۔ اس زمانے میں آپ کے والد علامہ عبدالسلام صاحب رحؒ مدرسہ عالیہ عربیہ کے صدر مدرس تھے اور جب آپ کے والد مدرسہ سراج العلوم بونڈیہار ضلع گونڈہ اترپردیش میں مدرس ہوئے تھے تو آپ بھی ان کے ساتھ گئے اور انہیں سے نحو وصرف ادب وفقہ اور منطق و ہندسہ، کافیہ، شرح ملا جامی، شرح الوقایہ، مشکوٰۃ المصابیح، شرح تہذیب اور قطبی، دیوان المتنبی، پڑھی اور پھر اپنے والد کے ساتھ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں تشریف لائے اور یہاں ماہرین علوم وفنون سے استفادہ کیا اور علامہ محدث احمداللہ پرتاب گڈھی شاگرد رشید سید نذیر حسین محدث دہلوی و شیخ حسین بن محسن انصاری الخزرجی سے صحیحین مع موطا امام مالک رحؒ پڑھی۔ اور انہوں نے آپ کو روایت حدیث کی اجازت سے نوازا جو کہ اب بھی محفوظ ہے۔ آپ نے اسی درسگاہ میں علامہ شیخ یحییٰ کانپوری سے علوم عقلیہ، منطق وفلسفہ اور علم ہیئت وکلام اور فقہ واصول فقہ میں استفادہ کیا اور شرح ہدایۃ الحکمت، شمس بازغہ،

شرح مسلم العلوم، قاضی مبارک، اور شرح عقائد نسفی اور شرح مواقف و شرح چغمینی، شرح المطالعہ، مسلم الثبوت، توضیح تلویح، ہدایہ اور تفسیر بیضاوی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اور شیخ الحافظ عبدالرحمان نگرنہسوی سے نورالانوار، تفسیر جلالین، جامع ترمذی، مقامات حریری و دیوان حماسہ میں کسب فیض کیا تفسیر شیخ ابوطاہر بہاری سے ہدیہ سعیدیہ سنن ابوداؤد پڑھی۔ اور علامہ شیخ عبدالغفور جیراجپوری سے مقدمہ ابن خلدون اور شمس بازغہ کے کچھ حصے پڑھے، اور علامہ عبدالوہاب آروی سے "صدرا"، اور شیخ محمد اسحاق آروی سے فوز الکبیر پڑھی اور علامہ حافظ محمد گوجرانوالہ پنجاب سے تفسیر بیضاوی کے کچھ حصص پڑھے۔ اور مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ سے ۱۳۴۴ھ میں عالمیت کی سند حاصل کی۔ اور تعطیل مدرسہ کے زمانے میں محدث مبارکپوری صاحب "تحفۃ الاحوذی" علامہ عبدالرحمان صاحب سے جامع ترمذی کے ابتدائی حصے اور شرح نخبہ و مقدمہ ابن الصلاح، اور فرائض میں "سراجی" کے معتد بہ حصے پڑھے اور محدث مبارکپوری نے آپ کو کتب حدیث کی روایت کی زبانی اجازت سے نوازا۔

تعلیم و تدریس چونکہ آپ تمام امتحانات میں ممتاز نمبروں سے پاس ہوتے رہے اس لئے دارالحدیث رحمانیہ کے سرپرست شیخ عطاء الرحمٰن صاحب نے فراغت کے بعد آپ کو دارالحدیث رحمانیہ میں تدریس کے منصب پر فائز کیا

تحفۃ الاحوذی کی تکمیل میں آپ کا حصہ چونکہ تحفۃ الاحوذی کی تکمیل سے پہلے محدث مبارکپوری نابینا ہو گئے اس لئے ان کی مدد کے لئے ایک ایسے عالم کی ضرورت پیش آئی جو حدیث کے علوم و فنون سے خاص لگاؤ رکھتا ہو۔ اور اس کے لئے محدث موصوف کی نظر انتخاب آپ

پر پڑی اور انہوں نے شیخ عطاء الرحمن صاحب سے اس کیلئے درخواست کی۔
اور آپ نے جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کے اخیر دو حصوں کی
تکمیل میں اپنے رفیق شیخ عبدالصمد مبارکپوری اور علامہ شیخ محمد لاہوری
پنجابی کے ساتھ بہترین مساعدت فرمائی اور ساتھ ہی ان سے صحاح ستہ
وغیرہ کے کچھ حصص بھی پڑھے اور بڑی جانفشانی سے علم حدیث میں آپ نے
بھرپور استفادہ کیا۔

دار الحدیث رحمانیہ میں دوبارہ آپ کی آمد اس اہم کام کی تکمیل کے بعد
شیخ عطاء الرحمن نے آپ کو پھر دار الحدیث رحمانیہ میں مدعو کیا اور کتب حدیث
خصوصیت سے جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور صحیحین و موطا امام مالکؒ
کی تدریس کے ساتھ ہی آپ کو افتاء کے منصب پر فائز کیا۔ اور آپ تقسیم
ہند ۱۹۴۷ء تک اپنی خدمات میں مشغول رہے۔ لیکن تقسیم کے ساتھ ہی
دار الحدیث رحمانیہ بند ہو گیا اور شیخ عطاء الرحمن صاحب کے صاحبزادے
شیخ عبدالوہاب رحمہا اللہ کراچی ہجرت کر گئے۔

آپ کی علمی خدمات و افتاء محدث ابوالحسن عبیداللہؒ مبارکپوری
دینی امور اور مسائل میں سند مانے جاتے تھے اس لئے کہ آپ کے بھی
فتاوے کتاب و سنت سے مدلل ہوا کرتے تھے۔ اور آپ اس سلسلے
میں کسی کی سرزنش کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کے بہت
سے فتاوے مجلہ "محدث" اور "مصباح" میں اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔

مرعاۃ المفاتیح کی تالیف آپ نے ۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ھ سے حافظ
محمد زکریا لائلپوری اور ان کے والد محمد باقر کی درخواست پر "مرعاۃ
المفاتیح" شرح مشکوٰۃ المصابیح کا آغاز کیا اور اپنی بیماری اور ضعف
کے باوجود اس کی تکمیل میں لگے رہے اور بعض دفعہ طویل علالت کیوجہ
سے اس کام میں بڑا توقف بھی ہوا لیکن آپ نے اس کی تکمیل کو نہیں چھوڑا

اندرانجر میں آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمن السلفی المدنی نے آپ کی مساعدت فرمائی۔ لیکن صد افسوس کہ یہ شرح کتاب البیوع تک لکھی جا چکی تھی جسے احادیث مشکوٰۃ کا انسائیکلو پیڈیا پایا جاتا ہے کہ یکایک ۵ر جنوری ۱۹۹۴ء مطابق ۲۲ر رجب ۱۴۱۴ھ بروز بدھ کو سویرے ۵ بج کر ۵۵ر منٹ پر آپ کی رحلت کی المناک خبر نے دنیائے اسلام کو سکتے میں ڈال دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اسی دن بعد نماز مغرب ان کے جسد خاکی کو سوگوار ہاتھوں سے رب العزت کی آغوش رحمت کے سپرد کر دیا گیا۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

محدث مبارکپوری اپنی اس اہم تصنیف کے ساتھ ہی روزانہ بہت سے اہم مسائل کے حل کا عظیم بوجھ بھی برداشت کرتے تھے اور بعض اہم مسائل میں انکے مطبوعہ اجزا بھی موجود ہیں۔ جیسے "بیان الشوعۃ فی بیان محل اذان الخطبہ" جو نہایت ہی مدلل اور اہم رسالہ ہے۔ ایسے انشورنش پر بھی ان کی ایک طویل بحث ہے۔

بیت اللہ کی زیارت اللہ رب العالمین نے آپ کو چار دفعہ بیت اللہ کی زیارت کی توفیق دی اور آپ نے پہلی دفعہ ۳۶۶ اھ مطابق ۱۹۴۷ء میں علامہ شیخ خلیل بن محمد حسین بن محسن انصاری کی رفاقت میں زیارت بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اور ملک عبدالعزیز برد اللہ مضجعہٗ سے ملے اور آپ کے اس وفد کا استقبال ملک عبدالعزیز اور ان کے نائب جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز۔ رحمہ اللہ نے کیا آپ نے اس سفر میں ریاض میں محمد بن عبداللطیف و محمد بن ابراہیم و عمر بن حسن سے ملاقات کی۔ اور طائف میں عبداللہ حسن آل شیخ سے اور مدینہ میں عبداللہ بن حزام وغیرہ مشائخ سے ملے۔ اور آپ نے پہلا عمرہ رمضان کے اخیر میں اور پھر مدینہ سے واپسی کے وقت شوال میں کیا۔ پھر آپ کو ۱۳۷۵ھ موافق ۱۹۵۶ء میں اور پھر ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں اللہ نے یہ شرف بخشا

(باقی ......)

یادوں کی خوشبو

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی عمری

۵ جنوری کا دن ہمارے لیے بڑا صبر آزما تھا، جب یہ اندوہ ناک اطلاع ملی کہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری کا ظل عاطفت ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ کچھ دیر کے لئے دل و دماغ ماؤف ہو کر رہ گئے۔ وہ ہستی جس کی صحت اور طول بقاء کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے، جس کا ذکر زبانوں پر "مدظلہ العالی" اور "حفظہ اللہ تعالیٰ" کے ساتھ آتا تھا، آج اس نام کو سن کر "رحمۃ اللہ علیہ" اور "غفر اللہ لہ" کہتے ہوئے دل دکھ رہا ہے۔

جب بھی ہمارے لیے کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا یا کسی مسئلے میں الجھن پیدا ہوتی تو ہم موصوف محترم کی طرف رجوع ہوتے اور اس علم کے سمندر سے اپنی تشنگی دور کرتے۔ ہمیں نہایت مدلل، مفصل اور تسلی بخش جواب موصول ہوتا۔ جب تک صحت ساتھ دے رہی تھی اپنے ہی قلم سے جواب تحریر فرمایا کرتے۔ کبھی کبھی تو جواب کافی طویل بھی ہوتا۔ حدیثیں راویوں کے نام اور پورے حوالوں کے ساتھ عربی میں لکھی جاتیں۔ کتب فقہ کی قدیم و جدید کتابوں کی کئی کئی سطریں مکمل حوالوں کے ساتھ درج ہوتیں۔

شیخ الحدیث مرحوم سے اگرچہ ایک ہی مرتبہ شرف ملاقات حاصل ہو سکا، لیکن وہ لمحات اس قدر یادگار رہے کہ آج بھی ان کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہے۔ غالباً مئی ۱۹۹۳ء کے دن تھے، مؤ جانا ہوا برادر مکرم مولانا فضل الرحمان اعظمی حفظہ اللہ سے ذکر کیا کہ شیخ الحدیث محترم سے ملاقات

کے لئے مبارکپور جانا چاہتا ہوں۔ تو موصوف بھی آمادہ ہو گئے۔ پروگرام دوسرے دن کا بنا۔ اگلی صبح سفر کی تیاری ہو رہی تھی کہ اچانک یہ مژدۂ جانفزا ملا۔ کہ شیخ الحدیث خود مئو پہنچ گئے ہیں اور مدرسہ فیض عام میں تشریف فرما ہیں گویا کنواں خود پانی کے پاس پہنچ گیا تھا، ممکن ہے یہ ناچیز کے سچے جذبے اور تڑپ کی کشش ہو۔ ہم دونوں فوراً مدرسہ فیض عام، شیخ کے فیض عام سے مستفیض ہونے کے لئے پہنچ گئے۔ شیخ نے جس محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ ہمیں گلے لگایا، اس محبت اور خلوص کی خوشبو دل ودماغ میں آج بھی تازہ ہے۔ ہم کافی دیر تک شیخ کے فیض صحبت سے مستفید ہوتے رہے اس دوران کتنے ہی علماء کرام اور نیاز مندان موصوف کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور بڑے ادب واحترام کے ساتھ آپ کے روبرو دو زانو ہو کر مختلف علمی مباحث اور دینی مسائل میں اپنے اشکالات پیش کرتے اور ان کے تشفی بخش جواب حاصل کرتے رہے۔ کسی نے عیدگاہ میں منبر کا مسئلہ چھیڑا کسی نے کفالت وحضانت کی بحث چھیڑی، کسی نے معمر لوگوں کے عقیقے کی بابت پوچھا، کسی نے لغوی اور نحوی وصرفی مسائل دریافت کیے، غرض مختلف موضوع زیر بحث آتے رہے اور ہر کسی کو بڑے اطمینان کے ساتھ مدلل جوابات سے نوازا جاتا رہا۔ اللہ اللہ کیا تبحر تھا، کس قدر وسیع مطالعہ تھا اور طبیعت میں کتنا استحضار تھا۔ اس کے باوجود طبیعت کی سادگی اور منکسر المزاجی بھی مثالی تھی۔ قلب میں توسع تھا، فکر میں گہرائی تھی، باتوں میں خلوص اور زبان اور دل میں شفقت واپنائیت کی وجہ سے آپ کی ایک ایک بات مخاطب کے دل میں گھر کر جاتی تھی۔ ناچیز اس بحرالعلوم کے استحضار قوت حافظہ اور وسیع ترین معلومات کا حیرت واستعجاب کے ساتھ مشاہدہ کر رہا تھا۔ ویسی عبقری زماں اور نابغۂ دوراں ہستیاں روز روز نہیں پیدا ہوا کرتیں۔

شیخ الحدیثؒ کا راقم کے خاندان سے بہت قریبی تعلق رہا ہے۔ غالباً ۱۹۷۰ء میں موصوف عمرآباد تشریف لائے تھے (بدقسمتی سے اس وقت بندہ یہاں موجود نہیں تھا، معلوم ہوا کہ ناچیز کو بار بار پوچھ رہے تھے اور ملاقات نہ ہونے پر اظہار افسوس کر رہے تھے۔ اس محرومی کا آج تک احساس باقی ہے) سنا کہ عمرآباد آتے ہی راقم کے والد مرحوم (مولانا محمد نعمان اعظمی علیہ الرحمۃ) کی قبر کا پتہ لگا کر پہنچ گئے اور قبر کے پاس بہت دیر تک با دیدۂ نم دعائے مغفرت میں مصروف رہے۔

شیخ الحدیثؒ کی ذات تاریخ اسلامی کا ایک اہم باب تھی، آپ کی حیات وخدمات پر ایک مستقل تاریخ مرتب ہونی چاہیئے، آپ کی شخصیت صرف ہندوستانی مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے ایک قیمتی سرمایہ تھی، آپ کی وفات بہت بڑا دینی وملی سانحہ ہے۔

مسجد عمرآباد میں جمعہ بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور مسجد جامعہ دارالسلام میں تعزیتی اجلاس ہوا، جس میں بزرگ اساتذۂ کرام نے شیخؒ کی روشن حیات وتابندہ خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کیا ـــــــ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی وملی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے آپ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام آپ کو مرحمت فرمائے۔ ساتھ ہی ساتھ جملہ متعلقین وپس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا کرے اور اپنے خصوصی فضل سے جماعت اور ملت کی اس خلاء کو پر فرمائے۔ (آمین)

(بقیہ ص۵۳ کا)

اور موصوف نے آخری حج ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۹۷۱ء میں کیا جو حج بدل کے طور پر ہوا۔

اللہ سبحانہٗ آپ کے ان نیک اعمال کو قبول فرمائے اور ان کی لغزشوں کو درگذر فرمائے اور ان کے کاموں کی تکمیل کی سبیل پیدا کر دے۔

شیخ الحدیث

حضرت مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ کی وفات

مختار احمد ندوی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

"وقعت الواقعہ" ہونے والی بات آخر ہو کر رہی۔ اور ہندوستان میں علم حدیث کا آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری ۵ر جنوری ۱۹۹۴ء صبح ۱۰ بجے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے اور اپنے پیچھے برصغیر ہند و پاک کی پوری جماعت اہل حدیث اور بے شمار معتقدین کو روتا بلکتا چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلاشبہ امت اسلامیہ نے پچھلے چند سالوں میں بڑے بڑے اساطین علم و فضل کی رحلت کا غم سہا ہے لیکن حضرت شیخ صاحب مدظلہ کی وفات کا صدمہ بالکل جداگانہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک فرد میں ایک امت کو سمو دیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کی ایک بے مثال اور باکمال شخصیت تھے۔ وہ ایک محدث باپ (مولانا عبد السلام مبارکپوری) کے محدث بیٹے تھے، وہ ایک نامور محدث (مولانا عبد الرحمن مبارکپوری شارح ترمذی) کے نامور محدث شاگرد تھے، وہ اپنے پیچھے علم حدیث کے نامور فاضل فرزند مولانا عبد الرحمن اور ڈاکٹر عبد العزیز مبارکپوری کو علم حدیث کی مسند پر درس حدیث دیتے ہوئے چھوڑ گئے ہیں۔

مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ان کی وہ علمی یادگار ہے جس سے دنیا میں علم حدیث کا چراغ سدا روشن رہے گا، برصغیر ہند و پاک میں ان کے علم و فضل سے فیض پائے ہوئے لاکھوں موحد انسان آج

توحید و سنت کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کا اسم گرامی عبید اللہ مبارکپوری تھا، لیکن خدمت حدیث کا نور ان کے سراپا پر اس طرح چھا گیا تھا کہ لوگ ان کو صرف "شیخ الحدیث" کے نام سے پکارنے لگ گئے تھے۔ کتنے تو ادب و احترام سے ان کا نام لینا پسند نہیں کرتے تھے اور بے شمار لوگوں کو ان کا اصل نام معلوم ہی ہی نہیں تھا وہ انہیں صرف "شیخ الحدیث" ہی کے نام سے جانتے تھے۔

ان کی زندگی علم حدیث کے سائے میں پروان چڑھی تھی، حدیث ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، میں نے ۱۹۴۵ء میں مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں جب میں ایک مبتدی طالب علم تھا ان کو شیخ الحدیث کی حیثیت سے دیکھا تھا اور ۴ر جنوری ۱۹۹۴ء کی صبح تک انہیں شیخ الحدیث ہی کی حیثیت سے دیکھتا رہا میری یہ نصف صدی کی زندگی ان کے دامن علم و رشد میں ان کے ایک طالبعلم کی طرح گذری اس پورے طویل عرصے میں وہ صاحب ورع محدث جلیل کی طرح دنیا کے لاکھوں انسانوں کے دماغ و دل پر چھائے رہے، ان کی ۸۷ سالہ زندگی حدیث نبوی کے روشن چراغ کی طرح دنیا کو سنت کا نور بخشتی رہی۔

ایک عظیم شیخ العلم ہونے کے باوجود نہ تو انہوں نے پیری مریدی کی دوکان کھولی، نہ گنڈے تعویذ تقسیم کئے، نہ تصوف کے سینہ بہ سینہ حاصل ہونے والے رموز و نکات لوگوں کو بتائے۔ نہ اپنی دستار فضیلت پھیلا کر مردوں اور عورتوں سے بیعت لی، نہ اپنے شیخ الحدیث ہونے کی لوگوں پر دھونس جمائی بلکہ دنیا شاہد ہے اور وہ لوگ بھی گواہ ہیں جو ان کو شیخ الحدیث کہتے وقت اپنے گلے میں خشکی محسوس کرتے تھے کہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث حقیقی معنوں میں شیخ الحدیث تھے۔ محدثین کرام کی سیرت پاک کا حقیقی نمونہ، سنت نبوی کے عملی پیکر، زہد و اتقاء کی ایک عملی مثال، سب میں محبوب سب کے دلوں سے قریب، متواضع مہمان نواز، مہمان نوازی

میں اپنے اصول کے اتنے سخت کہ اپنے شاگردوں کے سامنے خود جا کے بغلتے کنویں سے پانی بھرتے ان کی تواضع کرتے اور اپنے خادم اور عزیز شاگرد کو سامنے کرسی پر عزت سے بیٹھے رہنے پر مجبور کرتے، سنت کے ساتھ زندگی بھر ان کا یہی معمول تھا۔

روپئے پیسے میں انتہائی محتاط، لین دین میں بالکل کھرے، کسی کا ایک پیسہ بھی بھول چوک سے اپنے اوپر باقی رکھنا گوارا نہیں کرتے اور حساب و کتاب بالکل رکھتے۔ میں نے ان کے ساتھ پچاس سالہ رفاقت اور خدمت و زیارت کی زندگی میں کبھی انہیں مالی معاملات میں ڈھیلا ڈھالا اور لاپروا نہیں پایا، کسی سے ہدیہ لینے، نذرانہ قبول کرنے میں بڑی گرانی محسوس کرتے۔ میں نے ایک بار انہیں کشمیر سے ایک گرم چادر لا کر دی انہوں نے بہت پسند کی اور زندگی بھر استعمال کرتے دکھائی دیئے مجھ سے وہ چادر اس وقت تک نہیں لی جب تک کہ اس کی قیمت ادا نہیں کر دی۔

جب ان کی صحت بہت اچھی تھی اور وہ چل پھر رہے تھے تو اکثر دیکھا کہ بمبئی سے جب مبارکپور ان سے ملنے آتے تو وہ ہمیں سواری تک پہنچانے آتے اس وقت ہم لوگ دیکھتے کہ راستے پر غیر مسلم ان کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ جوڑ کر ان کو سلام کرتے اور مسلمانوں کے ہر طبقے کے لوگ ان کا سامنا ہونے پر مودب ہو جاتے۔

حضرت شیخ صاحب دبلے پتلے متوازی قد کے تھے لیکن اللہ نے اس مختصر سے انسان میں کوہ ہمالیہ جیسی علمی اور اخلاقی طاقت عطا فرمائی تھی وہ کروڑوں پر بھاری تھے، وہ اس موجودہ صدی میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، جماعت اہل حدیث کو ان پر فخر و ناز تھا، وہ جماعتی معاملات میں بڑے غیرت مند اور دردمند تھے جمعیۃ اہل حدیث ہند کے اتار چڑھاؤ سے بے حد متاثر ہوتے تھے۔ آخری وقت تک وہ جامعہ سلفیہ بنارس

کے صدر رہے ۔ اس عظیم جامعہ کے وہ حقیقی بانی اور سرپرست تھے ایک زمانے
میں جامعہ سلفیہ کے لئے حصول عطیات کی مہم پر حضرت مولانا عبدالوہاب
آروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالوحید صاحب ناظم رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی صدیق
صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ دورہ کرتے ہوئے بمبئی تشریف لائے اور
ہم سب کو ان کی خدمت اور میزبانی کی سعادت ملی پھر پورے ملک
کا انہوں نے دورہ کیا۔

ہندو پاک کی جماعت اہل حدیث کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں وہ
نہایت خلوص اور دلی لگاؤ کے ساتھ دلچسپی لیتے تھے ۔

بے شک حضرت شیخ صاحب علیہ الرحمہ اللہ کے مقبول بندے تھے اللہ
نے اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی سچی محبت عطا کی تھی ان کی وفات
پر ہزاروں آنکھوں سے آنسو بہے لاکھوں عقیدت مندوں اور وابستگان
نے آپ کے حق میں عفو و مغفرت کی دعائیں کیں اللہ انہیں کروٹ کروٹ
جنت نصیب کرے ۔ (آمین)

بقیہ ص ۳۳ کا

طرف ہم مسلم معاشرے کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھیں تو فی الواقع ہمیں ایک
عجیب فرحت افزا سماں نظر آتا ہے ۔ ہر کوئی خیر اور بھلائی میں سبقت کرنا چاہتا ہے کون ہے
جو یہ نہیں چاہتا کہ اس ماہ میں کم از کم ہر طرح برائی سے بچیں اور زیادہ سے زیادہ
نیک عمل کریں ۔ کیا بوڑھا ، کیا جوان ، کیا مرد ، کیا عورت ہر کوئی ، نماز ، روزہ ، ذکر و
اذکار اور خیر کے کاموں میں مشغول ہوتا ہے ۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری
زندگی نیکیوں کی اس بہار کے موسم میں روحانیت کا پیکر نظر آنے لگی ہے ۔ اللہ ہم تمام
مسلمانان عالم کو اس ماہ کی صحیح قدر کی توفیق عطا کرے اور ہماری سونی و مردہ
زندگی میں روحانیت کی بہار سے ہمیں دونوں جہاں کی کامرانی سے نوازے ۔ (آمین)

وما کان قیس هلکه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

مولانا عزیز الحق عمری علیگ

دنیا میں کسی کی پیدائش یا موت کوئی نئی چیز نہیں ہے روزانہ ہزاروں افراد پیدا ہوتے اور اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور کسی فرد کی پیدائش یا موت پر جو تاثرات ہوتے ہیں وہ بھی مختلف نہیں ہوتے ہاں ایسا ضرور ہوتا ہے کہ کسی فرد کی موت دنیا کے ایک بڑے حصے پر اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے اور جب دنیا سے جاتا ہے تو بے شمار افراد کو بے تاب و بے قرار کر جاتا ہے اور یہ چیز اس کے کار ناموں اور اسکی خدمات پر موقوف ہوتی ہے ۵/جنوری ۹۴ کو سرزمین مبارکپور میں محدث عصر علامہ ابوالحسن عبید اللہ رحمانی مبارکپوری کی رحلت کا جو حادثہ پیش آیا وہ ایسے ہی حوادث میں شمار ہوتا ہے نے پورے عالم اسلام اور دنیائے حدیث کو بے تاب کر کے رکھ دیا۔ إنا للہ وإنا الیہ راجعون ہ

محدث مبارکپوری کی رحلت کی خبر سنتے ہی ۵/جنوری ۹۴ء/۶ بجے سویرے سنتے ہی پورا عالم اسلام غم میں ڈوب گیا اور اتر پردیش کے سوا ہر صوبے سے جو بھی معتقدین ان کے جنازے میں حاضر ہو سکتے تھے مبارک پور تک پہنچے اور بعد نماز مغرب ان کے جسد خاکی کو رب العالمین کے سپرد کر دیا۔ غفر اللہ لہ ونور

مرقدہٗ دور جدید میں کسی بھی شخص کو محدث عصر یا امام دوراں کا لقب دیدینا کوئی بڑی بات نہیں بلکہ اسے تاثر نگاری کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کا فضل ہے کہ میں جس شخصیت پر اپنے تاثرات لکھ رہا ہوں بہت کچھ لکھ کر بھی ان کے کمالات کی عکاسی سے قاصر ہی رہ جاؤں گا۔ اسلئے میرے ہاں غلو کا کوئی شائبہ بھی ممکن نہیں محدث عصر علامہ عبید اللہ صاحب رحمانی اپنی زرخیر سرزمین۔ مبارکپور میں پیدا ہوئے، جس نے تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کی صورت میں دنیائے علم حدیث سے داد تحسین حاصل کی ہے اور جسے دنیائے اسلام میں ترمذی کی ایک بےمثال شرح کا رتبہ حاصل ہے۔ علامہ عبید اللہ صاحب مبارکپوری اسی یگانۂ روزگار محدث کے پروردہ اور ساختہ و پرداختہ تھے اور تحفۃ الاحوذی کے اخیر حصص میں انھوں نے بھی اپنے استاذ علامہ عبد الرحمن صاحب محدث مبارکپوری کا ہاتھ بٹایا تھا اور اور استاذ کا یہ فیض تربیت تھا کہ آپ نے بھی اپنے اخیر دور میں مشکوٰۃ المصابیح کی شرح مرعاۃ المفاتیح کا آغاز کر دیا اور بڑی جانفشانی سے دنیائے حدیث میں ایک گوہر نایاب کا اضافہ فرما رہے تھے کہ وقت موعود آپہنچا اور آپ اس کی تکمیل نہ کرسکے پھر بھی آپ نے جو کچھ لکھا ہے اسے ہمیشہ دنیائے اسلام میں سند کا درجہ حاصل رہے گا محدث عصر علامہ رحمانی رح کی خدمات حدیث اور اسکی قدر و قیمت پر کچھ لکھنے کے لئے صدہا صفحات کی ضرورت ہے اسلئے یہ کام اہل قلم کے سپرد کرتے ہوئے میں ان کے کچھ اعمال و کردار پر چند سطور لکھنے پر اکتفا کرونگا۔

محدث رحمانی رح ۱۳۲۷ھ میں اپنے وطن میں پیدا ہوئے اور انھوں نے

اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ عربیہ مئو میں حاصل۔ اس زمانہ میں آپ کے والد مولانا عبدالسلام صاحب مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس تھے محمد علی ابوالقاسم قدسی کے ہاں خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے رہتے تھے اور اپنے ہم عصر بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے مولانا نعمان صاحب کی کئی بچیاں جن میں ڈاکٹر عبدالعلی صاحب اور حافظ مقتدی احسن صاحب ازہری کی والدہ اور ان کے لڑکے مولانا عبدالسبحان صاحب اعظمی عمری وغیرہ تھے انھیں کے ساتھ مل کر رہتے تھے اور جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کچھ زیادہ چنچل تھے اسلئے کبھی کبھی مولوی نعمان صاحب کو آپ کو ڈانٹنا پڑتا تھا۔ لیکن کچھ زمانہ کے بعد جب آپ کے والد کو مدرسہ عالیہ چھوڑنا پڑا تو انھیں کے ساتھ آپ بھی مئو سے چلے گئے۔ لیکن آپ کا یہ تعلق مولوی نعمان صاحب کے خاندان سے اخیر تک برقرار رہا اور جب بھی مئو آتے تو ضرور یہاں آتے تھے اور کوئی مبارکپور جاتا تو اس سے ان کی خیریت دریافت کرتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے والد عبدالحمید مرحوم کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ اور جب ڈاکٹر صاحب کی والدہ صفیہ بنت مولوی نعمان رح کی وفات ہوئی تو ضعف کی وجہ سے نماز جنازہ میں حاضر نہیں ہو سکے لیکن اپنے شدید غم اور کرب کا اظہار فرمایا۔ میں نے آپ کی ابتدائی تعلیم اور آل نعمان کے ساتھ ان کے اس تعلق کے سلسلے میں یہ چند سطور اسلئے لکھی ہیں کہ یہ اندازہ کیا جا سکے کہ وہ چنچل عبیداللہ محدث عصر اور دنیائے اسلام کا ایک ممتاز عالم ہونے کے باوجود اپنے ساتھیوں کو نہیں بھول سکا اور ان کے درد و غم میں برابر شریک رہا جس سے آپ کی سیرت و کردار کی

بہترین عکاسی ہوتی ہے۔ یقیناً محدث کا لقب بہتوں نے حاصل کیا لیکن
وہ سیرت وکردار اور تقوی ودینداری جو ایک محدث کی شان ہوتی
ہے اس کا نمونہ شاذونادر ہی مل پاتا ہے محدث رحمانی کی یہ وہ نمایاں
شان ہے جس کا اقرار ہر اس شخص نے کیا جو ایک بار بھی ان سے
ملاقات کی سعادت حاصل کر سکا۔ جب شیخ ہادی المدخلی ان
سے ملے تو بے ساختہ فرمایا کہ گویا اس دور میں آپ ایک صحابی
ہیں ایسے ہی محترم ضیاالحسن صاحب پروفیسر امیرالدولہ کالج
لکھنؤ ایک بار ان سے ملے تو ان کی خاکساری اور مہمان نوازی
کو دیکھ کر فرمایا کہ ان کے اندر تقویٰ ہے اور نہ جانے ایسے کتنے تاثرا
ہونگے جو ممکن ہیں رشحات قلم بن سکیں۔ میں یہاں اس سلسلے کا
ایک واقعہ لکھنا چاہونگا کہ جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ ڈاکٹر عبدالعلی کی
والدہ صفیہ بنت مولانا نعمان سے مئو میں رہائش کے دوران سے
آپ سے لگاؤ تھا اور وہ بھی ماشاء اللہ نہایت دیندار خاتون تھیں
اور جب کبھی آپ ان کے ہاں تشریف لاتے تو مختلف مسائل پر
تبادلہ خیال کرتیں اور یہ بہت پیر یعنی بڑھاپے کا واقعہ ہے کہ ایک
بار جب آپ مئو تشریف لائے اور ان سے ملنے گئے تو چادر اوڑھ کر
آپ کے روبرو ہو کر کچھ مسائل دریافت کرنے لگیں۔ آپ نے
انھیں فوراً ٹوک دیا اور فرمایا کہ آپ میری سگی بہن نہیں ہیں
اسلئے میرے سامنے نہ آئیں پردے ہی سے سوال کریں اس سے
بڑھ کر تقویٰ اور دینداری کا اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے
راقم کو محدث رحمانی سے ملنے کا اتفاق بہت کم ہوا لیکن میں نے
کچھ مسائل خصوصیت سے پردہ کا مسئلہ اور بعض دیگر سود وغیرہ
ان سے بذریعہ خط استفسارات کئے اور انھوں نے

کچھ کے جوابات دیئے اور کچھ کا جواب لکھنے کا وعدہ کیا اور یہ خبر پہنچائی کہ اس مسئلے میں میرا یعنی راقم کا خیال درست ہے لیکن عدم فرصت کی وجہ سے جواب نہیں لکھ سکے۔ پھر بھی میرے پاس شاید ان کے چند خطوط ممکن ہیں مل سکیں جن پر تفصیل سے آئندہ لکھوں گا۔ راقم کو ایک ہی بار آپ کے وطن میں جاکر ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور جب وہ سلام کے بعد چند مسائل دریافت کرنے پر بڑی تفصیل سے ہنس کر جواب دینے لگے اور اس ضمن میں اپنے سفر بیت اللہ کے کئی واقعات بیان کر گئے تو مجھے بڑی حیرت ہوئی اور اس انکسار و خوش خلقی کو دیکھ کر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے پہلے آپ سے استفادہ کیوں نہ کیا کیونکہ اس وقت وہ ضعف کی وجہ سے بلند آواز سے بات نہیں کر سکتے تھے اور میں بھی انھیں زیادہ زحمت نہیں دے سکتا تھا یہ چند سطور قلم برداشتہ لکھ دیئے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ اس پر اور تفصیل سے لکھنے کی کوشش کرونگا۔ غفر اللہ لہٗ (آمین)

بقیہ ص ۱ کا

اور ان کا دور صدارت۔ ہر خوبی کے تذکرے کے ساتھ ہر آدمی کو اس غیر معمولی خسارہ کا احساس بے چین کئے ہوئے تھا۔ پھر اسی احساس کا اظہار آنسوؤں کی شکل میں سامنے آجاتا۔

فما کان قیس هلکه هلك واحد

ولکنه بنیان قوم تهدما

تغمده الله بواسع رحمته واسکنه فسیح جناته واکرم مثواه

(بحوالہ جریدہ ترجمان)

نمونۂ سلف مخدوم محترم شیخ الحدیث

علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری

کا سفر آخرت

مولانا عبد الوہاب خلجی

۵ جنوری ۱۹۹۴ء کو بعد نماز فجر ابھی معمولات سے فراغت بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک مدیر جریدہ محترم سلیمان صابر صاحب نے آواز دی۔ خلاف معمول اور غیر متوقع اس آواز کو سن کر میں ٹھٹھکا، چونکا اور سہما۔ دل نے کہا کہ پتھر رکھ کر غیر معمولی خبر سننے کے لئے تیار ہو جاؤ ـــــــ میں ذہنی پراگندگی کو جھٹک کر باہر آیا ـــــــ سلام کیا تو دیکھا سلیمان صاحب افسردہ چہرہ لئے کھڑے تھے اور مغموم لب ولہجہ میں بولے بھئی د وہ مولانا عبدالجبار کا فون آیا تھا کہ بنارس اور مبارکپور سے خبر آئی ہے مولانا عبیداللہ صاحب کا چھ بجے انتقال ہو گیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

آخر تقدیر نے اپنا فیصلہ سنا ہی دیا۔ شیخ الحدیث رخصت ہو گئے، سب کے شیخ چل بسے؟ اب ہم کسے شیخ کہیں گے۔ ایسا لگا کہ جماعت یتیم ہو گئی۔ ایک دبدبہ تھا، رعب تھا، عظمت تھی وقار تھا۔ جو ختم ہوا۔ شیخ الحدیث کی ذات گرامی سب کے لئے ایسی تھی۔ جیسے استاذ سر پر ڈنڈا لئے کھڑا ہو اور شاگرد کو کسی حرکت کی ہمت نہ ہو۔ یا اس طرح جانیں کہ شاگرد کو یہ احساس ہو کہ اگر کمی ہوئی کوئی تو اپنے استاد سے معلوم کر لوں گا۔ فقہ حدیث ہو یا حدیث مصطفیٰ کی تحقیق کوئی مسئلہ سامنے آئے یا کسی فتوی کی ضرورت، ہر صغیر و کبیر شیخ الحدیث کی جانب رجوع کی امید سے کر مطمئن ہو جاتا۔ آہ! آج وہ مرجع الخلائق رخصت ہوا۔ میں پرنم اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔ تو اہلیہ بھی مسئلہ کی سنگینی سمجھ چکی تھی۔ اور زبان زد تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسکول کی تیاری میں مصروف میرے بچے بھی اس صورتحال سے گھبرا گئے۔ میں نے مختصر طور سے سمجھانے کے لئے بتلایا کہ بیٹا تمہارے بڑے نانا یا مولانا عبیداللہ طیب رحمانی کے استاد کا انتقال ہوگیا۔ اتنے میں ایک اور آواز آئی۔ جو خازن جمعیت حافظ نورالٰہی اور حافظ شکیل احمد میرٹھی کی تھی۔ دونوں حضرات کا میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہتے ہوئے استقبال کیا اور ہم مزید صورتحال کی معلومات کے لئے اہل حدیث منزل کی جانب روانہ ہوئے۔ جہاں دہلی، جھنڈا نگر، بریلی، کشمیر بمبئی، راجستھان اور ہریانہ، میوات کے مہمانوں کے علاوہ مولانا دیندار خاں، مولانا رضاء اللہ عبدالکریم، حاجی محمد عمر ریچھا، مولانا عبدالمنان سلفی، مولانا عبدالخالق ندوی اور مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری وغیرہم مغموم ومحزون تھے۔ جمعیت کے کارکن مولانا عبدالجبار سلفی نے بتلایا کہ وہ دہلی میں تقریباً تمام جگہ اہم شخصیات کو فون کے ذریعہ اس دلفگار خبر سے مطلع کرچکے ہیں، حافظ محمد زکی باڑی، حافظ نورالٰہی، مولانا عبدالحمید رحمانی، مولانا عبدالرشید ازہری، ڈاکٹر عبدالودود ظہر دہلوی، حافظ محمد یحییٰ شوت والے اور حاجی مقبول الٰہی سے ان کی بات ہوچکی ہے۔ ہم اس احساس کے ساتھ کہ بعد نماز ظہر تدفین عمل میں آجائے گی۔ اور ہم لوگوں کی حاضری مشکل ہے اور یہ محرومی تاحیات رہے گی کہ آخری دیدار بھی نہ ہوسکے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ مولوی عبدالجبار سلفی کی اس خبر نے کہ نماز جنازہ بعد مغرب ادا کی جائے گی۔ اور پھر تدفین ہوگی نے جنازہ میں شرکت کی سعادت کی ایک موہوم امید پیدا کردی۔

اہل حدیث منزل پہونچتے ہی سب سے پہلے میں نے قائد جماعت محترم حضرت مولانا مختار احمد ندوی حفظہ اللہ سے فون پر رابطہ قائم کیا موصوف اس خبر سے پہلے ہی بے چین اور مضطرب تھے۔ کبیدہ خاطری کے ساتھ خبر سنی اور سنائی گئی موصوف تدفین کے وقت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے۔

میں نے امیر محترم کو جب بتلایا تو انہوں نے فوراً ہدایت دی کہ آپ فوراً مبارکپور روانہ ہوجائیں اور میں بھی شام تک مبارکپور پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگرچہ

بنارس یا لکھنؤ کی فلائیٹس یا بذریعہ دہلی بنارس کے لئے آج کوئی سبیل نہیں۔ باوجود اس کے کہ میں رات ہی واپس لوٹ رہا ہوں پھر بھی بھرپور کوشش کروں گا۔ باقی اللہ مالک ہے۔ موصوف نے مزید ہدایت دی کہ آج کے دن مرکزی دفتر میں چھٹی رکھی جائے۔

عجلت میں ہم نے بنارس، مدراس، مالیرکوٹلہ، مالیگاؤں، میرٹھ، راجستھان، بنگلور کلکتہ اور برطانیہ، پاکستان، نیپال بذریعہ فون اطلاع کی کوشش کی۔ ایئر لائن کے آفس فون کیا تو معلوم ہوا کہ دس بجکر بیس منٹ پر بنارس کے لئے فلائٹ ہے۔ اور ایک فلائٹ نو بجکر چالیس منٹ پر ہے اس وقت پونے نو بجے تھے۔ اسی اثناء ایک مختصر سی پریس ریلیز تیار کر کے ریڈیو، ٹی وی، یو این آئی، پی ٹی آئی اور بذریعہ فیکس بڑے بڑے شہروں کے اہم اخبارات کو بھجوائی۔ اہل حدیث منزل میں خبر کی تصدیق کے لئے ایک جان فون پر فون آرہے تھے تو دوسری جانب مغموم ومحزون افسردہ دل لوگوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ میں اور رفیق محترم برادر مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری جو اتفاق سے دہلی ہی میں تھے ایک خواب پریشاں کی طرح سوئے منزل روانہ ہوئے۔ مولانا عبدالجبار سلفی پہلے ہی برائے ضروری اجراءات کے لئے ہوائی اڈہ جاچکے تھے۔ دس بجے ہم بھی وہاں پہونچ گئے۔ تو اس خبر نے ہمیں مزید پریشان کر دیا کہ جہاز ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہے اور سیٹ بھی کنفرم نہیں۔ میں ایئر پورٹ منیجر سے ملا۔ اس نے کافی امید دلائی۔ کچھ ہی دیر بعد محترم مولانا عبدالحمید رحمانی صاحب بھی تشریف لے آئے معلوم ہوا کہ موصوف گرامی کا بھی مبارکپور کا ارادہ ہے تھوڑی بھاگ دوڑ اور کوشش سے ہمیں سیٹیں مل گئیں اور اطمینان کا سانس لیا۔

ہم ڈیڑھ بجے کے قریب بنارس پہونچے۔ جامعہ سلفیہ بنارس فون کرکے معلوم ہوا کہ کنفرم اطلاع نہ ملنے کے باعث گاڑی کا انتظام نہ ہوسکا۔ واپس لوٹے تو رحمانی صاحب بھی نکل چکے تھے۔

ایئر پورٹ سے ایک گاڑی لی اور تقریباً دو بجے ہم منزل کی جانب روانہ ہوئے دل تھا کہ بے چین، مضطرب، انجانے خدشات۔ کہیں دیر نہ ہو جائے، خراب نہ ہو

جائے، ڈرائیور غلط نہ ہو۔ ہم ڈرائیور کو ترغیب و ترہیب اور تفہیم و تلقین کرتے دوڑ لے رہے بنارس سے کوئی تیس کلومیٹر دور نکلے ہوں گے۔ کہ آگے پیچھے کچھ گاڑیاں، کچھ ویگنیں کچھ ماروتی کاریں نظر آئیں جن میں کچھ سوار انجانے اور غیر انجانے کچھ اپنے کچھ پرائے ایسا لگ رہا تھا کہ بنارس۔ اعظم گڈھ شاہراہ پر ہر سواری کا رخ مبارک پور کی طرف ہے۔ سوگوار چہرے مغموم صورتیں کسی عظیم حادثہ کی عکاسی کررہی تھیں۔ ایک گاڑی کے سوگوار چہرے جو غالباً ہم کو پہچان گئے تھے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے گذرے۔ کچھ صورتیں جلال پور اور بجرڈیہہ کے لوگوں کی تھیں کچھ لوگ ناآشنائی کے باوجود آشنا معلوم ہو رہے تھے۔

اسی دوران ایک برق رفتار کار آگے بڑھ کر رکی تو معلوم ہوا کہ برادر عزیز مولانا احسن جمیل سلفیؔ دیگر احباب کے ساتھ ہیں۔ دوسری گاڑی حاجی محمد صدیق صاحب کے ابناء کی تھی۔ بنارس کے احباب کی شکل و صورت میں مشابہت کیوجہ سے پہچاننا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ جوں جوں منزل قریب تر ہوتی جارہی تھی قافلے بھی بڑھتے جا رہے تھے۔ اعظم گڈھ کے قریب الحاج محمد سالم اپنے اعزہ کے ساتھ ایک ماروتی وین میں نظر آئے۔ شیخ احسن جمیل و گاڑی سے ہمارے راستہ کی رہنمائی آسان ہوگئی۔ قافلے پر قافلے سوئے منزل بڑھ رہے تھے۔ کہ اسی دوران مبارکپور سے قبل سڑک کے کنارے جامعہ سلفیہ بنارس کے ہر دلعزیز نوجوان ناظم اعلیٰ مولانا شاہد جنید سلفیؔ اپنے رفقائے سفر کے ساتھ شاید کسی کے منتظر تھے۔

شام کو پانچ بجکر دس منٹ پر ہم مبارکپور کی حدود میں داخل ہوئے تو ایسا لگا کہ ہم دہلی کے سب سے مزدحم علاقہ صدر بازار، چاوڑی، بازار میں ہیں کہ بھیڑ کے سبب راستہ نہیں مل پارہا تھا۔ پیدل راہ گیروں کا نہ ٹوٹنے والا سلسلہ پورہ رانی کی جانب جاری تھا۔ کناروں اور کھیتوں میں کاریں، ویگنیں، منی بسیں اور بڑی بسیں اس قدر تھیں جیسے دلی میں کسی سیاسی ریلی کا سماں ہو۔ دقتوں صعوبتوں اور شدید اژدحام کو کاٹتے ہم پورہ رانی پہونچے۔ ایک ہجوم تھا کہ سیلاب۔ ادپر نیچے دائیں بائیں دکانوں مکانوں اور چھتوں اور چبوتروں پر انسان ہی انسان تھے۔ جامع مسجد اہل حدیث کے

قریب میدان میں شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا جسد خاکی آخری دیدار کے لئے رکھا تھا۔ ہر خاص و عام قطار بستہ لائن میں ایک طرف سے آیا۔ اور اشکبار اور پرنم آنکھوں کے ساتھ دوسری جانب نکل جاتا۔ سلسلہ تھا کہ ختم نہ ہوتا۔ اذکروا محاسن موتاکم ہر زبان پر ذکر تھا۔ ہر آدمی تھا کہ ان کے زہد و تقویٰ، خلوص للہیت، عبادت و ریاضت اور صدق دل کی گواہی دے رہا تھا۔

مئو اور اعظم گڈھ کا ہر فرد وہاں جمع تھا، جامعہ فیض عام، دار الحدیث اثریہ، عالیہ مئو کے طلباء و اساتذہ علماء و اہل علم بھی، اہل تجارت اور محنت کش بھی۔ بنارس، مرزاپور جونپور، الہ آباد، لکھنؤ، فیض آباد، بستی، گونڈہ، سدھارتھنگر، کانپور، پٹنہ، مظفرپور اور دربھنگہ کونسی جگہ تھی جہاں سے اس عاشق حدیث مصطفیٰ چاہنے والے آتے نہ ہوں جو جہاں تھا وہیں سے نکل پڑا۔ جامعہ سلفیہ بنارس کے اساتذہ اور اسٹاف کے علاوہ طلباء کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید رحمانی، مولانا رئیس احمد ندوی، مولانا عزیز احمد ندوی، مولانا عبدالوہاب حجازی، مولانا محمد مستقیم سلفی، مولانا احسن جمیل، ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس، مفتی فیض الرحمن ثوری، مفتی حبیب الرحمن، مولانا عبدالحکیم، مولانا محفوظ الرحمن فیضی، مولانا جمیل احمد اثری، مولانا عبدالرشید خانجہانپوری، مولانا عبدالرحمان رحمانی برادر مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری، ڈاکٹر عبدالباری، مولانا ابوالعاص وحیدی، مولانا محمد ابراہیم رحمانی، مولانا زین العابدین (اٹوا) مولانا عبدالصبور رحمانی بالو، شمیم احمد ابن مولانا جھنڈانگری، مولانا خورشید عالم، ڈاکٹر عبدالحلیم سلفی (دربھنگہ) مولانا عبدالخالق سلفی، مولانا مختار احمد مدنی، مولانا عبدالرحیم امینی، مولانا عبدالسلام رحمانی، مولانا عبداللہ مدنی، مولانا عبدالحمید رحمانی جیسے اجلۂ علمائے کرام نے نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کی۔ نماز مغرب کے بعد آخری دیدار کرنے والوں کے ختم نہ ہونے والے سلسلہ کو ختم کرکے جنازہ اٹھایا گیا۔ اس قدر بھیڑ، ہجوم، اژدھام، ہر چہار جانب انسانی گردنیں اور سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ اب ہر آدمی جنازہ کو کندھا دینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کر رہا تھا۔

اس قدر انسانی ہجوم اور جنازہ میں شرکت۔ قدردانی تھی، علم کی عمل کی، تقوی کی طہارت کی، کس چیز نے کھینچا۔ جھنڈانگر سے، کسی محبت نے پکارا دربھنگہ سے، کون سے جذبات کھینچ لائے دہلی سے، کس عقیدت نے پکارا بستی وگونڈہ سے۔
گمنامی اور بے نفسی کی زندگی گذارنے والے انسان کے جنازہ میں تقریباً تیس ہزار افراد کی شرکت۔ اس بے نفسی کی مقبولیت کی دلیل نہیں تو اور کیا۔
عصر حاضر کے امام المحدثین علامہ محمد ناصر الدین البانی کے شاگرد رشید، مفتی عالم اسلام علامہ شیخ ابن باز کے تلمیذ عزیز شیخ الحدیث کے ابن الکریم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رکن مجلس عاملہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے نماز جنازہ پڑھائی۔
بعد ازاں پرنم آنکھوں، آبدیدہ نگاہوں، سسکیوں اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ ان کے ابنائے نے اپنے آبائی قبرستان آخری آرام گاہ میں اتار دیا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے بھی اس عمل میں حصہ داری اور مشارکت کا موقع ملا۔ اور اہل حدیثان کے جذبات کے ترجمانی اور ان کی نیابت کا بھی مجھے شرف ہوا۔ اب ہم یہی کہیں گے۔

علیك تحیة الرحمن تترى ❊ برحمات غواد رائحات
آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے ❊ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ہر شریک غم اور مغموم دل اپنے ذہن وفکر کے مطابق علامہ مبارکپوری کی خوبیوں کا تذکرہ کر رہا تھا۔ کہیں دار الحدیث رحمانیہ دہلی کی شیخوخیت حدیث کا تذکرہ کہیں ایک نکتہ والا مدرس کی خوبیوں کا ذکر تو کوئی مرعاۃ المفاتیح کے بحثوں میں مسائل کے استقصاء، استنباط اور ان کی افادیت کا مداح تو کوئی محدث دہلی کی ادارت کے دوران ان کے فکر و تدبر پہ نازاں۔ کوئی افتاء کے رموز اور علم کی گیرائی وگہرائی کی خوبیوں کو شمار کر رہا تھا تو کوئی ان کے اعتدال و توازن کی مثالیں پیش کر رہا تھا کسی کی زبان پر ان کی تواضع وانکساری کی مثالیں تھیں۔ تو کوئی ان کی مہمان نوازی کی مدح سرا۔ طلباء اپنے ساتھ حسن سلوک کا تذکرہ کر رہے تھے تو شاگرد ان کی شفقتوں پر نازاں رہے جمعیت اہل حدیث کے پلیٹ فارم سے ان کی سعی اور جامعہ سلفیہ کے لئے ان کی جدوجہد

(بقیہ ص ۱۴۵ پر)

اندھیرا بڑھ گیا

شیخ حفیظ الرحمن الاعظمی

۶ جنوری جمعرات کی صبح مدرسہ گیا تو استاذ محترم مولانا خلیل الرحمن صاحب اعظمی عمری کو اداس دیکھا اداسی کا سبب جاننے قریب گیا تو آپ نے شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی کی وفات حسرت آیات کی خبر کیا تھی ایک بجلی تھی جو دل پر گری۔ لمثل ھذا یذوب القلب من کمد، موت کا سایہ ہر ذی روح پر مسلط ہے اور عوامی نقطۂ نظر سے جس کی عمر جس قدر زیادہ ہوتی ہے وہ موت سے قریب تر ہوتا جاتا ہے اور ذہن اس کی وفات کی خبر سننے کیلئے کسی قدر آمادہ رہتا ہے لیکن کارگاہ ہستی میں کچھ ایسی پاک اور برگزیدہ ہستیاں بھی ہوتی ہیں کہ وہ اپنے کارناموں اور خدمات سے اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچانے میں مصروف ہوتے ہیں اور ہم اس درجہ مستفید ہوتے ہیں منہمک رہتے ہیں کہ ان کی وفات کے بارے میں سوچنا بھی بھول جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسوں کی وفات کی خبر سن کر دل دیوانہ ہو جاتا ہے اور آدمی ہوش و حواس کھو دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پُرملال کی اطلاع پاکر حضرت عمر فاروق پر شاید ایسی ہی کیفیت طاری ہوئی تھی جس نے آپ کی زبان حقیقت شناس سے بھی عجیب و غریب جملے کہلوائے۔ اس بیخودی پر قابو رکھنے کے لئے اسلامی تعلیم یہ ہے کہ دل کو دکھی ہونے اور آنکھوں کو اشکبار ہونے سے نہیں روکا گیا مگر زبان پر قید لگا دی گئی کہ وہی آدمی کہا جائے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔

حضرت شیخ الحدیث کی ذات گرامی علمی اور دینی حیثیت ہی سے نہیں طہارت وتقویٰ زہد وورع، انابت وخشیت، صدق وصفا، علم وتواضع، عجز وانکساری، محبت ومروت، ایثار وخدمت، صلح صفائی اورسادگی میں سلف صالح کی ایک یادگار اور زندہ تصویر تھی، ریا ونمود عزت وشہرت، دولت وثروت، ہنگامہ خیزی اور محاذ آرائی سے اپنے آپ کو اس پر آشوب اور پرفتن دور میں بچاکر خاموشی علمی خدمت میں مصروف رہنا آپ کی للہیت بے لوثی اور بے نفسی کی سب سے بڑی اور زندہ شہادت ہے. جماعت اہل حدیث کیلئے آپ کا وجود ایک اجالا تھا اور یہ اہل حدیث عالم کے لئے ایک نمونہ اور مثال تھی آپ کی حیات مستعار اور آپ کی وفات سے علمی اور اسلامی دنیا کا جو خسارہ ہوا، دیر سویر اس کی تلافی ممکن ہے ہو جائے مگر ہماری جماعت کا جو نقصان ہوا وہ ناقابل تلافی ہے (اللہ کرے میرا یہ احساس غلط ہو)

اب کہاں سے آئیگی زمین پر ایسی پاک نفس اور فرشتہ صفت ہستیاں کہ جن کے علم میں سمندر کی گہرائی ہو، کردار میں آسمان کی بلندی ہو نقش پا جن سے زمین کی بستی ہو سانسوں میں پھولوں کی طرح مہک ہو اور خیالات میں چاند ستاروں کی چمک ہو۔ ع:۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

بقیہ ص۴۳ کا

اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۱۴) مؤلف مشکوۃ نے جن احادیث کو اختصار سے روایت کیا ہے محدث رحمانی رح نے انہیں تمام ذکر کر دیا ہے۔

ان کے سوا مرعاۃ المفاتیح کی ایسی اور بھی خصوصیات ہیں جن کا ادراک تدبر کامل اور امعان نظر سے کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کیلئے اسے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

چشم پرنم

ہمارے حقیقی دوست، طالب علمی کے دوست، بچپن کے عزیز دوست مولانا فیض اللہ فیضی ترکلوا بھنگا نواں، مہراج گنج حیات مستعار کی ۲۸ منزلوں کو طے کر کے سعودی عرب میں مورخہ ۸ ر اکتوبر ۱۹۹۳ء کو ایک کار حادثہ کے شکار ہو کر ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا فیضی مرحوم بڑے خوش طبیعت، متحمل مزاج، ملنسار، حق گو، بیباک اور ایک نوجوان عالم تھے۔ آپ صغر سنی ہی سے اپنی والدہ ماجدہ اور خاندان ہی میں نہیں بلکہ پورے گاؤں اور علاقہ میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مولانا فیضی مرحوم بسیار انتظار کے بعد کفن میں ملبوس ایک مقفل بکس میں سوئے ہوئے ٹھیک پونے دو ماہ کے بعد ۳ ر جنوری ۱۹۹۴ء کو وارثین کے آغوش میں پہونچے اور دوسرے دن ۴ ر جنوری کو بعد نماز ظہر سپرد خاک کر دیئے گئے، اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشوں کو درگذر فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ (آمین) ع:-

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے۔

غمزدہ:- عبد الکریم فیضی مدرس ریاض العلوم السلفیہ۔ ترکلوا۔ مہراج گنج۔ (یو۔پی)

حضرت مولانا عبدالرحیم مجددی کا انتقال

اشکبار آنکھوں، لرزتے ہوئے ہاتھوں اور جذبات سے مغلوب دل کے ساتھ آپکو یہ جانکاہ خبر دی جارہی ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب مجددی اس دار فانی سے رحلت فرماچکے ہیں۔

گذشتہ ماہ اکتوبر میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس سے قبل مولانا سفر میں تشریف لے گئے تھے۔ دوران سفر ہی طبیعت خراب ہوگئی اور بمبئی ہاسپٹل میں داخل کیا گیا، ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد یہ تجویز کیا کہ دماغ میں خون جم گیا ہے اور فوری آپریشن ضروری ہے، آپریشن کیا گیا جس کے بعد طبیعت میں نسبتاً بہتری پیدا ہوئی لیکن بعد میں طبیعت دوبارہ نڈھال ہوگئی۔ قریباً پندرہ روز قبل شدید بخار آیا جو آخر میں دماغی بخار میں تبدیل ہوگیا۔ آخرکار ۲۳ رجب مطابق ۵ جنوری ۱۹۹۲ء کی شب میں ۹ بجکر ۱۵ منٹ پر بمبئی ہاسپٹل میں حضرت نے انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ (آمین) اور پسماندگان احباب اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولانا مرحوم کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ اسے پر کرے اور گرامی مولانا محمد فضل الرحیم مجددی ندوی کو ان کا نعم البدل بنائے۔ ادارہ "نوائے اسلام" اس سانحہ کو ملی سانحہ سمجھتا ہے اور اس کے پسماندگان کے اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

جہاں دی آئی پی اٹیچی کیس
اور سوٹ کیس
یاد رکھئے
V.I.P.
پہلے بازار گھوم کر اپنی تسلی
کریں پھر آپ مان جائینگے
سپر لیدر ایمپوریم کے ریٹ بھی کم ہیں اور
کوالٹی بھی بڑھیا ہے
سپر لیدر ایمپوریم
110006

طالبان علوم نبوت کو مژدہ جانفزا

شائقین علوم عربیہ و طالبان علوم دینیہ کو خوشخبری دی جارہی ہے کہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا، جو کہ ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے۔ اور جہاں تا ہنوز درجات پرائمری کے علاوہ عربی جماعت خامسہ تک کی تعلیم دی جارہی تھی۔ بحمداللہ تعالیٰ فی الحال شعبۂ حفظ اور عالمیت تک کی تعلیم کا مزید معقول انتظام اور بندوبست کرلیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے موجودہ اٹھارہ اساتذہ کرام کے علاوہ مزید ایک اور باصلاحیت مستند عالم دین اور ایک خوش الحان حافظ و قاری کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں۔

لہٰذا ملتحقین طلباء شوال سے قبل ہی ماہ رمضان میں اپنی اپنی درخواستیں ادارہ کو بھیج کر داخلہ فارم حاصل کریں اور ۱۰ شوال کو جامعہ پہنچ جائیں تاکہ علی الوقت داخلہ کیا جاسکے۔

واضح رہے کہ حفاظ کے ماہانہ تشجیعی وظائف کے ساتھ ساتھ شعبۂ عربی میں بھی ثانویہ و عالمیت کے طلباء کو خصوصی مراعات دی جائیں گی۔ اور انہیں سند ثانویہ اور عالمیت سے نوازا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

خط و کتابت کا پتہ:۔
محمد عمر سلفی (صدر مدرس)

جامعہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا، بدلپور، ضلع گونڈہ

المعہد الاسلامی السلفی پراسی نیپال

کے

اقامتی درسگاہ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں مطلوب ہیں

نیپال کی ترائی میں واقع درسگاہ المعہد الاسلامی ضلع نول پراسی کے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی دعوت و اصلاح کے لئے مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس درسگاہ کے قیام کا بنیادی مقصد یہاں کے ۹۹ فی فیصد جاہل اور پسماندہ مسلمانوں میں عصری تعلیم سے ہم آہنگ دینی تعلیم کو رواج دینا ہے درسگاہ کے لئے چار کمروں پر مشتمل ایک نئی عمارت زیر تعمیر ہے۔ جس کی فوری تکمیل کے لئے کوششیں جاری ہے۔

مسلم والدین وکارجین حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دینی و عصری تعلیم دلانے کے لئے معہد میں درخواستیں رمضان کے آخر تک بھیج دیں تاکہ ان کی درخواست پر مناسب کاروائی ہو سکے۔

سکریٹری دفتر
المعہد الاسلامی السلفی
گھوڑ پالی۔ پراسی۔ ضلع نول پراسی، نیپال۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دھلی کی اپیل

مجلس الدعوۃ اسلامیہ نے نہایت قلیل مدت میں اپنی شاندار کارکردگی کی وجہ سے جماعت اہل حدیث ہند کے افراد میں جو اعتماد اور عزت حاصل کرلیا ہے وہ اللہ کی رحمت خاص ہے ہم سب اللہ کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ مجلس کے عام خادمین اور اس کے معاونین کی فرمانیوں کو شرف مقبولیت بخشے اور ہم سب کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین)

مجلس الدعوۃ اسلامیہ کا اسٹاف اس وقت ۴۳ افراد پر مشتمل ہے جو ہند و نیپال میں متعدد ذمہ داریوں پر مامور ہیں۔ جس میں اساتذہ، مبلغین اور نوائے اسلام، مکتبہ نوائے اسلام اور مجلس الدعوۃ کے کارکنان اور اس کے ماتحت اداروں میں غیر تدریسی ملازمین ہیں ۸ ر مدارس جس میں ایک حفظ، دو جونیر ہائی اسکول (دینی درسگاہ عصری اسلوب میں) ایک اقامتی عربی درسگاہ اور چار پرائمری سطح کے ادارے ہیں۔ آٹھ لائبریری متعدد اہم مقامات پر قائم ہیں اور آٹھ ہی مقامات پر دعوت و تبلیغ کے سنٹر بھی قائم کئے گئے ہیں۔ اس اہم دینی ادارہ کا سالانہ بجٹ لاکھ روپے ہے، اس سال اسی کے بجٹ کا تخمینہ ۵۰ ر لاکھ سے زائد ہے۔

ہم اپنے تمام دینی بھائیوں سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس اہم دینی و خیراتی ادارہ کی بھرپور مالی سرپرستی فرمائیں کہ دین کے کام میں آپ کی خواہشوں کے مطابق خدمت کرسکیں۔ والسلام اپیل کنندگان

مولانا عطاء اللہ خان۔ سرپرست نوائے اسلام، عبدالواجد فیضی، عبدالعزیز سلفی افضل حسین ندوی اور دیگر اراکین مجلس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد نمبر ۔ ۱۱
شمارہ نمبر ۔ ۴

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دہلی الہند

سرپرست :۔ مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اپریل ۱۹۹۴ء مطابق شوال وذی قعدہ ۱۴۱۴ھ

مدیر :۔ عزیز عمر سلفی

نائب مدیر :۔ عبدالواحد فیضی　　معاون مدیر :۔ افضل ندوی

زر تعاون

سالانہ :۔ چالیس روپے
خصوصی :۔ ایک سو روپے سے زائد

پاکستان وبنگلہ دیش سے

سالانہ :۔ ایک سو روپے
بیرون ممالک سے ۲۰/ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

مینجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ ۔ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3266935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۴۶۴۱/۱ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶...۱۱۰ سے شائع کیا
کاتب ـــــــ عبدالرحمن محمد یوسف

آج ہم جو کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اس کا مقصد کسی کو نقصان پہونچانا یا کسی کا دل دکھانا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی تحقیر و تذلیل اور رسوائی مقصود ہے، غلط احساسات اور گندے خیالات اور بدگمانیوں وغلط فہمیوں سے ہم ہمیشہ اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور حق گوئی اور انصاف پسندی کی توفیق چاہتے ہیں۔ علماء حق کی مقدس جماعت اور خادمان دین حنیف سراپا قدر و منزلت کے حامل ہیں ہم دل کی گہرائیوں سے ان کی عزت و احترام کرتے ہیں، انہیں اندھیرے اور اجالے کا رہنما سمجھتے ہیں۔ ان کی قیادت و سیادت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور "دین حق" کے فروغ کیلئے ان کی عظیم قربانیوں کا اعتراف کرتے ہیں اور انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ علماء نما شیطانوں، دین کے رہزنوں، اور قوم وملت کے لٹیروں اور خود غرضوں کی مذموم حرکت کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے استحصال اور ان کے شر و فساد اور ان کے فکر و دجل سے بچنے کیلئے ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں۔

آج سے دس سال قبل یعنی اپریل ۱۹۸۴ء میں "نوائے اسلام" کا ماہ مئی کا پہلا شمارہ لے کر توسیع اشاعت اور ممبر سازی کے لئے جب بمبئی کا دورہ کیا تو لوگوں کے احساسات اور جذبات کو سمجھنے کا موقع ملا۔ جماعت اہل حدیث میں چونکہ اسلامی اور سنجیدہ و پاکیزہ لٹریچر پڑھنے کا ماحول بہت سرد ہے اس لئے مایوس ہونے کی بجائے کوششیں مزید تیز کرنی پڑیں۔ دو ماہ بعد جب رمضان المبارک سایہ فگن ہوا تو مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے اغراض ومقاصد کو لے کر ملک کے ایک تہائی حصہ کا دورہ کیا چونکہ یہ ادارہ کوئی مدرسہ نہیں تھا اس لئے اس پورے سفر

میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کو جو مالی تعاون حاصل ہوا وہ ہزاروں میں نہیں بلکہ صرف سیکڑوں ہی میں محدود تھا۔ عام حالات میں اس قسم کے واقعات بہت زیادہ حوصلہ شکن ہوتے ہیں جس کا ہمارے بعض احباب شکار بھی ہوئے مگر جو جتنا ہی زیادہ مشکلات کی بھٹی میں تپتا ہے اتنا ہی وہ سخت جاں بھی ہوتا ہے۔

ذاتی تجربہ کی بنیاد پر ادارہ کی مالی مساعدت کے لئے میں نے ماہ رمضان المبارک کا دورہ تقریباً بند کر دیا تھا صرف چند مقامات پر "نوائے اسلام" کی تجدید کا کام کر لیا کرتے تھے۔ البتہ شوال سے شعبان تک برابر مجلس اور نوائے اسلام کی سرگرمیوں میں مشغول رہتے تھے دھیرے دھیرے جب مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی کارکردگی کو مقبولیت حاصل ہونے لگی تو اس کی ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں آٹھ آٹھ مدارس کے علاوہ ۷ دعوتی مراکز اور ۸ دار المطالعات وغیرہ کے سالانہ مصارف لاکھوں روپے ہوگئے تو محسنین مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے رمضان المبارک میں دورہ کرنے کی ترغیب دی۔ چونکہ میرے پاس پہلے کا تجربہ تھا اس لئے میں نے اس کام میں بہت احتیاط برتا

بمبئی کو ایک طرف عروس البلاد ہونے کا شرف حاصل ہے تو دوسری طرف اسے ہندوستان کے اپنی تعلیمی اور رفاہی اداروں کا محسن و سرپرست ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے ملک کے کونے کونے سے ہزاروں مدارس کے نمائندے بڑی تعداد میں بمبئی پہونچتے ہیں اور زکوٰۃ وصدقات وعطیات وخیرات جمع کرتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمان چونکہ اکثریتی فرقہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑی اقلیت کہلوانے پر راضی ہو چکے ہیں لہٰذا ہر جگہ اقلیتوں جیسے سلوک سے نوازے جاتے ہیں اور اکثریتی فرقہ والی مرعات سے محروم کر دیئے گئے ہیں انکی ہر طرف اقتصادی اور معاشی ناکہ بندی کر دی گئی ہے نتیجتاً عوام وخواص کے علاوہ ان کے سواد اعظم تک متعدد راستوں سے گداگری کر کے پیٹ پالنے پر مجبور ہو گئے ہیں اس معاملہ میں جانب دارانہ رویہ اور ظالمانہ سلوک کرنے والی حکومت جتنا زیادہ مجرم ہے اس سے کہیں زیادہ مجرم وہ قوم اور اس کا سواد اعظم ہے جو اس کو بخوشی برداشت کر رہے ہیں اور

ایسے حالات کا مقابلہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ایک نئی صبح کا انتظار کر رہے ہیں

بمبئی میں ماہ مبارک کے دوران ہم نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے ہندوستانی مسلمانوں اور ان کے رہنما و قائدین حضرات کی سقاوت و بدبختی کا اندازہ ہوتا ہے۔ عوام اگر علماء کی قدر نہیں کر پا رہی ہے تو اس میں اُن کا اتنا قصور نہیں ہے جتنا علماء حضرات کے جھنڈ در جھنڈ گروہ کا۔ جن کی عبادتیں وریاضتیں، تقوی و پرہیز گاری سب بمبئی کی نگری میں خاکستر ہوتی دیکھی گئی ہیں۔

اسلام کی اخلاقی تعلیم اور غیر اسلامی اخلاقی تعلیم میں جو سب سے بڑا اور نمایاں فرق ہے وہ یہ کہ اسلام جائز مقصد کے حصول کیلئے صرف جائز طریقہ ہی اپنانے کی اجازت دیتا ہے جب کہ غیر اسلامی اخلاقی تعلیم میں جائز مقصد کیلئے ناجائز ذرائع بھی اپنائے جا سکتے ہیں، نجاست کو نجاست سے ہرگز پاک نہیں کیا جا سکتا ہے نجاست کو دُور کرنے کا یہ طریقہ جتنا غلط ہے اتنا ہی دینی خدمات کی انجام دہی کیلئے دینی تعلیم کے فروغ کے لئے دین اسلام کی خدمت اور اس کی بالادستی کے لئے کسی جائز چیز کو ناجائز راستہ سے اپنانا بھی غلط ہے، مدارس کے سفراء حضرات کا ایک جائز اور نیک مقصد کے حصول کیلئے جھوٹ کا سہارا لینا۔ ۱۰ روپے کی رسید کو ۱۰۰ روپے بنانا جہاں کا چندہ نہیں ہے وہاں مغالطہ سے یا جھوٹ بول کر چندہ حاصل کر لینا سب کا سب غلط ہے اسلام کی اخلاقی تعلیمات سے اس کا قطعی کوئی تعلق نہیں ہے ملک و بیرون ملک میں اس بے راہ روی کے ذمّہ دار امراء اور رؤسا اور زکوٰۃ کی رقم تقسیم کرنے والے اہل خیر حضرات بھی ہیں جو زکوٰۃ کی تقسیم غیر منصفانہ ڈھنگ سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے علماء سفراء کی بہت بڑی تعداد ایسا کرنا اپنی مجبوری سمجھنے لگتی ہے حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دین کے لئے ان کی جائز کوششیں ہی عند اللہ مقبول ہونگی۔ اور بس۔

رمضان المبارک کی عظمتوں اور برکتوں سے محرومی بہت بڑی بدنصیبی ہے جس کے

شکار متعدد علماء وسفراء حضرات ہوتے ہیں۔ نوافل وسنت تو درکنار فرائض وواجبات کی ادائیگی تک سے محروم ہوجاتے ہیں اور بسا اوقات اول فلول بکنے سے بھی احتراز نہیں کر پاتے ۔ یہ حادثہ صرف علماء کے لئے نہیں بلکہ پوری ملت کے لئے بہت بڑا المیہ ہے۔ جس پر ہمیں سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ صاحب نصاب حضرات میں بہت کم لوگ زکوٰۃ نکالتے ہیں اور جو نکالتے ہیں ان کے سامنے ایک محدود مصرف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ کے آٹھوں مصارف میں صرف مدارس اسلامیہ کو ہی مستحق سمجھتے ہیں، پڑوسی فاقہ کش ہے، مقروض ہے، نادار وناتواں ہے سخت ضرورت مند ہے مگر اس کی طرف نگاہیں نہیں جاتیں جبکہ اس میں اس کا حق ہے چہ جائیکہ دیگر مصارف پر عمل ہو۔

اگر آپ برصغیر کے مسلمانوں پر ایک نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ مسلم معاشرہ توازن سے کس قدر خالی ہے ایک طبقہ امیر ہے تو وہ خوب امیر ہے، اور ایک طبقہ غریب ہے تو وہ انتہائی غریب ہے امیری وغریبی کوئی معیوب چیز نہیں ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے، دولت اور سرمایہ کی وجہ سے نہ کوئی شخص خوش قسمت ہے اور نہ غربت وافلاس کی وجہ سے کوئی شخص بد قسمت، خوش قسمت وہ ہے جو اللہ کے فرامین کو بجالائے اور اس کے حکم کا احترام کرے اور بس ۔ اگر زکوٰۃ کے مصارف صحیح جگہ پر اور مناسب ڈھنگ سے ہوں تو بہر حال امیروں اور غریبوں کے درمیان جو خطرناک فاصلہ ہے وہ ختم ہوگا اور مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں توازن پیدا ہوگا۔

مدارس اسلامیہ میں تعلیم وتربیت کا چونکہ بڑی حد تک بحران ہے اس لئے وہاں سے جو کھیپ تیار ہوتی ہے وہ ملت پر بڑی حد تک بوجھ بنتی جارہی ہے چونکہ مدارس میں دینی ودنیاوی علوم کی تعلیم میں کوئی ہم آہنگی نہیں ہے اسلئے روزی روٹی کیلئے کافی حد تک مدارس کے قیام اور اس کی نظامت وغیرہ کا سہارا لیا جارہا ہے۔ اس سمت اگر فوری طور پر ہماری توجہ نہیں گئی تو علماء کا طبقہ اور مدارس کے ذمہ داران کو بہت بڑی ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا ویسے بھی فی الحال جو کچھ ہورہا ہے وہ شرمناک اور ناگفتہ بہ ہے!! ●●

نوائے قرآن

مولانا عزیز الحق عمری۔ ایم۔ اے علیگ

سورہ ملک مکی سورہ ہے جس میں کل ۳۰ آیتیں ہیں۔ اس سورہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجیۃ اور منجیہ بھی فرمایا ہے جسے پڑھنے سے عذاب قبر سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

اس سورہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا میں انسان کیوں پیدا ہوتا ہے اور پھر اسے موت کیوں آتی ہے، اس کے پیچھے کیا مقصد ہے اور اسی مقصد کو بیان کرنے کے لئے اللہ رب العالمین نے اپنی قدرت کاملہ کے ثبوت میں اس عالم کائنات سے متعدد شواہد پیش کئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم ٥

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ٥ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۖ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ٥ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ٥ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ٥

ترجمہ:۔ وہ ذات بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں ملک ہے۔ اوران ہر چیز پر دسترس رکھتی ہے۔ جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کا عمل زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔ جس نے تہ بتہ سات آسمان پیدا کئے۔ تم رحمٰن کے پیدا کرنے میں کوئی ناہمواری نہ پاؤگے، تو نگاہ لوٹاؤ، کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو، پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ، نگاہ تمہاری طرف بے بس ہوکر اور تھک کر واپس آجائے گی، اور ہم نے نزدیک کے آسمان کو ستاروں سے زینت دیا ہے۔ اور انہیں شیطانوں کو مارنے کا ذریعہ بنایا ہے اور ان کیلئے آگ عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر:۔ ان آیات میں سب سے پہلے اللہ سبحانہ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ پوری کائنات اسی کے تصرف میں ہے اور وہ جو کچھ چاہے اور جب چاہے کرسکتا ہے، موت اور حیات کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور اسی کے چاہنے سے ایک انسان عدم سے وجود میں آتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ حیات کی نعمت سے بیکار نہیں نوازتا بلکہ انسان کا وجود اس دنیا میں اس کی آزمائش اور امتحان کے لئے ہوتا ہے اور جیسے امتحان کے بعد امیدوار کو یا تو اکرام و انعام سے نوازا جاتا ہے یا پھر اسے اپنی ناکامیوں کی ذلت سے دوچار ہونا پڑتا ہے ایسے ہی اس دنیا میں جو بھی انسان پیدا ہوتا ہے وہ اسی لئے پیدا کیا جاتا ہے تاکہ اس کے اچھے، برے اعمال کے لحاظ سے اس کا انجام موت کے بعد اس کے سامنے آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ جیسے زبردست ہے۔ ایسے ہی جو بندہ اس سے بخشش چاہتا ہے اسے معاف بھی کردیتا ہے۔ لیکن بندے کو پہلے اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کا شعور بھی ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ سبحانہ نے اپنی قدرت کاملہ کے شواہد پیش کئے ہیں جو کہ پوری دنیائے انسان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا ایک عام انسان سے لے کر ایک بڑا سے بڑا دانشور اور سائنسداں بھی روزانہ مشاہدہ کرتا ہے اور وہ تہ بتہ سات آسمانوں کا یہ سامان ہے جس کے نیچے یہ پوری کائنات

بس رہی ہے جسے اس نے محض اپنی بے پایاں رحمت کیوجہ سے پیدا کیا ہے لیکن اس دور دراز اور طویل وکشادہ چھت میں نہ تو کوئی ناہمواری ہے اور نہ کوئی شگاف ہے چاہے انسان کی آنکھیں ہوں یا سائنس دانوں کی دوربین اب تک سبھی حیران ہیں کہ اتنا بڑا آسمان کیسے تیار ہوگیا اور پھر نہ اس میں کوئی شگاف ہے نہ زیر وبم، ایک ہموار اور برابر آسمان ہی دنیا کی ہر نگاہ دیکھتی ہے۔ اسی کے ساتھ اس میں وہ آسمان جو ہماری دنیا سے قریب تر ہے شب و روز چراغوں سے روشن رہتا ہے دن میں آفتاب عالمتاب پوری دنیا کو روشن رکھتا اور آکسیجن پہنچاتا ہے اور رات ہوتے ہی بے شمار خوشنما ستارے آنکھوں کو خیرہ کرنے لگتے ہیں اور ان میں سے کچھ ستارے ٹوٹتے دکھائی پڑتے ہیں۔ اس ہستی عالم الغیب نے یہاں یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ستارے آسمان کی شیطانوں سے حفاظت کا کام بھی کرتے ہیں جو شیاطین آسمانی رازوں کو حاصل کرنے کیلئے آسمان سے قریب جاتے ہیں ان پر میزائل بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ تو ان شیاطین کے لئے اس دنیا کی سزا ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی اور زبردست سزا یہ ہے کہ انہیں آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور ایسے ہی جو اس امتحان گاہ عالم میں اپنے نیک اعمال اور اپنے وجود کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں انہیں بھی اپنے اعمال کے لحاظ سے اپنے اچھے برے انجام کا سامنا کرنا ہے جس کا ذکر آئندہ آیتوں میں آرہا ہے۔

مزاح اور شگفتہ مزاجی

محمد انور السلفی اسرہوی

اگر کوئی آدمی ہر وقت اپنے منہ کو بسورے رہے غم والم اور مصائب و متاعب کے اثرات سے اپنے خوبصورت اور حسین چہرے کو داغدار بنائے رہے تو عقلاً اور نقلاً دونوں ہی اعتبار سے یہ ناخوشگوار عادت میں سے شمار کئے جائیں گے ایسے لوگ جو اپنے لبوں پر تبسم کو جگہ نہیں دیتے ہونٹوں پر ہنسی کی دنیا آباد نہیں کرتے تو اپنے زعم کے مطابق بذات خود وہ انسان کتنا ہی بڑا متقی اور پرہیزگار کیوں نہ کہلاتا ہو لیکن عوام الناس کے سامنے ایسے اشخاص کی شخصیت غیر دلچسپ بن کر رہ جاتی ہے اور اس کے وجود سے وجود انسانیت بدظن ہو کر متنفر ہو جاتی ہے ۔ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نفسیات انسانی کے عظیم مربی تھے آپ نے مزاح میں بھی متانت کا پہلو ہمیشہ ملحوظ رکھا ، آپ قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے بلکہ آپ کی ہنسی ہمیشہ تبسم تک ہی محدود رہتی تھی لیکن آپ کا تبسم دور جدید کا تبسم نہ تھا کہ محض دانتوں ہی کو ظاہر کر دیا جائے بلکہ آپ کے ایک تبسم سے سیکڑوں اشخاص کے دلوں کے غنچے کھل اٹھتے تھے سیکڑوں زخموں پر مرہم لگ جاتا تھا زندگی کے کسی مرحلے میں آپ نے ترشروئی کو پسند نہیں فرمایا آپ ہر شخص کی نفسیات کا جائزہ لیتے اور پھر اپنا کلام پیش کرتے تاکہ مخاطب کا غم و غصہ دور ہو اور ان پر فرح وسرور کی صبح مبارک کی کرن نمودار ہو کر ان کے قلب و جگر کو منور کر دے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ایک طرف صحابہ کرام کی محفلوں میں تقریریں کیں اور خطبوں سے بزم کو رقت آمیز کیا اور پرسوز نصیحتوں سے آنسوؤں اور سسکیوں کا سماں باندھ دیا جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے "قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فوعظنا موعظة بلیغة وجلت منھا

القلوب وذرفت منها العیون ۔ یعنی ہم لوگوں کے درمیان ایک مرتبہ اللہ کے رسول وعظ فرمانے کیلئے کھڑے ہوئے تو ایسا فصیح و بلیغ وعظ فرمایا کہ لوگوں کے دل لرز گئے اور آنکھیں اشک بار ہوگئیں، دوسری طرف آپ نے اپنی خوش مزاجی اور خوش طبعی سے مجلسوں کو گل گلزار بنا دیا، نیز آپ مزاح بھی کرتے تو لوگوں کے دلوں سے غموں کو دور اور خوشی کی لہر دوڑانے کیلئے ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ بھی مخاطب پر کوئی حقیقت ذہن نشین فرما دیتے۔ درج ذیل میں کچھ واقعات ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضعیفہ اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول دعا کر دیجئے کہ میں جنت میں جاؤں آپ نے فرمایا کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائیگی بڑھیا کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور پھر حیرانی و پریشانی کے بحر بیکراں میں اپنے آپ کو بے سہارا پاتے ہوئے واپس جانے لگی تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورتیں نہیں جائینگی بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں جوان کر کے داخل فرمائے گا پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ انا انشاناھن انشاءً فجعلناھن ابکارا ہ عربا اترابا (واقعہ ۳۳) ہم انہیں نئے سرے سے پیدا کریں گے، انہیں باکرہ بنائیں گے اپنے شوہروں کو چاہنے والیاں اور عمر میں ہم سن، یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی مومن وموحد کو جنت میں داخل کرے گا تو جوانی کی عمر میں تاکہ مسلمان جنت میں داخل ہوکر جنت کی نعمتوں سے مکمل طور پر محظوظ ہو سکے، لیکن آپ نے اس بوڑھی عورت کو حد درجہ پریشانی میں بھی نہ ڈالا بلکہ اس کی پریشانی پر مطلع ہوتے ہی فرمایا بوڑھی ماں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے جنت میں بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں جوان ہوکر داخل ہوں گی وہاں بڑھاپے کا کوئی نام ونشان نہ ہوگا۔

(۲) لطیف ترین اور صداقت پر مبنی مزاح کی ایک درخشاں مثال اس طرح ہے ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے رسولؐ سے ایک صدقہ کا اونٹ طلب کیا تاکہ اس پر اپنا سامان لاد کر اپنے وطن کے لئے روانہ ہو سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں اس پر اس

آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اونٹنی کا بچہ لیکر میں کیا کروں گا تو آپ نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے اس واقعہ سے اللہ کے رسول کا مقصد صرف یہ نہ تھا کہ لوگ خود بھی ہنسیں اور دوسروں کو ہنسائیں بلکہ یہ بھی مقصد تھا کہ اس آدمی کی ذہنی تربیت بھی ہو سکے اور عقل و دانائی کی یہ بات اس کے ذہن میں راسخ ہو جائے کہ اونٹ خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے اور کتنے ہی بوجھوں کو لادے پھرے پھر بھی وہ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

(۳) مزاح میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اس کے ذریعہ سے کسی کو تکلیف نہ ہو اور مزاح کرنے والے کے رفقا اور احباب کے دلوں میں اس کی محبت جڑ پکڑے ایک بار اللہ کے رسول کی مجلس میں کھجوریں کھائی جارہی تھیں آپ مزاح کے طور پر اپنی کھجوروں کی گٹھلیاں نکال کر حضرت علیؓ کے سامنے ڈالتے رہے، حضور نے مزاحًا فرمایا گٹھلیاں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ کھجوریں حضرت علیؓ نے کھائی ہیں۔ اب چونکہ حضرت علی بھی اللہ کے رسول کی آغوش تربیت کے پروردہ تھے حضرت علی نے بھی مزاح کا جواب مزاح ہی میں فرمادیا، دیکھنے والا یہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ میں نے گٹھلیاں چھوڑ دی ہیں اور جن کے سامنے گٹھلیاں نہیں ہیں شاید وہ گٹھلیوں سمیت کھجور کھا گئے ہیں۔ صحابہ کرام حضرت علی کے اس حاضر جوابی سے بے حد خوش ہوئے،

(۴) اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بھی ان کے دل بہلانے اور خوش کرنے کے لئے مزاح فرماتے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت حسینؓ نے سواری شتر کی خواہش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی تمہارا شتر (اونٹ) بننے کو تیار ہوں۔ اور پھر آپ نے حضرت حسین کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر گھر کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک لے گئے دریں اثناء حضرت حسین نے فرمایا کہ اونٹ کی تو مہار ہوتی ہے اور میرے اونٹ کی مہار تو کوئی بھی نہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گیسو حضرت حسین کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مہار ہے اسی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت حسینؓ سے فرمایا بھئی تمہیں سواری خوب ملی ہے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تعجب کی کیا بات ہے سوار بھی تو خوب ہیں۔

●

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول بھی مزاح کرتے تھے لیکن آپؐ کا مزاح بے فائدہ اور بے مقصد نہیں ہوا کرتا تھا بلکہ مزاح کے ذریعہ مخاطب کے دلوں سے غم و غصہ کو دور کرتے اس کے دل میں خوشی کی لہر دوڑا دیتے، اور کسی نہ کسی طور پر نصیحت کی باتوں کو اسمیں ظاہر کرتے۔

لیکن دور حاضر کے لوگوں کے مزاح میں مذکورہ اوصاف مفقود ہوتا ہے وہ اپنے مزاح سے اپنے آپ کو اور اہل محفل کو خوش کرنے کے لئے مخاطب کو بے وقوف بناتے ہوئے ان کی دل آزاری کرتے ہیں، ان کے مزاح میں کوئی بھی عقل وخرد یا شریعت کے اوامر و نواہی کی باتوں کا ذرہ برابر بھی شائبہ نہیں ہوا کرتا ہے، مزاح کرتے ہوئے عام طور پر لوگ ماضی کے واقعات پیش کرتے ہیں جن میں حقیقت آٹے میں نمک کے مانند ہوتی ہے اور بے سند، جھوٹی باتوں کا اس میں انبار رہتا ہے۔

مسلمانوں کو غلط قسم کے مزاح سے پرہیز کرنا چاہیئے یہی مزاح کبھی کبھی شدید نفرت اور غیظ و غضب کا باعث بنتا ہے مزاح وقت گذارنے، ٹائم پاس کرنے کے لئے نہیں ہونا چاہیئے اس سلسلہ میں بھی اسوہ محمدی کو ہمیشہ مشعل راہ بنانا چاہیئے۔ ●

چند اہم اور ضروری اعلانات

● نوائے اسلام میں برائے اشاعت اعلانات بھیجنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ وہ مدارس کی رپورٹ یا مدارس کا اعلان مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے واسطہ سے بھیجیں، مرکز کی توثیق کے بعد ہی اعلانات شائع کئے جاسکتے ہیں ● مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے تیار کردہ نصاب کی کتابیں متعین نہیں ہیں اپنے علاقہ اور قرب وجوار کے ماحول کی مناسبت سے کتابوں کا انتخاب کریں، نصابی کتابیں ابھی زیر ترتیب ہیں لہذا نصابی کتابوں کا آرڈر نہ بھیجیں صرف نصابی تعلیم کا خاکہ طلب کیا جاسکتا ہے۔

● دعوت واصلاح کے مراکز کے قیام کیلئے مجلس الدعوۃ کو جگہیں درکار ہیں اگر کہیں سینٹر چل رہا ہوگا تو اس سے تعاون اور ہم آہنگی کو ترجیح دی جائے گی۔ (ادارہ)

خودداری یا اپنی عزت

محمد فاروق اجمل

وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقون لا یعلمون (سورۂ منافقون)

خودداری ایک ایسی شریف صفت ہے جو بہت سی صفات حسنہ کا مجموعہ ہے۔ اسی کو عزت نفس کہتے ہیں۔ یعنی تم اپنی عزت آپ کرو۔ یہ خودداری تکبر کے علاوہ ہے خوددار اور تکبر میں زمین و آسمان کا فرق ہے خودداری اور تواضع ملنساری ایک محمود صفت ہے جس سے شریف انسان بنتا ہے اور تکبر اور خود پسندی اور خود بینی ایک مذموم صفت ہے متکبر اپنے سوا دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اور خوددار اپنے نفس کی عزت کرتا ہے۔ یعنی خود اپنے نفس کی حفاظت کرتا ہے اور دوسرے کی عزت کی حفاظت کرتا ہے کسی کو حقیر اور ذلیل نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اگر ہم خودداری کا تجزیہ کریں تو اس کی وسعت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ بلند نظری یا شجاعت۔ سخاوت رحم دلی، ہمدردی، دیانت داری، صبر و استقلال، عدالت، پرہیزگاری وغیرہ تمام صفات حسنہ خودداری میں شامل ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ صفات خودداری کی نشوونما کا باعث ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خودداری کو ایک تناور درخت تصور کر لیا جائے تو یہ صفات اسکے پھل، پھول، پتوں کی طرح نظر آتی ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنی طبیعت اور پسند کے مطابق ان کا گلدستہ تیار کرے۔ یا کسی پھول یا غنچۂ ناشگفتہ کو طرۃ بنا کر اپنی شان و شوکت میں اضافہ کرے لیکن اس عمل سے خودداری کے درخت کی قدر و قیمت میں کسی قسم کا نقصان واقع نہیں ہوتا بلکہ اس کی خوشبو

اور مہک دُور دُور تک پھیلتی ہے اور خود داری کا درخت بدستور اپنی جگہ پر اپنی صفات سمیت قائم رہتا ہے یہ خودداری زندگی کے ہر شعبے کیلئے ضروری ہے۔ اٹھنے، بیٹھنے کھانے، پینے، لینے، دینے، اوڑھنے، پہننے وغیرہ وغیرہ میں نہایت ضروری ہیں اگر یہ خودداری عزت نفس ہو تو صحیح معنوں میں انسان انسان نہیں۔ عزت اور وقار جاہ و حشمت خدا کی شان ہے۔ اس لئے اس کا نام عزیز ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ فان العزۃ للّٰہ جمیعا۔ ساری عزت اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کیلئے ہے عزت تو اللہ کیلئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کیلئے لیکن منافق نہیں جانتے۔

ایک شخص نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے عرض کی کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ میں غرور نہیں بلکہ خودداری عزت ہے یا (اسلام) وہ عزت ہے جس کے ساتھ ذلت نہیں اور وہ دولت جس کے ساتھ مفلسی نہیں۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین (منافقون)

ایک مسلمان صالحہ بی بی کے کپڑے پرانے تھے جو پوچھا کیا میں مسلمان نہیں یہ وہ عزت ہے جس کے ہوتے ہوئے ذلت نہیں۔ اور وہ دولت جس کے ساتھ افلاس نہیں شیخ ابوحفص سروری کہتے ہیں کہ خود داری (عزت) غرور سے الگ چیز ہے کیونکہ خودداری اپنی ذات کی حیثیت کو جاننے اور اس کی عزت کرنے کا نام ہے اور غرور اپنی ذات کی اصل حیثیت کو فراموش کر جانے اور اس کو اس کی جگہ سے اوپر لے جانے کو کہتے ہیں۔

فقر و فاقہ کی حالت یا حرص و طمع کے موقع پر انسان سے جو خودداری ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا نام شریعت کی اصطلاح میں تعفف اور استعفاف ہے اور شریعت میں وہ ایک قابل ستائش ہے اخلاقی وصف کے ساتھ متصف ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اصحاب صفہ کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل

اغنیاء من التعفف (بقرۃ ع۳۷) ترجمہ۔ (خیرات تو) ان حاجت مندوں کا حق جو اللہ کی راہ میں گھرے بیٹھے ہیں ملک میں کسی طرف کو جا نہیں سکتے بے خبر ان کی خودداری (کیوجہ) سے ان کو غنی سمجھتا ہے توان کو دیکھے توان کی صورت سے ان کو صاف پہچان جائے (کہ محتاج لوگ ہیں) وہ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔

اللہ تعالیٰ نے اصحاب صفہؓ کی خودداری کی یہ تعریف فرمائی جو رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ حضرت عمرؓ کی خودداری کا مشہور واقعہ جو مستدرک حاکم کتاب الایمان جلد اول صفحہ ۶۲ میں ہے کہ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ رومیوں سے بیت المقدس کی کنجی لینے کو شام جا رہے تھے جب شہر کے قریب پہنچے تو سپہ سالار اسلام حضرت ابو عبیدہ رضؓ کچھ مسلمانوں کو لے کر استقبال کو نکلے جب یہ جلوس ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں کچھ پانی تھا تو حضرت عمرؓ ناقہ سے اتر آئے پاؤں سے چرمی موزے نکال کر کندھے پر ڈال لئے اور ناقہ کی مہار پکڑ کر پانی میں گھسے اور اسی شان سے اسلام کا فرمانروا رومیوں کے مقدس شہر میں داخل ہونے کیلئے بڑھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضؓ نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ یہ کر رہے ہیں کہ موزے اتار کر آپ نے کندھے پر ڈال لئے ہیں اونٹنی کی نکیل آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو پانی میں لے چل رہے ہیں یہ وہ موقع ہے کہ سارا شہر آپ کو دیکھنے امڈ آیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے عبیدہؓ اگر تمہارے سوا کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اس کو سزا دے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عبرت بناتا ہم سب ذلیل قوم تھے تو اللہ تعالیٰ نے اسلام سے ہماری عزّت بڑھائی جو عزّت خدا نے ہمکو دی ہے اس کو چھوڑ کر کسی اور چیز کے ذریعہ ہم عزّت چاہیں گے۔ تو خدا ہمیں ذلیل کرے گا۔

حضرت عمرؓ کے اس واقعہ سے خودداری کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ یہ خودداری افعال رذیلہ کے ارتکاب سے روکتی ہے جب کوئی شخص اپنے معزز کی نگہداشت کرتا ہے تو اس میں بڑی بڑی محمود صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ آج ہمیں

ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے اندر خودداری پیدا کرکے ہر طرح کی مصیبتوں کو خوشی خوشی اور صبر کے ساتھ برداشت کریں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں کہ جب ہم ہر طرح کی صعوبتوں کو جھیلتے ہیں تو اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور آخرت میں عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو رحمٰن و رحیم ہے جب وہ دشمنوں پر مہربان ہے تو اپنے ماننے والوں پر اپنے وفاداروں پر اور اپنے رسولؐ کے امتیوں پر کیوں نہ مہربان ہوگا۔

آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ٹھوکر ہے۔ ایک تازیانہ ہے۔ ایک تنبیہ ہے تاکہ ہم سنبھل جائیں جیسے ایک دشمن اپنے دشمن کو مارتا ہے اور ایک باپ بھی اپنے بیٹے کو مارتا ہے مار کی نوعیت ایک ہی ہوتی ہے مگر مقصدیت میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک دشمن اپنے دشمن کو برباد کرنے اور ذلیل کرنے کیلئے مارتا ہے۔ مگر ایک باپ اپنے بیٹے کو بنانے اور سیدھے راستے پر لانے کے لئے مارتا ہے ایک دشمن جب اپنے دشمن کو مارتا ہے تو اس کے دل میں یہ جذبات ہوتے ہیں کہ اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔ مگر ایک باپ جب اپنے بیٹے کو سزا دیتا ہے نفرت اور غصّہ کے ساتھ نہیں گہری محبت کے ساتھ سزا دیتا ہے اپنے خطاوار بیٹے پر باپ کی شعلہ بار نگاہوں کا ایک گوشہ یہ خبر دیئے جاتا ہے کہ تجھ سے دشمنی نہیں ہے بلکہ تیرے قصور پر تیری ہی خاطر دل تڑپ رہا ہے۔ تو درست ہو جائے تو میرا سینہ تجھے چمٹا لینے کے لئے تیار ہے۔ بہرحال یہ حالات ہمارے لئے عذاب نہیں ہے بلکہ ہمیں سنبھالنے کے لئے ایک سزا کے طور پر ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں مصیبتوں سے دوچار کرکے ہمیں سیدھے راستے پر لگانا چاہتا ہے۔ سچ کہا ہے اکبرالٰہ آبادی نے ؎

مصیبت کا بھی اک مقصد ہے دنیائے حوادث میں ؛ کہ اک ٹھوکر لگے اور آدمی ہوشیار ہو جائے

اب اگر ٹھوکر لگنے کے باوجود کوئی نہ سنبھلے اور محتاط نہ بنے تو گویا اس کی بدقسمتی اپنی انتہا کو پہونچ گئی ہے۔

○
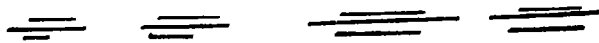
گناہ بے لذّت

معراج عالم محمد اتفاق

آج یورپ نے سائنسی میدان میں جو حیرت انگیز انکشافات و ایجادات پیش کئے ہیں اس سے پوری دنیا کا محوِ حیرت و استعجاب ہونا اور استفادہ کرنا کوئی غیر معروف حقیقت نہیں، دیگر قوموں اور ملتوں کے ساتھ مسلم قوم بھی دائرۂ اسلام سے ہٹ کر کچھ زیادہ ہی ان دلفریبیوں کا شکار ہے، جب کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آواز فطرت دین اسلام ہر قسم کی تعمیر و ترقی، عروج و ارتقاء، اور انکشاف و ایجاد کو نظر استحسان دیکھتا ہے، بشرطیکہ ان ایجادات سے متاثر ہو کر انسان انسانیت نہ کھو بیٹھے یا قوت بہیمہ کی ان پر حکومت نہ ہو جائے۔

ان ہی انکشافات و ایجادات میں سرفہرست "سینما" بلفظ دیگر "فلم" ہے۔ جو تعمیر انسانیت، ملک و قوم کی حفاظت، مذہب و ملت کی صیانت، الفت و محبت، اخوت و رافت اور باہمی ہمدردی و غمگساری کا درس دے، زیور اخلاق حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ کرے اور برے خصائل و عادات سے روکے تو بجا طور پر یہ کہنے کی جرأت و جسارت کی جا سکتی ہے کہ "سینما بینی" مفید ہی نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہے، لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، چنانچہ یہ نفس کی تربیت و تہذیب و شائستگی و آراستگی اور اصلاح و سدھار کے بجائے تخریب کاری، حرام کاری، آپسی نااتفاقی، اور باہمی چپقلش پہ برانگیختہ کرتا ہے اسی بنیاد پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ گناہ "گناہ بے لذت" ہے، خصوصاً بروقت جو فلمیں شائع کی جارہی ہیں ان میں تعمیر کے بجائے تخریب، اصلاح کے بجائے فساد، اتفاق کے

بجائے افتراق اور اتحاد کے بجائے انتشار کے درس دیئے جاتے ہیں، بینکوں اور دفتروں میں ڈاکہ زنی، محصنات کی عصمت دری، اعزاء کی آبروریزی، زناکاری، چوری چماری، لوٹ کھسوٹ اور قانون شکنی کے سبق سکھائے جاتے ہیں الغرض موجودہ فلموں میں ہر قسم کی بہیمانہ حرکتیں، مجرمانہ افعال اور انسانیت سوز کردار کا مظاہرہ ہوتا ہے جس کے برے اسباب ونتائج آئے دن رونما ہو رہے ہیں۔ جو ارباب بصیرت پر مخفی و پوشیدہ نہیں۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا مذکورہ ایجاد وانکشاف (سینما) سے متاثر زیادہ تر عمر شباب کو چھونے والے طلبہ (STUDANT) نظر آتے ہیں خواہ ان کا تعلق مدارس اسلامیہ سے ہو یا عصری درسگاہوں سے یہ لوگ اپنا قیمتی وقت اس گناہ بے لذت، کے پیچھے صرف کرتے ہیں۔ کاش ان قیمتی اوقات کو سینما بینی کے بجائے کتب بینی میں صرف کیا جاتا تو بلاشبہ تیرہ وتار مستقبل تابناک و روشن حال میں ڈھل سکتا ہے۔ فهذا اهم الله عزوجل هداية كاملة۔

قارئین کرام:۔ سینما یا فلم درحقیقت ضیاع وقت، اسراف وتبذیر اور کفران نعمت تینوں کے مجموعہ کا نام ہے اور ان تینوں کے بارے میں بروز حشر باز پرس ہوگی جیسا کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسئل عن عمره فيما افناه وعن علمه فيم فعل وعن ماله من اين اكتسبه وفيم انفقه وعن جسمه فيم ابلاه" رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح۔ اور خود قرآن ناطق ہے: ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم" (التکاثر) کہ بروز حشر ہر نعمت کے بارے میں باز پرسی ہوگی۔

قارئین ...... آیئے، سوچیں، سمجھیں اور غور کریں کہ کیا اللہ نے ہمیں عمر اسی لئے دی کہ عبادت وریاضت کے بجائے فحش گانوں اور عریاں تصویروں کے پیچھے صرف کریں، کیا یہ ضیاع وقت نہیں ہے؟ اللہ نے ہمیں مال اسی لئے دیا کہ ہم اس کا استعمال مکروہات وممنوعات کے مشاہدات میں صرف کریں، کیا یہ

اسراف وتبذیر اور فضول خرچی نہیں ہے؟ اللہ نے ہمیں سمع وبصر جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا تو اس کا حق یہی ہے کہ ہم اس کا استعمال وعظ ونصیحت سننے اور کھرے کھوٹے پرکھنے کے بجائے موسیقی اور گانوں کے پیچھے لگائیں اور خواہشات وشہوات کو برانگیختہ کرنے والی گندی وننگی تصاویر کو دیکھیں۔ مگر حیف صد کہ آج انسان سینما سے متاثر ہوکر منشیات کا عادی، فرائض وواجبات الٰہی سے بالکل غافل، منہیات وممنوعات کا دلدادہ اور خواہشات کا غلام بنا ہوا ہے۔

قارئین کرام:۔ حیف وافسوس کے لمحات اس وقت مزید سنگین ہو جاتے ہیں جب ہم مسلم قوم کی سربرآوردہ حضرات کو اپنی فیملی Family کے ساتھ فلم گاہوں کی طرف جاتے اور یہ کہتے ہوے سنتے ہیں کہ فلم ہی تفریح طبع اور اطمینان قلب کا حسین وسیلہ وذریعہ ہے۔ جبکہ صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سکون قلب کیلئے خانۂ خدا کی طرف تیز گام ہوتے تھے نص صریح " الابذکر اللہ تطمئن القلوب "۔ اس پر شاہد عدل ہے مسلم قوم کا یہ بھی عظیم لمحہ فکر یہ ہے خصوصًا نئی نسل کا کہ دین کی طرف سے عطا کردہ سال کے دو مقدس و پاکیزہ مسرت وانبساط یعنی عید الفطر وعید الاضحیٰ کے دن یہ لوگ خوشی کا اظہار فلمی دنیا کے ساتھ اپنے گہرے رشتہ کے ذریعہ کرتے ہیں، دین مخالف نظریات کے حاملین عالمی ذرائع ابلاغ کے مالکان کی طرف سے ایسے موقعوں پر خصوصی پروگراموں کا انعقاد بھی کوئی معمولی توجہ کے لائق نہیں، دور حاضر کی فساد انسانیت پر مبنی عروج وارتقاء کا عالم تو یہ ہے کہ اب فلم گاہوں تک جانے کے بجائے نام نہاد مہذب ٹی، وی (T.V.) اور ویڈیو (VIDEO) بلفظ دیگر فلمیں ہر ہر گھر میں اخلاق سوز ذریعہ کے طور پر موجود ہیں مسلم گھرانے خصوصًا اس مرض خبیث کے متحمل ہو کر اپنے نونہالوں کو آیات قرآنی کے پڑھنے کی طرف مائل کرنے کے بجائے صبح وشام فلمی گانوں اور اخلاق کش خصوصی سریلوں کی طرف مائل کرتے ہیں اور اسمیں کچھ ایسا محو ہو جاتے ہیں کہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی آوازیں بھی بے معنیٰ معلوم ہوتی ہیں۔

قلمی دنیا کی تباہ کاریوں پہ غائر مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ اس سے پیدا شدہ حالات کا ہم آئے دن اپنے سماج میں ملاحظہ کرتے ہیں۔ ناجائز عشق و محبت کے نت نئے طریقے، لباس و پوشاک کا تنوع، زیب و زینت کے غیر اخلاقی چیزوں کا استعمال مرد و زن کا بر سر عام اختلاط، بمباری و دھماکہ بازی، ڈاکہ زنی و آبرو ریزی، اونچ نیچ کا بھید بھاؤ اور نہ جانے اس قسم کے کتنے بے شمار النسانیت دشمن اعمال و افعال فلمی دنیا کے واسطے سے ہمارے سماج میں سرایت کر چکے ہیں۔ بلاشبہ ان کے مضرات و نقصانات بیش از بیش اہمیتوں کے حامل ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قائدین ملت، طالبان علوم اور قوم کے نوجوان دیگر باطل مذاہب کے حاملین کو اپنے مذہبی مطالعہ کی روشنی میں فلم کی حقیقت سے روشناس کرائیں تاکہ ملت اسلامیہ اور اس کے ساتھ پوری کائنات النسانی بداخلاقی و بدکرداری کے اتھاہ سمندر میں ہچکولے کھانے کے بجائے حقیقی طمانیت و سکون کے چمن کا سیر کر سکیں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہماری اصلاح فرمائے، قلب سلیم اور فکر صحیح جیسی نعمت عظمیٰ سے بہرور فرمائے تاکہ ہم مغرب کی ظاہر نفع بخش پر باطنی نقصان دہ حرکات و سکنات سے محفوظ رہ سکیں۔ (آمین ثم آمین) ●

بچوّں کی تربیت اور والدین کی ذمّہ داریاں

مولانا عزیز الحق عمری
ایم۔ اے علیگ

اسلام نے ہر ماں باپ کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نیک اور بہتر انسان بنائے اور اس کے لیے شادی سے پہلے ہی یہ حکم دیا ہے کہ شادی نیک اور دیندار عورت سے کرو تاکہ وہ بچوں کی بہترین تربیت کر سکے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ۔

تنکح المرأة الاربع۔ لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك ٥

یعنی عورت سے شادی چار وجہ سے کی جاتی ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اور اس کے خاندان کی وجہ سے، اور اس کے حسن کی وجہ سے، اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تو تم دین کی بنیاد پر اپنی رفیقہ حیات کا انتخاب کرو تو تم کامیاب رہو گے۔

ایسے ہی آپ نے شوہر کے انتخاب کی بنیاد دین ہی کو بنانے کا حکم دیا ہے، آپ کا ارشاد ہے۔ ان جاءكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه الا تفعلوا تكن فتنة فى الارض وفساد عريض

یعنی تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے دین اور سیرت کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کر دو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے زمین میں بڑا فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔

ایسے ہی نیک اولاد کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی بیوی کے پاس

جاؤ تو پہلے شیطان سے پناہ چاہو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لوان احدکم حین یاتی اھلہ یقول اللھم جنبنا الشیطن وجنب الشیطان ما رزقتنا (فولد بینھما ولد لم یضرہ الشیطان ابدا ..

یعنی کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے اور یہ دعا پڑھ لے۔
اللھم جنبنا الشیطٰن وجنب الشیطٰن ما رزقتنا
(اے اللہ شیطان کو ہم سے دور رکھ اور ہمیں جو اولاد دے اس سے شیطان کو دور رکھ۔)
تو ان دونوں سے اولاد پیدا ہو گی تو شیطان کبھی اسے کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔

بچے کی پیدائش کے بعد کے احکام

بچہ پیدا ہو اس کے سلسلے میں سنت نبوی کی پابندی ضروری ہے۔ جیسے اس کے کانوں میں اذان دینا اور اقامت کرنا اور پھر اس کا اچھا نام رکھنا اور اسے برکت کی دعا دینا اور ساتویں روز عقیقہ کرنا۔ اور اس کے سر کے بال صاف کرا دینا۔ ساتویں روز ایک بکری سے عقیقہ کرنا چاہیے۔
بہت سے مسلمان اس سنت کو چھوڑ کر جدید انداز سے رسومات ادا کر کے بچے کی پیدائش کا جشن مناتے ہیں جب کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:- کل غلام رھینۃ بعقیقتہ یذبح عنہ یوم سابعہ ویحلق راسہ ویسمی۔
یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ سے بندھا ہوتا ہے اس کی طرف سے ساتویں روز عقیقہ کیا جائے اور اس کے بال صاف کرا دیئے جائیں

اور اس کا نام رکھا جائے اور اگر بیٹا ہے تو اس کا ختنہ کرنا سنت ہے۔

فطری رضاعت بچے کو ماں کا دودھ پینے سے جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ کسی اور غذا سے نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة ٥

یعنی مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہتا ہو۔

تمام ڈاکٹروں کا اتفاق ہے ماں کا دودھ ہی بچے کی فطری غذا ہے جو اسے طاقتور اور ہوشیار بناتا ہے اور اسے دست وغیرہ کی بیماریوں سے بچاتا ہے۔ کیوں کہ اس میں بڑی مقدار میں پروٹین اور حیاتین وغیرہ متوازن مقدار میں موجود ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ماں کا دودھ پینے سے بچے اور ماں میں فطری محبت پیدا ہوتی ہے۔

بچے کو زبان سکھانا بچہ جب بولنے لگے تو سب سے پہلے اسے کلمۂ توحید سکھانا چاہیے۔ کیوں کہ یہ حدیث سے ثابت ہے کہ بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور فطرتاً توحید کا عقیدہ اپنے ساتھ لاتا ہے اس لیے یہ کلمہ اس کیلئے آسان ہوتا ہے اور اگر اسے اس کے ساتھ پرورش کا اچھا ماحول مل جائے وہ نیک اور بہترین مسلمان بن جاتا ہے۔ جس کے پائیدار عقیدہ توحید کو کوئی چیز زائل نہیں کرسکتی۔

لہٰذا جب بچہ بولنے لگے تو کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ سکھانے کے

ساتھ ہی اسے گانے اور بری سے بچانا چاہیے اور اسے بری
باتیں سننے کا موقعہ نہیں دینا چاہیے کیوں کہ ایک دفعہ بھی وہ بری بات
سیکھ جائیگا تو یہ ہمیشہ بڑے ہونے تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑے
گی۔ بلکہ اسے دین وایمان کی باتوں کی تعلیم دینی چاہیے اور اس میں
نماز وعبادات کا شوق پیدا کرنا چاہیے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

علموا اولادکم الصلوٰۃ اذا بلغوا سبعًا واضربوھم
علیھا اذا بلغوا عشرا وفرقوا بینھم فی المضاجع
یعنی بچے سات سال کے ہوں تو انھیں نماز سکھاؤ اور دس
سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ اور ان کا بستر الگ کردو۔
عموماً مسلمان ان ہدایات سے غافل رہتے ہیں اور خود ہی نماز
سے بے پرواہ رہتے ہیں پھر اپنی اولاد کو کیا نماز کی تعلیم دیں گے مسلمان
خود اپنی کرتوت سے اپنے کو اور اپنی اولاد کو تباہ کرتے ہیں اور بچے
والدین کی وجہ سے بے نمازی مسلمان بن جاتے ہیں۔

اولاد میں انصاف کا حکم

اپنے بچوں میں انصاف کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اعدلوا بین اولادکم فی البخل کما تحبون ان یعدلوا
بینکم فی البر واللطف - یعنی اپنی اولاد میں ایسے ہی کچھ دینے
میں برابری کرو جیسے تم یہ چاہتے ہو کہ سب تمہارے ساتھ یکساں
اور اچھا برتاؤ کریں۔
نعمان بن بشیر سے صحیحین کی روایت ہے کہ ان کے ابا انھیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا کہ میں نے اسے

ایک غلام دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ کیا ایسے ہی اپنی سب اولاد کو دیئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ واتقوا اللّٰہ واعدلوا فی اولادکم۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔

بچے کے سلسلے میں والدین کی ذمہ داری

(۱) بچوں کو جائز ناجائز کی تمیز کرائیں

۲ ان میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت پیدا کریں اور قرآن کی تلاوت اور نبی کی سنت پر عمل کرنے کا ذوق پیدا کریں۔

۳ انھیں توحید اور سیرت کی تعلیم دیں اور ان کے دل و ذہن میں عبادت اور تقوی کے نقوش ابھاریں۔ ان میں بھائی چارہ، محبت، رحم اور ہمت و شجاعت پیدا کریں۔

۴ انھیں چوری، بدزبانی، جھوٹ اور بے حیائی سے بچائیں۔

۵ اسلام کے خلاف رسومات و عادات اور زنانہ پن سے بچائیں۔

۶ بچیوں کو بے پردگی، بے حیائی سے بچائیں اور عفت و پاکبازی کی تعلیم دیں۔ اور غیروں کے ساتھ ملنے اور بات کرنے سے روکیں۔

۷ بچوں کو برے ساتھ سے بچائیں کیوں کہ اس کا اثر سب سے پہلے ہوتا ہے۔

۸ بچوں کو والدین، استاذ، رشتہ داروں اور بڑوں کا ادب کرنا سکھائیں چھوٹوں پر شفقت اور رحم کرنے کی تعلیم دیں۔

۹ بچوں کو بری اور فحش کتابوں اور رسائل کے پڑھنے سے روکیں اس کے ساتھ ہی اسی تمام چیزوں سے بچائیں جو ان کو برباد کر سکتی ہوں اور انھیں بے حیائی کی طرف لے جاتی ہوں۔

(جاری)

عورت اور اسلام

عبد اللہ یاسین السلفی

بنی نوع انسان کی نازک صنف اور لطیف جنس کا نام عورت ہے وہ مرد کی رفیقۂ حیات ہے اسلامی معاشرہ کی تعمیر و ترقی اصلاح و تشکیل میں مرد عورت دونوں شامل ہیں لیکن روئے زمین کے باشندے قدیم زمانے سے لیکر آج تک صنفِ نازک کے مقام و مرتبہ اور اس کے حقوق و فرائض کے تعین کے سلسلے میں افراط و تفریط کے بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہے ہیں ۔

وہی عورت جو آدمی کو جنم دیتی ہے تو ماں کہلاتی ہے، وہی عورت جو بھائی بہن کا پیار دیتی ہے وہی عورت جو کسی کے نکاح میں آتی ہے تو رفیقۂ حیات کہلاتی ہے. جو بیوی کی حیثیت سے زندگی کے ہر موڑ پر نشیب و فراز میں مرد کی رفیق وفا شعار مونس و غمگسار ہوتی ہے ۔ گویا عورت کی شخصیت گوناگوں خوبیوں اور متعدد حیثیتوں کی حامل ہے، ہر حیثیت میں وہ پیکر اخلاص وفا اور روح زندگی ہے ۔

لیکن قبل از بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں دنیا میں کفر و الحاد، شرک و بدعت ضلالت و جہالت کی گھنگھور گھٹا چھائی تھی. شراب نوشی، قمار بازی، قتل و خون ریزی، چوری، ڈکیتی، رہزنی عام تھی ۔ وہیں پر عورت کا وجود لوگوں کی نظروں میں شرم و خجالت گناہ کا باعث تھا. عورت کو منحوس شئی تصور کیا جاتا تھا اور اس کی ولادت باعثِ ننگ و عار تھی. یہی نہیں بلکہ عرب والے بھوک و افلاس ندامت و خجالت کی خوف سے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیتے تھے. بیٹا اپنے باپ کی بیوہ سے شادی کر لیتا نکاح و طلاق کا کوئی دستور نہ تھا کھلونے کی طرح جب چاہا کھیلا اور جب چاہا توڑ دیا ۔

قیامت تو یہ تھی کہ عورت وراثت سے بھی محروم تھی۔ ملک ہند میں عورتوں کی حالت اور درگت ناگفتہ بہ تھی اگر کسی عورت کا سہاگ اجڑ جاتا تو عورت کو اس کے شوہر کی چتا کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا جسے ستی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ہندو مذہب میں عورت وید کی تعلیم حاصل نہیں کرسکتی تھی گویا عورت کو اس قابل نہیں سمجھا جاتا تھا کہ وہ وید وغیرہ دھارمک اور مذہبی کتاب پڑھ سکے۔

جب ظلم حد سے گذر گیا تو بالآخر نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور دورِ جاہلیت کے طبقۂ نسواں سے متعلق تمام ترحیوانی رسومات کا قلع قمع کیا۔ عورتوں کو پستی سے نکال کر سماج میں بلندی کا مقام عطا کیا۔ اسلام کے آنے کے بعد ظلم و تشدد، ضلالت وجہالت کفر والحاد کی تاریکیاں کافور ہوگئیں۔ اسلام نے معاشرہ کے فکر ونظر میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ عورت معاشرہ کی ایک باعزت اور باامتیاز اور لائق صد احترام ہستی بن گئی۔ اسلام نے عورت کو صحیح اور جائز مقام عطا کیا اس کو اصلی مقام پر کھڑا کیا اور عزت بخشی حقوق عطا کئے اور معاشرہ میں قرار پائے۔ اسلام نے اسے تاریکی سے نکال کر اجالے میں زمین سے اٹھا کر تخت پر بٹھایا۔ کانٹوں سے نکال کر پھولوں پر لایا۔ شمع انجمن سے چراغ خانہ بنایا لونڈی سے آزادی دلا کر گھر کی ملکہ بنایا۔ سید المرسلین شافع کوثر صلی اللہ علیہ وسلم نے سیکڑوں کی تعداد میں خواتینِ اسلام کو زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا اور انہیں حصولِ تعلیم کا حق عطا کیا۔ آپ نے عالمِ شباب میں سب سے قبل ایک چالیس سالہ بیوہ عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی عقد مبارک میں جتنی بیویاں آئیں سب کی سب بیوہ تھیں۔ ایک زمانہ تھا کہ بیوہ عورت کے صرف دو ہی راستے تھے یا خود کو شوہر کی چتا میں جلا کر راکھ کردے یا یا تو بے چارگی بے بسی میں زندگی گذارے بیوہ کو دوسری شادی کی قطعی اجازت نہ تھی۔ اسلام نے آکر اس ظالمانہ وجاہلانہ رسم ورواج کا خاتمہ کیا۔ اور مرد عورت کے درمیان نکاح کو ایک معاہدہ قرار دیا۔ مرد عورت کو ایک دوسرے کا لباس

کہا۔ اسلام نے عورت کو ذلت و نکبت کے غار سے نکالا اور مرد کے دوش بدوش کھڑا کیا۔

اگر مذہب اسلام نہ آتا تو باپ بیٹی کی پیدائش پر خوشی اور اظہار مسرت نہ کرتا عورت دیوی دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھتی رہتی۔ اگر اسلام نہ آتا تو عورتوں کو زندہ دفن کیا جاتا لیکن اسلام آیا۔ اور اس کو گھر کی ملکہ بنایا اور بقول علامہ اقبال کے اس کو دنیا کی زینت بخشا۔ سہ وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ۔

عورت ہی کو سب سے پہلے وحی سننے کا شرف حاصل ہوا۔ عثمان غنی رضہ کو جس کی وجہ سے ذوالنورین کا لقب ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتیں مرد کا حصہ ہیں مرد عورت دونوں ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔

اسلام کی متعدلانہ ومنصفانہ موقف دیکھ کر بہت سے مغربی حق شناس مدبر ومفکر فلاسفر لکچرار بھی حق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ فرانس کا ایک اخبار مانیٹر لکھتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کی معاشرتی حالت میں عظیم الشان اصلاح کی اس نے عورتوں کو جو قانونی حقوق دیئے ہیں وہ فرانس میں دیئے گئے حقوق سے کہیں زیادہ ہیں۔

ہماری اسلامی ماؤں اور بہنوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی عزت وقار کو مجروح نہ کرتے ہوئے اسلامی زندگی کی شاہراہ پر چلنے کی ہر لمحہ کوشش کریں۔

لو مجاہد آ گئے میدان میں

رفیع اللہ مسعود عالم عزیزی

آتجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر سناں اوّل طاؤس ورباب آخر (اقبال)

اے سادہ لوح مسلمان بھائیو! نظریں اٹھا کر کے دیکھو، بار بار دیکھو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو تو دیکھو جو آپ نے آج سے چودہ سو سال قبل اپنی امت کی ناگفتہ بہ حالت کا نقشہ کھینچا تھا وہ آج کیسے صادق آرہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ "یوسك الامم ان تداعى عليكم كما تداعى الاكلة إلى قصعتها فقال قائل ومن قلة نحن يومئذ قال بل انتم يومئذ كثير ولكنكم غثاء كغثاء السيل ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم وليقذفن فى قلوبكم الوهن قال قال يارسول الله صلى الله عليه وسلم وما الوهن قال حب الدنيا وكراهية الموت" (رواہ ابوداود والبیهقی فی دلائل النبوۃ)

یعنی عنقریب اقوام عالم باہم ایک دوسرے کو تمہارے خلاف برسر پیکار ہونے کے لئے دعوت دیگی جس طرح کوئی کھانا تناول فرمانے والی جماعت اپنے پیالے کیطرف دعوت دیتی ہے ایک شخص سوال کر ہی بیٹھا۔ کیا ہم لوگ اس وقت اقلیت میں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں بلکہ تمہاری اکثریت ہوگی باوجود اینکہ طاقت وقوت اور وزن میں ایسے ہوگے یعنی تمہاری حالت وحیثیت ایسی ہی ہوگی جیسے سیل رواں میں بہتے ہوئے جھاگ وخس وخاشاک کی، تمہارے دشمنوں کے سینوں میں ہیبت وخشیت راہ فرار اختیار کرلے گی اور تمہارے دلوں میں حکومت

دہن کا غلبہ ہوگا دہن کے متعلق ایک شخص نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت۔

آج جب ہم فلسطین، اریٹریا، برما، بوسنیا، قبرص، مقبوضہ کشمیر، جنوبی افریقہ اور ہندوستان میں اقوام کفر کی جانب سے ڈھائے جانے والے مظالم کے شکار مسلمانوں کی حالت زار کا جائزہ لیتے ہیں تو مسلمانوں کے اندر بے حسی و بے غیرتی کا بھی مکمل احساس ہونے لگتا ہے پھر ہادی برحق صادق و مصدوق احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی بھی تصدیق ہوتی ہے جس کے دل سے بے ساختہ یہ نکل پڑتا ہے، ماکذب الفواد مارای کہ نبی اُمّی کے قلب سے وحی الٰہی کی روشنی میں جو اُمّت مسلمہ کی ناگفتہ بہ حالتوں کا نقشہ کھینچا ہے وہ کوئی جھوٹ اور من گھڑت نہیں ہے۔

اس وقت مسلمانوں کی تعداد تقریباً ایک ارب سے زائد ہے پھر بھی کثرت تعداد کے باوجود بحیثیت مظلوم و مقہور ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں، مسلمانوں کی ۴۷ سے زائد اسلامی ریاستیں، حکومتیں، مملکتیں اور سلطنتیں نہ جانے کس طاقت وقوت اور کس وقت کا انتظار کررہی ہیں۔ آج بڑی بڑی تنظیمیں اپنی ناکامی و نامرادی پر آنسو بہا رہی ہیں۔ ہر مسلمان مصیبت کا شکار ہے عالمی سطح پر مسلمان مصیبت زدہ ہیں جب کہ الکفر ملۃ واحدۃ کے تحت کافر اقوام مسلمانوں کے خلاف کس قدر مستعد، متحد، منظم، محرک، فعال اور سرگرم نظر آرہے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگتا ہے جب ہم سرخیل بہادر ملک امریکہ کی سیاست بازی پر نظر ڈالتے ہیں، عقل سلیم کو جب ہم کام میں لاتے ہیں تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ شیدائی اسلام، فدایان محمدؐ، علمبرداران کتاب وسنت، عمائدین ملت اور قائدین اُمّت نیز میر کارواں کے دلوں میں شوق جہاد، جذبہ رکابی اور تعلیمات، ارشادات و توضیحات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاریاں سرد پڑگئیں ہیں۔ اسلاف کرام سے پائے ہوئے ورثہ کو ہم نے گم کر دیا جسکی بناء پر دل سے بے ساختہ یہ آواز نکل جاتی ہے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اے مسلمانو ! اگر تمہیں اسلاف کی طرز زندگی کی فکر لاحق ہے امن وشانتی کی فضا قائم کرنی ہے، زندگی میں انقلاب برپا کرنا ہے تو جہدھم بہ جھاداً کبیرا کا اعلیٰ نمونہ بن کر کھلم کھلا یہ اعلان کردو، ؎

لو مجاہد آگئے میدان میں

اس انقلاب آفریں کے بعد دیکھو کیا سماں ہوتا ہے، ایوان کفر میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا ایمان میں پختگی اور جان میں جان آجائیگی جب یہ صدا ہر مسلمانوں کے پردہ سماعت سے ٹکرائیگی، ؎ لو مجاہد آگئے میدان میں،

تو پھر دشمنان اسلام کے دانت کھٹے ہو جائیں گے ان کی ہوا اکھڑ جائیگی۔ لیکن یاد رکھو جب سر پہ کفن باندھ کر، میدان جہاد میں اتر پڑو تو پھر رخ پیچھے نہ مڑنے پائے۔ بلکہ راہ حق میں سر کٹانے، ایمان و دین کی تحفظ کرنے، نقشہ ظلم وجبر کو خاکستر بنانے، ظلم وبربریت کی آندھیوں، اڈوانی واشوک سنگھل اور ان معاندین اسلام کی جلتی ہوئی شمع مظالم کو طوفان برد میں اور موج مارتے ہوئے بحر عمیق میں غرق آب کرنے کی خاطر اٹل ہاتھی کی طرح اٹل رہو۔ اگر ایسا تم نے کر دیا تو یقیناً کامیابی وکامرانی قدم بوس ہوگی، ظلم کی تاریکیاں چھٹ جائیگی۔ کفر وشرک کا خاتمہ ہو جائے گا۔ حق وصداقت کو غلبہ نصیب ہوگا لاالہ الا اللہ کی صدائیں گونج اٹھیں گی۔ نصرت خداوندی کا دروازہ کھل جائے گا، فرشتے قطار در قطار تمہارے صفوں میں صف بستہ کھڑے ہوں گے کتاب وسنّت کی بعض مردہ سنّتیں زندہ ہو جائیگی، حالت فقیری میں بھی تم بادشاہی کروگے اور مشرکین ومعاندین اسلام کی شکست خوردگی پر پوری دنیا طبلۂ فرحت ومسرت سے پیٹتے اور یہ کہتے ہوئے تمہارے جھنڈوں تلے جمع ہو جائیگی۔ ؎

زندہ باد اے حامل حدیث نوجواں ماں باپ کی دعائیں ہیں تیرے ہی ہمرکاب
باندھ کر آئے ہیں سر پہ کفن خوف کہتا ہے دشمنوں کے کان میں
لو مجاہد آگئے میدان میں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے اور مسلمانوں کے دلوں میں شوق جہاد وجذبہ ایمان پیدا کردے، آمین
●●●

حافظ ذہبیؒ

عبدالرشید عراقی پاکستان

امام ذہبی کا نام محمد بن احمد بن عثمان، شمس الدین لقب اور ابو عبداللہ کنیت تھی۔ ۳ ربیع الثانی ۶۷۳ھ دمشق میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ سال تک دمشق کے ارباب کمال سے استفادہ کیا اس کے بعد تحصیل حدیث کے لئے مصر، شام، حجاز کا سفر کیا۔ اور ہر جگہ کے اساطین فن سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کے اساتذہ اس دور کے نامور محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل شام میں۔ حافظ ابوالحجاج مزّی اور علامہ ابن دقیق العید بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں ۶۹۵ھ میں امام ابن تیمیہ سے ملاقات ہوئی۔ اور حدیث میں ان سے بہت کچھ اخذ کیا[1]

مولانا ابوالسلام آزادؒ لکھتے ہیں۔

"حافظ ذہبی نے معجم شیوخ میں لکھا ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل اور مصنفات قاضی ابویعلی وابن بطہ وابن مندہ وغیرہم اکابر حنابلہ اور بعض دیگر صحائف سنۃ کی اجازت قراءۃ وسماع کے ساتھ میں نے ابن تیمیہ سے لی ہے اس کے علاوہ خود امام موصوف کی تمام مصنفات کی اجازت واسناد بھی حاصل کی ہیں! البتہ سب سے پہلے امام ابن تیمیہؒ کی اجازت جمیع مصنفات کیلئے درج کی ہے۔ ان کا مشہور رسالہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام" ہے اس کو اپنے قلم سے لکھا ہے۔ اس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں۔ سمعت ہذا الکتاب علی مؤلفہ شیخنا الامام[2]

تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور دمشق کے چار مدارس میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر سرفراز رہے۔ پہلے دار الحدیث الظاہریہ پھر نفیسیہ

---

[1] الرد الوافر صـ ۱۵ ، [2] تذکرہ ص ۱۵۱ ،

اور پھر التنکیزیہ اور مدرسہ ام صالح میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ علامہ عبدالوہاب بن علی السبکی ۷۷۱ھ صاحب طبقات الشافعیہ آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا اس کے ساتھ اپنے دور کے ائمہ علم اور تحقیق کی صحبت میسر آئی۔ جس کی وجہ سے آپ نے تمام علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، تاریخ اور اسماء الرجال میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔

حدیث، تاریخ اور اسماء الرجال سے خصوصی دلچسپی تھی۔ اور اس کے ساتھ ان پر ان کے دو اساتذہ حافظ مزی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا خاص اثر تھا جس کی وجہ سے آپ کو حدیث و اہل حدیث اور مسلک سلف صالحین سے بہت محبت و عقیدت تھی۔

حافظ ذہبی کے آبا و اجداد شافعی المذہب تھے، مگر امام ابن تیمیہ کی شاگردی اور محبت سے اور اپنی علمی تحقیق اور حدیث و سنت سے خصوصی دلچسپی کی بنا پر امام احمد بن حنبل کے پیرو ہو گئے۔ دوسرے لفظوں میں آپ کا مسلک "مسلک محدثین" تھا۔

درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا اچھا ملکہ رکھتے تھے فن قراءت، فنون حدیث، عقائد سلف، زہد و اخلاق، تاریخ و سیر اور اسماء الرجال اور تراجم محدثین آپ نے سو کے قریب کتابیں تالیف کیں، آپ کی کتابیں حسن تالیف کا ایک عمدہ نمونہ تھیں۔ اور آپ کا شمار ان خوش بخت مصنفین میں ہو رہا ہے جن کو اپنی زندگی ہی میں قبول عام حاصل ہو گیا تھا تراجم محدثین و ائمہ کرام میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ اور بعد کے جن مصنفین نے تراجم کے موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ وہ سب حافظ ذہبی کے خوشہ چیں رہے۔ علامہ سبکیؒ جو کہ ان کے شاگرد تھے اور بعد میں ان کے مخالف ہو گئے تھے۔ طبقات الشافعیہ کی تالیف میں حافظ ذہبی کی تصانیف سے بہت کچھ اخذ کیا اور اس کا علامہ سبکی نے خود اعتراف کیا ہے[1]

حافظ ذہبی کی تصانیف میں تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تلخیص مستدرک حاکم، تاریخ

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۵ صہ ۲۱۶۔

اسلام اور سیر النبلا، بہت مشہور و معروف ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ حافظ ذہبی کی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

علماء حدیث متاخرین میں سے کسی مصنف کا بھی ہم اخلاق امت و بیچارگان دور آخر پر اس درجہ احسان نہیں۔ جس قدر حافظ ذہبی کا۔ اور اگر کوئی دوسرا اس وصف میں ان کا شریک ہے تو وہ صرف ان سے متاخر حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں۔ وبس لہا ثالث۔ یہی دو حافظ و ناقد الاعلوم حدیث ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف سلف کے ذخائر و خزائن خلف کیلئے محفوظ کر دیئے۔ بلکہ تمام مشکلات و معضلات کار کو صاف کر کے اور ضبط و اتقان، تہذیب و ترتیب، تلخیص و تشریح، نقد رجال و اسناد سے آراستہ و پیراستہ کر کے تمام آنے والی امت کیلئے اتباع سنت کی راہ بالکل سہل کر دی۔ علوم اسلامیہ پر پہلا دور تدوین کا گذرا ہے۔ اور دوسرا انضباط و تنقیح اور تہذیب و تنظیم کا سو علم حدیث کے دور دوم میں دونوں بزرگوں کی خدمات سب پر فائق اور سب سے انفع واقع ہوئی ہیں [1]

حافظ ذہبی نے اپنی ساری زندگی مسلک محدثین کی اشاعت میں بسر کر دی۔ اور اپنی تصانیف میں بھی مسلک محدثین کو پیش نظر رکھا اور اس سلسلہ میں اپنے دوستوں اور شاگردوں کی بھی پرواہ نہ کی۔

حافظ ذہبی نہایت اچھے اخلاق و عادات کے حامل تھے۔ پورے عالم اسلام میں اپنے علم و فضل کی بنا پر احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ بایں ہمہ نہایت متواضع اور منکر المزاج تھے تذکرہ نگاری میں ہم عصر علماء داعیان میں سے جو تعریف و توصیف کے مستحق ہوئے ہوئے۔ کھلے دل کے ساتھ ان کی تحسین فرماتے مگر مسلک محدثین کی خدمت چونکہ ان کا مشن تھا۔ جس کو انہوں نے بہر حال ملحوظ رکھا ہے۔

حافظ ذہبی جنہوں نے ساری عمر خدمت حدیث اور تصنیف و تالیف میں بسر کی ۷۴۱ھ میں بصارت جاتی رہی اور ۳۔ ذی قعدہ ۷۴۸ھ کو مدرسہ امام صالح دمشق میں انتقال کیا۔ اور قبرستان باب مقبرہ میں دفن ہوئے [2]

٥

---

[1] تذکرہ ص ۱۳۷، [2] البدایۃ والنہایہ ج ۱۴، ص ۲۲۵،

تمہارے سامنے کس کا چراغ جلتا تھا

محمد یونس السلفی

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردار

ولو ان اہل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض ۔

حضرات! اس آیات پاک کا مفہوم قطرہ میں سمندر ذرہ میں بیاباں کے ہم معنیٰ ہے تاریخ سے واقفیت سانس لینے سے بھی زیادہ ضروری ہے ابھی کل کی بات ہے کہ جب ہم نے ایمان وتقویٰ کو اپنایا جو عروج ازدھار کا منبع فروغ ونہوج کا سرچشمہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے وجود میں طوفان وانقلاب ہمہمہ وغلغلہ شعلہ وصاعقہ پیدا کردیا تھا ہواؤں کا رُخ موڑنا آب رواں کے تیز دھاروں کو پھیرنا پہاڑوں کے سر پر غرور کو کچلنا سمندر کا سینہ چیرنا، سنگلاخ وادیوں میں دیوانہ وار پھرنا صحراؤں میں ابلہ پائی کے مزے چکھنا دار ورسن پر چڑھنا، شمشیر وسنان سے دھڑے بازی کرنا موت سے آنکھ مچولی کھیلنا موت کا پیچھا کرنا آسمان پر کڑکتی ہوئی بجلیوں کا کلیجہ چبا جانا، ہماری فطرت تھی جبھی تو لق ودق غیر ذی زرع وادی سے نکلتے ہی شاہان چین اکاسرہ وقیاصرہ کی سرپھری پیشانیاں ہمارے ہاتھوں میں تھیں روم کے علاوہ قدیم دنیا کا ہر شہر ہمارے قبضہ میں تھا کاشغر سے لیکر اسپین وپرتگال اور جنوبی فرانس سندھ سے لے کر اسٹریلیا کے دارالسلطنت دیانا تک ہمارا تسلط تھا جگرؔ نے کیا ہی حقیقت کی نقاشی کی ہے۔

جو طوفانوں میں پلتے جا رہے ہیں وہی دنیا بدلتے جا رہے ہیں

لگے چند ہاتھوں چند حسرت ناک ومبہوت کن واقعات سماعت فرمائیں ۱۳ھ میں ہرقل اعظم رومیوں کی آہ وفغاں ونالہ فریاد سے عاجز آکر سخت غضبناک ہوا دنیا کا یہ عظیم الشان

ہیرو جس نے ایران جیسی سنگین و مضبوط حکومت کا سر جھکا دیا تھا، وہ جوش و خروش اور لاؤ لشکر کے ساتھ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے تاراج کرنے کیلئے بھوکے شیر کی طرح کچھار سے نکلتا ہے تمام رومی برق بلا سیلاب فنا کی طرح بحر و بر سے امنڈ پڑتے ہیں یہاں تک کہ یہ آگ و لوہے کا ہلاکت بار طوفان یرموک تک پہونچ جاتا ہے جب یہ جانکاہ خبر دربار فاروقی میں پہونچتی ہے تو مارے قہر و غضب کے صحابہ کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے شمع رسالت کے پروانے جذبۂ جہاد سے تلملا اٹھتے ہیں یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف نے کہا اے امیرالمومنین تو سپہ سالار بن اور ہمیں ساتھ لے کر چل آخر کار چھتیس ہزار مسلمانوں نے تقریباً ڈھائی لاکھ رومیوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا اسلامی خون آشام تلواریں ان کے سروں کو گیند کی مانند اچھال رہی تھیں ایک بار رومیوں کا پلڑا بھاری دیکھ کر عکرمہ بن ابی جہل کی حمیت بھڑک اٹھی انہوں نے کہا کہ کسی زمانہ میں خود اپنے رسول سے لڑ چکا ہوں آج قدم ہٹا کر اسلام کو رسوا نہیں کرسکتا بلند آواز سے پکار اٹھے کہ کون ہے موت پر بیعت کرتا ہے فوراً چار سو جگر دار جیالے موت پر بیعت کرکے حملہ آور ہوتے ہیں پھر کیا تھا آناً فاناً لشکر اسلام نے ستر ہزار رومیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بقیہ سر پر پیر رکھ کے بھاگ گئے ہرقل آہ ہوئے صیاد دیدہ کی طرح قسطنطنیہ کی طرف یہ کہتے ہوئے بھاگ رہا تھا الوداع۔ اے شام ابوعبیدہ کی خاراشگاف تلوار ہمیں اپنے ملک میں جینے نہیں دیتی اور ہمیشہ کے لیئے تجھ سے جدا کرتی ہے۔ ان کی تقوی شعاری و جانسپاری کا عالم یہ تھا کہ وہاں کے ایک افسر کو کہنا پڑا کہ میرا زمین کے اندر دھنس جانا زیادہ بہتر ہے ایسی قوم کے مقابلہ سے! یاد کیجئے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ جب کہ وہ روم کے محاذ پر جاتے ہوئے راستہ بھول گئے اور شیر ببر سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی لیکن شیر پھاڑ کھانے کے بجائے ان کی رہنمائی کرتا ہوا جنگل میں روپوش ہوگیا یہی کیا اس سے زیادہ حیرتناک عقبہ بن نافع کا۔

وہ کارنامہ ہے کہ جب ایک جنگل میں پڑاؤ ڈال دیتے ہیں تو سارے درندے ان کی ہیبت سے جنگل چھوڑ دیتے ہیں اور وہی مرد مجاہد وہ تاریخی انسان ہے جس نے مراکش فتح کرنے

کے بعد اپنا گھوڑا بحر ظلمات میں دوڑا دیا تھا۔ بزبان اقبال سے
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحر ظلمت میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
لیکن یہ چیزیں خواب و خیال ہو کر رہ گئیں ہیں یہ عروج و ارتقاء عظمت و جلال اس وقت نصیب ہوگا جب ہم اسلام کی سچی تصویریں بن جائیں جس وقت کتاب فطرت کا صفحہ الٹا جائے گا تیری ایک ہی گرج سے پہاڑ رائی ہو جائے گا میدان کارزار میں زلزلہ شبستان وجود میں کپکپی پیدا ہو جائے گی توسمندر کی موجوں میں گھس جائے گا۔ تو ہر جبار و متکبر کے پنجے کو توڑ دے گا باطل کا کلیجہ چیر کر اس کے تخت کو ہلا دے گا دشمنوں کو چبا کر پیس ڈالے گا ان کی دھجیاں اڑا کر ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر دے گا ایک (رند مست کی ٹھوکریں ہیں شہنائیاں سلطانیاں دارائیاں۔) اے امت مسلمہ کے علمبردارو! تمہیں تمہاری فردوس گمشدہ اندلس خون مسلمان کا امین بیت المقدس خستہ جاں، ہندوستان نیم جاں، افغانستاں جاں بلب، قسطنطنیہ بڑے درد و کرب کے ساتھ پکار رہے ہیں کہ کیا تم میں کوئی طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم اور محمد فاتح پیدا نہ ہونگے جو ہمارے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوار دیں۔

آہ۔ پورا عالم اسلام کوچۂ قاتل کا بھیانک منظر پیش کر رہا ہے ہر طرف ہماری عصمت مآب مائیں و بہنیں دھاڑیں مار کر رو رہی ہیں پوری امت لہولہان ہے انسانیت کا جنازہ نکلا جا رہا ہے اس کے باوجود ایک ارب ۲۰ کروڑ مسلمانوں میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہے وہ اپنے سایہ ہی سے خائف و ہراساں ہیں۔ ؏

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
؏ :
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

امت کے نوجوانو! ہم جینے کا عزم کریں تو یقیناً موت ہم سے دور بھاگے گی عظمت و جلال قدم چومیں گے فتح و نصرت کے فرشتے نازل ہوں گے آج ہم توبہ کر کے عمل صالح کا جامہ پہن لیں تو واقعی ہم موت کو زندگی میں ڈھال سکتے ہیں جمود و جمود تعطّل و

بطلان کے عفریت کو دفن کر سکتے ہیں کفر کے گھٹا ٹوپ بادلوں سے توحید کے چشمے ابال سکتے ہیں۔ ع:

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

اے مجاہدو! میدان عمل میں آجاؤ قیامت بن کے زمانے پہ چھا جاؤ کفر کی دبیز چادر کو تار تار کر دو مشرق کی کٹڑی سے کر مغرب میں ملا دو۔ شیطانی قلعوں میں زلزل برپا کر دو۔ نیز سجدے سے زوح زمین ہلا دو۔ خبردار یہ سنہری موقع کہیں کھو نہ جائے۔ ع:

یہ چراغوں جیسے لمحے یوں ہی گذر نہ جائیں۔
کچھ خواب دیکھ ڈالو کچھ انقلاب لاؤ ●

"اہل حدیث مصنفین اردو" کے موضوع پر پی ایچ ڈی

راقم "اہل حدیث مصنفین اردو" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کے لیے تحقیقی کام کر رہا ہے مقالے کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے ● **دور اول** میں شاہ اسماعیل شہید، مولینا عنایت علی صادقپوری، میاں نذیر حسین محدث دہلوی، نواب صدیق حسن خاں و دیگر اہل حدیث مصنفین اردو۔

● **دور متوسط** میں مولانا غلام رسول مہر، عبدالحلیم شرر، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، عبدالغفور رمضان پوری، عبدالسلام مبارکپوری، مولانا شمس الحق عظیم آبادی و دیگر مصنفین اردو۔

● **دور جدید** میں ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا عبدالخبیر صادقپوری، شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی، شیخ الحدیث عبدالسلام بستوی، مولانا راز دہلوی، مولانا عبیدالرحمان عاقل رحمانی اور موجودہ کسی معاصیر اہلحدیث مصنفین اردو کی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا۔

علماء کرام ادباء و شعراء اور اساتذہ سے گذارش ہے کہ راقم کی علمی رہنمائی فرمائیں تاکہ مقالہ جامع اور ہر طرح سے مکمل ہو۔ میں اپنے معاونین کا تہ دل سے شکر گذار ہوں گا۔

واضح ہو کہ یہ مقالہ پروفیسر عبدالواسع شعبہ اردو بی بی۔ آر۔ بہار یونیورسٹی مظفرپور کی نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔

الملتمس
محمد کلیم اشرف

مراسلت کا پتہ:
محمد کلیم اشرف
معرفت عفان اصلاحی ڈائرکٹر مولانا آزاد
پالی ٹیکنک نواب روڈ، چندن وارہ، مظفرپور۔ بہار

سعودی عرب کی دینی و دعوتی خدمات

(ادارہ)

اس صدی میں سعودی عرب کی عالمی سطح پر دینی، دعوتی اور تعلیمی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، حکومت اور اس کے متمول طبقہ کی مالی امداد و اعانت کی بنیاد پر برصغیر میں پاک و ہند کے علاوہ افریقہ، یورپ اور دوسری جگہوں پر اسلامی مدارس اور مساجد کا جال بچھ چکا ہے چنانچہ پاکستان اور ہندوستان کے وہ عربی مدارس جہاں کل تک طلبہ چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن و حدیث کا درس لیا کرتے اور فرش پر سوتے تھے۔ آج وہی مدارس جدید ترین عمارتوں کی شکل میں عظیم یونیورسٹی کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ چٹائیوں کی جگہ میز کرسیوں نے لے لی ہے، بظاہر اس انقلاب میں تعیش کی جھلک نمایاں ہے مگر اس کا روشن پہلو یہ ہے کہ جہاں کل تک ان مدارس کا رخ صرف نادار اور غریب طلباء کیا کرتے تھے، اب اس خوش حال طبقہ بھی اس کا رخ کر رہا ہے۔ کل تک غربت اور احساس محرومی کے شکار یہی طلبہ عالم بن کر قوم کے سامنے جاتے تو قوم کے ٹکڑوں پر پلنے کی وجہ سے انہیں نگاہیں ملانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مگر الحمد للہ! آج یہی طلباء یوں تو سعودی عرب اور دیگر اسلامی ملکوں کے زیر بار احسان ہیں، مگر وہ اپنی قوم کا سامنا پوری خود اعتمادی کے کے ساتھ کرتے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کے معاملے میں خود کفالت اور خود اعتمادی یہی وہ جوہر ہیں، جو ان سے محروم ہوگیا وہ امام نہیں مقتدی بن جاتا ہے۔ قوم اس کی امام ہوتی ہے اور ایسے علماء کی امامت صرف دو رکعت تک محدود رہتی ہے۔ سعودی عرب نے صرف پاک و ہند کے دینی مدارس کا معیار ہی بلند نہیں کیا بلکہ تعلیمی اعتبار سے ممتاز وظائف دیئے طلبہ کیلئے خصوصی یونیورسٹیاں بنوائیں، تاکہ ساری دنیا کے مسلمان طلبہ ان سے اپنی علمی تشنگی بجھا سکیں۔ اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے گذشتہ دنوں وزیر برائے اسلامی امور ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن الترکی نے اس میدان میں سعودی حکومت

اور عوام کی خدمات کا مختصر ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جو طلباء سعودی عرب کی جامعات سے فارغ ہوتے ہیں، ان کی اکثریت حکومت کے خرچ پر دنیا کے پانچ براعظموں میں دعوتی اور علمی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اس طرح تقریباً بارہ سو سے زیادہ دعاۃ اس میں مشغول ہیں، مذکورہ دعاۃ کے مابین دعوتی نقطۂ نگاہ سے نظم وضبط اور رابطہ کی غرض سے حکومت دنیا کے مختلف ملکوں میں چودہ خصوصی دفاتر کھولے ہوئے ہے، اسی طرح فی الوقت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمۃ میں ہزاروں مسلمان طلبہ جن کا تعلق مختلف ملکوں سے ہے زیر تعلیم ہیں جو انشاء اللہ مستقبل کے داعی بن کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائیں گے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی علمی خدمات

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بحمداللہ اپنی علمی اور دعوتی خدمات کی وجہ سے سارے عالم اسلام میں کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ اس کی تاسیس ہی اس مقصد کے تحت عمل میں لائی گئی تھی کہ وہ طلبہ جو اسلامی علوم میں اعلیٰ تعلیم کے خواہاں ہیں۔ اور وسائل کے نہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم کا حصول ان کے لئے ناممکن بن چکا ہے، ان کیلئے وظیفہ کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہو۔ چنانچہ ابتداء ہی سے دنیا کے گوشے گوشے سے اس جامعہ میں طلباء کو داخلے ملنے لگے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۶۱ء سے اب تک اس جامعہ نے جملہ ۴۷۷۴، ۸ طلبہ اسلام علوم میں گریجویشن کی ڈگری دے کر دنیا کے مختلف گوشوں میں علمی دعوتی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح یونیورسٹی کے جونیر کالج سے اب تک گیارہ ہزار طلبہ فراغت حاصل کر چکے ہیں اور ۱۹۶۶ء سے اب تک عربی زبان کے خصوصی شعبہ سے تین ہزار طلبہ گراجویٹ بن چکے ہیں نیز ۷۵ء سے اب تک تقریباً ۵۰ مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے ۶۱۹ طلبہ جامعہ سے ایم۔ اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ گذشتہ سال ۱۴۵ ملکوں سے تعلق رکھنے والے ۵۳۲۸ طلبہ نے سالانہ امتحانات میں شرکت کی۔ (بشکریہ صراط مستقیم) ●

ڈاکٹر غلام رسول سندھو جوار رحمت میں

ڈاکٹر غلام رسول سندھو (پی ایچ ڈی) اسلام آباد پاکستان ماہ فروری کے وسط میں انتقال فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم جناب حاجی ضیاء اللہ کھوکھر بانی عبدالمجید یادگار لائبریری گوجرانوالہ پاکستان کے سسر تھے۔

مولانا دیدار خاں نے اہل حدیث منزل دہلی میں نماز جنازہ غائبانہ نہایت دلسوزی ورقت انگیزی کے ساتھ پڑھائی اور گرامی قدر جناب حاجی ضیاء اللہ کھوکھر سے تعزیت کی، موصوف کھوکھر صاحب عالمی کتاب میلہ (ورلڈ بک فیئر) سے عبدالمجید یادگار لائبریری" کیلئے کتابیں اور ہندوستان کے علمی رسائل وجرائد کے اجراء کیلئے اسوقت دہلی تشریف لائے تھے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ٹھیک چار سال قبل جب موصوف کھوکھر صاحب اسی مقصد کیلئے اور اسی طرح کی ورلڈ بک فیئر میں شرکت کیلئے دہلی تشریف لائے تھے اس دوران بوقت انکی ساس رحلت فرمائی تھیں اور اب ٹھیک چار سال بعد جب کھوکھر صاحب لائبریری ہی کے کام سے دہلی تشریف لائے تو ان کے سسر ڈاکٹر غلام رسول سندھو بھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالی مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین مجلس الدعوۃ کے تمام اراکین (مرحوم) کے پسماندگان با لخصوص برادر گرامی جناب حاجی ضیاء اللہ کھوکھر سے اظہار تعزیت کرتے ہیں　　(ادارہ)

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ۔ پہاڑ گنج- دہلی۔

عبدالسلام صاحب سی ٹی آئی، بھیلواڑہ جوار رحمت میں

انتہائی رنج والم کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ جمعیۃ اہل حدیث بھیلواڑہ کے سرگرم رکن محترم عبدالسلام صاحب سی ٹی آئی مورخہ ۲۰ فروری ۹۴ء بروز اتوار شام کو ۶ بجے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون موصوف کی طبیعت سال ڈیڑھ سال سے مسلسل خراب چل رہی تھی۔ اپنی سروس کی آخری پوسٹ پر رتلام میں تھے وہیں انتقال ہوا۔ اور آپ کی تکفین و تدفین بھیلواڑہ عمل میں لائی گئی آپ کے پسماندگان میں آپ کے بڑے بھائی عبدالجبار صاحب کمپونڈر آپ کی اہلیہ اور تین بچیاں ہیں موصوف کے انتقال سے جمعیۃ اہل حدیث راجستھان میں زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے قارئین سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

عبدالعزیز، امیر جمعیت اہل حدیث گل منڈی، بھیلواڑہ۔ (راجستھان)

مولانا رحم اللہ سلفی (جوار رحمت میں)

انتہائی رنج والم کے ساتھ یہ روح فرسا "نوائے اسلام" تک پہنچا رہے ہیں کہ ۱۵، ۱۶ فروری ۹۴ء کی درمیانی شب میں سوا بارہ بجے والد بزرگوار مولانا رحم اللہ صاحب سلفی ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر تقریباً ۸۷ سال کی عمر میں اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گذارے جامعہ سراج العلوم بونڈیہار میں آپ نے ۳۵ سال تک ایسی ٹھوس اور بے مثال تدریسی خدمات انجام دی ہیں جو بھلائی نہیں جا سکتی بالخصوص قرآن پاک کی تعلیم، تدریس قرآن سے والہانہ محبت شغف اور محنت نیز مخارج حروف کا اہتمام والتزام دیکھ کر استاذنا المربی مولانا محمد اقبال صاحب رحمانی مرحوم نے تعلیم قرآن کے لئے آپ کو خاص کر دیا تاکہ عام طلباء آپ سے استفادہ کر سکیں۔

پسماندگان میں دو لڑکے (ماسٹر عطاء الرحمٰن، فضل الرحمٰن مدنی)
اور دو لڑکیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے جملہ حسنات
کو شرف قبولیت بخشے، پسماندگا کو صبر جمیل کی توفیق
عنایت فرمائے قارئین کرام سے دعاو مغفرت اور جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے
غمزدہ: ماسٹر عطاء الرحمان ۔ فضل الرحمٰن مدنی
کیرآف مکان نمبر ۳۴۴۲ گلی نظام الملک اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

مجلس الدعوة الاسلامیہ کے ایک تدریسی عملہ کو صدمہ

مکرمی ——— سلام مسنون! ——— میں یہ مراسلہ تحریر کرنا کوئی معنوی
نہیں سمجھ رہا تھا لیکن آپ کو معلوم ہی ہے کہ آدمی دنیا کے اندر مسافر ہے کسی کے پاس
زاد راہ زیادہ ہوتا ہے اور کسی کے پاس کم اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے دوسروں
کی مدد لی جاتی ہے۔ اس لئے آپ کی دعاؤں اور دنیا کے مسلمانوں کی دعاؤں کی
مدد لینے کے لئے یہ مراسلہ میں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں بس یہ سمجھ لیجئے کہ ٹوٹے
ہوئے دل کی کرچیاں اس ورق پہ بکھیر کے بھیج رہا ہوں شاید آپ کی نظروں میں
اس کی کچھ قدر ہوا اور نوائے اسلام میں اس کی اشاعت ہو جائے تو ہمارا کچھ غم ہلکا
ہو سکے! ۲/۴ مارچ بروز جمعہ پونے تین بجے میرے والد ماسٹر محمد لیٰین اس دنیائے
فانی سے کوچ کر گئے ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

معین الدین انصاری مدرس اقراء مگھولی۔

مگھولی کے ایک اور بزرگ عبدالحمید صاحب بھی فرما گئے ہیں قارئین سے
گذارش ہے کہ وہ دونوں مرحومین کیلئے اللہ غفور رحیم سے مغفرت کی خصوصی
دعا کریں ——— (ادارہ)

عظمتِ رسولؐ

حیرتؔ بستوی قابل، کامل، ایم۔ اے

دیارِ فکر میں آدابِ مدحت کوئی کیا جانے
حبیبِ ربِ دوعالم کی عظمت کوئی کیا جانے

نچھاور ہے نسیمِ خلد طیبہ کے گلستاں پر
رسولؐ پاک کے قدموں کی برکت کوئی کیا جانے

بنائے مثلِ قرآں ایک آیت غیر ممکن ہے
کلامِ ربِ اکبر کی فصاحت کوئی کیا جانے

حسیں قربت ہوئی ہے اس زمیں سے عرشِ اعظم کی
شبِ اسریٰ کے مہماںؐ کی فضیلت کوئی کیا جانے

گریں بت سر کے بل دو ٹوک ہو جائے مہِ تاباں
کمالاتِ اشاراتِ نبوّت کوئی کیا جانے

نکالے وہ مبارک انگلیوں سے چشمۂ شیریں
یہ دانائی کی رعنائی یہ حکمت کوئی کیا جانے

سلامی دیں شجر، پربت، پڑھیں تسبیح کنکریاں
دوعالم میں یہ اعجازِ رسالت کوئی کیا جانے

ملی ہے عزمِ قاتل کو سعادت حسنِ تقویٰ کی
عمر فاروقؓ کے دل کی طہارت کوئی کیا جانے

بنائے ریت وہ چٹان کو پانی کے چھینٹوں سے
خندق کی انجمن میں یہ کرامت کوئی کیا جانے

کئے سیراب وہ بکری کے سوکھے تھن سے بھوکوں کو
نبیؐ کے دستِ اقدس کی یہ برکت کوئی کیا جانے

سنائی داستانِ عشق رو کر چوبِ منبر نے
محمدؐ سے اسے تھی کتنی الفت کوئی کیا جانے

خطابِ رحمت للعالمینؐ بخشا ہے رحماں نے
کہاں سے ہے کہاں تک حدِ رحمت کوئی کیا جانے

فدا ہے آرزوئے قلبِ حیرتؔ بھی شفاعت پر
ملے محشر میں کب رب کی اجازت کوئی کیا جانے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد نمبر ۱۱

شمارہ نمبر ۵

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دہلی الہند

سرپرست:۔ مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

مئی ۱۹۹۴ء مطابق ذیقعدہ، ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

مدیر:۔ عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:۔ عبدالواحد فیضی   معاون مدیر:۔ افضل ندوی

زر تعاون		پاکستان وبنگلہ دیش سے	
سالانہ:۔	چالیس روپے	سالانہ:۔	ایک سو روپے
خصوصی:۔	ایک سو روپے سے زائد	بیرون ممالک سے	۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۴/۱۱۶۔ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ تربیت

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپواکر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴۴ ، اے چاہ رہٹ جامع مسجد سے شائع کیا ہے۔!

مہمان اداریہ

ان چراغوں کو تیل چاہیئے

مظفر حسین غزالی

گذشتہ دو دہائیوں سے مسلمانوں میں تعلیم حاصل کرنے کا چلن عام ہوا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے نجی ادارے بھی جگہ جگہ قائم کئے ہیں۔ اس وقت پورے ملک میں لگ بھگ ایک ہزار ہائی اسکول اور انٹر میڈیٹ (SEN SECON DARY) اسکول مسلمانوں کے زیر انتظام چل رہے ہیں ٹیکنیکل اور پیشہ وارانہ تعلیم کے ادارے بھی موجود ہیں۔ جن میں اعلیٰ تعلیم مثلاً B.ED اور B.S.C. ENG. B E.B.U. M. S. M B.B.S. وغیرہ کی تعلیم کا بھی نظم ہے۔ نئے طرز کے پرائمری اسکول تو ہر گلی کوچے میں دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ ان میں بعض مڈل تک کے ہیں۔ ان کی صحیح تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے یہ خالص کاروباری طریقہ پر کام کر رہے ہیں اور عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے انگریزی میڈیم کا سائن بورڈ بھی لگائے رہتے ہیں، بلکہ اسکول کے نام بھی کچھ اس طرح کے رکھے ہوتے ہیں۔ مانیٹری اسکول، کنڈا گارٹن اسکول، پبلک اسکول وغیرہ ان اسکولوں نے لوگوں کو اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کیلئے آمادہ کیا ہے، اور لوگ بڑی قیمت دے کر بھی اپنے بچوں کو تعلیم دلا رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اتنی رقم خرچ کر کے تمام مسلمان اپنے بچوں کو تعلیم دلا سکتے ہیں۔ اور کیا یہ اسکول و کالج ۲۰ کروڑ والی امت کی تعلیمی ضرورت کو پورا کر پا رہے ہیں یا نہیں؛ ان دونوں سوالوں پر الگ سے گفتگو کی ضرورت ہے اس وقت ہمارے پیش نظر جو سوالات ہیں وہ یہ ہیں کہ ان پرائیوٹ مسلم پرائمری و اپر پرائمری اسکولوں کا مستقبل کیا ہے؛ مسلم ہائی اسکولوں اور کالجوں کی صورت حال کیا ہے؛ ہمارے

ان اداروں سے نکل کر تعلیم کے میدان میں کس مقام پر نظر آتے ہیں! اور ہمارے اداروں میں ہمارے اپنے بچوں کا تناسب کیا ہے؟

اسکول تو بنالیا پل بھر میں علم کے دیوانوں نے
فکر پیدا کر نہ سکے امت کے ان جیالوں میں

یہ ایک حقیقت ہے کہ تعلیم زندگی کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے البتہ محض تعلیم انسان کو خواندہ تو بنا سکتی ہے، لیکن اس کے اندر وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتی جس کی اس کو ضرورت ہے۔ اس کے اندر وہی کچھ پیدا ہوگا۔ جو اس کو خواندہ بنانے والے مواد کو تیار کرنے والوں کے پیش نظر ہوگا۔ اس لئے قدیم زمانے میں تعلیم کے ساتھ ایک لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ تربیت کا۔ تربیت کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ تربیت میں وہ چیز شامل تھی جو درسیات اور نصاب میں موجود نہیں ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ مطلوبہ مقاصد کا حصول آسان تھا۔ لیکن تربیت کا کام بہت مشکل تھا۔ اس کیلئے استاد کو خود بہت تیاری کرنی پڑتی تھی۔ اسے خود اپنی ذات کو نمونہ بنانا پڑتا تھا۔ آج یہ چیز عنقا ہو چکی ہے۔ ہمارے اسکولوں کا حاصل وہی کچھ ہے جو دوسرے اسکولوں کا۔ بلکہ میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ ہمارے اسکولوں کا معیار اس سطح کے دوسرے تمام اسکولوں سے کم ہے تعلیم کے اعتبار سے جو صلاحیت بچوں میں پیدا ہونی چاہیئے وہ بھی نہیں ہو پاتی۔ اور عام طور پر ان اسکولوں کا رجسٹریشن نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کو سند جاری کرنے کی اجازت نہیں مل پاتی۔ اس کیلئے کئی اسکول اپنے قریب کے کسی ایسے سرکاری اسکول سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں جہاں بچوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ یہ اسکول والے اپنے بچوں کا فرضی داخلہ وہاں کرا لیتے ہیں اور وہ بغیر امتحان لئے ان کو اپنے اسکول کا سرٹیفکیٹ دے دیتے ہیں۔ اس طرح ایک طرف ان اسکولوں کے اساتذہ کی روزی روٹی کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور دوسری طرف حکومت کی طرف سے اسکول کھولنے والی سہولیات کی رقم ان کے ذاتی اخراجات میں کام آجاتی ہے۔ اس میں ضلع بیسک ایجوکیشن افسر بھی شامل رہتے ہیں۔ اور

تیسری طرف ان اسکولوں کا کام بھی چل جاتا ہے۔ جہاں یہ سہولت ان اسکولوں کو حاصل نہیں ہے وہاں بچوں کے والدین کو حلف نامے اور داخلہ ٹیسٹ کی مدد سے اپنے بچوں کو دوسرے اسکولوں میں داخل کرانا پڑتا ہے۔ کئی مرتبہ (DONATION) کے نام پر خاص بڑی رقمیں بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔

ان پرائیوٹ اسکولوں کے اشتہارات میں عام طور سے یہ الفاظ دیکھنے کو ملتے ہیں "جدید تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے"۔ برادران اسلام سوچتے ہیں کہ گھر میں تو ہمیں اسلامی تعلیم اپنے بچوں کو دینے کا موقع نہیں ملتا، چلو یہ اسکول میں ہی کچھ سیکھ لیں گے۔ ان کے کانوں میں کچھ اللہ کے رسول کی باتیں پڑجائیں گی اور ساتھ میں اچھی تعلیم بھی ہو جائے گی۔ جب کہ ان اسکولوں میں انٹرمیڈیٹ اور گریجویٹ بے روزگار لڑکے، لڑکیاں رکھلی جاتی ہیں۔ ان کو نہ پڑھانے کا ڈھنگ معلوم ہوتا ہے اور نہ پڑھانے میں ان کی کوئی خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بس خالی گھومنے کے بجائے انہیں ایک روزگار ہاتھ آجاتا ہے۔ اور سوسائٹی میں ان کی جھوٹی شان بنی رہتی ہے۔ اس لئے وہ بہت کم معاوضے پر ان اسکولوں میں کام شروع کر دیتے ہیں۔ دینی تعلیم کا نظم محض کچھ رسمی چیزیں سکھا دینے سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ اسی لئے ان کے اچھے نتائج عام طور پر سامنے نہیں آتے۔

ہمارے سیکنڈری اور سینیر سیکنڈری اسکولوں کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں۔ وہاں اساتذہ میں آپس میں گروپ بندی کا ہونا، انتظامیہ اور اساتذہ میں ٹکراؤ کا رہنا، تقرری کے وقت نا اہلوں پر فوقیت دینا، اساتذہ کی نگاہ طلبا، کی پڑھائی کی طرف نہ رہ کر ٹیوشن پر رہنا طلبا کو ٹیوشن کے لئے مجبور کرنا وغیرہ عام مسائل ہیں۔ پھر ان اسکولوں میں بھی وہی نصاب اور نصاب کی وہی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ جو لوگوں نے مرتب کی ہیں اور ایسے مقاصد کے لئے مرتب کی ہیں، جو ہماری ضرورتوں اور مقاصد کے خلاف ہیں۔ ایسی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکول کی عمارت بنا کر اور وسائل فراہم کر کے مخالف مقاصد والوں کے

ہاتھوں میں دینے سے کیا فائدہ، کیا محض اسلامیہ اسکول، مولانا آزاد اسکول یا جوہر اسکول وغیرہ نام رکھ لینے سے یہ مسلم اسکول ہو جائیں گے؟ کیا اقلیتی ادارہ منظور کرا لینے سے مسئلہ کا حل ہو جائے گا؟ کیا یہ ادارے کبھی ملت کی ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں؟ نہیں .... تو پھر اس کیلئے کچھ سوچنا چاہیئے۔ اس وقت یہ ادارے اس چراغ کی مانند ہیں۔ جن میں نہ تیل ہے نہ بتی۔ کیونکہ ان چراغوں سے روشنی کی امید وابستہ کی جا سکتی ہے۔ ان میں فکر کے تیل اور مقصد کی بتی ڈالنی ہوگی تبھی یہ ادارے ہمارے ادارے کہے جانے کے قابل بن سکیں گے۔

ابھی حال ہی میں تیرہ اداروں کو حکومت نے خود مختاری دی ہے۔ وہ ادارے اپنا نصاب تیار کر سکتے ہیں۔ اپنی پسند کی کتابیں اپنی اسکولوں میں پڑھا سکتے ہیں۔ اپنا امتحان اپنے طریقے سے لے سکتے ہیں، اور حکومت ان کی سند کو وہی درجہ دے گی جو حکومت کے بورڈوں کی سند کا ہے۔ حکومت کی اس اسکیم سے فائدہ اٹھانے کا ایک جامع منصوبہ بنانا چاہیئے تاکہ ملت کے نوجوان اسلام کے مقاصد تعلیم اور ضرورتِ علم کی روح سے واقف ہو سکیں اور ان میں کچھ بھلا کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ اس کیلئے ریجنل بورڈ بھی بنائے جا سکتے ہیں اور صوبائی بھی۔

مسلم اسکولوں میں غیر مسلم طلبا، کی تعداد بھی خاصی ہوتی ہے۔ اور کئی مرتبہ انہیں غیر مسلم طلبا، میں سے کوئی نمایاں کامیابی بھی حاصل کرتا ہے۔ یہ طلبا دس بارہ سال مسلم اسکول میں رہنے کے بعد بھی مسلمانوں اور اسلام کے تعلق سے اپنی اچھی رائے قائم نہیں کر پاتے۔ جبکہ ہمارے پاس ایسا دین ہے جو سراسر خیر کی اور بھلائی کی دعوت دیتا ہے اور ہم بلند آوازوں میں اس دین سے اپنی وابستگی کا اعلان کرتے ہیں اور اس دین کیلئے مرنے مارنے کو بھی تیار رہتے ہیں۔ لیکن اپنے عمل سے اپنے CONTECT رابطہ میں آئے لوگوں میں اچھا تاثر پیدا نہیں کر پاتے، آخر کیوں؟

ہونا یہ چاہیئے تھا کہ ہمارے اداروں سے نکلنے والے یہ غیر مسلم طلبا ایک اچھا تاثر لے کر جاتے۔ وہ ہماری مخالفت کرتے، لیکن یہ کہتے کہ اسلام ایک اچھا دھرم

(بقیہ صفحہ ۳۵ پر)

نوائے قرآن

تفسیر سورہ ملک

مولانا عزیز الحق عمری ایم۔ اے علیگ

وللذین کفروا بربھم عذاب جہنم و بئس المصیر ٥ اذا اُلقوا فیھا سمعوا لھا شھیقا وھی تفور۔ تکاد تمیز من الغیظ کلما اُلقی فیھا فوج سألھم خزنتھا الم یاتکم نذیر ٥ قالوا بلی قد جاءنا نذیر ٥ فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیٔ ان انتم الا فی ضلال کبیر ٥ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر ٥ فاعترفوا بذنبھم فسحقا لاصحاب السعیر ٥ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ و اجر کبیر ٥ واسروا قولکم او اجھروا بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ٥

ترجمہ:۔ اور جنہوں نے اپنے رب کی ناشکری کی ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب اس میں ڈالے جائیں گے تو سخت آواز سنیں گے اور وہ ابل رہی ہوگی۔ ممکن ہوگا کہ غصے سے پھٹ پڑے، جب کبھی کوئی جماعت اس میں داخل کی جائے گی تو اس کے پاسبان اس سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ہوشیار کرنے نہیں آیا، سب کہیں گے کہ، ہاں۔ ہمارے پاس آیا۔ تو ہم نے جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ تم بڑی بے راہی میں ہو وہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے ہیں اور عقل سے کام لیتے تو جہنمیوں کے لئے نہ ہوتے۔ اور وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے۔ تو ہلاکت ہے جہنمیوں کے لئے بے شک جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے

اور تم اپنی بات (از داری) میں کر دیا بلند آواز سے بے شک وہ سینوں کی باتیں (بھی) جانتا ہے کیا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا۔ اور وہ باریک بین باخبر ہے۔

تفسیر:- یہاں سے اس امتحان کے انجام کو بتایا گیا ہے جس کے لئے اللہ سبحانہٗ نے موت وحیات کو پیدا کیا ہے، کہ جو اس نعمت حیات کے باوجود اپنے اپنے پروردگار کی ناشکری کرے گا اور نافرمانی کا راستہ اپنائے گا اسے ایک زبردست عذاب میں جو جہنم کا عذاب ہے داخل کر دیا جائے گا جس کے شعلے اور بھیانک آواز سے ایسا لگے گا کہ وہ ابل رہی ہے اور غصّے سے پھٹ پڑے گی۔ اور انہیں ذلّت کے ساتھ جہنم میں جانا ہوگا اور جہنم کے فرشتے ان سے یہ سوال کرکے دھتکار دینگے کہ کیا تمہارے پاس کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرانے کیلئے نہیں آیا۔ وہ اس وقت یہ اقرار کریں گے وہ خود ہی عقل سے کام نہ لے کر اندھے بن کر رہ گئے اور انبیاء کے پیغام کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ یہاں تک بڑھ گئے کہ اللہ کی طرف سے کسی نبی یا کتاب کے آنے تک کا انکار کر دیا اور اس وقت اپنی اس کرتوت پر افسوس کریں گے لیکن اس وقت یہ حسرت بے سود ثابت ہوگی۔ کیونکہ اللہ نے اپنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعے اتمام حجّت کر دی ہے جس کے بعد اس کے ہاں کسی کی سنوائی نہیں۔

اس کے بعد کی آیت میں ان کے انعام کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنے مقصد وجود کو سمجھا۔ اور نعمت حیات کی قدر کی اور اللہ کے فرمابردار رہ کر اس سے غائبانہ خلوت وجلوت میں ڈر کر عمل کرتے رہے ان پر اللہ کی رحمت ہوگی۔ اور ان کیلئے ایسا ثواب ہوگا۔ جو توصیف وبیان سے بلند تر ہوگا

پھر اللہ نے فرمایا کہ ہمارا فیصلہ محض کافروں کے اقرار پر نہیں ہوگا یہ تو محض ان کی حسرت کی بات ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ تو ہر شخص کے دل کے اندر جانتا ہے۔ اور جاننا بھی چاہیئے کیونکہ اسی نے انسان کے ہر عضو اور ہر ہر ذرے کو بنایا ہے

(بقیہ ص ۳۵ پر)

نوائے حدیث

فضل اللہ سلفی

پسندیدہ عمل قربانی!

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت. قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماعمل ابن ادم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم. وانہ لیأتی یوم القیامۃ بقرونہا وأشعارہا وأظلافہا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل أن یقع بالأرض. فطیبوا بہا نفسہا. (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ بقرہ عید کے روز آدمی کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں، اور قیامت کے دن قربانی (کا جانور) اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی۔ اور خون (قربانی کا) زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے پاس پہنچتا ہے، تو پاکیزہ نفسی کے ساتھ اس کو بجالاؤ۔

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو دو عیدوں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے نوازا ہے ایک بطور انعام ہے اور ایک بطور تجدید۔ دراصل عید الاضحیٰ کے دن حضرت ابراہیمؑ کی اس سنّت کی تجدید کی جاتی ہے، جو قربانی کی تاریخ میں ایک بے مثال و بے کمال نمونہ ہے۔ اپنے خالق و رازق اور مالک حقیقی اللہ ربّ العزت کے حکم کی تعمیل میں حضرت ابرہیم نے اپنے لخت جگر و نور نظر کو بھی قربان کر دینے سے دریغ نہیں کیا اور ہاتھ میں چھری لئے ذبح کرنے کیلئے پوری طرح تیّار ہو گئے۔ اس کا بدلہ یہ ملا کہ قرآن نے اعلان کیا۔ وفدینٰہ بذبح عظیم۔

وترکنا علیہ فی الآخرین، سلام علی ابراھیم کذلک نجزی المحسنین ہ
یعنی، اور ہم نے اس (کے لڑکے اسماعیل) کے بدلے میں بڑی قربانی دی۔ اور
پچھلے لوگوں میں ہم نے (یہ دستور) جاری کیا کہ ابراہیمؑ پر سلام ہے۔ ہم نیک بندوں
کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ دنیا جب تک رہے گی، حضرت ابراہیم ؑ کے اس
جذبۂ قربانی کو یاد کرے گی، اس سے یہ سبق لے گی کہ کچھ پانے کیلئے کچھ کھونا پڑتا
ہے اور اللہ کا محبوب و پسندیدہ بندہ قرار پانے کے لئے قربانی دینی پڑتی
ہے اور ہر حال میں اس کے حکم کو بجالانا پڑتا ہے۔

اسی سُنت براہیمی کی تجدید ہے یہ قربانی اور اسی کے پیش نظر منائی جاتی
ہے یہ عیدالاضحیٰ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ کے
رسول ﷺ نے فرمایا۔

امرت بیوم الاضحیٰ عیدا۔ جعلہ اللہ لھذہ الامۃ۔ قال الرجل
ارأیت ان لم اجد إلا منیحۃ انثی، أفاضحیٰ بھا، قال لا، ولکن تأخذ
من شعرک واظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک، فتلک
تمام اضحیتک عند اللہ۔ (رواہ ابوداؤد) یعنی، مجھے قربانی کے دن عید
(منانے کا) حکم دیا گیا ہے۔ کسی نے کہا کہ اگر میرے پاس منیحہ (کسی آدمی کو دی گئی
اُونٹنی یا بکری، جس کے دودھ سے وہ فائدہ اٹھائے اور پھر اسے واپس کردے)
ابوداؤد۔ کتاب الضحایا۔ حاشیہ صفحہ ۳۸۵ ۔۔۔۔ کے سوا کوئی جانور نہ ہو کیا میں اس
کی قربانی دے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، ہاں لیکن تم اپنا بال۔ اپنے
ناخن اور اپنی مونچھ کاٹ لو اور موئے زیر ناف صاف کرلو۔ اللہ کے نزدیک
یہی تمہاری پوری قربانی ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ رضہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ
نے فرمایا من وجد سعۃ لأن یضحیٰ فلم یضح فلا یحضر مصلانا۔ (رواہ
الحاکم مرفوعا) یعنی، جو قربانی کی طاقت رکھتے ہوئے بھی قربانی نہ کرے تو
وہ ہماری عیدگاہ نہ آئے۔ اتنی تاکید ہے قربانی کی اور اس قدر زور ڈالا ہے

اللہ کے رسولؐ نے یہ قربانی یہ۔ جس قربانی کی اتنی تاکید ہے اس کی اتنی اہمیت اور فضیلت بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسولؐ خود فرماتے ہیں کہ۔ بقرہ عید کے روز انسان کا کوئی عمل خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اور قیامت کے دن یہ قربانی (کا جانور) اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی۔ یعنی، یوم النحر کی سب سے افضل عبادت قربانی کے جانور کا خون بہانا ہے اور وہ جانور سراپا مکمل قیامت کے دن آئے گا، اس کے کے بدلے اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ (مرعاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۴۸)

اس حدیث کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے کہ قربانی کی کتنی اہمیت اور فضیلت، سنت براہیمی کی تجدید اس قربانی کا اللہ کے نزدیک کیا مقام ہے اور قربانی کے ایک جانور کو اللہ کے لئے قربان کردینے سے کتنے اجر و ثواب ملیں گے حضرت علی کا بیان ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ یا فاطمۃ قومی فاشھدی اضحیتك، فإن لك باول قطرۃ تقطر من دمھا مغفرۃ لکل ذنب۔ اما انہ یجاء بدمھا ولحمھا فیوضع فی میزانك سبعین ضعفا۔ (قال المنذری فی الترغیب۔ قد حسن بعض مشائخنا حدیث علی ھذا) یعنی، اے فاطمہ! کھڑی ہو اور اپنی قربانی کے پاس موجود رہو، کیوں کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ تمہارے لئے ہر گناہ کی بخشش ہے۔ یہ قربانی جانور کے خون اور گوشت کے ساتھ ستر گنے بڑھا کر لائی جائے گی۔

اگر کوئی اخلاص اور للہیت کے ساتھ قربانی کرتا ہے اور اپنے جانور اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے تو بلاشبہ یہ عمل اللہ کی نظر میں سب سے محبوب و پسندیدہ ہے، زمین پر خون گرنے سے قبل اللہ اس کو قبول کرتا ہے اور اس پر بڑے اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔

مسلمان کیلئے دعوت کی اہمیت

ڈاکٹر صہیب حسن

قرآن کریم میں ارشاد باری ہے۔ "وربک یخلق مایشاء ویختار"

ذرا اس دنیا میں خدا کی پسند واختیار پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زمان ومکاں کا خالق وہی ہے۔ زمانوں میں بعض لمحے اور اوقات ایسے ہیں کہ جنہیں خدا نے محترم ومکرم جانا ہے۔ اس طرح تمام زمین کا خالق بھی وہی ہے مگر تین قطعات اراضی جن میں مسجد اقصیٰ، مسجد الحرام اور شہر مدینہ شامل ہیں اور اسلام کے مقدس مقامات گردانا گیا ہے۔ جنت کے تمام درجات کا خالق اللہ ہی ہے مگر جنت الفردوس کو جو اعلیٰ مقام حاصل ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اللہ ہی نے تمام فرشتوں کو پیدا کیا ہے۔ مگر جو مقام جبرائیل علیہ السلام کو وحی لانے کا فریضہ سرانجام دینے پر حاصل ہوا ہے وہ دیگر فرشتوں کے حصے میں نہیں آیا ہے۔ یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اللہ نے ہی ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ لیکن ہم میں خدا کے رسل مختار (چنے گئے) لوگ ہیں۔ خدا کے کئی پیغمبروں اور رسولوں میں سے ۳۱۳، کا ایک حدیث مبارک میں ذکر آیا ہے اور ان ۳۱۳ میں ۲۵ کا ذکر قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اور ان ۲۵ میں ۵ کا ذکر جن میں حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، اور حضرت محمد علیہم السلام بطور رسل "اولوالعزم" آیا ہے۔

اللہ بہتر جانتا ہے کہ کن لوگوں کو رسالت کے منصب پر فائز کیا جائے۔ خدا نے اپنے بہترین بندوں میں سے مختار رسولوں کے ذمے یہ فریضہ لگایا ہے لہٰذا وہ لوگ جو تبلیغ دین کا عظیم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کے لئے

ضروری ہے کہ وہ علمی معیار و کردار کے مالک ہوں کہ جو انبیاء رسل کا خاصہ ہوا کرتا تھا۔ انبیاء کرام کی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بعض کو اللہ تعالیٰ نے بعض قوتیں ودیعت کی تھیں لیکن ان استثنائی قوتوں کے باوجود انہوں نے ہمیشہ اللہ کی طرف دعوت کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے کام کے لئے قرآن میں کئی اصطلاحات وارد ہوئی ہیں جن میں "شہادۃ" اور "جہاد" کے الفاظ اپنے وسیع معانی میں دعوت الی اللہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوتی زندگی میں دعوت وارشاد کے کام کی تکمیل کے لئے بہت سے طریقے اختیار کیے وہ اپنی بات لوگوں تک پہنچانے کیلئے ان مروجہ طریقوں سے قطعی مختلف طریقوں کو اپنایا کرتے تھے جن کی بنیاد سستے انسانی جذبوں کو ابھار کر دوسروں کی توجہ حاصل کرنے پر رکھی گئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت الی اللہ کے معاملے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کیا۔ انہوں نے خود کو تبلیغ سے باز رکھنے کی درخواست کے لئے اپنے چچا ابوطالب کے پاس آنے والے وفد کے ارکان کے مطالبے پر صریحاً یہ جواب دیا کہ "اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لاکر رکھ دیں تو میں پھر بھی ان کی بات نہیں مان سکتا ہوں"۔

دعوت کے ضمن میں ایک نکتہ جو کہ نہایت اہمیت کا حامل ہے وہ دعوت کے اسلوب سے متعلق ہے اس سلسلے میں ہم قرآن سے براہ راست رہنمائی لے سکتے ہیں کیونکہ قرآن میں مختلف ادوار اور عادات کے لوگوں کو مخاطب کرنے میں جن متنوع اسالیب کا ذکر ملتا ہے وہ کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔ ان میں سے ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ داعی کو کبھی بھی فریق مخالف کے طور پر دعوت وارشاد کا کام نہیں کرنا چاہیئے' تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی داعی نے خود کو دعوت پہنچانے والوں کے مقابل ایک پارٹی یعنی سیاسی پارٹی کے طور پر پیش کیا تو اس نے اپنا دائرہ کار محدود کرلیا۔ اس کی دعوت کو دیگر مخالفین تعصب آمیز پاکر اس کی

برحق تعلیمات سے بھی پہلو تہی کرنے لگے۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ دعوت کا کام نہایت
نرم زبانی سے سرانجام دینا چاہیئے مسٹر ارنلڈ اپنی کتاب THE PREACHING
OF ISLAM میں مغل سلطنت میں تاتاریوں کے پیش رو تیمور تغلق خان کا ذکر کرتے
ہوئے رقم طراز ہے کہ جن تاتاریوں نے مسلمانوں کی عباسی سلطنت کو تاراج کیا
وہی تاتاری اسلام کی نرم تبلیغ کے باعث مسلمان ہوئے۔ مسٹر آرنلڈ لکھتا ہے کہ
تیمور خان ایک روز شکار کر رہا تھا کہ بخارا کے ایک شیخ جمال الدین کا وہاں سے گذر ہوا
تیمور خان کے سپاہیوں نے انہیں شاہی شکارگاہ میں غیر قانونی طور پہ داخل ہونے
کی بناء پر گرفتار کر کے شہزادے تغلق کی خدمت میں پیش کیا تیمور خاں نے شیخ جمال الدین
سے غصے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا "کہ تم ایرانی لوگ کتے سے بدتر لوگ ہو!" شیخ
جمال الدین نے اثبات میں تیمور خان کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ "ہاں! ہم لوگ کتے سے
بھی بدتر لوگ ہوتے اگر ہم دین برحق پر نہ ہوتے"۔ تیمور خاں نے استفسار کیا کہ "وہ
دین برحق کون سا دین ہے؟" جواباً شیخ جمال الدین نے دین اسلام کا تعارف پیش
کیا تو تیمور خان گویا ہوا کہ " اے جمال الدین! میں اپنی فتوحات کی مصروفیات کی بناء
پر سردست اسلام قبول کرنے سے قاصر ہوں لیکن میں چاہوں گا کہ تم (جمال) پھر کسی وقت
میرے پاس آؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا"۔

شیخ جمال الدین نہایت عمر رسیدہ بزرگ تھے انہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنے
صاحب زادے رشید الدین کو کہا کہ تیمور تغلق خان کے پاس جانا اسے دعوتِ اسلام
دینا مت بھولنا۔ شیخ رشید الدین نے اپنے والد کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ایک
روز تیمور خان تک رسائی کا قصد کیا انہوں نے شاہی شکارگاہ کے خیموں کے قریب
باآواز بلند آذان دینا شروع کر دی۔ تیمور خان نے آذان کی آواز سن کر آذان
دینے والے شخص شیخ رشید الدین کی دربار میں حاضری کا حکم دیا۔ شیخ رشید الدین
دربار میں لائے گئے۔ تو انہوں نے بتایا کہ میں شیخ جمال الدین کا بیٹا ہوں اور آپ
(تیمور) نے میرے والد سے مسلمان ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ میں اسی مقصد کے حصول

کے لئے آیا ہوں۔ اس زم خو دعوت کے نتیجے میں نہ صرف تیمور خان کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوا بلکہ اس کے ساتھ کئی اور شہزادے ماسوائے ایک کے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی داعی اپنے مقصد یعنی تبلیغ دین میں مخلص ہے تو راستے کی سختیاں اور مصیبتیں خود بخود خدائے بزرگ و برتر کی منشاء کے مطابق ختم ہوتی جاتی ہیں۔

داعی کی دعوت کی راہ میں آنے والے OPPORTUNITIES مواقعوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اس ضمن میں مجھے برطانیہ کی تاریخ میں سے ایک مثال دینے کی اجازت دیں جو ویلز کے شہر کارڈف میں قائم ہونے والی پہلی مسجد کی تعمیر سے ہے۔ شہر کے زعماء کی مجلس جس کی صدارت شاہ کر رہا تھا اس میں ایک یمنی نژاد مسلمان عبداللہ الحکمی بھی شریک تھے۔ دورانِ جلسہ نماز کا وقت ہو جانے پر عبداللہ الحکمی اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک طرف مصلیٰ بچھا کر آذان دینے کے بعد نماز پڑھنے لگے۔ نماز سے فراغت کے بعد بادشاہ نے دریافت کیا کہ " اے عبداللہ! تم کیا کر رہے تھے! انہوں نے کہا،، میں اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی کر رہا تھا،، بادشاہ نے پوچھا تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ داعی حقیقی عبداللہ الحکمی نے جواب دیا کہ مجھے آپ سے ایک جملے اشہد ان لا الہ اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ سننے کی خواہش ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ کچھ اور طلب کرو عبداللہ الحکمی نے کہا کہ ہمیں ایک مسجد کی ضرورت ہے تو بادشاہ نے مسجد کیلئے زمین کا عطیہ دینے کا حکم صادر کر دیا۔ اسلوب دعوت کے ضمن میں قرآنی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ اسلام کا مطلب "الاصلاح" ہے نہ کہ "الانقلاب" اسلامی انقلابی تحریکوں کی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان انقلابی تحریکوں کے لوگوں نے عوام کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دی ہے۔ مجدد الف ثانی رح احمد سرہندی نے اپنی تحریکوں کے دوران خود کو حکومتی ٹولے کا حصہ نہیں بنایا بلکہ وہ اپنے تئیں شہنشاہ جہانگیر اور اس کے وزراء کو خط لکھا کرتے تھے جس میں وہ انہیں غیر اسلامی افعال کرنے سے

باز رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ایک بار بادشاہ کے دربار میں کورنش بجا نہ لانے کی پاداش میں پابند سلاسل کر دیئے گئے پس زندان میں بھی اصطلاح کا کام اس انداز میں جاری رکھا کہ جیل میں موجود بدنام زمانہ لوگوں کو بھی اپنی تبلیغ کے ذریعہ نیکو کاروں اور پرہیز گاروں میں تبدیل کر دیا۔

قرآن کی موعظت وحکمت کی تعلیمات کی روشنی میں مباحثے اور مناظرے کا تصور قطعی طور پر داعیانہ صفات کے حامل افراد کے لئے غیر مناسب ہے۔ عیسائیت اور اسلام کے موضوع پر کئی مناظرے اور مباحثے منعقد ہو چکے ہیں لیکن ان کا نتیجہ سوائے منفی اثرات کے کچھ برآمد نہیں ہوا۔ مناظروں کے نتیجے میں عیسائی مشنریوں نے مسلمانوں میں ضعیف العقیدہ لوگوں کو چنا اور "برین واشنگ" کے بعد اسلام کے خلاف استعمال کیا یہ نہایت دردناک بات ہے۔ عیسائیت میں "ہولی وار" کی ایک اصطلاح مستعمل ہے۔ انسائیکلوپیڈیا (BRITANICA) میں اس کے تاریخی پس منظر پر کچھ اس انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ "ہولی وار" کی اصطلاح عیسائیوں کی صلیبی جنگ کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق مختلف مغربی ممالک سے عیسائی لوگ ایک ہزار سال عیسوی مکمل ہونے کے موقع پر یروشلم میں جمع ہونا شروع ہو گئے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ ہزار برس بعد دوبارہ آئیں گے۔ اس واقعہ کی یاد میں وہاں انہوں نے ہولی وار کا بازار گرم کیا جس میں ہزاروں مسلمانوں کو بے دردانہ طریقہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ آج یہی ہولی وار بوسنیا میں سربیا کے آرتھوڈکس عیسائی نہتے سربیائی مسلمانوں کے خلاف برپا کئے ہوئے ہیں۔ جدید دور کی اس صلیبی جنگ کے خلاف مسلمانوں کے درمیان اتفاق واتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ داعیان دین برحق وقت کے اہم موڑ پر اپنی داعیانہ صفات کا استعمال کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کو متحد کرنے کا نہایت اہم کردار ادا کر کے سرخرو ہو سکتے ہیں۔ (صراط مستقیم برمنگھم)

شرک اور اس کے اثرات ونتائج!

فضل اللہ انصاری سلفی

شرک نہ کہ صرف توحید کے منافی ایک عقیدہ ہے، بلکہ ایک ایسی حقیقت بھی، جو ذہنی وفکری اور اعتقادی وعملی انتشار سے عبارت ہے۔ دونوں جہان کا خالق و مالک اور جہان والوں کا پالنہار ورازق صرف اللہ ہے وہی عبادت کے لائق ہے اور وہی پرستش کے قابل۔ مگر کسی وجہ سے اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا انسان کے ذہن وفکر اور عقیدہ وعمل میں پراگندگی پیدا کرتا ہے کوئی مستقل راہ اور پختہ طریقۂ کار اپنانے نہیں دیتا۔ انسان اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ دوسرے کے علاوہ کوئی تیسرا بھی اللہ کا ساجھی و شریک (نعوذ باللہ) ہو سکتا ہے۔ پھر اس طرح انسان تو انسان اختر وخورشید وقمر، شجر حجر، بحر اور حیوان تک مشرک انسان کا معبود قرار پا جاتا ہے۔ حالاں کہ دنیا میں دیگر مخلوقات، حیوانات اور جملہ نباتات وموجودات سے افضل واعلیٰ اور برتر وعزت مآب خود یہ انسان ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر و رزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔ (بنی اسرائیل ۷۰) یعنی، اور بلاشبہ ہم نے بنو آدم کو عزت بخشی، خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں، ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی۔ انسان انسان کے علاوہ جن چیزوں کی پرستش کرتا ہے وہ سب خود اس کے تصرف میں ہیں۔ قرآن کا اعلان ہے کہ۔

اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماء فاخرج

به من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بأمره وسخر لکم الأنهار، وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنهار۔ یعنی اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی نازل کیا تو اس کے ذریعہ پھل پیدا کئے، جو تمہارے لئے روزی ہے اور تمہارے لئے کشتی کو مسخر کیا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور تمہارے لئے نہروں کو جاری کیا اور تمہارے لئے مسخر کیا آفتاب و ماہتاب کو اور مسخر کیا تمہارے لئے شب و روز کو۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو شعری جامہ پہنایا کہ۔ ع

یہ گنبد افلاک، یہ خاموش فضائیں ❖ ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں ❖ یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں

اور ع

جہاں ہے تیرے لئے، تو نہیں جہاں کیلئے ❖ نہ تو زمیں کیلئے ہے نہ آسماں کے لئے

جو چیزیں خود مخلوق اور مسخر ہیں، وہ خالق کا درجہ بھلا کیسے پاسکتی ہیں اور ان کی عبادت و پرستش کیسے کی جاسکتی ہے۔ جو خالق حقیقی اور مالک و رازق برحق ہے، اس کے علاوہ دوسری چیزوں کو یا حقیر مادہ سے پیدا کیا گیا خود ایک معمولی انسان کو بھلا کیسے معبود بنایا جاسکتا ہے۔ اس حقیقت کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر نادان انسان شرک جیسے گناہ عظیم کا ارتکاب کرکے خود اپنے لئے ہلاکت و بربادی، ذہنی و فکری انتشار، مذہبی فساد و بگاڑ، احساس کمتری اور "بیکارگی" کو دعوت دیتا ہے۔ اپنی ذلت و رسوائی کا سامان انسان خود مہیا کرتا ہے اور اس کی پوجا کرکے ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ بغور دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ شرک درحقیقت انسانیت کی تذلیل اور اس کی عظمت شان پہ ایک بٹہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ۔ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر أو

تھوی بہ الریح فی مکان سحیق ۔ (الحج ۳۱) یعنی، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گرا تو پرندے اسے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور دراز مقام پہ اسے لے جاکر پھینک دے۔ اس آیت کے اندر دراصل مشرک انسان کی ضلالت و ہلاکت اور رشد و ہدایت سے دوری کی مثال بیان کی گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ صہ ۲۴۲) گویا کہ شرک مہلک و تباہ کن اور بربادی کا بنیادی سبب ہے جس کو اپنی عزت کا پاس و احساس ہوگا اور حقیقت میں اسے اپنا وقار برقرار رکھنا ہوگا، وہ کبھی بھی اپنے جیسے ایک انسان، چہ جائیکہ کسی غیر ذی روح وغیر ذی عقل کی عبادت و پرستش کرکے، شرک جیسے جرم عظیم کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ ایک اللہ کی عبادت بلا شبہ انسان کو نہ کہ صرف اپنی نظر میں باوقار و باعزت بناتی ہے، بلکہ معبود حقیقی اللہ رب العزت کے سامنے بھی وہ محبوب و پسندیدہ قرار پاتا ہے اور ہزار طرح کے خود ساختہ معبودان باطل کے آگے جبینِ نیاز خم کرنے سے بچ جاتا ہے۔ سچ ہے۔ بقول اقبال مرحوم

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

انسان جب ایک خدا کا عبادت گزار بن جاتا، اس کے کہنے پر چلنے لگتا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو اپنے سامنے جھکا نہیں سکتی۔ اس کے اندر خدا اعتمادی کی وجہ سے خود اعتمادی پیدا ہو جاتی، وہ احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتا، ہر طرح کے حرص و طمع اور دنیاوی لالچ سے وہ آزاد ہو جاتا، اس کے اعتماد اور توکل کا واحد مرکز خدا بن جاتا اور اسی سے سب کچھ مانگتا۔ خوشی اور غم ہر حال میں وہ اسی کو یاد کرتا اور اسی سے لو لگاتا وہ جانتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی کسی کو کچھ دینے والا نہیں ہے بس اللہ کو وہ کافی سمجھتا۔ قرآن انسان سے سوال کرتا ہے کہ الیس اللہ بکاف عبدہ ۔ (زمر ۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟ کہ وہ اپنی حاجات و ضروریات

اور عقیدت و پرستش کیلئے بہت سے "خدا" بنانا چاہتا ہے اور بنائے ہوا ہے ایک موحّد کبھی ایسا نہیں کرتا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پہ وہ ایمان رکھتا ہے کہ۔ لاتشرك باللہ شیئا و ان قتلت او حرّقت اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، خواہ تم قتل کر دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ۔ باب الکبائر)

درحقیقت توحید وحدت فکر و عمل کا مرکز و محور ہے، جب کہ شرک انتشار و پراگندگی کا سب سے اہم سبب توحید ہی ایک ایسا راستہ ہے، جس پر چل کر ساری انسانی برادری ایک پلیٹ فارم پہ جمع ہو سکتی ہے، اونچ نیچ کے فرق اور طبقاتی کشمکش کے علاوہ ہر اس امتیاز کو ختم کیا جا سکتا ہے جو آج پوری دنیا میں اپنے مہلک اثرات دکھا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن ایک اللہ کو ماننے والے مومن بندوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ انما المومنون اخوۃ۔ مگر توحید سے برگشتہ ہونے کے بعد انسان وحدت فکر و عمل کی ساری برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے بشرک انسان کی عقیدت و محبّت پرستش و عبادت اور فکر و عمل کے بے شمار مرکز کھول دیتا ہے۔ انسانی برادری کی ایک ٹولی ایک معبود کے ارد گرد گھومنے لگتی ہے تو دوسری دوسرے کے ارد گرد۔ پھر ہر ایک دوسری کو شک کی نظر سے دیکھنے لگتی اور اسے بے راہ و باطل سمجھتی جیسے جیسے معبود قرار پاتے ویسے ویسے انسان کی ٹولیاں بنتی جاتی اور شرک کے کئی خانوں میں لوگ جلتے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں کہ عموماً لوگ آڑے وقت پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو اور پریوں کو پکارا کرتے ہیں، انہیں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ انہیں کی منتیں مانتے ہیں۔ مرادیں برلانے کیلئے انہیں پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور بیماریوں سے بچنے کیلئے اپنے بیٹوں کو انہیں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کسی کا نام عبد النبی، کسی کا علی بخش، کسی کا حسین بخش، کسی کا پیر بخش، کسی کا مدار بخش، کسی کا سالار بخش، کسی کا غلام محی الدین اور کسی کا

غلام معین الدین ہے۔کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی یا کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی آڑے وقت کسی کو پکارتا ہے اور کوئی کسی کی قسم کھاتا ہے۔غیر مسلم جو معاملہ دیوی دیوتاؤں سے کرتے ہیں وہی یہ نام نہاد مسلمان انبیاء، اولیاء، ائمہ، شہداء، ملائک اور پریوں سے کرتے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے سچ فرمایا۔ **وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون**، اکثر لوگ اللہ پر ایمان لاکر شرک کرتے ہیں۔ سورہ یوسف ع ۱۰۶ (تقویۃ الایمان ص ۱۲) ایک خاص فرقہ کے لوگوں (نام نہاد مسلمانوں) میں پائے جانے والے شرک کے اتنے خانے ہیں تو پھر دوسروں کی کیا بات۔

چونکہ شرک کی ساری بنیاد وہم اور بے دلیلی ہے، اس لئے بھی ذہن وفکر کو کوئی استقلال میسر نہیں ہوتا اور ہر کمزور دلیل شرک کو کوئی نہ کوئی قوی دلیل توحید بے وزن بنا دیتی ہے۔ قرآن کا واضح اعلان ہے کہ۔ ماتعبدون من دونہ الا أسماء سمیتموھا وآباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان۔ إن الحکم إلا للہ۔ (یوسف ۴۰) یعنی، اللہ کے سوا تم جن معبودوں کو پوجتے ہو، وہ تو محض نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے۔ اللہ نے ان (کے معبود ہونے) کی کوئی سند نہیں اتاری ہے۔ حکم تو سارے کا سارا اللہ کے لئے ہے۔ قرآن مزید کہتا ہے کہ قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا، إن تتبعون إلا الظن وإن أنتم إلا تخرصون۔ الانعام ۱۴۸) یعنی کہہ دیجئے! کیا تمہارے پاس (شرک کی) کوئی علمی سند ہے؟ تو ہمیں نکال کر دکھاؤ۔ تم صرف وہم وخیال کی پیروی کر رہے ہو اور تم اٹکل پچو تیر چلا رہے ہو۔ قیاس اور وہم و گمان مشرکوں کا بس یہی سرمایۂ دلیل ہے۔ بھلا اس سے ذہن وفکر کو کیا سکون و اطمینان اور استقلال ملے گا۔ پھر جہاں ذہنی استقلال نہیں ہوگا، وہاں علمی استقلال کا تصور کیسے کیا جاسکتا۔ شرک عقیدہ وعمل کو بھی خوب پیچ وتاب کھلاتا ہے اور

جہاں تہاں لئے پھرتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں قرآن میں واقعہ مذکور ہے کہ فلما جن علیہ اللیل رأ کوکبا قال ھذا ربی فلما أفل قال لا أحب الآفلین ۰ فلما رأ القمر بازغا قال ھذا ربی، فلما أفل قال لئن لم یھدنی ربی لأکونن من القوم الضالین ۰ فلما رأ الشمس بازغۃ قال ھذا ربی ھذا أکبر ۰ فلما أفلت قال یا قوم إنی بریٔ مما تشرکون (الانعام ۷۶، ۷۷، ۷۸) یعنی، چنانچہ جب رات ان پر طاری ہوئی تو انہوں نے ایک تارا دیکھا، کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ ڈوب گیا تو بولے ڈوب جانے والوں کو میں پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا یہ ہے میرا رب مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو بولے ڈوب جانے والوں کو میں پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا یہ ہے میرا رب۔ مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا، اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا۔ پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا کہ یہ ہے میرا رب، یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی ڈوبا تو حضرت ابراہیمؑ پکار اٹھے کہ اے میری قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں، جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ اس واقعہ کے تناظر میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا ظہور ایک ایسے عہد اور ملک میں ہوا، جب بابل اور نینویٰ کی عظیم الشان قومیں اجرام سماویہ کی پرستش میں مبتلا تھیں اور شہر "اُر" میں زہرہ، چاند اور سورج کے مندر تھے، جہاں صبح و شام پرستاری کیلئے لوگ جمع ہوا کرتے تھے (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۴۷۷) مگر اس واقعہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ عارضی طور پر ہی سہی حضرت ابراہیمؑ شرک میں مبتلا ہو گئے تھے۔ مولانا مودودیؒ اس طرح کی ممکنہ غلط فہمی کے ازالہ کے طور پر لکھتے ہیں کہ "ایک طالب حق اپنی جستجو کی راہ میں سفر کرتے ہوئے بیچ کی جن منزلوں پر غور و فکر کے لئے ٹھہرتا ہے، اصل اعتبار ان منزلوں کا نہیں ہوتا، بلکہ اصل اعتبار اس سمت کا ہوتا ہے، جس پر وہ پیش قدمی کر رہا

ہے اور اس آخری مقام کا ہوتا ہے، جہاں پہنچ کر وہ قیام کرتا ہے۔ بیچ کی منزلیں ہر جویائے حق کیلئے ناگزیر ہیں ان پر ٹھہرنا سلسلۂ طلب وجستجو ہوتا ہے، نہ کہ تصور فیصلہ۔ اصلاً یہ ٹھہراؤ سوالی واستفہامی ہوا کرتا ہے نہ کہ حُکمی۔ طالب حیب ان میں سے کسی منزل پر رُک کر کہتا ہے کہ "ایسا ہے" تو دراصل یہ اس کی آخری رائے نہیں ہوتی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "ایسا ہے؟" اور تحقیق سے اس کا جواب نفی میں پاکر وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ اثنائے راہ میں جہاں جہاں وہ ٹھہرتا رہا، وہاں وہ عارضی طور پر کفر یا شرک میں مبتلا رہا۔ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۵۵۸، ۹) اس واقعہ کا اگر بنظر غائر جائزہ لیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شرک بہر حال ذہنی وفکری اور عملی انتشار پیدا کرتا ہے اور اس کیلئے کوئی قوی اور مضبوط دلیل نہیں ہوتی۔ سوائے وہم وگمان اور قیاس آرائی کے۔ اسی لئے قرآن حضرت ابراہیمؑ سے متعلق اس واقعہ کے آخر میں کہتا ہے کہ۔ وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ مالم ینزل بہ علیکم سلطانا۔ (الانعام ۸۱) یعنی، اور کیسے میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے ڈروں، جب کہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے، جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نہیں نازل کی ہے؟

شرک کرنے والا اپنے طور پر ضعیف اور بے وزن دلائل و براھین کے انبار تو لگا دیتا ہے، مگر حقیقت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ جس عقل کا سہارا لے کر وہ اپنے اس جرم عظیم کیلئے جواز تلاشتا ہے، وہی اس کی تردید کردیتی ہے۔ اس کے علاوہ شرعی طور پہ وہ سب سے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اللہ کی مغفرت اس کیلئے معدوم ہوجاتی ہے اور وہ جہنم کو اپنے لئے واجب کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء یعنی، اللہ اس جرم کو نہیں معاف کرتا

کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہتا معاف کر دیتا ہے۔ (نساء۔ ۱۱۵) ایک جگہ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔ إنه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة ومأواه النار۔ اللہ کے ساتھ جو شریک ٹھہرائے گا اللہ اس کیلئے جنت کو حرام کرے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملاً أشرك فيه معي غيري تركته وشركه وأنا منه بري (مسلم، مشکوٰۃ۔ باب الریاء) یعنی ساجھیوں میں سب سے زیادہ ساجھے سے بے پرواہ میں ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا، جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے ساجھے کو چھوڑ دیتا ہوں اور میں اس سے بے زار ہو جاتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے اللہ کے رسولؐ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ أن تدعوا لله نداً وهو خلقك۔ تو کسی کو اللہ جیسا سمجھ کر پکارے، حالاں کہ اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، باب الکبائر) حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: یا ابن آدم إنك لو لقيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً لأتيتك بقرابها مغفرة۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب الاستغفار) یعنی، اے آدم کے بیٹے، اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے، مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں دنیا بھر کی بخشش لے کر تجھ سے ملوں گا۔ اس حدیث کے تناظر میں شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں کہ۔ یعنی دنیا میں بڑے بڑے گنہ گار لوگ گذرے ہیں، جن میں فرعون و ہامان وغیرہ تھے اور شیطان بھی اس دنیا میں ہے، ان تمام گنہ گاروں سے دنیا میں جس قدر گناہ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے، اگر بفرض محال ایک شخص کر گذرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جس قدر اس کے گناہ ہیں اسی قدر

خدا کی بخشش اس پر نازل ہو جائے گی معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سارے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں جس طرح شرک کی نحوست سے سارے اچھے عمل غارت کر دئے جاتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان صـ۲۸)

غرضیکہ شرک کے جو بھی اثرات و نتائج ہوتے، وہ ہر اعتبار سے منفی ہوتے اور اس کی نحوست سے جہاں ذہنی و فکری انتشار پیدا ہوتا، عقیدہ و عمل غارت ہوتا، انسان ذلت و رسوائی اور احساس کمتری کا شکار ہوتا، وہیں انسان سب سے بڑے اور مہلک و تباہ کن گناہ کا مرتکب ہو کر جنت اپنے لئے حرام، جہنم واجب اور ہلاکت و بربادی کو لازم قرار دے لیتا اللہ کی مغفرت سے وہ محروم ہو جاتا اور اس کی نظر میں مبغوض و ناپسندیدہ قرار پاتا، خواہ وہ بظاہر کتنے ہی اچھے کام کر رہا ہو۔

اللہ ہمیں عقیدہ و عمل اور فکر و نظر میں شرک جیسے گناہ عظیم سے بچائے (آمین)

(بقیہ صـ۲۸ کا)

کر دیتے ہیں ان کے سامنے صرف اپنے مفادات ہوتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خواہ وہ سیاسی جماعت ہو یا علماء کی تنظیم، ان کا کردار غیر ذمہ دارانہ رہا ہے ویسے تو جب بھی مسئلہ پیدا ہوا ان کی طرف سے کافی ہنگامہ خیز سرگرمیاں سامنے آئیں۔ بہتیرے جلسے جلوس نکالے گئے اتحاد ملت کے لئے سیمنار اور کانفرنسیں ہوئیں لیکن یہ کام خلوص وللہیت پر مبنی نہ تھا بلکہ ذاتی اغراض کارفرما تھیں اپنی صلاحیتوں کا اظہار مقصود تھا۔ ۶ر دسمبر کا المناک حادثہ بابری مسجد کی شہادت اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے .... فرقہ وارانہ فسادات میں مسلمانوں کا بے پناہ جانی و مالی نقصان اور علماء و مسلم سیاسی اکابرین کی طرف سے رسمی سی پیش قدمی واضح ثبوت ہے کہ علماء و مسلم قیادت کو اپنی ملی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے۔

کاش کہ اب بھی وہ سمجھ جاتے اور قوم کو تباہی و بربادی سے دور رکھتے۔ ●

موجودہ ہندوستانی مسلم سماج ایک نظر میں

طارق سہراب غازی پوری

ہندوستان صدیوں سے تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے یہاں کی قدیم درس گاہیں قدیم ادبی اسلوب کو ظاہر کرتی ہیں۔ ہندوستان میں محمد بن قاسم کی آمد کے بعد جب مسلمانوں کا پھیلاؤ ہوا تو اس وقت کی سندھی علاقوں کی تہذیبیں بھی یہ ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ لوگوں میں جذبہ، ایثار و قربانی، محبت، ہمدردی و یگانگت موجزن تھا۔ تبھی تو ان خطوں میں مسلمانوں کے بسنے کا سلسلہ قائم ہوا جو تا دیر چلتا رہا۔ اس طرح ایک وقت ایسا آیا کہ خطۂ ہند میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں تو ان کا سلسلہ صدیوں تک چلتا رہا لیکن ایام نداولہا کے مطابق جب مسلمان تنزلی کا شکار ہوئے تو ابھی تک ان کے ڈگمگاتے ہوئے قدم ڈگمگا ہی رہے ہیں، ان کے اندر ثابت قدمی یا پختگی نہیں آئی جو بہت پہلے آجانی چاہیے تھی .... ایسا کیوں؟

دوسری طرف ۱۹۴۷ء کے بعد ملکی فضا میں سموم ہواؤں کے چلنے سے تبدیلی پیدا ہوئی اور ملک کا نظام سیکولر قرار پایا۔ ۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند نے گرچہ سفینۂ اسلامیہ کو دو حصوں میں منقسم کر دیا تھا تاہم ہندوستان میں سیکولر نظام کے تحت مسلمانوں کو دیگر اقوام کی طرح وہ آزادی رہی ہے کہ وہ اپنے مقدر کا فیصلہ خود کریں لیکن آزادی ہند کے بعد سے کر اب تک کی تاریخ یہی ظاہر کرتی ہے کہ ملکی نظام میں مسلمانوں کا تعاون دیگر اقوام ہند کے مقابلہ میں بہت ہی کم رہا ہے .... ایسا کیوں؟

مذکورہ دو وجوہات پر غائرانہ نظر ڈالنے پر پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی

پسماندگی و تنزلی کی سب سے بڑی وجہ ان کی نااہل قیادت ہے۔ مذہبی اداروں اور مذہبی علماء نے اپنا دائرہ کار مخصوص کرلیا۔ عصری تعلیم سے کنارہ کشی ہی نہیں اختیار کی گئی بلکہ عصری تعلیم حاصل کرنے والوں کو اپنے سے دور ہٹایا جانے لگا اعمال صالحہ پر توجہ نہ رہی، مرغا پلاؤ کے چکر میں اگر فوقیت دی گئی تو قبر پرستی، مزار خوانی اور شرک پرستی کو جس کا کہ سرے سے اسلام سے تعلق ہی نہیں ہے۔ کچھ مسلم اکابرین نے سیاسی حلقہ میں پذیرائی کیلئے خوشامد پرستی کا راستہ اختیار کیا اور جب انہیں راجیہ سبھا یا لوک سبھا میں نشستیں مل گئیں تو وہ بھی اس سیاہ لباس میں ملبوس ہوگئے جن میں ہندوستانی مسلمانوں کی نگاہوں میں دوسرے اغیار ملبوس ہیں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپسی دائرہ بندی نے معصوم مسلمانوں کو سیاسی، سماجی، اقتصادی و تعلیمی جیسے تمام اہم شعبوں میں کافی پیچھے ڈھکیل دیا۔ اگر آج کوئی بھائی کسی دیگر بھائی پر الزام تراشی کرتا ہے تو اس سے پہلے اسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ خود اس کے اپنے حرکات کیسے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہندوستان میں مرار جی ڈیسائی کی قیادت میں جنتادل کی حکومت تھی اتر پردیش کے اسکولوں و کالجوں میں اردو زبان کی تعلیم اور کچھ مسلم علاقوں میں اردو میڈیم اسکول قائم کئے جانے کی باتیں کہی گئیں تھیں اس پر ایک خطیر رقم بھی اکٹھا کی گئی مگر بعد میں یہ پتہ چلا کہ کچھ سیاسی مرغوں نے یہ پیسے اپنے دربے میں رکھ لیئے اور اوپر سے یہ دلاسہ دیتے رہے کہ ہم اردو میڈیم اسکولوں کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

" نوٹ: جہاں تک اردو زبان کی بات ہے تو واضح ہو کہ یہ مسلمانوں کی زبان نہیں ہے بلکہ پورے ہندوستانیوں کی زبان کہی جائے گی اس لیئے کہ اس زبان کی نشر و اشاعت میں اب تک کے آنکڑے کے مطابق نول کشور پریس کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ اردو شعراء میں جہاں بہت سے مسلمان شعراء ہیں وہیں سکھ اور ہندو شعراء کی بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔"

پھر بھی ہم یہی کہیں گے کہ ہندوستان میں اردو زبان کو سب سے زیادہ

نقصان مسلم قیادت نے پہنچایا ہے۔ اگر اُردو کو یہ اس کے حال پر چھوڑ دیتے تو مجھے امید ہے کہ دوسرے اس زبان کو وہ مقام دلا دیتے جو اسے ملنا چاہیئے تھا۔

مسلم اکابرین نے سیاست کو پیسہ کمانے کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے سیاسی رسائی کس طرح حاصل ہو بس ان کی کوشش ہوتی ہے۔ چاہے مسلم معاشرہ آگ کے شعلوں میں ہو یا تباہی کے دہانے پر، انہیں اس سے مطلب نہیں کہ اسلام کیا کہتا ہے۔ انہیں تو اسلام کے بارے میں اس وقت ہوش آتا ہے جب ان کی جھولی خالی ہونے لگتی ہے۔ آیئے ایک نظر ملّت کی زبوں حالی اور اپنے اپنے سیاسی و مذہبی علماء پر ڈالیں۔

قرآن کریم نے اُمّت مسلمہ کا یہ تصور پیش کیا کہ بے شک تعلیم وحدت سے آراستہ تمہاری یہ واحد اُمّت ہے، لیکن جب اپنی قوم کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ درد انگیز منظر آتا ہے کہ کتاب اور سُنت نے جتنے زور اور تاکید کے ساتھ وحدت ملّت کی تعلیم دی اس سے زیادہ زور کے ساتھ ہم نے فکری اور عملی طور پر اپنے آپ کو تنکوں کی مانند بکھیر لیا۔ یہ بات بھی قابل افسوس ہے کہ ہمارے نزاعات اور جھگڑے محض نظریاتی اور فروعی نہیں بلکہ عقائد و اصول تک میں اختلافات ہیں ایک طرف تو مسلکی تفرقہ ہیں تو دوسری طرف خانقاہیت کا علم بردار طبقہ جس کی اپنی الگ الگ تشخیص ہے کوئی سہروردی ہے تو کوئی نقش بندی ہے کوئی رضوی ہے تو کوئی اشرفی۔ کسی کے ہاں تعویذ گنڈوں کا کاروبار ہے تو کسی کے ہاں بازار بدعت گرم ہے۔ جو لوگ اتباع سلف کے دعوئ دار ہیں ان کے یہاں عملی کوتاہیوں کی انتہا ہے۔

ان تمام خرافات کے بعد نتیجہ یہی نکلا کہ سیکولر ہندوستان میں مسلمانوں نے اپنا وقار کھو دیا اور اب سیاسی طور پر مسلمان بالکل بے وزن ہو گئے ہیں۔ انتخابات میں ان کا ووٹ جو طاقت بن سکتا تھا۔ اِدھر اُدھر بٹ کر بے اثر ہو جاتا ہے۔ وہ مسلمان جو پارلیمنٹ میں کوئی سیٹ پا جاتے ہیں وہ اپنا ضمیر فروخت

(بقیہ ص ۲۵ پر)

کویت کی دینی وعلمی خدمات پر ایک نظر

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ، بنارس

عرب دنیا کی خلیجی ریاستوں میں کویت ایک چھوٹا سا ملک ہے، لیکن پٹرول کی وجہ سے اس کا شمار دنیا کے امیر ترین ملکوں میں ہوتا ہے، موجودہ دور میں کسی ملک کی اقتصادی حالت کا مضبوط ہونا اس کی اہمیت کا ضامن ہے، اس لحاظ سے کویت موجودہ عرب دنیا میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، لیکن ہماری نظر میں اس چھوٹے سے عرب ملک کی عظمت واہمیت کا اہم ترین سبب یہ ہے کہ اس نے دینِ اسلام اور اسلامی علوم وفنون سے اپنی وابستگی برقرار رکھی ہے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھ کر ان کی طرف دستِ تعاون بڑھایا ہے۔ عرب قوم کی سخاوت وفیاضی ضرب المثل ہے، اور اس کا ایک مظہر ہمیں کویت کی حکومت وعوام کے کردار میں نظر آتا ہے، انسان کو دولت ملتی ہے تو دین کی طرف توجہ کم ہو جاتی ہے، لیکن اہل کویت اس حکم سے مستثنیٰ نظر آتے ہیں، اس ملک میں سرکاری اور عوامی سطح پر دینی وعلمی خدمات کے لئے باقاعدہ تنظیمیں اور ادارے قائم ہیں اور ان کی نگرانی میں دینی وعلمی پروگرام انجام پذیر ہوتے ہیں، پچھلے دنوں کویت کو عراقی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا تو یہ اندیشہ ہونے لگا کہ دینی اداروں کے لئے خیر وبرکت کا یہ سرچشمہ کہیں خشک نہ ہو جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل کویت نے اپنے ملک کی آزادی کے بعد اپنی دینی وعلمی سرگرمیوں کا سلسلہ ازسرِنو شروع کر دیا۔

مسلم ممالک کی طرف سے تعلیمی ودعوتی اداروں کی امداد کا تذکرہ ہوتا ہے

توشکوک وشبہات کے مارے ہوئے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کا محرک مذہبی تنگ نظری ہے، لیکن کویت میں اگر آپ داخلی صورتِ حال کا جائزہ لیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہاں کی دولت سے لوگوں کو بلا امتیازِ مذہب وملّت فائدہ پہونچتا ہے، کویت کے ذمہ داران وعوام نے کبھی اس مسئلہ کو مذہبی آئینہ سے نہیں دیکھا حالانکہ اگر وہ ایسا کرتے تو غلط نہ ہوتا، دنیا میں متعدد ایسے ممالک موجود ہیں جن کے اقتصادی پالیسی میں مذہبی حیثیت کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے، کویت کے اقتصادی ڈھانچہ پر اگر آپ نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ یہاں کی دولت سے مستفید ہونے والوں میں یورپ، امریکہ اور ایشیا کے غیر مسلم لوگوں کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے، کئی سال پیشتر ایک کویتی دوست نے بتایا کہ اس کے ملک میں کار کے پرزوں کی سب سے بڑی دکان ایک غیر مسلم ہندوستانی کی ہے، قلبی وسعت اور علمی فیاضی کی اس پالیسی کو مسلمانوں کا ایک طبقہ مستحسن نہیں سمجھتا لیکن امّت مسلمہ کی تاریخ میں تعصب وتنگ نظری اور انانیت وخود غرضی کے مقابلہ میں رواداری ووسیع النظری اور ایثار وہمدردی کی مثالیں زیادہ ہیں۔

انسانیت کی خدمت کیلئے رفاہی وعلمی پروگراموں کا اس دور میں بڑا چرچا ہے، اس خدمت کے نام پر مختلف تنظیمیں عالمی پیمانے پر کام کر رہی ہیں، بعض لوگ رفاہی کاموں کو اہل مغرب کی خصوصیت سمجھتے ہیں، اور یہ نہیں جانتے کہ مسلمانوں نے اس میدان میں۔ دوسرے بہت سے میدانوں کی طرح۔ گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اسی لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان سطور کے ذریعہ کویت کی حکومت وعوام کی ان بعض دینی وعلمی خدمات کا تعارف پیش کریں جو چند برسوں میں انجام پذیر ہوئی ہیں، واضح رہے کہ یہ ایک سرسری تذکرہ ہوگا، اگر تمام یا اکثر خدمات کا جائزہ لیا جائے تو اس کے لئے ضخیم کتاب بھی کافی نہ ہوگی۔

۱۔ کویتی حکومت نے اپنی وزارتِ اوقاف میں ایک شعبہ اسلامی امور کا قائم کیا ہے، ملکی وبیرونی مذہبی امور کی دیکھ بھال اس شعبہ کا خاص کام ہے،

اسی شعبہ کے تعاون سے مسلمانوں کو مذہبی کتابیں فراہم کی جاتی ہیں، اور جہاں امداد کی ضرورت ہوتی ہے وہاں امداد دی جاتی ہے، دنیا کے مختلف حصوں سے جو علماء کویت آتے ہیں ان کی ضیافت بھی یہی شعبہ کرتا ہے، اور اس طرح دنیا کے احوال سے اس شعبہ کے ذمہ دار واقف ہوتے ہیں۔ کویت نے فلسطینی عوام کے ساتھ جس ہمدردی و تعاون کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل فخر ہے، ہم کسی دوسرے مقالہ میں اس کا ذکر کریں گے۔

وزارتِ اوقاف کی ایک عظیم لائبریری ہے جس میں مختلف موضوعات پر کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جس سے علماء وطلبہ مستفید ہوتے ہیں

اس وزارت کا ایک عظیم علمی کارنامہ فقہی انسائیکلوپیڈیا کی تیاری ہے، فقہ کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والے علماء وطلبہ کے لئے یہ بڑا وقیع تحفہ ہے۔ اس کی مدد سے اسلامی شریعت سے واقفیت کے ساتھ ہی یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ فقہاء اسلام نے شریعت کی خدمت کے سلسلہ میں کتنی محنت وعرق ریزی کی ہے۔

مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کے لئے وزارت کی طرف سے ایک عربی ماہنامہ "الوعی الاسلامی" کے نام سے شائع ہوتا ہے جس میں مختلف مذہبی وعلمی موضوعات پر نامور اہلِ قلم کے مضامین شائع ہوتے ہیں، مسلم دنیا میں اس ماہنامہ نے اہم خدمت انجام دی ہے، اس کے قارئین کا حلقہ بیحد وسیع ہے۔

۲۔ کویت کی وزارت اطلاعات کا ماہنامہ "العربی" پوری عرب دنیا میں مشہور ہے، مصر میں صحافتی ترقی کے باوجود یہ پرچہ دگنی قیمت پر بڑی مشکل سے دستیاب ہوتا تھا، اس پرچہ کے مشتملات بالعموم مفید اور معلوماتی ہوتے ہیں مذہب، سیاست، اقتصاد، ادب وثقافت ہر موضوع پر اس میں مضامین شائع ہوتے ہیں، البتہ مذہبی حلقہ اس پرچہ کے مشتملات سے مطمئن نہیں، اور اس کی بے اطمینانی کی وجہ معقول ہے، لیکن یہ صرف "العربی" کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ایسے تمام ممالک میں جہاں مسلمانوں کی معتد بہ تعداد موجود ہے، مسلمانوں کا ایک ایسا

طبقہ موجود ہے جو اپنی مغربی ثقافت و مادی معیار کی وجہ سے اسلامی احکام و اقدار کی
کی مخالفت پر اصرار کرتا ہے، اور کتاب وسنت کے ضوابط کو زندگی کے تمام مسائل
کے لئے ضروری نہیں سمجھتا۔

۳۔ وزارتِ اطلاعات ہی سے ایک پندرہ روزہ "الکویت" کے نام سے
شائع ہوتا ہے، اس میں بھی متنوع ادبی، فنی اور مذہبی مقالات شائع ہوتے
ہیں جن سے عرب اور اسلامی دنیا سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس پرچہ
کے ۱۵ر اپریل ۹۲ء کے شمارہ میں کویت کے وزیرِ محنت وسماجیات شیخ جاسم ایون
کا ایک مفصل انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں کویت اور عالم اسلام سے متعلق مسائل
پر ان کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ کویت پر عراق کے جارحانہ قبضہ سے متعلق
وزیر موصوف نے بتایا کہ اس حملہ کا ایک مثبت نتیجہ یہ سامنے آیا کہ اس سے کویت
کے باشندوں کو اپنی طاقت وصلاحیت سمجھنے کا موقع مل گیا، اور جن لوگوں نے
ہمیشہ امن وخوشحالی کی زندگی بسر کی تھی انھیں خوف و دہشت اور فقر وفاقہ کا بھی
تجربہ ہوا۔

اسی انٹرویو میں ایک مقام پر شیخ جاسم نے دہشت گردی کا تذکرہ کرتے ہوئے
کہا کہ اسلام میں دہشت گردی وانتہاپسندی کی کوئی گنجائش نہیں، یہ دین رحم و
مروت اور رواداری وانصاف کی تعلیم دیتا ہے، اور دہشت گردی کا نشانہ عام
طور پر بے گناہ افراد بنتے ہیں، اسلام طاقت کے بیجا استعمال کا بھی مخالف ہے، اسلام
کے نام پر جو لوگ غیر اسلامی افعال کا ارتکاب کرتے ہیں انہیں ہمارے مخالفین اسلام
کو بدنام کرنے کیلئے استعمال کر رہے ہوں۔

"مجلہ الکویت" کے اسی شمارہ میں محمد فہیم درویش کی کتاب "غزو الکویت بین
شریعۃ الالقاب والقانون الدولی" کے تعارف پر مشتمل جمال حموی کا مضمون بھی
شائع ہوا ہے۔ اس کتاب میں بین الاقوامی قانون، اقوام متحدہ کے کردار اور کویت
پر عراقی جارحیت وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور ایک مقام پر ان

جرائم کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جو انسانیت کے خلاف عراقی حکومت کے ہاتھوں سرزد ہوئے، پھر مصنف نے اپنے مطالعہ کا حاصل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کویت کی آزادی کیلئے بین الاقوامی طاقتوں نے عراق کے خلاف جس جنگ کا اعلان کیا وہ مبنی برانصاف جنگ تھی کیونکہ اس کا آغاز تمام سیاسی وسفارتی کوششوں کی ناکامی کے بعد ہوا تھا، عراقی فوجیں کویت سے انخلاء کے لئے تیار نہ تھیں اگر عالمی برادری صدام حسین کے غاصبانہ قبضہ سے کویت کو آزاد نہ کراتی تو آمریت کی بقاء وفروغ کیلئے یہ ایک بری مثال بن جاتی۔

۴۔ کویت کی ایک غیر سرکاری تنظیم "جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی" ہے، اخوانی فکر کی حامل اس تنظیم کی سرگرمیاں متنوع ہیں، اس کی طرف سے کویت میں دعوت وارشاد کا اچھا کام ہوتا ہے، اور مختلف تعلیمی وتبلیغی اداروں کی یہاں سے مدد ہوتی ہے، اس تنظیم کے بعض ذمہ دار حضرات پورے عالم اسلام میں اپنی دینی و علمی سرگرمیوں اور جذبۂ خیر وسخاوت کے لئے مشہور ہیں۔

اس تنظیم کا سب سے مؤثر کام ہفتہ وار رسالہ "المجتمع" کا اجراء ہے، یہ پرچہ ۱۹۷۰ء سے دین وعلم کی اہم خدمت انجام دے رہا ہے، دین اسلام کے مخالفین کی نقاب کشائی میں اس کا کردار بہت اہم ہے مختلف مسائل میں اس مجلہ کے منہج وفکر سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کی افادیت وتاثیر کا انکار مشکل ہے۔

۵۔ "بیت الزکاۃ" نامی ادارہ کی خدمات بھی متنوع ومتاثر ہیں، زکاۃ دین اسلام کا ایک اہم رکن ہے چونکہ اس عبادت کا تعلق مالیات سے ہے، اس لئے اس کی ادائیگی میں ترتیب وتنظیم اور بحث وتحقیق کی زیادہ ضرورت ہے، بیت الزکاۃ کے ذمہ داروں نے اس مسئلہ کو سلجھانے میں اچھی خدمت انجام دی ہے، ملک کے اندر دعوت واصلاح کا کام انجام دینے کے ساتھ ساتھ یہ ادارہ بیرونِ ملک بھی تعلیم وتبلیغ کے فروغ کیلئے کوشش کرتا ہے، اور اس کوشش کے مثبت وخوشگوار نتائج لوگوں کے سامنے ہیں، چونکہ انسانی معاشرہ کی فلاح وبہبود میں تعلیم کی اہمیت بنیادی ہے،

اس لئے بیت الزکاۃ کے اراکین اس مسئلہ کو سب سے مقدم رکھتے ہیں، اگر امت کے افراد صحیح تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوجائیں تو ان کی بہت سی الجھنیں اور مصیبتیں خود بخود ختم ہوجائیں گی۔

۴۔ "جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی" کے نام سے قائم کویت کا یہ ادارہ متنوع علمی، تعمیری اور رفاہی خدمات انجام دیتا ہے، سلفی فکر کے حامل اس ادارہ کے اراکین کویت اور بیرونِ کویت اپنی سلامت روی اور بصیرت و خیر پسندی کے لئے معروف ہیں، تعمیری پہلو پر ان کی توجہ زیادہ ہے، دنیا کے مختلف حصوں میں ان کے بنائے ہوئے اسپتال، مسجدیں اور مدرسے انسانیت کی خدمت میں سرگرم ہیں، طالبان علوم دینیہ کو یہ لوگ اہم کتابیں فراہم کرتے ہیں اور غرباء و مساکین کیلئے بنیادی ضرورت کے سامان مہیا کرتے ہیں۔

ان کا ایک ماہوار مجلہ "الفرقان" کے نام سے شائع ہوتا ہے جس میں سلف صالح کے منہج کی روشنی میں مسائل و معلات کی تشریح و توضیح کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کے علمی ورثہ کا تحفظ و اشاعت بھی اس تنظیم کا ایک اہم مقصد ہے، اور اس میدان میں اس نے قابلِ قدر خدمت انجام دی ہے۔

مجلۃ المجتمع نے اپنے ۲۵ر مئی ۹۳ء کے شمارے میں ایک مضمون کویت کی ان رفاہی تنظیموں پر لکھا ہے جس میں یہ وضاحت کی ہے کہ دنیا کی ۱۸ر زبانوں میں ان تنظیموں کی طرف سے اسّی لاکھ سے زائد کتابیں مفت تقسیم کی گئی ہیں، اور ایک لاکھ ٹن سے زیادہ غلّہ جات، دوائیں اور دوسرے ضروری سامان فراہم کئے گئے ہیں۔

"الھیئۃ الخیریۃ الاسلامیۃ العالمیۃ" نامی تنظیم نے کویت کی دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر فلسطین، افغانستان، صومالیہ، بوسنیا، نوآزاد روسی جمہوریات اور بنگلہ دیش وغیرہ کے ضرورت مندوں کے لئے بیش بہا خدمت انجام دی ہے جس کی تفصیل ان تنظیموں کی رپورٹوں میں مندرج ہے۔

"المجتمع" نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ کویت کی ان تنظیموں کی طرف

جو امداد دی جاتی ہے اس کا مقصد صرف انسانیت کی خدمت اور مسلمانوں کی حاجت برآری ہے، اس کے پیچھے نہ تو کوئی دوسرا سیاسی مقصد ہے نہ کسی پر احسان کا اظہار، اللہ تعالیٰ نے کویتی حکومت اور عوام کو اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے، اور وہ لوگ اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان وسلوک کو اسلام کا حکم سمجھ کر بجالاتے ہیں، انہیں یہ یقین ہے کہ اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ کار خیر میں جو دولت صرف ہوگی اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں ضرور ملے گا، اور اس کی برکت سے ملک کی سرزمین اور عوام امن وخوشحالی سے بہرہ مند ہوں گے (محدث بنارس)

(بقیہ صفحہ ۲۱ کا)

ہے اور ہمارے اساتذہ ایک اچھے مسلمان ہیں، ایک اچھے انسان ہیں، ہم ان کی کیسے مخالفت کرسکتے ہیں. اگر وہ کچھ نہ بھی کہیں لیکن مخالفت کرنے والوں میں شامل نہ ہوں تب بھی ہم اپنی کارکردگی پر کچھ اطمینان کا سانس لے سکتے ہیں۔ لیکن یہاں تو الٹا ہو رہا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس کی فکر بھی نہیں ہے۔ ایسا صرف اس لئے ہے کہ ہمارے اسکول مردہ جسموں کی طرح ہیں اور چیخ چیخ کر روح ڈالنے والوں کو پکار رہے ہیں، کوئی ہے جو ان میں روح ڈال سکے، کوئی ہے جو ان میں فکر کی گرمی پیدا کرسکے، کوئی ہے جو ان چراغوں کو روشن کرسکے، اور کوئی ہے جو ان کے فرائض سے واقف کراسکے، نعرے بازی نہ کرے بلکہ ٹھوس کام کرے۔ اس ٹھوس کام کی آج ضرورت ہے (بشکریہ ماہنامہ آموزگار)

(بقیہ صفحہ ۸ کا)

پھر ان اعضاء سے جو کام لیا جارہا ہے وہ اس پر پوشیدہ کیوں کر رہ سکتا ہے. ان سبھی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے ہاں فیصلہ اعمال سے ہوگا اور اگر دنیا میں نیک عمل یعنی شریعت کے دائرے میں رہ کر حیات مستعار کو صرف نہ کیا گیا تو پھر سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اللہ رب العالمین ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے۔ (آمین)

تحریک شہیدین کے داعی

مولانا عنایت علی غازی صادقپوری رح

کلیم اشرف سلفی

مولانا عنایت علی غازی صادقپوری رح مولانا ولایت علی صادقپوری رح کے منجھلے چھوٹے بھائی تھے اور آپ منجھلے حضرت کے نام سے خاندان میں مشہور تھے

ولادت و تعلیم و تربیت

مولانا عنایت علی ابن فتح علی ایک ممتاز گھرانے کے چشم و چراغ تھے جسے عظیم آباد میں امارت و ریاست کا درجہ حاصل تھا آپ ۱۲۰۷ھ میں پیدا ہوئے آپ حسب دستور فارسی وغیرہ ایک معلم سے پڑھ کر نحو و صرف کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیں۔ اس کے بعد قطب عصر جناب مولانا سید محمد مسافر علیہ الرحمۃ کے خدمت بابرکت میں بغرض استفادہ بٹھائے گئے اور باقی مختصرات و مطولات تفسیر و احادیث اسی شیخ اجل سے حاصل کیں (۱)

اخلاق و عادات

شیخ کی صحبت کے زمانے سے آپ کی پرجوش و تند طبیعت سنن کی پابندیوں کیلئے بیتابانہ انتظار کر رہی تھی کہ نور ہدایت دیکھتے ہی نعمت و عیش و راحت (جو آپ کی ریاست کے لئے زیبا تھی) سادہ وضعی ساز و سامان دنیا سے بے رغبتی محنت و جفاکش کو ترجیح دیدی۔ لذت طعام اور راحت مقام آب و خواب میں نہ تھی یہاں تک کہ مال و زر گھر کی ساری جائداد کچھ۔

---

(۱) سرگذشت مجاہدین صہ ۲۱۳۔ مولانا غلام رسول مہر مطبع لاہور۔

اپنے لئے نہ تھی بلکہ خلق اللہ کی خدمت کے لئے وقف تھی (۱) آپ اپنی زندگی میں حلم
و تواضع اور صبر و استقامت کے سچے نمونہ تھے اور طریقہ محمدی سے لوگوں کو آراستہ
کرتے اور درس قرآن و حدیث سے لوگوں کے دلوں میں حلاوت ایمانی پیدا کرتے
آپ کے پاس اتنی دولت بھی نہ تھی کہ پابندی سے روزانہ آسودہ ہو کر کھانا کھائیں۔
حالت یہ تھی کہ مسلسل فاقہ کشی اور تفکرات سے چور رہیں بے سر و سامانی کا عجب عالم
ہے آپ مرد میدان تھے آپ کو سیاست سے کوئی مطلب نہ تھا آپ کی کیفیت
وجد و لال سے پر تھی۔ خلاف شرع امور کو دیکھنے کے بعد غصے سے بھر جاتے آپ
کا ایثار اور جذبہ ایمانی ہماری فکر سے بالا ہے۔

بیعت و خلافت

مولانا ۱۲۳۹ھ میں خاندان والوں کے ساتھ حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے اور پھر شرف بیعت کے بعد
سے تا آخیر شہادت مرشد علیہ الرحمہ کے سفر و حضر میں ہم رکاب رہے۔ اور آپ کے
فرمان کے مطابق تبلیغ و جہاد میں مشغول رہے، حضرت سید صاحب کی ہمرکابی میں
بالاکوٹ گئے۔ اسی درمیان دہلی اور نواح دہلی میں مجاہدین کے متعلق بعض اہل علم
نے غلط فہمیاں پھیلائیں۔ اس بنا پر اسمعیل شہیدؒ کے مشورہ سے حضرت سید صاحب
نے مولانا عنایت صاحب کو ان غلط فہمی کے ازالہ کیلئے دہلی بھیجا مولانا دہلی تھے
کہ بالاکوٹ کا دردناک واقعہ پیش آگیا۔ (۲)

امارت و خلافت

آپ کے برادر معظم حضرت مولانا ولایت علی صادقپوریؒ کے انتقال کے بعد امیر تسلیم کئے گئے (۱۲۶۹ھ، ۱۸۵۲ء)
یوں تو یہ شروع سے آخر تک اپنے بھائی کے ساتھ اور ان کے تمام کاموں میں دست
بازو بنے رہے مگر ان کا مزاج اور طبیعت جدا تھا

---

(۱) تذکرہ صادقہ منہ ۱۳، صفہ ۱۳۴۔ مولانا عبدالرحیم صادقپوریؒ مطبع یونانی دواخانہ۔ الہ آباد۔
(۲) پندرہ روزہ الھدیٰ دربھنگہ۔ ۱۶ جولائی ۱۹۷۱ء

تبلیغ واشاعت دین

حضرت سید صاحب کی شہادت کے بعد مولانا اپنے وطن عظیم آباد تشریف لے آئے اور اپنے برادر مکرم مولانا ولایت علیؒ کے حسب الحکم تبلیغ واشاعت دین کے فرائض انجام دینے لگے۔ مولانا ولایت علی صاحب نے آپ کو تبلیغ واصلاح کیلئے بنگال بھیجا۔ آپ نے بنگال میں سات سال تک مسلسل جانفشانی اور تحمل کے ساتھ گاؤں گاؤں کا دورہ کیا۔ ان مسلسل کوششوں کی وجہ سے چالیس سال تک مجاہدین سرحد پر اپنا کام بخوبی انجام دیتے رہے۔ تبلیغ واشاعت کی خاطر دوسرا دورہ آپ نے بالاکوٹ سے واپسی پر کیا۔ جو تقریباً تین چار سال تک جاری رہا۔ آپ کا مرکز جیسور رہا۔ ان دنوں میں آپ نے انتھک کوششوں سے کام کیا اور ستانے کا نام نہ لیا۔ اگر مرکز پر بھی ہوتے تو صدہا آس پاس سے آکر آپ کی صحبت اور مواعظ حسنہ سے استفادہ حاصل کرتے۔

اس حالت میں جب کہ ہندوستان میں انتشار و پراگندگی پھیلی ہوئی تھی اس نازک موقع پر آپ نے اپنے برادر مکرم مولانا ولایت علیؒ کے ساتھ اپنی انتھک اور مسلسل جانفشانی اور کوششوں سے تحریک کو دوبارہ نئی روح اور نئی زندگی اور تازگی بخشی اور بنگال میں امارت وامامت اصلاح وارشاد کے فرائض علی وجہ الکمال انجام دیئے، ہندوستان کی عموماً اور بنگال کی خصوصاً جو دینی تبدیلی ہوئی اور جس طرح ملک بھر میں تنظیم و جہاد اور سرفروشی کے محیر العقول واقعات پیش آئے۔ ان میں مولانا عنایت علیؒ کا خاص دخل اور ہاتھ تھا۔ بنگال کے سرفروشوں اور مولانا عنایت علی غازی صادقپوریؒ کے تیار کئے ہوئے مجاہدین اور تربیت یافتہ لوگوں کے متعلق خود ذرا اس تحریک جہاد کے دشمن کی رپورٹ پڑھئے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس طرح مولانا نے اس خدمت کو انجام دیا اور آپ کے تربیت یافتہ سپاہیوں کا کیا حال تھا۔ اور انہوں نے کس طرح جان پر کھیل کر کام کیا۔ بنگال کا پولیس کمشنر لکھتا ہے۔

"اس جماعت کے ایک ایک مبلغ کے پیرو اسّی اسّی ہزار ہیں جن میں آپس میں مکمل مساوات ہے جن میں ہر دوسرے کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھتا

ہے اور مصیبت کے وقت کسی بھائی کی مدد میں اسکو کسی بات سے عذر نہیں"(۱)

بالاکوٹ میں

مولانا ولایت علیؒ نے مولانا کو مجاہدین کی فرمائش پر بالاکوٹ روانہ کیا۔ مولانا عنایت علی صاحب چند سال تک بالاکوٹ میں دشمنوں سے برسرپیکار رہے اور اپنی کوششوں اور مسلسل حملوں سے دشمن کے ہاتھوں سے بہت سے حصے واپس لے لیئے جب خود مولانا ولایت علی صاحب تشریف لے گئے تو زمام قیادت اپنے برادر معظم حضرت مولانا ولایت علی صاحب کو دیکھ کر خود بھی بیعت امارت کر کے ایک معمولی سپاہی بن گئے"(۲)

شجاعت وبہادری

مولانا پر شجاعت اور تیزی غالب تھی۔ نہایت جفاکش صابر وشاکر تھے بے خوف وخطر دشمنوں کے دلوں میں گھس جاتے اور چالیس پچاس آدمیوں کے ذریعہ اپنے فریق مخالف کی ڈھائی ہزار کی جماعت میں شمشیر زنی کرتے ہوئے گھس جاتے اور نکل آتے سرحد پر عرصہ تک اسلامی فوجوں کے قائد اعظم اور جماعت مجاہدین و مہاجرین کے امیر رہے آپ کے کارنامے کے متعلق مولانا عبدالرحیم صادقپوریؒ لکھتے ہیں۔

"بڑے بڑے معرکے سر کئے اور ظفریاب ہوئے۔ جیسے کفار ومنافقین کے دل ہار گئے سکھوں سے متعدد مورچے، قلع، علاقے جات چھین لئے خوانین غدار اور سرکش کو بھی مطیع وفرمابردار کرلئے تمام امن وطمانت بخش کر کلمہ توحید کی منادی کردی۔"

مولانا عبدالرحیم صاحبؒ جو خود مولانا کے ساتھ قید کر لئے گئے تھے اور ان کا ساتھ رہا تھا۔ مولانا کی تکلیفوں کے ذکر میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جو انہیں کے الفاظ پڑھیں۔

"صبح کپتان ٹائی صاحب مجسٹریٹ وڈپٹی کمشنر انبالہ و پارسن صاحب

---

(۱) پندرہ روزہ الہدی دربھنگہ۔ ۱۶ جولائی ۱۹۷۱ء

(۲) کالا پانی مولانا جعفر تھانوی، سرگذشت مجاہدین۔ مولانا غلام رسول مہر۔

سپرنٹنڈنٹ آف پولیس جیل میں آئے اور داروغہ کو حکم دیا کہ مولانا سے سخت تر مشقت لی جائے، چنانچہ اس نے اپنے روبرو کھڑے ہو کر ایک بڑے کنویں پر جو رہٹ چل رہا تھا، عین تمازت آفتاب میں اس رہٹ کو آٹھ دس قیدی چلا رہے تھے، اور وہ بمشکل چلتا تھا۔ آپ کو بھی اس میں دیدیا۔ آپ دو تین روز تک تمام روز اسکو چلاتے رہے تھے۔ آپ کو باعث حرارت آفتاب خون کا پیشاب آنے لگا۔ آپ نہایت صبر وشکر سے اسکو انجام دیتے رہے۔ دوسرے قیدی جو نہایت قوی و توانا تھے اس رہٹ کو کھینچتے کھینچتے بیٹھ جاتے مگر آپ صبح سے شام تک اس میں لگے ہی رہتے(۱)

مولانا جعفر تھانیسری صاحبؒ لاہور جیل کی روانگی کا سماں کس طرح کھینچتے ہیں۔

"۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو ہم جیل کو روانہ ہوئے گیروا لباس جو گیانہ صورت کمبل اوڑھے ہوئے بیڑی ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ ہم منزل درمنزل کوچ کرتے چلے جاتے تھے۔ دو ایک گاڑیاں ہمارے ساتھ تھیں۔ بقدر تیس چالیس قیدیوں کے ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تھے۔ سب پا پیادہ چلتے تھے جب کوئی تھک جاتا تو اس کو گاڑی پر سوار کر لیتے تھے۔ ورنہ پاپیادہ غلغال آہنی چھن چھناتے چلے جاتے۔" (۲)

آگے چل کر انڈمان جاتے ہوئے تکلیف کی روداد سناتے ہیں۔

"اور سوا بیڑی و ہتھکڑی اور ڈنڈے کے جو پہلے سے سب زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی زنجیر آہنی بھی ہمارے بیڑیوں کے بیچ میں پنہائی گئی جس سے ہم اپنی اپنی جگہ سے کوئی ہل نہ سکتا جب تک ہم جہاز پر رہے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے پاخانہ پیشاب کرتے رہے۔ قریب آدھا آدھا من لوہا ہمارے جسم پر تھا باوجود اس قدر کثرت پانی کی دریا سندھ ہمارے زیر پا تھا ہم پڑے پڑے تیمم سے نماز پڑھتے تھے۔ (جاری)

---

(۱) جماعت مجاہدین مولانا غلام رسول مہر

(۲) سرگذشت مجاہدین صـ ۲۷-۲۲۶ مولانا غلام رسول مہر۔

بچوں کی تربیت اور والدین کی ذمہ داریاں

مولانا عزیز الحق عمری۔ ایم۔ اے علیگ

اولاد دنیا کی نعمت ہے

اسلام نے والدین کے لئے اولاد سے محبت کرنے یا اولاد کیلئے والدین سے محبت کرنے کا کوئی قانون نہیں بتایا ہے کیونکہ اولاد اور والدین میں محبت و پیار کا رشتہ فطری ہوتا ہے اولاد دنیا میں والدین کی تمنا ہوتی ہے اور شادی کے بعد ہی سے ماں باپ کے دل میں اولاد کی تمنا پیدا ہوجاتی ہے اور بچے کی پیدائش کو وہ اپنی بہت بڑی سعادت سمجھتے ہیں ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد مجھ سے زیادہ خوبصورت، عقلمند اور خوش حال ہو اس لئے اس فطری جذبے کیلئے کسی قانون اور شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔

لہذا اولاد کی تربیت و پرورش سے غفلت اور انہیں سڑکوں پر آوارہ چھوڑ دینا غیر فطری عمل ہے۔ پھر بھی اسلام نے اس فطری رشتہ محبت کے ساتھ والدین اور اولاد کی پرورش اور رعایت کا الگ سے حکم دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت پیار کرتے تھے ایک روز آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ نے دیکھا کہ آپ کے نواسے حسن اور حسین دوڑتے گرتے پڑتے آپ کی طرف آرہے ہیں یہ دیکھ کر آپ منبر سے اتر پڑے اور انہیں اٹھا کر دوبارہ منبر پر تشریف فرما ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ

میں نے دیکھا کہ میرے بیٹے دونوں دوڑتے گرتے پڑتے میری طرف آرہے ہیں تو میں برداشت نہیں کرسکا اور اتر کر انہیں اٹھا لیا۔

ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے اور سجدے میں تھے کہ حسن اور حسین آکر آپ کے اوپر بیٹھ گئے، اور آپ دیر تک سجدے میں پڑے رہے اور جب آپ نے سلام پھیرا تو صحابہ کرام نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول آپ نے معمول سے زیادہ لمبا سجدہ کیا؟ آپ نے فرمایا میرے دونوں بیٹے میرے اوپر لد گئے تو میں نے یہ اچھا نہیں سمجھا کہ انہیں جلد اتار دوں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو بوسہ دیتے اور انہیں کھیلاتے تھے، اور انہیں سلام کیا کرتے تھے اور دعائیں دیتے تھے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

ایک روز اقرعؓ بن حابسؓ صحابی آپ کی مجلس میں حاضر تھے اتنے میں آپ کے نواسے حسن اور حسین آ گئے اور آپ نے دونوں کو بوسہ دیا۔ اقرعؓ بن حابس نے کہا آپ اپنے نواسوں کو بوسہ دے رہے ہیں؟ ہمارے دس بیٹے ہیں اور میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر شیر خوار (دودھ پیتے) بچے اور عبادت گذار بوڑھے اور جانور نہ ہوتے تو اللہ تمہارے اوپر عذاب کی بارش برسا دیتا

اور آپ نے فرمایا کہ۔ الاطفال دعامیص الجنۃ ۔ بچے جنّت کے خوبصورت پروانے ہیں۔

پیدائش سے پہلے

اسلام نے جیسے بچّے کی پرورش و پرداخت کو اہمیت دی ہے ویسے ہی اس نے یہ بھی تاکید کی ہے دین دار شریک حیات کا انتخاب کیا جائے اور لڑکیوں کے سلسلے میں یہ تاکید کی ہے ان کے لئے دین دار شوہر کا انتخاب کیا جائے تاکہ ان سے جو اولاد پیدا ہو اس کی پرورش دین کے سائے میں کتاب و سنّت کے دائرے میں ہو۔

والدین اپنے بچّے کی پرورش اپنے فطری جذبے سے کرتے ہیں لیکن اسلام نے اسے بھی کارِ ثواب قرار دیا ہے۔ مسلم میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینار انفقتہٗ فی سبیل اللہ ودینار انفقتہٗ فی رقبۃ ودینار تصدقت بہ علی مسکین ودینار انفقتہٗ علی اھلک۔ اعظمھا اجراً الذی انفقتہٗ علی اھلک (مسلم)

یعنی ایک روپیہ جو اللہ کی راہ میں لگاؤ، اور ایک روپیہ جو غلام آزاد کرنے میں لگاؤ، اور ایک روپیہ جو غریب پر صدقہ کرو اور ایک روپیہ جو اپنے اہل وعیال پر لگاؤ۔ تو ان میں سب سے زیادہ ثواب اسکا ملے گا جو اپنے اہل وعیال پر صرف کیا ہے۔

نیز امام مسلم نے اپنی سند میں مقدام بن معدیکرب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اطعمت نفسک فھو لک صدقۃ، وما اطعمت زوجتک فھو لک صدقۃ وما اطعمت خادمک فھو لک صدقۃ

جو تم اپنے کو کھلاتے ہو وہ صدقہ ہوتا ہے جو اپنی بیوی کو کھلاتے ہو وہ تمہارے لئے صدقہ ہوتا ہے اور جو اپنے خادم کو کھلاتے ہو وہ تمہارے لئے صدقہ ہوتا ہے یعنی ان سب کا ثواب ملتا ہے۔

اسلام نے اہل وعیال کے ساتھ مخالفت کرنے سے روکا ہے صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفی بالمرء اثماً ان یضیع من یعول۔ انسان کے گناہ کیلئے یہی بہت ہے کہ اپنے زیر کفالت اہل وعیال کو برباد کردے۔

اسلام نے ہر باپ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ جب اس کی اولاد جنین کی صورت میں ماں کے شکم میں ہو اسی وقت سے مکان اور اولاد کی پرورش کیلئے دایہ وغیرہ انتظام کرے اگرچہ کہ یہ تاکید ہے کہ باپ بچے کی ماں ہی سے اس کی پرورش کرائے

اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے وعلی المولود لہٗ رزقھن وکسوتھن بالمعروف (البقرہ / ۲۳۳) کہ باپ پر دایہ کو پرورش کے زمانے میں دستور کے مطابق کھانا

اور کپڑا دینا ہے،

بچے کی رعایت

اسلام نے بچے کی رعایت کا حکم دیا ہے اور اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچوں کی پیدائش ہونے پر ان کا وظیفہ بیت المال سے ادا کیا کرتے تھے تاکہ بچوں کے والدین پر بوجھ نہ پڑے اور چھوٹے ہی میں انہیں کام اور محنت کیلئے مجبور نہ ہونا پڑے۔

اسلام نے یتیم بچوں پر خصوصیت سے دھیان رکھنے کا حکم دیا ہے یتیم وہ ہوتا ہے جس کے والد چھوٹے ہی میں اللہ کو پیارے ہو جائیں۔ تاکہ وہ بھی معاشرے میں پوری رعایت کے ساتھ پرورش پائے۔ ایسے بچوں کو حقیر سمجھنے اور کمتر سمجھنے سے اسلام نے روکا ہے اور ان کی کفالت کی تاکید فرمائی ہے۔ اور ان کے مال میں ناجائز دست اندازی پر سخت وعید فرمائی ہے، اور ان کے سرپرستوں کو یہ حکم دیا کہ ان پر پورا دھیان دیں اور یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے پر انہیں یہ بشارت دی ہے کہ وہ جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔

لاوارث بچوں کی کفالت

اسلام نے حکم دیا ہے کہ جو بچے پڑے ہوئے ملیں۔ اور ان کے والدین کا پتہ نہ ہو اور ایسی صورت میں انہیں چھوڑ دیا جائے تو برباد ہو جانے کا خوف ہو تو پھر ان کی کفالت واجب ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور میں جب ایک شخص لاوارث بچہ ان کے پاس لایا تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کی پرورش کے مصارف ہمارے اوپر ہیں اور یہ آزاد رہے گا اور مسلمانوں میں سے جو بھی شخص کسی لاوارث بچے کی پرورش کرنا چاہتا ہے اور اسکی رضا کارانہ پرورش کرے تو اسے اللہ کے ہاں بہت بڑا ثواب ملے گا

یہاں اس بات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ یتیم یا لاوارث بچے کی پرورش کر دینے سے وہ اپنا بیٹا (لے پالک بیٹا) نہیں ہوتا کیونکہ اسلام نے اسے ناجائز قرار دیا ہے تاکہ نسب میں آمیزش نہ ہو ایسی صورت میں یہ

بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بچہ اپنے سرپرست کے ہاں بڑا ہو کر اس کا فرمابردار بن کر اس کے ساتھ رہ جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے والدین کا پتہ لگ جائے اور وہ اسے اٹھالے جائیں

تربیت ایک امانت ہے مسلم علماء نے فرد اور خاندان کی رعایت کے لئے بہت سے اصول بتائے ہیں جن کا لحاظ رکھنا بہتر ہے چونکہ بچے کا ذہن سادہ اور صاف ہوتا ہے اس لئے اسے سب سے پہلے اسلام کی بنیادی باتوں اور شریعت کے احکام و فرائض کی تعلیم دینی چاہیئے تاکہ یہ باتیں اس کے دل میں نقش ہوجائیں اسے اللہ کی توحید اور آسمانی کتابوں، فرشتوں اور جنت و جہنم کے بارے میں بتانا چاہیئے اور برے ساتھیوں سے دور رکھنا چاہیئے

بچوں کو چھوٹے ہی سے عبادات، نماز، وغیرہ کا شوق پیدا کرنا چاہیئے انھیں قرآن کی آیتیں اور انبیاء کے واقعات سنانے جائیں تاکہ ان کا ایمان اور عقیدہ پائدار ہو۔

اہم ہدایات بچوں کی پرورش و پرداخت کے سلسلے میں بنیادی چیز یہی ہے کہ انھیں ایمانیات اور ارکان اسلام و احکام شریعت کی تلقین کی جائے اس سلسلے میں ہمارے رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتیں یہ ہیں کہ سب سے پہلے بچے کو جب بولنے لگے تو کلمہ لاالہ الا اللہ سکھایا جائے حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افتحوا علی صبیانکم اول کلمۃ لاالہ الا اللہ یعنی اپنے بچوں سے پہلا کلمہ لا الہ الا اللہ بلواؤ اس کا راز یہ ہے کہ اولین کلمہ جو بچے کے کان میں جائے اور اس کی زبان سے ادا ہو وہ کلمۂ توحید ہو۔ جو اسلام کا شعار ہے ایسے ہی ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ وہ اللہ کی فرمابرداری کا

کام کرو اور اس کی نافرمانی سے ڈرو اور اپنے بچوں کو فرمابرداری کا حکم دو اور نافرمانی سے روکو کیونکہ اس میں تمہاری اور ان کی جہنم سے حفاظت ہے اور جب بچے میں شعور پیدا ہونے لگے تو اسے جائز و ناجائز کی تمیز کراؤ اور شریعت اور دین کی باتیں بتاؤ تاکہ اس کے دل میں اسلام کی باتیں نقش ہو جائیں

اور حاکم و ابوداؤد نے عمرو بن عاص رض سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۔ مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع سنین و اضربوھم علیھا وھم ابناء عشرۃ وفرقوا بینھم فی المضاجع ۔

یعنی بچے سات سال کے ہوں تو ان کو نماز کا حکم دو اور دس سال کے ہوں تو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے سونے کی جگہ علیحدہ کردو ۔ اس سے یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بچہ روزہ برداشت کرسکتا ہو تو اس سے دو ایک روزے بھی رکھوانا تاکہ اس میں عبادات کی عادت پیدا ہو ۔ اور اس کا ذہن صاف رہے ۔

بچے کی بات اور اس کے طور طریقے پر دھیان رکھنا چاہیئے طبرانی نے حضرت علی رض سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادبوا اولادکم علی ثلث خصال ۔ حب نبیکم وحب آل البیت و تلاوۃ القرآن ۔

یعنی اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب دو ۔ اپنے نبی کی محبت کا آل نبی کی محبت کا قرآن کی تلاوت کا ۔

سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی جو سورتیں سیکھتے تھے اسے اپنی اولاد کو سکھایا کرتے تھے ۔

امام غزالی ۔ فرماتے ہیں کہ بچے کو قرآن اور نیکوں کے قصے اور پھر دین کے احکام سکھائے جائیں ۔

ابن خلدون کا خیال ہے کہ سب سے پہلے بچوں کو قرآن سکھایا جائے اور حفظ کرایا جائے کیونکہ یہی اسلام کی بنیاد ہے اور اس سے عقیدہ اور ایمان پائیدار ہو جاتا ہے ۔

طالبان علوم نبوّت کو مژدہ جانفزا

شائقین علوم عربیہ وطالبان علوم دینیہ کو خوشخبری دی جارہی ہے کہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا، جوکہ ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے۔ اور جہاں تا ہنوز درجات پرائمری کے علاوہ عربی جماعت خامسہ تک کی تعلیم دی جارہی تھی۔ بحمداللہ تعالیٰ فی الحال شعبۂ حفظ اور عالمیت تک کی تعلیم کا مزید معقول انتظام اور بندوبست کرلیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے موجودہ اٹھارہ اساتذہ کرام کے علاوہ مزید ایک اور باصلاحیت مستند عالم دین اور ایک خوش الحان حافظ و قاری کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں۔

لہٰذا ملتحقین طلباء شوال سے قبل ہی ماہ رمضان میں اپنی اپنی درخواستیں ادارہ کو بھیج کر داخلہ فارم حاصل کرلیں اور ۱۰ شوال کو جامعہ پہنچ جائیں تاکہ علی الوقت داخلہ کیا جاسکے۔

واضح رہے کہ حفاظ کے ماہانہ تشجیعی وظائف کے ساتھ ساتھ شعبۂ عربی میں بھی ثانویہ و عالمیت کے طلباء کو خصوصی مراعات دی جائیں گی۔ اور انہیں سند ثانویہ اور عالمیت سے نوازا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

خط و کتابت کا پتہ :۔
محمد عمر سلفی (صدر مدرس)

جامعہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا، بدپور، ضلع گونڈہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۱
شمارہ نمبر ۶

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دہلی الہند

سرپرست :۔ مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے، بی ایڈ ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

جون ۱۹۹۴ء مطابق ذی الحجہ ۱۴ محرم ۱۴۱۵ھ

مدیر :۔ عزیز عمر سلفی

نائب مدیر :۔ عبدالواحد فیضی　معاون مدیر :۔ افضل ندوی

زر تعاون	پاکستان و بنگلہ دیش سے
سالانہ :۔ چالیس روپے	سالانہ :۔ ایک سو روپے
خصوصی :۔ ایک سو روپے سے زائد	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ ۔ اسپاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3266935

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے ایس ایس پریس جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۴۱۱۶ اے چھتہ رہٹ جامع مسجد دہلی سے شائع کیا ہے۔

نقش آغاز

علماء کانفرنس کی ذمہ داریاں

عبدالواحد فیضی

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی دعوت پر ملک کے مشاہیر دانشور اور منتخب علماء کرام ۴، ۵ رجون کو علماء کانفرنس میں شرکت کیلئے دہلی تشریف لا رہے ہیں اس عظیم اور منفرد کانفرنس کی ترجیحات اور اس کے اہم مقاصد کا تا ہنوز کوئی علم نہیں ہو سکا، مگر میرا حسن ظن ہے کہ علماء کا مقدس اور عظیم ترگروہ ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کے تناظر میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے کوئی ٹھوس فیصلہ لینا چاہتا ہے۔ اور دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ اسلامی اقدار کی بحالی اور صالح اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے کوئی لائحہ عمل بھی تیار کرنا چاہتا ہے۔

علماء چونکہ وارث انبیاء ہیں دینی و ملی قیادت و سیادت کی صلاحیت سے مالا مال ہیں، علم دین کی دولت سے مزین ہیں، اندھیرے اور اجالے میں امیدوں کی کرن ہیں۔ ان کی ایک ممتاز اور بڑی تعداد کا ایک جگہ مجتمع ہونا کسی جامع پروگرام کا پتہ دیتا ہے۔ پورے ملک کی نمائندہ اور مقتدر علماء کی یہ کانفرنس مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم کو تقویت دیکر اسلامی اقدار کی بحالی کے لئے وہ کارہائے نمایاں انجام دے سکتی ہے جس کا خواب برسوں سے دیکھا جا رہا ہے۔

اس وقت وسائل کی جتنی کثرت ہے مسائل کا اتنا ہی انبار ہے مسائل کی گتھیاں کچھ اس طرح سے الجھی ہوئی ہیں کہ ان کا کوئی سرا نہیں ملتا کہ کہاں سے اس گتھی کو سلجھایا جائے تین سو سے زائد علماء کی تعداد جو دہلی پہونچ رہی ہے اگر حالات اور واقعات کا جائزہ لے کر

اس سے نمٹنے کا عملی پروگرام بنائے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مسائل کی ساری گتھیاں کھل سکتی ہیں۔ راستے کی ساری رکاوٹیں ختم ہو سکتی ہیں۔ اور منزل مراد تک آسانی سے پہونچا جاسکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہمارے پروگرام روایتی قراردادوں کے شکار نہ ہو جائیں۔ قراردادیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور اس پر پھر دوبارہ عمل نہیں ہو پاتا یہ دور عملی جدوجہد کا دور ہے اس میں ہمیں کسی نئی صبح کے طلوع کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔

ہم ہمیشہ سے کہتے آرہے ہیں کہ "یہ ملت اس وقت تک نہیں اٹھ سکتی ہے۔ جب تک اس کے علماء میدان عمل میں رواں دواں نہ ہوں اور اس کے لیے علم وفضل کے ساتھ ساتھ اخلاق وکردار اور جذبۂ ایثار اور اس کے ساتھ ساتھ معاشی بلندی اور اقتصادی توانائی لازم ہے۔ اقتصادی توانائی اور معاشی بلندی سے محروم علماء کی بہت بڑی تعداد غربت وافلاس کی وجہ سے کئی طرح کی مشکلات سے دوچار ہے جو لوگ چالیس چالیس، پچاس پچاس سال سے درس حدیث دیتے اور صحیح بخاری ومسلم شریف کا دورہ کراتے آرہے ہیں، وہ لوگ معاشی اور اقتصادی زبوں حالی کے بری طرح شکار ہیں۔ مگر ان کی طرف کوئی توجہ نہیں ہو پارہی ہے۔ ایڈڈ مدارس میں جب تک سرکاری ملازمت بحال رہتی ہے تنخواہ ملتی ہے وہ جیسے ریٹائرڈ ہوئے تمام مراعات ختم۔ اس کے بعد مقتدر عالم وشیخ الحدیث کی قیمت کوڑی بھر ہو جاتی ہے۔

یہ المناک حادثہ اکابر علماء کے لئے چیلنج ہے — ہم ملک میں علماء کی عزت نفس کو خطرہ میں ڈال کر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ علماء ہمارے اصلی علمی میراث ہیں۔ ان کی ناقدری ایک ناقابل معافی جرم تصور ہونا چاہیئے۔ مقتدر علماء وشیخ الحدیث اگر درس وتدریس کی ذمہ داری کی انجام دہی سے مجبور ہو جائیں تو ان کے لئے ایک مناسب رقم وظیفہ کی شکل میں جاری کر دینا چاہیئے تاکہ وہ پورے استغنیٰ اور یکسوئی کے ساتھ اپنی بقیہ زندگی آرام وسکون کے ساتھ گذار سکیں۔

نوجوان علماء کی جماعت تلاش معاش میں بڑے بڑے شہروں کا رخ کر رہی ہے صرف بمبئی شہر میں ٹریول ایجنسیوں میں کام کرنے والے باصلاحیت سلفی نوجوان علماء کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ جہاں ان کی صلاحیت کی کوئی قدر نہیں، ان کی عظمت کا کوئی اعتراف

نہیں ان میں سے بعض دینی و علمی ماحول سے دور ہونے کی وجہ سے بسا اوقات گمراہ کن راہ پر لگ جاتے ہیں۔ جو انتہائی افسوسناک حادثہ ہے۔

علماء کا زیاں بہت قیمتی دینی ملی سرمایہ کا زیان ہے۔ علماء کی تعلیم و تربیت میں ایک مدت صرف ہوتی ہے وہ اسلام کے روشن مستقبل ہوتے ہیں۔ وہ ہمارے متاع گمشدہ ہیں وہ جہاں کہیں رہیں ان سے ہمارا تعلق براہ راست رہنا ضروری ہے۔

دینی مدارس میں تنخواہ کا جو معیار ہے وہ بہت ناقص ہے اگر مناسب تنخواہیں دی جائیں تو علماء اپنی صلاحیتوں کو ضائع نہ کریں، مدارس کی آمدنی کا بڑا حصہ جو تعمیرات میں صرف ہوتا ہے وہ تعلیم و تربیت اور تنخواہوں پر صرف ہونا چاہیئے۔ اس سے علماء کی عزت افزائی ہوگی اور تعلیم و تربیت کا معیار بلند ہوگا اور صالح مقصدیت حاصل ہوگی۔

دینی تعلیمی اداروں میں تنخواہ کے معیار کو بلند کرنا اور علماء کرام کو روزگار سے جوڑے رکھنے کا جامع پروگرام مرتب کرنا بہت ضروری ہے۔ جب تک علماء کی بے روزگاری ختم نہیں ہوگی ملی مسائل کا بوجھ وہ نہیں اٹھا سکتے۔

گو اس وقت مسائل کا انبار ہے۔ مگر ان تمام مسائل میں سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ علماء کا ہے علماء کا بیشتر حصہ اپنی فرائض منصبی سے غافل ہے ان کو ان کے فرائض یاد دلانے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اٹھیں اور گرتی ہوئی اُمت مسلمہ کو تھام لیں۔ علماء کی اصلاح و تربیت کے بعد بہت سے خالی میدان پر ہو جائیں گے۔ چاہے وہ اصلاح عقیدہ اور اصلاح معاشرہ کا میدان ہو چاہے دینی و سیاسی اُمور میں مسلمانوں کی قیادت و سیادت کا مسئلہ ہو چاہے جماعتی نظم وضبط اور حرکت و عمل کا معاملہ ہو سب میں روح پیدا ہو جائے گی۔ ہمارے علماء اگر احتساب نفس کریں تو میرا خیال ہے کہ تین چوتھائی مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اور باقی ایک چوتھائی مسئلہ کا حل کوئی مشکل نہ ہوگا۔ علماء کانفرنس کے نیک مقاصد کی کامیابی کے لئے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ اپنی نیک خواہشیں اور تمنائیں کانفرنس کو پیش کرتی ہے۔

•••

نوائے قرآن

تفسیر سورہ ملک

مولانا عزیز الحق عمری ایم۔ اے علیگ

ھو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ والیہ النشور ؁۱۵ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور ؁۱۶ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر ؁۱۷ ولقد کذب الذین من قبلھم فکیف کان نکیر ؁۱۸ اولم یروا الی الطیر فوقھم صٰفٰت ویقبضن مایمسکھن الا الرحمٰن انہ بکل شیٔ بصیر ؁۱۹ امن ھذا الذی ھو جند لکم ینصرکم من دون الرحمٰن ان الکٰفرون الا فی غرور ؁۲۰ امن ھٰذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ بل لجوا فی عتو ونفور ؁۲۱

اسی نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنایا ہے کہ اس کے اطراف میں چلو اور اس (اللہ) کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اسی کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے (۱۵) کیا جو آسمان میں ہے اس سے بے خوف ہو گئے، ہو کر تمہارے سمیت زمین کو دھنسا دے اور وہ لرزنے لگے۔ (۱۶) کیا تم جو آسمان میں ہے اس سے بے خوف ہو گئے ہو کر تم پر پتھر برسا دے پھر تمہیں علم ہو جائے گا کہ میرا ہوشیار کرنا کیسے ہوتا ہے (۱۷) اور ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو میرا انکار کیسے ہوا۔ (۱۸) کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کو پر پھیلا کے اور سمیٹتے نہیں دیکھتے، انہیں رحمٰن ہی روک رکھتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے (۱۹) وہ کون سا تمہارا لشکر ہے جو رحمٰن کے سوا تمہاری مدد کرے گا۔ کافر فریب میں ہیں۔ (۲۰) کون ہے جو تمہیں روزی دے گا اگر وہ اپنی روزی روک دے۔ بلکہ وہ نافرمانی میں ڈوبے بہک رہے ہیں۔

تفسیر:۔ ان آیتوں میں اللہ سبحانہٗ نے انسانوں پر اپنی ایک اور نعمت کا ذکر کیا ہے، جو یہ زمین ہے جس میں انسان بود و باش رکھتا ہے۔ اور اسی سے اپنا رزق حاصل کرتا ہے اور جس نے یہ نعمتیں دی ہیں دوبارہ زندہ ہوکر اسی کے پاس سب کو جانا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے۔

یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ موت اور قیامت کے بعد ہی سزا دے۔ وہ نافرمانیوں کی سزا اس دنیا میں بھی دے سکتا ہے وہ اس زمین کو دھنسا سکتا ہے آسمان سے پتھر برسا سکتا ہے اور اس نے اس دنیا کی نافرمان قوموں کو ایسے ہی تباہ بھی کیا ہے۔

اللہ سبحانہٗ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہی پرندوں کو ہواؤں میں روکتا ہے اور یہ محض اس کی رحمت ہے اور اس کی نگاہ ہر چیز پر ہے۔ پھر ان سب کے باوجود خدا کی نافرمانی اور انکار محض نفس کا ایک فریب ہے۔ کیا اللہ کے عذاب سے بچانے کیلئے ان کے پاس کوئی لشکر ہے؟ جو انہیں بچا سکے گا پھر وہ کیوں فریب میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر دنیا ہی میں اللہ ان کی روزی روک دے تو کوئی انہیں روزی دے سکتا ہے لیکن وہ نافرمانیوں میں ایسے ڈوبے ہوئے ہیں کہ۔ ان باتوں پر دھیان نہیں دیتے اور سوجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے اور جب اللہ کی بات کی جاتی ہے تو ایسے بھڑکتے ہیں۔ جیسے کوئی نئی بات ہو جب کہ اس پوری کائنات میں اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ رہے ہیں اور اس کی رحمتوں اور نعمتوں سے بھی استفادہ کر رہے ہیں۔

(بقیہ صہ ۱۸ کا)

تعلیم کے حسن کو نکھارا نہیں جا سکتا۔ خصوصی توجہ اس بات پر ہونی چاہیئے کہ طلبار، ان کے کارکنین اور اساتذہ میں گہرا تال میل ہو ہر ایک دوسروں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو ایمانداری کے ساتھ عملی جامہ پہنائے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو موجودہ حکومت کو اس معاملہ میں خود بھی پیش رفت کرنی چاہیئے تاکہ ہماری نسل جو تعلیم سے دور ہو کر بربادی کے دہانے پر ہے۔ منازل ترقی کی جانب گامزن ہو سکے۔ ●●

نوائے حدیث

سفارش باعث اجر و ثواب!

فضل اللہ انصاری

عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا أتاہ السائل أو صاحب الحاجۃ۔ قال۔ اشفعوا فلتوجروا ولیقض اللہ علی لسان رسولہ ما شاء (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے، وہ روایت کرتے ہیں نبیؐ سے کہ آپؐ کے پاس سائل یا ضرورت مند آتا تو فرماتے کہ (اس کیلئے) سفارش کرو، اجر و ثواب سے نوازے جاؤ گے اور اللہ اپنے رسول کی زبان سے جو چاہے پورا کرے گا۔

کسی کے دکھ درد میں شریک ہونا، اس کی پریشانی و مصیبت دُور کرنے کی کوشش کرنا اور ایک دوسرے کے کام آنا اسلام کی تعلیم ہے اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ عمدہ اخلاق کا مظہر ہے کہ کوئی کسی کے کچھ کام آجائے اور اس کی پریشانی دور کرنے کے لئے اپنا ہر طرح کا تعاون پیش کرے ، درمے وسخنے، جس طرح سے بھی ہو، وہ اس کے لئے کچھ کرے۔ تعاون صرف یہی نہیں ہے کہ سیم وزر اور روپئے سے کسی محتاج دست نگر کی مدد کر دی جائے پھر بس، بلکہ اس تعاون کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ کسی کے حق میں کچھ بول کر، اس کو خیر کی راہ بتا کر اور اس کے نیک مقصد میں کسی سے سفارش کرا کر بھی گویا آدمی اپنا تعاون پیش کرتا ہے۔ یہ بجائے خود ایک کارِ خیر ہے اور اس پر اجر و ثواب ہے۔ اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے کہ من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا، وکان اللہ علی کل شیء مقیتا۔ یعنی، جو بھلائی کی سفارش کرے گا، وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا

وہ اس میں سے حصہ پائے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ (نساء ۸۵) واضح ہے کہ نیک مقصد اور کار خیر کیلئے اگر کوئی کسی کی سفارش کرے گا تو وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا لیکن اگر کوئی کار بد، برُے مقصد اور غلط و غیر مناسب کام میں کسی کیلئے سفارش کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا اس لئے کسی کی اگر سفارش کی جائے تو دیکھا جائے کہ مقصد نیک اور کام اچھا ہے کہ نہیں اگر ہے تو بہر حال اس کی سفارش ہونی چاہیئے ۔ایسی ہی سفارش کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ "سفارش کرو، اجر و ثواب سے نوازے جاؤ گے ۔ ایسا آپؐ اس وقت فرماتے جب کوئی سائل یا ضرورت مند حاضر ہوتا ہے اور مدد چاہتا۔ ہر کس و ناکس کے لئے ہر کسی مقصد اور ہر کسی غرض کیلئے سفارش نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی اس میں اپنا تعاون دینا چاہیئے ۔جس کیلئے جس مقصد کے تحت سفارش کی جائے، پہلے سوچ سمجھ لیا جائے کہ کہیں وہ اس سفارش سے ناجائز فائدہ تو نہیں اٹھا رہا ہے اور اپنے غلط مقصد کے حصول کے لئے ناجائز استفادہ تو نہیں کر رہا ہے ۔ یہ مدّ نظر رہے کہ کار خیر کیلئے سفارش باعث اجر و ثواب ہے اور غلط و غیر مناسب کیلئے سفارش باعثِ گناہ و عقاب، سفارش جس کا نام ہے، آج کل تو وہ کھیل بنا ہوا ہے اور ہر کوئی ہر کسی کیلئے ہر کسی کام کیلئے سفارش میں لگا ہوا ہے ۔ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کیلئے معاوضہ لیا دیا جاتا ہے اور کثرت سے لوگ اس کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا میں غلط استفادہ کر کے آخرت میں، جہاں کہ کوئی کسی کا سفارشی نہیں ہوگا، وہ قابل گرفت ہوں گے اور اس کی سزا بھگتنا پڑے گی ۔سب سے برُا ہے وہ انسان، جو کسی کی دُنیا سنوارنے کیلئے اپنی آخرت بگاڑے ۔ واضح ہے کہ اپنی آخرت سے بے خبر دُوسرے کے "غلط" میں تعاون دے کر دنیا میں اس کی کامیابی کیلئے کوشش کرے یہ جانتے ہوئے بھی کہ مقصد غلط اور جس کی سفارش کی جا رہی ہے ۔ وہ نااہل ہے تو بلاشبہ اس کی گرفت ہوگی اور وہ سزا کے سزاوار ہوگا۔ سفارش باعث اجر و ثواب بھی ہے اور باعث گناہ و عقاب بھی لیکن سفارش اسی کی کی جانی چاہیئے، جو صحیح، مستحق اور نیک مقصد والا ہو، تاکہ وہ اجر و ثواب سے نوازا جائے ۔

محدث مبارکپوری کے دو مکتوب گرامی

مولانا عزیز الحق عمری ایم۔ اے۔ علیگ

ماہنامہ "نوائے اسلام" کے ماہ فروری ۹۴ء کے شمارے میں محدث مبارکپوریؒ پر اپنے تاثرات میں ہم نے آئندہ موصوف کے مکتوبات کی روشنی میں کچھ اور لکھنے کا وعدہ کیا تھا لیکن دہلی سے واپس ہونے پر جب اپنی کتابوں اور مکاتیب کے ذخیرے میں دیکھا تو سخت افسوس ہوا کہ آپ کے دو ہی مکتوب دستیاب ہو سکے۔ اور بقیہ مکتوبات نہیں مل سکے۔ جب کہ اپنی یادداشت سے اپنے پاس ان کے اور بھی مکتوبات ہونے چاہیئے۔ پھر بھی میں انہیں دو مکتوبات کو قارئین "نوائے اسلام" کیلئے پیش کر رہا ہوں،

پہلا مکتوب — یہ میرے اس خط کا جواب ہے جسے میں نے جامعہ سلفیہ کے عربی ماہنامہ میں علامہ تقی الدین الہلالیؒ کے مقالے کی اشاعت پر باانداز شکوہ لکھا تھا۔ اور محدث مبارکپوریؒ نے اس کا جواب کارڈ ہی پر لیکن بڑی تفصیل سے اور بڑے دلدوز انداز میں لکھا۔ اس مکتوب میں بھی ایسی باتیں ہیں جن کی افادیت تاہنوز برقرار ہے۔

مکتوب گرامی کا متن من وعن یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی جناب مولوی عزیز الحق صاحب بارک اللہ لکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا کارڈ بغیر پتہ کے کل ۱۲ر جنوری ۶۱ء کو موصول ہوا، نام بھی آپ کا مشکل سے پڑھا گیا، خدا کرے یہ کارڈ آپ کو مل جائے، جواباً عرض ہے کہ مولینا آزاد کی یہ رائے اگر آپ کی یادداشت صحیح ہے کہ اہل حدیثوں میں یہودیوں جیسا جمود اور حنفیوں میں نصاریٰ جیسی آزادی

ہے "یہ ہمارے خیال میں غلط ہے، معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ حنفیوں میں یہودیوں جیسا جمود اور تصلب و تعصب ہے اور اہل حدیثوں میں فی الجملہ آزادی ہے جسکا بڑا مظہر مولانا آزاد کی ذات گرامی ہے۔ عفا اللہ عنا و عنہ" ۔ اہل حدیثوں نے تقلید شخصی کیا چھوڑا کہ وہ کلی طور پر تو نہیں لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر علمی کم مائیگی بلکہ تہی دامنی کے باوجود مجتہدانہ انداز فکر اختیار کرنے لگے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اس کا نمونہ ہم اور آپ اکثر دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔ یوسف قرضاوی کی "الحلال والحرام" میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ داڑھی کے مسئلے پر تو بہت پہلے سے لے دے ہو رہی ہے۔ ابھی چند برس پہلے ایک رسالہ میں اس پر اجتہاد و تحقیق کا مظاہرہ ہو چکا ہے اور اس کا جواب بھی نکل چکا ہے۔ اسکے بعد نماز کے احکام و مسائل میں زور اجتہاد دکھایا گیا ہے۔ اور اب پردہ کے مسئلے میں زور قلم صرف کیا گیا ہے۔ ہلالی صاحب ہوں یا کوئی اور ان کی یہ رائے کوئی نئی رائے نہیں ہے۔ حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے اور شروع ہی سے ان کے مسلک کی تردید بھی دوسروں کی طرف سے ہوتی آئی ہے۔ ہلالی صاحب کا یہ مضمون مجلہ جامعہ سلفیہ میں پردے کے متعلق شائع ہوا ہے۔ قطعاً مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے۔ اہل حدیث پرچہ میں اس کا شائع کیا جانا قطعاً مناسب نہیں تھا، اس سے مجھے سخت اختلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے، خدا کرے کوئی ذی علم محض سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ٹھوس طریقہ پر ہلالی صاحب کے مضمون کی تنقید کے لئے قلم اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے حال پر رحم فرمائے مغرب زدگی اور تجدد پسندی کے اثر سے محفوظ رکھے۔ والسلام

عبید اللہ۔ ۲۲-۲-۱۹۸۳ء

ایک ضروری بات

تقی الدین صاحب ہلالی کے اس مضمون پر مولانا صفی الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ مولف "الرحیق المختوم" نے جو اس وقت جامعہ سلفیہ میں استاذ تھے نہایت مدلل تنقید کی اور ان کی یہ تنقید بھی ماہنامہ جامعہ سلفیہ ایس کئی قسطوں میں اشاعت پذیر ہوئی یہ تنقید نہایت سنجیدہ اور مدلل ہے اسی اثناء میں مولانا احمد علی بنارسی کا مولفہ ایک رسالہ "فتح الوہاب فی مسئلۃ الحجاب" بڑے پیمانے پر

مئو میں تقسیم ہوا جس میں موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلام میں عورتوں کے چہرے کا پردہ نہیں۔ اور ناچیز نے جب اس رسالے کو پڑھا تو اس پر ایک تنقیدی رسالہ لکھا لیکن کاتب نے اس کا مسودہ غائب کر دیا اس کے بعد اس نے ماہنامہ "ترجمان" میں کئی عنوانوں سے اس پر تنقید کی جیسے القول الاظهر فی تفسیر قوله تعالیٰ الا ما ظهر اور ادناء الجلباب وغیرہ جس کا جواب مولانا محمد الاعظمی صدر مدرس جامعہ عالیہ نے دینے کی کوشش کی لیکن خود سامنے نہیں آئے اور ان کے مضمون کی اشاعت مولوی فیاض احمد عمری کے نام سے ماہنامہ "ترجمان" میں ہوئی اور خالد ٹیل نے اس کا دندان شکن اور مسکت جواب دیا۔ ناچیز نے بھی اس پس پردہ معشوق کی پردہ کشائی کے لئے ایک محققانہ مضمون لکھا لیکن افسوس کہ ماہنامہ "ترجمان" نے اس کی اشاعت نہیں کی اس ماہنامہ نے میرے ان مضامین کی اشاعت روک دی جو "انتقاد" کے عنوان سے علامہ یوسف القرضاوی کی کتاب "الحلال والحرام" کے مسائل پر بطور تنقید لکھے گئے تھے، جب تک ماہنامہ "ترجمان"، مولانا عبد الجلیل صاحب رحمانی وغیرہم کے ہاتھوں میں تھا اس وقت تک انتقاد کی دو قسطیں آئیں۔ لیکن جیسے ہی ماہنامہ دوسروں کے ہاتھ میں گیا اس مضمون کی نہایت اہم قسط جو "استمناء بالید" کی اباحت پر مدلل تنقید تھی اور اس کے امام احمد بن حنبلؒ کی طرف انتساب کی تردید ماہنامہ "ترجمان" کے صفحات پر نظر نہیں آئی اور اسی وقت سے ناچیز نے اس ماہنامہ سے اپنا رشتہ ہمیشہ کے لئے توڑ لیا اور اس کے بعد "محدث" جب تک مولانا صفی الرحمان صاحب کی ایڈیٹرشپ میں رہا اور پھر ماہنامہ "نوائے اسلام" کو اپنے مضامین کی آماجگاہ بنا لیا۔ اور ماہنامہ نوائے اسلام جب تک اپنی امانت داری اور سچائی پر برقرار رہے گا میرا محبوب ماہنامہ بنا رہے گا۔

دوسرا مکتوب: محدث مبارکپوری برد اللہ مضجعہ کا دوسرا مکتوب جو مجھے اپنے ہاں دستیاب ہو سکا وہ رسول اکرم ﷺ کی یوم پیدائش کے دن کے روزے سے متعلق ایک استفسار کا جواب ہے۔ یہ استفسار ماہنامہ "محدث بنارس" کے ایک مضمون کے

پیش نظر کیا گیا تھا جسے ڈاکٹر محترم عبدالعلی صاحب ازہری مقیم حال لندن نے لکھا تھا۔ میرے خیال میں سوال کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں محض مکتوب گرامی کے متن سے اس کا اندازہ ہو جائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی! حفظکم اللہ۔ ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کارڈ موصول ہوا مجھے خود اپنے قلم سے کچھ لکھنے میں زحمت ہوتی ہے، مولوی عبدالرحمان سلمہٗ سفر میں ہیں خیال ہوا کہ وہ واپس آجائیں تو جواب املا کرادوں۔ مگر خلاف توقع ان کی واپسی میں دیر ہو رہی ہے۔ اس لئے خود اپنی قلم سے کسی طرح یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔

حدیث مسئول عنہ مسلم شریف (مطبع انصاری دہلی ج ۱ ص ۳۶۸) "باب استحباب صیام ثلثۃ ایام عن کل شہر وصوم یوم عرفۃ وعاشوراء والاثنین والخمیس" میں حضرت ابوقتادہؓ سے مطولاً مروی ہے جس کا ایک جزء یہ ہے۔

قال وسئل عن صوم یوم الاثنین قال ذالک یوم ولدت فیہ ویوم بعثت فیہ او انزل علی فیہ الخ۔ نیز یہ حدیث، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۷ ص ۲۹۹ میں بھی مروی ہے اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

علاوہ بریں دوشنبہ کی اہمیت کی حدیث عبداللہ بن عباس سے بھی بالفاظ ذیل مسند ابو داؤد طیالسی و مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۷ میں مروی ہے۔

عن ابن عباس۔ قال ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وخرج مہاجراً من مکۃ الی المدینۃ یوم الاثنین وقدم المدینۃ یوم الاثنین ورفع الحجر الاسود یوم الاثنین (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۷)

حافظ ہیثمی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر وزاد فیہ وفتح بدر یوم الاثنین ونزلت سورۃ المائدۃ (الیوم اکملت لکم دینکم) یوم الاثنین۔

وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف وبقية رجاله ثقات من اهل الصحيح

(مجمع الزوائد ج ۱. ص ۱۹۶)

بریلویوں نیز متجددین و متجددینات (جمع مونث سالم) کو چاہیئے کہ کسی دوشنبہ میں روزہ نہ رکھیں، مگر ہر دوشنبہ کو کچھ دیر عید میلاد منائیں اور کچھ دیر عید نزول سورہ مائدہ کچھ دیر عید فتح بدر اور کچھ دیر غم وفات ضرور منائیں" نعوذ باللہ من الخرافات والخرافیین۔ فقط والسلام

عبید اللہ رحمانی۔ ۲۳ ر ۴ ر ۹۸ھ

نوٹ: جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے آپ کے کچھ خطوط میرے نام سے اور تھے جو دستیاب نہیں ہیں ایک خط میں نے جامعہ سلفیہ کی "دعوت و تبلیغ کانفرنس" کے موقعہ پر لکھا تھا کہ جامعہ سلفیہ سے ایک ہندی ماہنامہ غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت کیلئے نکلنا چاہیئے جس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ اس وقت ایک اردو ماہنامہ نکالنے کی فی الحال کوشش ہو رہی ہے، ہندی کا مسئلہ بعد کا ہے۔

ایک اور خط میں نے موصوف کو یوسف قرضاوی صاحب کے ایک مضمون بابت مسئلہ سود بینک کے سلسلے میں استفسار کیلئے لکھا تھا، محترم یوسف قرضاوی صاحب نے "اخبار العالم الاسلامی" میں اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ مسلمان بینکوں سے اپنا سود کا روپیہ لے کر عیسائیوں کے اسکولوں اور اسپتالوں کے مانند اسکول اور اسپتال بنائیں۔ اور پھر یہ لکھا تھا کہ ناجائز روپے سے ثواب کی نیت ناجائز ہے پھر بھی اسے ثواب ملے گا اس لئے کہ وہ سود کا روپیہ اپنے اوپر استعمال کرنے سے پرہیز کرتا ہے اس لئے اسے سود کے روپے سے پرہیز کرنے اور بچنے کا ثواب ملے گا۔

میرے رقعہ کے جواب میں حکیم مولوی عبد الباقی صاحب مئوی سے کچھ ہفتے کے بعد یہ خبر بھجوائی کہ رقعہ مل گیا ہے اس کا جواب اطمینان سے اور تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا فی الحال مجھے یہ بتا دیجئے کہ اس سلسلے میں میرا خیال درست ہے۔

لیکن افسوس کہ اس کا جواب نہیں مل سکا کیونکہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے

شاید وہ بعد میں بھول گئے ورنہ اگر یہ جواب آگیا ہوتا تو بینک کے سود سے متعلق بہت سے مسائل واشگاف ہوجاتے۔

میری یادداشت میں ان کا ایک اور بھی خط تھا جو میرے اس استفسار کے جواب میں لکھا تھا کہ مکان یا دکان کے آغاز پر قرآن خوانی کرانا یا وہاں باجماعت نفل نماز ادا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور موصوف نے اس کا جواب کچھ اس انداز سے دیا تھا کہ یہ اچھا نہیں ہے۔ ایک اور استفتاء اس سلسلے میں کیا گیا تھا کہ کیا کسی بڑے شخص کی موت پر اس کی موت اور نماز جنازہ کا اعلان لاؤڈ اسپیکر سے کرنا یا لاؤڈ اسپیکر لگا کر اس کے مکان کے علاوہ کسی عام جگہ یا مسجد میں تعزیتی جلسہ کرنا درست ہے؟ لیکن اس کا جواب آپ نے زبانی دینے کیلئے لکھا لیکن جب آپ ڈاکٹر دی پی سنگھ کے یہاں اپنی آنکھ ٹسٹ کرانے مئو آئے تو آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔

موصوف اخیر وقت میں اہلِ جماعت کے بعض کارناموں کیوجہ سے بہت دل برداشتہ رہتے تھے لیکن سخت تنقید آپ کا شیوہ نہیں تھا۔

یہ دو مکتوب میں نے قارئین کے لئے پیش کر دیئے ہیں اور مجھے امید ہیکہ وہ ان سے بھرپور استفادہ کریں گے خصوصیت سے یوسف قرضاوی کی کتاب "الحلال والحرام" کے بارے میں جو جماعت کے بہت سے افراد کے ہاتھوں میں ہوگی موصوف کے خط کو سامنے رکھ کر اسے پڑھیں گے یا اس کے مسائل پر عمل کریں گے، اور مرحوم کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ نور اللہ مرقدہٗ وتغمدہ بغفرانہ۔ (آمین)۔

ہندوستان کی موجودہ تعلیم پر ایک نظر

طارق سہراب غازی پوری

ہندوستان کے طول و عرض میں بلاشبہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد پچھلے بیس سال کے مقابلہ میں کہیں بہت زیادہ ہے مگر تعلیمی اداروں کی تعداد میں ہوئے اضافے کے تناسب سے تعلیمی نظام اور معیار میں جو پختگی قائم ہونی چاہیئے تھی وہ پختگی اور پائداری محض کاغذی ہے، عملی طور پر کچھ نظر نہیں آرہا ہے جس سے کہا جائے کہ ہمارا تعلیمی معیار اور نظام دونوں ہی بہت اچھا ہے۔ سرکار بھی شعبہ تعلیم میں سدھار لانے کیلئے ہر سال ہی کچھ نہ کچھ منصوبے بناتی رہتی ہے مگر ٹائیں ٹائیں فش، اس کے کچھ موثر نتائج سامنے نہیں آئے۔ سردست ہندوستان میں معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لئے جو لائحہ عمل تیار کئے گئے ہیں انہیں بہت اچھا نہیں کہا جاسکتا چند وجوہات کی بدولت جن میں کچھ راقم کے مطابق مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ چونکہ ہمارے ملک میں مختلف کلچر و ثقافت سے وابستہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بہتات ہے جو اپنے اپنے دائرے میں رہکر اپنی ایک سوچ رکھتے ہیں اور دوسری طرف ملک کا موجودہ سرکاری نظام سیکولر ہے جس کا مخصوص مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنے معاملات میں مکمل آزادی ہے اور حکومت ہر مذہب کا یکساں طور پر احترام کرے گی۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں آپسی کوئی تال میل نہیں۔ ہندوستان کے سرکاری دفاتر، سرکاری میڈیا اور سرکاری پریس میں چند ایک مذہب کا ہی خصوصیت سے تذکرہ ہوتا ہے اسی طرح ہندوستان کی درسی کتابوں میں بھی چند ایک مذاہب کو ہی بڑھا چڑھا کر بتایا جاتا ہے جب کہ دوسری طرف دیگر مذاہب بھی اپنا ایک مخصوص مقام رکھتے ہیں، مگر درسی کتابوں میں یکساں طور پر ان کے اکابرین کو پڑھایا نہیں جاتا۔ ہندوستان

کی تاریخی کتابوں میں اب بھی وہ کمیاں موجود ہیں جنہیں ملکی نقاد بار بار ظاہر کرتے ہیں۔ مگر حکومت کی چہار دیواریوں سے انہیں دور نہیں کیا جاتا۔

۲۔ معیار تعلیم میں خستہ حالی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا تعلیمی اسٹرکچر یورپی تعلیمی اسٹرکچر کے مطابق ہے۔ اپنا کوئی اسٹرکچر نہیں جس پر کہ ہمارے طلباء فخر کرتے ہوئے یہ کہہ سکیں کہ "ہمارے آباؤ اجداد کی یہ میراث ہے اور ہمارے قدیم ملک کی یہ درخشاں حقیقت ہے"

جس کتاب کو بھی پڑھو اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ یورپ کے فلاں فلسفی نے یہ بات بتائی، فلاں نے اس طرح کے خیالات ظاہر کیے، جب کہ دیگر ممالک کی نگاہوں میں ہمارا ملک فلسفیوں، ادیبوں اور سائنسدانوں کا شروع سے ہی مرکز رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری تعلیم پر مشرقیت کا لیپ ہو اپنے مفکرین، محققین و سائنسداں طبقہ کو طلباء کے سامنے لائیں اور ان کے خیالات کو یورپی مفکرین پر فوقیت دیں۔

۳۔ ظاہر سی بات ہے کہ یورپ کی ثقافتی و کلچرل زندگی سے ہم آہنگ ہونے کے بعد تبدیلیوں کا رونما ہونا ضروری ہے یورپ کی نقش و نگاری، سیکس میں ہیجانی کیفیت پیدا کرنے والی تصویریں، مصوری، عریانیت آمیز فوٹوگرافی اور بیجا تحریریں ہندوستانی طلباء اور طالبات کو متاثر ہی نہیں کرتیں بلکہ انہیں کچھ کرنے پر اکساتی ہیں آج ہندوستان کی بیشتر معروف شاہراہوں پر، یونیورسٹیوں اور کالجوں کے عام دروازوں پر لیلیٰ اور مجنوں کی بھیڑ نظر آتی ہے شاید جو یورپی تہذیب کا ہی نتیجہ ہے، سیکس کا صحیح استعمال انسانی بقاء ہے جبکہ سیکس کا غلط استعمال انسانی تنزلی و بربادی کا سبب ہے اور آج یہی ہو رہا ہے۔ ہمارا لباس خصوصاً ہماری بہنوں کا لباس چھوٹے سے چھوٹا تر ہوتا جا رہا ہے اور مجھے لگتا ہے کہ یورپ کے کلچر کو ہندوستان کے پاکیزہ ماحول میں اگر اسی طرح مشتہر کیا جاتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ ہم سڑکوں پر ننگے یعنی برہنہ ناچ کرنے میں فخر محسوس کریں گے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام مشرقی علوم سے کتابوں کو مزین کر دیا جائے جو ہماری عظمت و عظمت کے آئینہ دار ہیں اور ہمارے قیمتی گوہر ہیں۔

۴۔ معیار تعلیم میں گراوٹ کے ساتھ ساتھ نظام تعلیم میں بھی کمیاں ہیں۔ سکولوں، کالجوں اور

یونیورسٹیوں میں ڈسپلین کی کمی ہے جس کی ایک خاص وجہ، ہمارے طلباء، ہمارے گارجین اور خود ہمارے اساتذہ ہیں۔

گارجین تعلیم کی اہمیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بچوں کو صحیح طور پر تعلیم کی طرف مائل نہیں کر پاتے۔ طلبا پڑھائی میں شرارت اور لساہلی کرتے ہیں اور اس معاملہ میں گارجین ان کی معاونت کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بعض دیہاتی حلقوں میں اگر کوئی طالب علم (پرائمری جماعت تک) اپنے گارجین سے یہ شکایت کر دے کہ ہمیں اسکول میں فلاں استاد نے مارا ہے تو دیہاتی گارجین بچے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس استاد سے نبرد آزما ہونے کے لیے لاٹھی لے کر ادارے تک دوڑ جاتا ہے۔ اس سے بچوں کو شہ ملتی ہے اور آخر تک وہ اپنے اساتذہ کو کچھ نہیں سمجھتے۔

دوسری طرف اساتذہ کی مجموعی تعداد کو بھی معصومیت کا سرٹیفیکیٹ نہیں دیا جاسکتا۔ کچھ اساتذہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو پڑھانے سے جی چراتے ہیں اور زیادہ تر ایسے کاموں میں ملوث ہوتے ہیں جو انہیں تخریب کاری کی حسین وادی میں پہنچا دیتی ہے ان کی انتظامیہ اور ان کا عملہ بھی ان کا احترام کرنے کیلئے مجبور ہوتا ہے قابل اساتذہ جو واقعی قابل ہوتے ہیں اعراض کی صورت اختیار کرتے ہیں جو کبھی کبھی طلبا، و ادارے کے حسن میں احسن نہیں ہوتا۔

۵۔ ہندوستان کی تعلیمی گراوٹ کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ آج مختلف کالجوں، اداروں اور سکولوں میں ٹیوشن ( ) کا رواج چل پڑا ہے آج کے اس تعلیمی ماحول میں بہت سے گارجین اپنے بچوں کو ٹیوشن اس لئے پڑھاتے ہیں کہ بقول ان کے اسکول میں پڑھائی نہیں ہوتی۔ خصوصاً کالجوں میں تو اور بھی بد تر حال ہے۔ سرکاری لیکچرار سرکاری انداز اختیار کرتے ہیں۔ معیار تعلیم کچھ ہے، اساتذہ کا طلباء سے برتاؤ کچھ ہے۔ جب میں نے اس سلسلہ میں کچھ جاننے کی کوشش کی تو مجھے بتایا گیا کہ کالجوں، اسکولوں، میں اکثر من پسند اساتذہ اپنے بچوں سے یہی کہتے ہیں کہ تم سب اگر ٹیوشن پڑھو۔ ورنہ فیل ہو جاؤ گے۔ اور سال برباد ہو جائے گا، مجبور طلبہ مجبوری میں ایسے ہی کرتے ہیں۔ جیسے انہیں ہدایت کی جاتی ہے۔ کہنے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شعبہ تعلیم میں رکاوٹ کے اسباب کا سد باب نہ ہو

(بقیہ صفحہ پر)

تحریک شہیدین کے داعی
مولانا عنایت علی غازی صادقپوری

(آخری قسط)

کلیم اشرف سلفی

مجاہدانہ کارنامے بالاکوٹ پر قبضے کے بعد مولانا عنایت علیؒ کو امیر مان لیا گیا تو انہوں نے فوج کا باقاعدہ انتظام کر کے محرم ۱۲۶۲ھ میں گڑھی حبیب اللہ خان کو مسخر کر لیا۔ اس کے بعد فتح گڑھ پر دھاوا بولا جو سکھوں کا ایک مستحکم قلعہ تھا۔ اوائل ربیع الاول میں اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ جب تک سکھوں کا تسلط قائم تھا۔ اور ان کے خلاف آزادی کی کوئی تحریک حاوی نہ ہوئی تھی۔ مقامی لوگ مجاہدین کے مطالبہ عشر کو ٹھکرا رہے تھے۔ جب سکھوں کے اقتدار میں پے درپے رخنے پیدا ہونے لگے اور قلعوں کو خالی کرنے لگے تو مقامی لوگوں نے مجاہدین کے نام دعوت نامے بھیج کر قلعہ ان کے حوالے کر دیئے۔ اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ آپ غدر میں شریک ہوئے تو آپ گھوم گھوم کر دعوت جہاد دینے لگے۔ لیکن آپ کی اس دعوت جہاد پر کبھی کسی نے توجہ نہ کی اور اس طرح اس تحریک میں ناکام رہے۔ آپ دعوت جہاد اور امارت کے فرائض انجام دیتے ہی تھے ساتھ ہی ساتھ حامی و معاونت کے لئے کوشش کرتے تھے۔

فاضل مضمون نگار جناب وشوناتھ طاؤس جرنلسٹ کا ایک مضمون "ہندوستان کی تحریک آزادی میں مسلمانوں کا حصہ" کے عنوان سے روزنامہ صدائے عام پٹنہ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ جس میں علماء صادقپور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بالاکوٹ علماء برحق کی شہادت کے بعد ملک کے شمالی مغربی سرحد پر مجاہدین کا ایک مرکز قائم تھا جسکے اراکین کو سرحدی عقاب بھی کہا جاتا تھا۔ شمع آزادی کے ان پروانوں پر بے پناہ مظالم توڑے گئے۔ اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں بنگال میں نثار علی ٹیٹو میاں، سید احمد شہید کی مشعل جہاد کو روشن رکھے ہوئے تھے انہوں نے

بنگال کے غریب اور مظلوم کاشتکاروں کو یکجا کر کے کیمپوں پر حملے کئے...... ٹیٹو میاں کے دستے میں اسی ہزار افراد شامل تھے لیکن انگریزوں کے زبردست مسلح طاقت کے باعث یہ تحریک بھی دب گئی"۔ (۱)

سید احمد شہیدؒ اور ان کے جانبازوں نے آزادی کی جو لہر پیدا کر دی تھی اسے ان کے خلیفہ مولانا ولایت علی صادقپوریؒ اور ان کے بھائی مولانا عنایت علیؒ نے جاری و ساری رکھا صادقپور کے اس جری خاندان کے ایک ایک فرد نے قربانی اور جاں نثاری کی مثال قائم کی سن ۱۸۵۰ء سے لے کر سنہ ۱۸۶۳ء تک وطن کے مسلمانوں کے محاذ کو توڑنے کے لئے انگریزوں نے بیس بار فوج کشی کی مسلمان ہر ابتداء کا مقابلہ استقامت سے کرتے رہے لیکن ان کی قوت منتشر تھی۔ اس لئے ان کی عظمت و حشمت ختم ہو گئی۔ ظالم انگریزوں نے سفاکانہ حربہ استعمال کئے اور مسلمانوں کے خون ناحق سے ہولی کھیلتے رہے انہوں نے اپنے ظلم وجور سے فرزندان توحید کا عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ علماء حق پر انبالہ، پٹنہ، راج محل اور مالدہ میں سازش کے مقدمات قائم کئے گئے جو سات برس تک جاری رہے علماء کے اخلاق و ایمان کی طرح طرح سے امتحان لیا گیا۔ لیکن متلاشیان حق نے ہر ستم کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا سخت سے سخت سزائیں دی گئیں لیکن اللہ کے ان بندوں نے اُف تک نہ کی۔

تصنیف اس بات کے بارے میں آج تک کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ مولانا نے تبلیغ واشاعت دین کیلئے کتنی کتابیں لکھیں۔ لیکن ایک کتاب کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر نے "سرگذشت مجاہدین" میں ذکر کرتے ہیں کہ ان کی تصنیفات کے بارے میں بہت سارے تحقیق و تفتیش کے بعد آج تک صرف ایک کتاب کا پتہ چل سکا۔ اس کے بعد کسی دوسری کتاب کا پتہ نہ چل سکا اور وہ کتاب "بت شکن" ہے اس کے بعد مولانا غلام رسول مہر اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں۔

"بت شکن" جس میں تعزیہ داری کی حقیقت واضح کی گئی ہے یہ اس مجموعہ رسائل میں چھپا

---

(۱) روزنامہ صدائے عام پٹنہ۔ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔

تھا جو "رسائل تسعہ" کے نام سے مولانا عبدالرحیم نے شائع کیا تھا۔ یہ کتاب تقریباً دس گیارہ صفحے کی ہے اور اس کی زبان بہت سادہ ہے۔ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اسے سمجھ سکتا ہے اس میں حضرت حسین کی شہادت اور اہل بیت کے مصائب بڑے پر تاثیر انداز میں بیان کئے گئے ہیں (۱)

ازواج واولاد

آپ کی پہلی شادی مسماۃ آمنہ بنت شیخ زماں ولد مولوی سید محمد مسافر علیہ الرحمۃ سے ہوئی۔ اس عقد سے صرف ایک ہی فرزند پیدا ہوئے (حافظ عبدالمجید) اور ایک ہی فرزند پیدا ہوئے تھے کہ آپ کی اہلیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ لہذا اہلیہ کی انتقال کے بعد پندرہ یا سولہ سال تک دوسری شادی نہیں کی وجہ یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دعوت و تبلیغ کے فریضہ انجام دے رہے تھے اور خطہ بنگال میں ہدایت و اصلاح میں مشغول تھے۔ جس کی وجہ سے آپ دوسری شادی نہ کر سکے۔ لہذا بنگال ہی میں جب مولوی اکبر علی ابن مولوی الٰہی بخش صاحب کا انتقال ہو گیا تو جب مسماۃ (زوجہ مولوی اکبر علی) بنت شاہ محمد حسین صاحب نمو میاں کا عقد ثانی کرا کر آپ کے برادر معظم جناب مولانا ولایت علی صادقپوری رح نے آپ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو حاجی مفید الدین صاحب کے مکان میں ٹھہرایا آپ کی اہلیہ ہمیشہ آپ کے ساتھ شریک سفر رہیں اور انکے بطن سے بھی صرف ایک ہی لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہاجرہ رکھا اور اس کی شادی برادر معظم حضرت مولانا عنایت علی کے لخت جگر سے کیا۔

وفات حسرت آیات

مولانا کی وفات ۱۲۷۴ھ میں سرحد پار (منگل تھانہ) ایسے روح فرساں حالات میں ہوئی کہ دشمن بھی سن کر آبدیدہ ہو جائے۔ کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو اس مرد غازی نے خوشی خوشی برداشت نہ کی ہو۔

****

---

(۱) مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر۔

آدمی آدمی میں انتر

عبدالسمیع محمد ہارون سلفی

یہ سارا کارخانہ عالم قدرت کے چند اصول اور ضابطے کا پابند ہے اور اسے پابند رہنا چاہیے کہ اسی میں اس کی حیات وبقا اور ترقی کا راز مضمر اور پنہاں ہے۔ قدرت ذرہ سے لے کر آفتاب و ماہتاب کو تاروں سے لے کر تمام مخلوقات کو چند اصول اور ضابطہ کے تحت چلا رہا ہے ان میں سے کسی کو نہ توان اصول وضوابط کی شکنی کا مجاز ہے اور نہ ہی اس کے حق میں سودمند۔ ہر ایک کو اپنے دائرہ کار کا اور اصول وضوابط کا کاربند اور پابند ہونا چاہیے۔ قرآن جب یہ کہتا ہے کہ کل فی فلک یسبحون تو اس سے موٹے طور پر یہی ایک نتیجہ منتج ہوتا ہے: اس دنیا میں انسان سب سے اعلیٰ، احسن اور افضل مخلوق ہے۔ وہ اس اصول سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ بلکہ مبالغہ نہ ہو تو یہ کہا جائے کہ یہ اصول سب سے پہلے اسی پر منطبق ہوتا ہے۔ قدرت نے انسان کو پیدا کیا۔ سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ اور ان سے ان کی اولاد اور ذریتیں پیدا ہوئیں۔ اور پھر وہ زمین کے مشرق ومغرب میں پھیل گئے بحیثیت انسان سب انسان تھے۔ اس لئے سب کو اس دنیا میں زندگانی گزارنے کا یکساں موقع ملنا چاہیئے تھا۔ یعنی چند ایک امیر ہوئے تو سب کو امیر ہونا چاہیئے۔ غریب تو غریب۔ بادشاہ تو بادشاہ مگر ایسا کچھ نہیں ہے۔ کیوں؟ کوئی بادشاہ ہے تو کوئی فقیر کوئی امیر ہے کوئی غریب۔ کسی کو خوشحال بنایا تو کسی کو قلاش ومفلس ——— اور کسی کو مسلمان ومومن بنایا تو کسی کو کافر ومشرک؟ دراصل یہ قدرت کا اصول ہے۔ اور اسی میں زندگی کی حقیقت کا راز مضمر ہے۔ آخر کیا راز ہے وہ جس کی بناپر قدرت نے کسی کو عرش پہ بٹھایا تو کسی کو فرش پہ۔ کسی کو زندگی کا سکھ عطا کیا اور کسی سے زندگی کا سکون ہی چھین لیا ———؟ حضرت موسیٰؑ نے بھی پوچھا تھا کہ اے اللہ تو نے امیری اور خوشحالی کو پیدا کیا تو پھر غریبی اور افلاس

کو کیوں پیدا کیا۔ جواب دیا اللہ نے کہ اگر میں اول الذکر پیدا کرتا اور مؤخر الذکر نہیں تو پھر میرا شکر ادا کون کرتا معلوم یہی ہوا کہ بلکہ یہ بھی ایک راز ہے۔ آدمی اور انسان کو تو پیدا کیا۔ مگر ان میں انتر اور فرق کے ساتھ۔ وہ جو امیر اور خوشحال ہے وہ اپنی اس حالت پہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرے اور ڈرے اس بات سے کہ مبادا ایسا نہ ہو خدا انہیں بھی دوسروں کی طرح مفلس بنا دے۔ بایں طور وہ اللہ کی نافرمانی سے بچے۔ دوسرا وہ جو مفلس ہے وہ اس اللہ کو یاد کرے جس نے انہیں اس حال سے دوچار کیا۔ وہ اس بات کو حق الیقین طور پر جانے کہ دونوں جہان کی عزت و خوشحال وہ اسی مالک کائنات کے ہاتھ میں ہے یہیں سے یہ راز منکشف ہوا کہ آدمی اور آدمی میں کیوں انتر ہے۔ کیوں انسان اور انسان کے بیچ یہ مراتب و مدارج ہیں ؟۔

قرآن نے خود ہی کہا کہ اے انسانوں ہم نے تم کو ایک مذکر (آدمؑ) اور ایک مؤنث (حواؑ) سے پیدا کیا پھر ان میں ہر ایک کو مختلف شعبوں اور خانوں میں تقسیم کر دیا۔ وجہ؟ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اس پہچاننے کے معنیٰ میں بڑی جامعیت ہے۔ مختصر یہ کہ اپنے اس رب کو پہچانو۔ خود کو پہچانو۔ ایک دوسرے کو پہچانو۔ اور یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس سب کے باوجود کہ انسان اور انسان میں فرق ہے قبیلہ اور خاندان کا۔ آدمی اور آدمی میں انتر ہے رنگ و نسل کا، لیاقت و صلاحیت کا، اعلیٰ اور اسفل کا، معاشی و تعلیمی کا۔ اور نہ جانے کن کن چیزوں کا۔ مگر ان چیزوں کا اللہ کے یہاں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اعتبار ہے تو بس تقوی و دین داری اور اخلاق و انسانیت کا تاہم آدمی اور آدمی میں انتر ہونے کی وہ حکمت اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان اس فرق کو سمجھے اور اپنے رب کو کبھی فراموش نہ کرے نہ بھولے۔

نفسیاتی طور پر انسان جب خود کو دوسروں سے کم پاتا ہے، وہ دوسروں کے مقابلے میں خود کو مفلس و بدحال پاتا ہے تو ضرور ہی اس کا دل اداس ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ خدا نے اسے بھی دوسروں کی طرح خوشحال نہیں پیدا کیا؟ حدیث نبویؐ میں اس کا بہترین علاج بتایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا" اپنے سے (دنیوی معاملات میں) بڑوں کو دیکھو بلکہ اپنے سے (دنیوی معاملات میں) کمتر کو دیکھو۔ اس طرح ممکن ہے کہ تم اللہ کی نعمت کی تحقیر نہ کرسکو۔ مطلب یہ ہوا کہ ایک انسان جب خود کو دوسروں کے مقابلے میں خوشحال دیکھے تو اس پر انہیں ملال و افسردہ ہونے

کے بجائے ان کو دیکھے جوان سے بھی بدتر بلکہ بدترین حالت میں زندگی گذار رہا ہے۔ جبھی وہ ایسا کرے گا تو انہیں اپنے کمتر ہونے کا ملال اور افسردہ ہونے کا قطعی ملال نہیں رہے گا کیونکہ اس دنیا میں کوئی بھی یکساں حالت میں نہیں ہے۔ کوئی امیر ہے تو کوئی اس سے کم امیر ہے۔ کوئی غریب و بدحال ہے تو کوئی اس سے بھی بدتر، کوئی اس سے بھی بدترین۔ وہ سوچے کہ ہم بدتر سہی لیکن اس بدترین سے تو اچھے ہیں جن کی حالت مجھ سے بھی زیادہ ناگفتہ بہ ہے درحقیقت انسان جب اس نفسیات میں جینے لگے تو نہ اسے زندگی میں کوئی ملال اور غم نظر آئے گا اور نہ ہی اس کی زندگی میں اداسی۔ بلکہ وہ خوش اپنے حال پہ خوش اپنے رب کا شکر گذار بندہ بن کر جیئے گا۔ آج کے اس پرفتن دور میں جس کو یہ زندگی مل گئی وہ بلاشبہ سب سے خوش قسمت انسان ہے۔

شیخ سعدیؒ کا مشہور قصہ ہے وہ کسی شہر میں دوپہر کے وقت گرم شاہراہ پر کھلے اور ننگے پاؤں چل رہے تھے۔ پاؤں میں گرمی کی شدت وحدت سے وہ اندر ہی اندر اپنی حالت زار پہ گریہ کناں اور اللہ سے شکوہ سنج تھے کہ اللہ نے ان کی یہ حالت بنائی کہ پاؤں میں چپل خریدنے تک کیلئے ان کے پاس رقم نہیں ہے۔ وہ اسی حال میں مسجد میں نماز کیلئے پہنچتے ہیں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے دونوں پاؤں ہی کٹے ہوئے ہیں جو بمشکل تمام گھسٹ گھسٹ کر چل رہا ہے۔ یہ منظر دیکھکر شیخ سعدیؒ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس جوتے نہیں تو اس کیلئے خدا سے شکوہ سنج ہو گیا اور خدا کا یہ بندہ جن کو سرے سے پاؤں ہی نہیں آخر ان کی کیا حالت ہوگی۔ فوراً خدا یاد آیا اور کہا اے خدا معاف فرما! تیرا شکر ہے کہ کم از کم تو نے اس لنگڑے سے تو بہتر بنایا۔ مجھے دو پاؤں صحیح اور سالم دیئے تاکہ میں آرام سے چل پھر سکوں۔ پھر انہوں نے اپنی زندگی میں کسی کمی کا خدا سے شکوہ نہیں کیا۔ اور کرنا بھی نہیں چاہیئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے مطابق جس انسان کیلئے جو کچھ مقدر ہے وہی اس کے حق میں مفید ہے اور اس پر راضی ہوتا ہے۔ اور خدا سے راضی اور خوش ہی رہنا چاہیئے اس سے ناراضی مول لے کر انسان اور کم از کم مسلمان اپنی بربادی اور دونوں جہان کی رسوائی کے سوا اور کیا کرتا ہے؟ اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا اس زندگی سے قانع رہنا از خود خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۳ پر)

ایک نیا صحافتی المیہ (۱)

جناب ابن احمد نقوی صاحب سے کچھ باتیں

عبدالہادی عبدالعلیم ـــــــ متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

ماہنامہ "التوعیہ" نئی دہلی کے جنوری و فروری ۱۹۹۴ء کے مشترکہ شمارہ میں ایک مضمون بعنوان "فلسطین، حقائق اور جذبات" شائع ہوا ہے جو دراصل "جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ" کے ایک طالب علم کی "التوعیہ" کے اکتوبر ۱۹۹۳ء کے اداریہ بعنوان۔ منزل اور اندیشے" پر تنقید کے جواب میں لکھا گیا ہے، حق تو یہ تھا کہ اس طالب علم کی تنقید چھاپی جاتی اور پھر تعلیقات کی صورت میں یا کسی اور طرح اس کا جواب دیا جاتا مگر اس کی بجائے تلبیس و مغالطہ کی پرانی رسم دہرائی گئی ہے۔ چند جملے سیاق و سباق سے کاٹ کر نہایت بھونڈے انداز میں بطور نمونہ پیش کر دیئے گئے، جس سے اس مضمون کی تشویہ کی گئی۔ یہ تو ایک طالب علم کا کلام تھا خود اللہ تعالیٰ کے کلام کو اگر سیاق و سباق سے کاٹ دیا جائے تو اس کو بھی بھیانک بنایا جا سکتا ہے۔ صرف "وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْن" کو نقل کرنا اور اس کے بعد کی آیتوں کو حذف کر دینا کون سی امانت و دیانت کا تقاضہ ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جس شخص نے "جواب تنقید" پر ادارتی نوٹ لکھا ہے اس نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ خود "التوعیہ" کے "خدام" کو بھی کچھ نکات میں اس کے مشمولات سے اختلاف ہے مگر وہ "کچھ نکات" کیا ہیں؟ اس کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ میرے خیال سے شاید ذمہ داران التوعیہ کی بھی کچھ مجبوریاں ہیں، جو شخص ہر ماہ ان کے مجلّہ کے نصف صفحات اور کبھی دو ثلث صفحات لکھتا ہو اور اسی کی تحریر پر مجلّہ کی اشاعت کا سارا دار و مدار ہو اس کے خلاف "جرأت اظہار" آخر کیونکر کر سکتے ہیں!

میرا مقصد محاذ آرائی اور مناظرہ بازی نہیں، میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تنقیدی مضمون

بھی قارئین کے سامنے آجائے تاکہ وہ خود دیکھ سکیں کہ اس میں صرف "جذبات" ہی کی کار فرمائی تھی یا "حقائق" کا کچھ ادراک بھی تھا ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہوجائے کہ جواب تنقید میں کتنی علمی امانت سے کام لیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ موصوف نے نئے مضمون میں بھی بعض پرانی غلطیوں کو دہرایا اور بعض نئی غلطیوں کا اضافہ کیا ہے مثال کے طور پر قرآن مجید کی من مانی تفسیر، باطل حدیث سے استدلال اور کسی مسلمان کے عمل کو دین کے کسی مسئلہ میں حجت بنانا وغیرہ جیسی منہجی غلطیاں لیکن کہیں یہ مسئلہ اظہار حق اور قبول کے بجائے مناظرہ بازی اور محاذ آرائی کا روپ نہ دھارلے جو نہایت خطرناک بات ہے اس لئے میں نے خاموشی ہی بہتر سمجھی۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ ماہنامہ صوت الحق مالیگاؤں (نومبر ۹۲ء) میں شائع شدہ میرا مضمون "اردو اسلامی صحافت کا المیہ" میرے اگلے مضمون کی تمہید ثابت ہوگا۔ مذکورہ مضمون میں اس المیہ کی چند مثالیں پیش کی گئی تھیں لیکن بڑے رنج اور افسوس کی بات ہے کہ اس کی اشاعت کے بعد ایک نئی تازہ اور بدترین مثال میری آنکھوں کے سامنے آئی جس پر مجھے مستقل لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی، وہ ایک مشہور و معروف سلفی ماہنامہ "التوعیہ" دہلی کے شمارہ اکتوبر ۱۹۹۳ء کا خطرناک اداریہ بعنوان: "فلسطین۔ منزل اور اندیشے" ہے۔

اس سے قبل کہ میں اس اداریہ میں ظاہر کئے گئے خیالات کا تجزیہ کروں مختصراً اس پر تنقید کے اسباب و محرکات پر نظر ڈالنا بہتر سمجھتا ہوں۔

یہ حقیقت ہے کہ تنقید کوئی کھیل یا مشغلہ نہیں جسے بطور تفریح یا دلچسپی اپنایا جائے بلکہ یہ ایک ضرورت اور ذمہ داری ہے۔ ذیل میں ہم وہ اسباب ذکر کرتے ہیں جو اس تنقید کے لکھنے کا باعث بنے۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "الدین النصیحۃ" دین خیر خواہی کا نام ہے صحابہ نے پوچھا: کس کی خیر خواہی کا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی، اس کے کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے ائمہ اور عوام کی۔ (صحیح مسلم/کتاب الایمان)

میرا یہ مضمون حدیث میں مذکور تمام کی خیر خواہی پر مشتمل ہے اور وہ اس طرح کہ یہ

اللہ کے دین کا دفاع ہے، کتاب اللہ کے احکام کا اعلان ہے، رسول اللہ کے اسوۂ کا اظہار ہے، مسلمانوں کے عوام کی اصلاح ہے، رہے ائمہ توان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان سے کون مراد ہیں آیا مسلمانوں کے امراء وحکام یا علماء، اگر امراء وحکام مراد ہیں تو ان کا وجود سرزمین ہند میں مفقود ہے اور اگر علماء مراد ہیں تو ان کی خیرخواہی اس طرح ہے کہ ان کی طرف سے اللہ کے دین کے دفاع کا فرض کفایہ ادا ہو رہا ہے۔

۲۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "من رأى منكم منكرًا فليغيّره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذالك أضعف الايمان (مسلم کتاب الایمان)

یعنی تم میں سے جو کوئی منکر دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدلے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: جو آخرت کا طالب اور رضائے الہی کی تحصیل میں کوشاں ہو اسے اس کام پر توجہ کرنی چاہیئے کیونکہ اس کا نفع عظیم ہے۔ خصوصًا ایسے دور میں جب اس کا بیشتر حصہ ضائع کیا جا چکا ہو (یعنی لوگوں نے اس پر عمل ترک کر دیا ہو) اور اپنی نیت خالص رکھے اجس پر انکار کر رہا ہے اس کے "رتبہ بلند" سے خوف نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولينصرن الله من ينصره۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔ (الحج / ۴۰)

مزید فرمایا: اور یہ کام دوستی یا محبّت یا مداہنت یا جاہ طلبی یا قربت کی بنا پر نہ چھوڑ دے کیونکہ محبّت ودوستی کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کی خیرخواہی کرے مصالح آخرت کی طرف رہنمائی کرے، آخرت کے نقصان سے بچانے کی کوشش کرے۔ انسان کا سچّا دوست وہ ہے جو اس کی آخرت بنانے میں کوشاں ہو خواہ اس سے دنیا میں نقص لازم آئے اور دشمن وہ ہے جو اس کی آخرت کی بربادی میں لگا ہوا ہو خواہ اس سے دنیا میں نفع ہی کی کوئی صورت نکل رہی ہو۔

انکار منکر کے اسی تقاضا نے مجھے یہ مضمون لکھنے پر آمادہ کیا۔

۳۔ ماہنامہ التوعیہ میرا محبوب مجلّہ ہے، اس کا بے داغ سلفی کردار سدا قابل ستائش

رہا ہے کبھی اس نے اپنے صفحات میں سلفیت مخالف افکار کو کوئی جگہ نہیں دی چہ جائیکہ اسلام مخالف افکار اس میں جگہ پاتے۔ اگر کوئی قابل اعتراض بات ہوتی ہے تو اس پر حاشیہ یا مختصر نوٹ لکھ دیا جاتا ہے اس کی انہیں خوبیوں نے دل میں اپنی جگہ بنائی۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ التوعیہ میں سلفیت مخالف افکار کا جس بے باکانہ انداز سے جائزہ لیا جاتا ہے دوسرے مجلات اس کی کم ہی جرأت کر پاتے ہیں لیکن یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ اس میں اسلام مخالف فکر و فلسفہ بغیر کسی تعلیق کے شائع ہو جائے۔

التوعیہ کی یہی اہمیت اور دلی محبت تھی جس نے یہ دیکھنا گوارہ نہ کیا کہ یہ بے داغ رسالہ قرآن و حدیث کی مخالفت سے آلودہ ہو جائے۔

ایک وضاحت یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اس اداریہ کی قابل اعتراض باتوں پر تنبیہ سے میرا ہدف خود یہ مجلہ یا اس کے بانی وسرپرست یا اس کے مدیر محترم یا خود فاضل مضمون نگار نہیں بلکہ افراد ملت کا وہ عظیم گروہ ہے جس کی ذہنی تربیت، دماغی نشونما، فکری بالیدگی اور علم و ثقافت کا سارا دار و مدار یہی رسائل و مجلات ہوا کرتے ہیں، ان کے مطالعہ کا حدود اربعہ اردو اخبارات وجرائد سے تجاوز نہیں کرتا۔ ذرا غور کریں کہ یہ "اداریہ" ایسے سادہ لوحوں پر کیا نقش چھوڑے گا؟۔ کیا اس نقش باطل کو مٹانا اور اس پر حرف حق ثبت کرنا ہمارا فریضہ نہیں!

میری مشکل مذکورہ اداریہ پر مفصل تنقید لکھنے میں دشواری یہ ہے کہ اس کی طوالت کے ساتھ ساتھ اس میں غلطیوں اور قابل گرفت امور کی کثرت ہے۔ یہ اداریہ ۲۵ر کالموں پر پھیلا ہوا ہے۔ اداریہ نگار کی دراز نفسی کوئی نئی بات نہیں وہ اس کے پرانے عادی ہیں مگر اس اداریہ میں جس طرح انہوں نے غلطیوں پر غلطیاں کی ہیں اور ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھائی ہیں بڑا ہی عجیب اور دردناک ہے لیکن میں قصہ کوتاہ کر کے صرف چند ہی نقاط پر گفتگو کروں گا، اس کی وجہ مختصراً حسب ذیل ہے۔

(۱) میں ایک طالب علم ہوں اور درس سے خارجی سرگرمیوں کا ایک محدود دائرہ ہے میں اس کیلئے زیادہ وقت نہیں نکال سکتا۔

(۲) اُردو کے عام قارئین اختصار پسند ہیں اور طویل مضامین سے گبھراتے ہیں۔
(۳) مذکورہ اداریہ میں دو قسم کی غلطیاں ہیں، ایک وہ جن سے کسی حد تک صرف نظر کیا جاسکتا ہے لہٰذا میں نے ان سے اغماض کرلیا ہے۔ دوسری وہ جو قرآن و حدیث کے صریح نصوص سے ٹکراتی ہیں، ان سے چشم پوشی میں کسی صورت جائز نہیں سمجھتا بلکہ ان سے غفلت برت کر خاموشی اختیار کرلینا ایک جرم تصور کرتا ہوں لہٰذا میرے مضمون کا زیادہ تر حصہ انہیں امور پر مشتمل ہوگا۔

معاہدہ فلسطین عہد آفریں یا ذلیل ترین

آپ نے معاہدۂ فلسطین کو "عصری تاریخ کا عہد آفریں واقعہ" لکھا ہے کچھ دوسروں نے اسے "تاریخ کا ذلیل ترین معاہدہ" لکھا ہے۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا اسلام نے کسی واقعہ کو "عہد آفریں" یا "ذلیل ترین" قرار دینے کیلئے کوئی معیار قائم کیا ہے یا یونہی ہر صاحب فکر و نظر کو حکم لگانے کی کامل حریت دے رکھی ہے اور ہر کسی کو بغیر کسی ہدایت کے آزاد چھوڑ رکھا ہے کہ جو جی میں آئے کہہ جائے مزید طرفہ یہ کہ ان متضاد باتوں کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے کوئی کسوٹی نہ ہو۔

مجھے تعجب اور حیرت ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ جن علاقوں پر معاہدہ ہوا ہے ان پر اسرائیل کا کوئی مذہبی دعویٰ نہیں ہے اور جن پر اس کا مذہبی دعویٰ ہے اس پر وہ کسی قیمت پر بات کرنے کیلئے تیار نہیں ہے نیز اس نے فلسطینیوں کو جو علاقہ دینے کا وعدہ کیا ہے اس کا جغرافیائی نقشہ تقسیم پاکستان سے ملتا جلتا ہے یعنی مغربی و مشرقی جو اب بنگلہ دیش اور پاکستان دو ملکوں کی صورت میں ہے، آپ کے ذہن میں اس تقسیم کی تباہ کاریوں کی پوری تاریخ ہے اس کے باوجود آپ نے یہ مضمون کس طرح حوالۂ قرطاس کردیا اور صرف اتنے پر اکتفا نہ کیا کہ اسے اب تک کے خوں ریز حالات کے لحاظ سے غنیمت قرار دیتے بلکہ اسے "عصری تاریخ کا عہد آفریں واقعہ" قرار دے ڈالا[1]

(۱) مجھے یقین ہے کہ اس معاہدہ کے بعد جو حادثات و انکشافات سامنے آئے ہیں ان کی وجہ سے اب آپ کی رائے بدل گئی ہوگی۔

آپ نے یہاں شاید ہی اس نقطہ پر غور کیا ہو کہ یہودی تو اپنے مذہبی نقطۂ نظر سے چل رہے ہیں مگر ان کے مقابل جس مسلمان لیڈر کو ابھارا گیا ہے یعنی یاسر عرفات اسے شاید ہی بیت المقدس کے سلسلے میں اسلامی احکام کا علم ہوگا(۱) یہ صرف مسلمان قوم ہی ہے جو اپنے مذہب سے آنکھیں پھیرتی جا رہی ہے اور جو لوگ اس سے دور ہوتے جائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل فرمائے گا۔ حضرت عمر کا یہ مقولہ بڑا مشہور ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے عزت دی ہے ہم اگر کہیں اور عزت تلاش کرنے نکلیں گے تو ذلیل ہو جائیں گے" آج یہی کچھ ہو رہا ہے۔

دُور نہ جاتے ہوئے خود اسی معاہدے کی کارگذاریوں پر ایک نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ وائٹ ہاؤس امریکہ میں معاہدہ کے وقت جو تقریریں ہوئیں ان میں رابن نے بھی قرآن اور بائیبل کے حوالے دیئے اور کلنٹن نے بھی مگر ایک نا آشنا ان چیزوں سے اگر کوئی تھا تو وہ یاسر عرفات تھا، اس کی زبان سے قرآن وحدیث کا کوئی کلمہ نہیں نکلا۔

اور پھر (معاف کیجئے گا) یہ چیز تو آپ کے اداریوں میں بھی دیکھی گئی ہے کبھی شاید ہی آپ کسی آیت یا حدیث کا ذکر کرتے ہوں آپ شاید کہیں کہ آپ خالص سیاسی امور میں اداریہ لکھتے ہیں اس میں قرآن وحدیث کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تو کیا قرآن وحدیث میں سیاسی امور سے متعلق ہدایات ناپید ہیں؟ لیکن اصل حقیقت یہ ہے جیسا کہ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آچکا ہے اور کہنے والے کی زبان سے خود سُن چکا ہوں کہ کسی مضمون میں قرآن و حدیث آجائے تو مضمون بے لطف ہو جاتا ہے معیاری مضمون وہ ہوتا ہے جو قرآن وحدیث سے خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے سرزمین ہند میں لکھنے والوں کا عام طور پر ایسا ہی کچھ تصور ہے۔ خدانخواستہ آپ بھی یہی تصور رکھتے ہوں گے اور اسی لئے اپنے مضمون کو معیاری، دلچسپ ہر دلعزیز اور پسند خاص وعام رکھنے کیلئے آیات واحادیث ذکر کرنے سے بچتے ہوں گے۔ واللہ المستعان۔

---

(۱) اور ہاں! آپ نے بھی اپنے اداریہ میں قبلۂ اول بیت المقدس کا نام نہیں لیا ہے اور نہ ہی کہیں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ فلسطین پر مسلمانوں کا دعویٰ کس انداز کا ہے؟ اور مذہبی نقطۂ نظر سے اس کی کیا حیثیت ہے؟ پتہ نہیں لاعلمی کی بنا پر یا ......؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطنا فھو لہ قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون۔
(زخرف/۳۶ - ۳۷)۔

یعنی جو شخص رحمان کے ذکر سے غفلت برتتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت کی راہ پر ہیں۔

اور قرآن تو افضل ذکر بلکہ سارے اذکار کا سردار ہے۔ قرآن کے الفاظ سے دوری قرآن کے افکار سے دوری تک لے جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ۔

انسان اور درندگی

انسان بنیادی طور پر خیر پسند اور امن دوست ہے، درندگی اس کی فطرت کا اصل جزء نہیں ہے، ہر آدمی سکون سے زندگی کی چند سانسیں گذارنا چاہتا ہے اس لئے اندازہ یہ ہے کہ یہ معاہدہ جو ہزاروں لاشوں کو کاندھا دینے کے بعد عمل میں آیا ہے دونوں اس کی پابندی کریں گے خطرہ زیادہ فلسطینیوں سے ہے۔

موصوف نے اس بات کو اس انداز سے ذکر کیا ہے جیسے کوئی مسلمہ یا قاعدہ کلیہ ہو لیکن کوئی بتائے کہ اگر یہودی بھی ــ انسان ہونے کے ناطے ــ بنیادی طور پر خیر پسند اور امن دوست ہیں تو اپنی پرانی جگہوں پر امن وعافیت سے نہ رہتے ہوئے کیوں ہجرت کرکے آئے ہیں اور درندگی کا مظاہرہ کررہے ہیں؟ اور اگر فلسطینی بھی ـ انسان ہونے کے ناطے ــ بنیادی طور پر امن دوست ہیں تو انہیں کس چیز نے درندگی پر ابھارا یا مجبور کیا؟ اور کیا فلسطینی بیچارے اب تک جو کچھ کررہے تھے وہ درندگی تھا یا اپنی جان ومال کا دفاع تھا؟ اور اگر ہر آدمی زندگی کی چند سانسیں سکون سے گذارنا چاہتا ہے تو خطرہ زیادہ فلسطینیوں سے کیوں ہے؟ کیا وہ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں؟ اور وہ اپنی ساری ضعف وناتوانی کے باوجود سکون سے زندگی کی چند سانسیں نہیں گذارنا چاہتے؟ یا پھر ان کی سرشت اور خمیر ہی میں درندگی ہے جیسا کہ آپ نے آگے چل کر ایسا ہی کچھ ثابت

کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے چند سیاسی قتل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے "اس پر بھی فلسطینیوں کے خون کی پیاس نہیں بجھی"، گو، وہ کوئی خون خوار درندہ ہیں ایسا درندہ جو صرف اپنے ذوق درندگی کی تسکین کی خاطر بے مقصد خون کرتا پھرے، یہ کیسا تلخ انداز ہے! آپ کے اس جملہ سے فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے ذمہ دار صرف مظلوم فلسطینی قرار پائے اور یہودیوں کی وحشت و درندگی اس کے سامنے ہیچ ہو کے رہ گئی، کیا یہ جملہ پڑھ کر کسی کے دل میں ان مظلوم، پریشان حال، یہودی درندوں کے جور و استبداد کے شکار، بے کس و بدحال اور مسکین مسلمان فلسطینیوں کیلئے ہمدردی و دادرسی کا جذبہ پیدا ہو سکے گا؟!۔

یہاں یہ بات جان لینی چاہئے کہ موصوف نے جو یہ لکھا ہے کہ "ہر آدمی سکون سے زندگی کی چند سانسیں گذارنا چاہتا ہے"، وہ بالکل غلط ہے ایسا صرف یہودی اور مشرک چاہتے ہیں قرآن کہتا ہے:۔ ولتجدنهم احرص الناس على حيوة ومن الذين اشركوا يود أحدهم لو يعمر الف سنة (بقرہ/۹۶)

یعنی تم انہیں سب سے بڑھ کر زندگی کا حریص پاؤ گے حتیٰ کہ یہ اس معاملہ میں مشرکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ہزار برس جئے۔

مگر مومن اپنی زندگی کو اللہ کی امانت سمجھتا ہے اور اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے اپنا سر کٹانے اور اپنی زندگی لٹانے کو اپنا سرمایۂ حیات تصور کرتا ہے اور جس کا دل جنگ کا نام سن کر کانپتا ہے وہ ذرا یہ حدیث پڑھ لے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه بالغزو مات على شعبة من نفاق (مسلم، کتاب الامارۃ) یعنی جو اس حال میں مر گیا کہ نہ اس نے (اسلام کی خاطر) جنگ کی اور نہ ہی دل میں نیت کی تو وہ نفاق پر مرے گا۔

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی لکھتے ہیں: خاک و خون میں لوٹنا، حمایت حق میں سینے پر برچھیوں اور تیروں کے زخم کھا کر آگے بڑھنا اور دشمنان حق کو تہ تیغ کرنا جتنا دشوار اور مشکل کام ہے۔ اس سے زیادہ مزہ دار اور خوش گوار بھی ہے (تاریخ اسلام ۱/۱۷۶)

صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: والذی نفسی بیدہ لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم اُحیا ثم اُقتل ثم اُحیا ثم اُقتل ثم اُحیا ثم اُقتل (بخاری، کتاب الجہاد) یعنی اس ذات قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں سوچتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علماء اسلام نے اللہ کی راہ میں قتل کی تمنا کو مستحب قرار دیا ہے۔

مزاج کا فرق

موصوف نے معاہدہ کے بعد ہونے والے دو مظاہروں کا ذکر کرکے یہودی اور فلسطینی قوم کے مزاج کا فرق سمجھانے کی کوشش کی ہے اور اس دوران مقبوضہ فلسطین کا علاقہ واپس کرنے کے معاہدہ کو یہودیوں کے لئے ایک بڑا حادثہ قرار دیا ہے جو ان کے لئے نہایت ہی صبر آزما تھا اس کے باوجود وہ ضرورت سے زیادہ مشتعل نہیں ہوئے اور صبر و شکیب کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا جب کہ فلسطینی مسلمان جن کے لئے یہ واقعہ موصوف کی نظر میں "اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کی بازیابی کی پہلی کرن" تھا اس قدر برافروختہ ہوئے کہ اپنے رہنما کے خون کے پیاسے ہوگئے۔

موصوف کے اس فقرہ میں کئی باتیں قابل اعتراض ہیں:۔

(۱) موصوف نے یہودی مزاج کو مسلم مزاج سے بہتر قرار دینے کی ناروا کوشش کی ہے گویا آپ کی نظر میں یہودی مہذب قوم ہیں اور مسلمان بدتہذیب والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ذلیل قوم کو برتری کی نگاہ سے دیکھنے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۲) موصوف نے اس واقعہ کو یہود کے لئے بہت بڑا حادثہ بتانا چاہا ہے جب کہ یہ تصور سراسر لاعلمی پر مبنی ہے کیونکہ خود یہودی اس علاقہ سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے تھے یہاں شورش بھی بہت رہتی تھی اور اس پر یہودیوں کا کوئی مذہبی دعویٰ بھی نہیں تھا۔

(۳) موصوف نے اس واقعہ کو فلسطینیوں کیلئے "اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کی بازیابی کے لئے امید کی پہلی کرن" قرار دیا ہے حالانکہ یہ بات وہم و تخیل کے فریب سے زیادہ

حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ اس معاہدہ کی رو سے بجائے اس کے کہ فلسطینیوں کے علاقے انہیں واپس ملیں گے خود اسرائیل کا ناپاک وجود فلسطینیوں کی زبانی اور انہیں کے اعتراف سے ارض فلسطین میں مسلم ہو جائے گا اور اس کے بعد وہ قانونی طور پر یہودیوں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر سکتے۔

پھر یہ کون ضمانت دے سکتا ہے کہ یہودی اپنی بات پر قائم رہیں گے جبکہ قرآن کے مطابق ان کا عقیدہ یہ ہے: لیس علینا فی الامیین سبیل (آل عمران/ ۷۵) یعنی امیوں (غیر یہودی لوگوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی گرفت و مواخذہ نہیں۔ یہ عقیدہ خود ان کی مذہبی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ تورات اور تلمود کے نسخے دیکھ لیجئے نیز ان کے پروٹوکوٹ (PROTOCOL) ملاحظہ ہوں۔

متبادل کیا ہے؟

موصوف لکھتے ہیں: "جو لوگ اس معاہدہ کی مخالفت کر رہے ہیں ان کے پاس اس کا متبادل کیا ہے؟" پھر آپ یہ سمجھ کر کہ اس کا جواب یہ ہوگا کہ بزور بازو حاصل کیا جائے فرماتے ہیں: "کیا وہ طاقت کے ذریعہ کچھ حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا ان حالات میں جبکہ روس کا وجود ختم ہو چکا ہے اور سرمایہ دار عرب ممالک فلسطینیوں کی مالی امداد سے دست کش ہو چکے ہیں اور ساری دنیا اسرائیل کا بائیکاٹ بھی ختم کر چکی ہے وہ یہودیوں سے لڑ کر کامیاب ہو سکتے ہیں؟" آپ نے اپنی دانست میں ان تمام سہاروں کا ذکر کر دیا ہے جو اسرائیل کے مقابلہ میں فلسطینیوں کو مدد دے سکتے تھے اور پھر بزعم خود یہ بھی فرما دیا ہے کہ یہ سارے سہارے فلسطینیوں کے لئے ٹوٹ چکے ہیں، آپ فرماتے ہیں: "وہ مزید ایک صدی تک یہودیوں سے لڑتے رہیں دو چار لاکھ فلسطینی نوجوان بھینٹ چڑھا دیں نتیجہ کیا ہوگا؟ دنیا کا کوئی ملک ان کے ساتھ نہیں ہوگا، ان کی جنگ آزادی کو دہشت گردی کا نام اب بھی دیا جاتا ہے اور پھر بھی دیا جائے گا"

یہ فقرہ پڑھ کر کئی سوال سر اٹھاتے ہیں:۔

(۱) کیا کسی صحیح کام کو اگر غلط نام دے دیا جائے تو وہ کام ہی ترک کر دیا جائے؟ اگر لوگ

سچے اسلام کو "رجعت پسندی" اور "بنیاد پرستی" وغیرہ سے تعبیر کرنے لگیں تو سچا اسلام ہی چھوڑ دیا جائے۔

(۲) کیا کسی عمل کی کامیابی کی ضمانت اسی صورت میں دی جاسکتی ہے جب کوئی ملک اس کا ساتھ دے؟

تعجب ہوتا ہے اور افسوس بھی کہ یہ تحریر ایک اہل حدیث فرد کے زبان قلم سے نکلی ہوئی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ آپ کو قرآن وحدیث کا کتنا علم ہے مگر آپ کی تحریر جو بتاتی ہے وہ یہ کہ آپ اس سلسلہ میں یتیم ہیں اور اس یتیمی کے باوجود آپ ایک اہل حدیث ماہنامہ کا مستقل اداریہ لکھتے ہیں حیرت انگیز ہے۔

آپ نے بہت سارے سہاروں اور امیدوں کا ذکر کیا اور پھر یہ بھی ذکر کیا کہ یہ سب فلسطینیوں کے کام آنے والے نہیں بوجوہ لیکن ایک بہت بڑا سہارا اور بہت بڑی امید جس سے صرف مرد مومن آشنا ہوتا ہے آپ نے ذکر نہیں کیا یعنی اس قادر مطلق اور عرش عظیم کے رب کا سہارا کہ جس کے سہارے کے بعد کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ اگر فلسطینی اللہ کے سہارے پر اپنی کوششیں جاری رکھتے، اسلام پر کاربند رہتے تو اللہ کی مدد ان پر نازل ہونا ضروری ہے بس استعجال اور یاس و نومیدی نہ ہو، آج نہ سہی دس دن بعد سہی لیکن مدد ضرور آئے گی، اللہ تعالیٰ مظلوموں کی پکار سنتا ہے کوئی اسے پکار کے تو دیکھے!۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ واتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه وبين الله حجاب (متفق علیہ) مظلوم کی بددعا سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم (محمد ۷) یعنی اگر اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔ نیز فرمایا ہے:۔ وكان حقا علينا نصر المومنين (روم ۴۷) یعنی ہم پر مومنوں کی مدد برحق ہے۔

مفاہمت کا دور

موصوف لکھتے ہیں۔ "دراصل آج کا زمانہ صف آرائی کے بجائے مفاہمت کا ہے پھر اس کے بعد موصوف نے جنوبی افریقہ کی مثال دی ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مغربی پروپیگنڈہ سے کس قدر متاثر ہیں پورے اداریہ میں بس اسی کی بازگشت سنائی دیتی ہے یہ باتیں کہ آج کا زمانہ ایسا اور ویسا ہے سراسر جھوٹ ہے پہلے بھی طاقت کا زمانہ تھا اب بھی طاقت کا زمانہ ہے، یہ ایسی واضح بات ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، شاید آپ نے بوسنیا کی خبریں پڑھی ہوں گی کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ انہیں مفاہمت کے نام پر کس طرح فریب دیا گیا پھر جان میجر کا جو خفیہ خط پکڑا گیا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ مفاہمت کے نام پر بوسنیا کے مسلمانوں کو مبتلائے فریب رکھا جائے اور سرب انہیں قتل کرتے رہیں حتیٰ کہ یورپ میں کسی ملک کا اندیشہ باقی نہ رہے ٹھیک اسی طرح آپ نے بھی سابق اسرائیلی وزیر اعظم کا پلان نقل کیا ہے جس کا انکشاف اس نے اپنی شکست کے بعد کیا ہے وہ یہ کہ گفت وشنید (یا مفاہمت) کے دور کو دس سال تک طول دیا جاتا اور اس دوران نئی یہودی بستیاں بسانے کا عمل جاری رہتا، زیادہ سے زیادہ فلسطینی مارے جاتے یا بھگا دیئے جاتے اور انجام کار مذاکرات ختم کر دیئے جاتے۔

مفاہمت کی ایک مثال اندرون ہند کی بھی لے لیجئے بابری مسجد کا قضیہ برسوں کا ہے مفاہمت کے ذریعے مسلمان اس کا حل تلاش کرنے میں مشغول رہے ادھر بی جے پی کے بلوائیوں نے طاقت کے بل بوتے پر اسے زمین بوس کر دیا اور مسلمانوں کی طرف سے اب بھی مفاہمت کا سلسلہ جاری ہے۔ (جاری)

****

نوائے وقت

محمد حسن بیگ اورنگ آبادی

یہ دور جس سے ہم گذر رہے ہیں فکر وعمل کا دور ہے۔ اس دور میں ہر آدمی کی اپنی مصروفیت ہے اب انسان نے اس حقیقت کو جان لیا ہے کہ (TIME IS MONY) وقت ہی رقم ہے۔ لہذا ہر فرد اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ اُس کا وقت زیادہ سے زیادہ کام میں لگے اور ضائع نہ جائے۔ آج کام دوسرے معنی میں فطرتِ انسانی بنا ہوا ہے۔ وہ لوگ نکمے خیال کئے جاتے ہیں جو کام کرنے سے عاجز آتے ہیں یا سستی برتتے ہیں تقریبًا یہی حال ہر مکتبہ فکر، ہر جماعت، ہر تنظیم اور ہر مذہب کے ماننے والوں کا ہوگیا ہے۔ آج کا انسان حرکت وعمل سے اس قدر متاثر دکھائی دے رہا ہے کہ محض کھوکھلے نعرہ بازی اب اسکو مطلق گوارہ نہیں حتیٰ کہ یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ ایک آدمی جس جماعت سے اس کا تعلق برسوں بلکہ خاندانی رہا ہے آج وہ محض منظم طور پر عملی پروگرام کے نہ ہونے اور حرکت وعمل کے فقدان کی وجہ سے اس جماعت سے کٹ رہا ہے۔ نوجوان کسی بھی قوم کا ایک بہترین سرمایہ ہیں اور ان کی اہمیت کسی بھی تنظیم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔ اگر صحیح معنوں میں ان کی تربیت کی گئی اور حقیقی اصولوں سے انہیں آگاہ کیا گیا تو تحریکوں وجماعتوں کی کیا قوموں اور ملکوں کی تقدیریں پلٹ سکتی ہیں مگر آج ہمارے نوجوانوں کے لبوں پر سوالات مچل رہے ہیں ؟ کہ جمعیۃ اہل حدیث ہند کا مستقبل کیا ہے ؟ اس کا ہفتہ روزہ، ماہانہ، سالانہ، سہ سالہ اور پنج سالہ پروگرام اور لائحہ عمل کیا ہے؟ ہم کس میدان اور کس فلڈ میں کام کریں ؟ ہمارے سرپرستان جمعیۃ کا ہمارے لئے کیا پیغام ہے ؟ ہمارے اندر افراتفری اور انتشار کا باعث کیا ہے ؟ کیوں ہمارے

نوجوان ہم سے کٹ کر دیگر تنظیموں سے وابستہ ہوگئے؟ ہمارے دینی مدارس میں غیر تحریکوں کا بول بالا کیوں ہے؟ ہماری مساجد کا انتظام غیر جماعتی افراد کے ہاتھوں میں ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ ہمارے اہل حدیث نوجوان اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہوئے کیوں شرما رہے ہیں؟ ہمارے لئے کیا یہی کافی ہے مقامی جمعیۃ ضلعی جمعیۃ سال میں دو سال میں ایک جلسہ منعقد کرے؟ کیا یہی ہمارا مقصد ہے صوبائی سطح پر ایک سالانہ کانفرنس بلوائی جائے؟ کیا یہی ہماری انتہا ہے تین سال، پانچ سال میں ایک آل انڈیا کانفرنس کا انعقاد کیا جائے اور بس؟۔ ع

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک ⁂ ترا سفینہ کہ ہے بحر بے کراں کیلئے

آج نوجوانان اہل حدیث العطش العطش کی صدا لگا رہے ہیں کوئی ان کی پیاس بجھانے والا نہیں۔ آج ان کے درد کا درماں کون کرے؟ مسیحا خود بیمار ہے۔ جو اجالے کے نگہبان تھے وہ اندھیروں کے ہمسفر نظر آرہے ہیں۔ انسانیت چیخ رہی ہے کراہ رہی ہے، اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہی ہے ہر طرف آگ اور خون کا منظر ہے۔ مگر ہماری بے حسی کہہ رہی ہے ع

اٹھیں گے نہ ہم شور قیامت کے بغیر

ہمارا ماضی کتنا شاندار تھا اور حال کس قدر تاریک ہے! ہمارا ماضی دنیا پر حکمراں تھا اور حال محکوم بن کے رہ گیا ہے! ہمارا ماضی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح منظم اور ہم رشتہ تھا لیکن حال خس و خاشاک کی طرح منتشر و پراگندہ ہے! ہمارے اسلاف کے کارناموں سے تاریخ کے ایوان بقعۂ نور ہیں مگر ہمارے حال سے آہوں اور کراہوں کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ کل تک ہم تاریخ ساز قوت تھے مگر آج ہم حالات کے رحم و کرم پر زندگی گذارنے والی ایک کمزور اور ناتواں قوم ہیں۔ کیا ہماری تعداد کم ہے؟ کیا ہمارے پاس دولت کی کمی ہے؟ کیا ہمارے پاس صلاحیتیں نہیں ہیں؟ پھر! کس نے ہمارے شاندار ماضی کو حال کے اندھیروں میں گم کر دیا ہے اور کس نے ماضی سے ہمارا رشتہ کاٹ دیا ہے۔ ع

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تونے = وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی = ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

اس کا جواب صرف ایک ہی ہے کہ آج تک ہمارے پاس کوئی منظم دستور نہیں ہے کہ جس کو ہم "نوجوانانِ اہلحدیث" کے سامنے رکھ کر ان سے یہ کہیں کہ آؤ! یہ کام ہے یہ دستور العمل ہے۔ ویسے گاہے گاہے کسی صوبہ سے اخبارات کے ذریعہ "شبان جمعیۃ اہلحدیث" کی صدا سنائی دیتی ہے۔ لیکن صرف ایسی تحریکوں پر یہ قول صادق آتا ہے ضرورت ایجاد کی ماں ہے ہمارے کئی بزرگوں کی یہ دلی تمنا اور آرزو ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو کچھ دیا جائے یہ کیا اچھا ہوتا اگر ہمارا ادارہ ایک (شبان جمعیۃ اہل حدیث) کو لیکر اٹھتا اور ان کے جذبات کو ایک مجتمع شکل میں انہیں حرکت و عمل کی دعوت دیتا اور عمل پیرا ہوتا۔ جہاں ایسی نوجوانوں کی تحریکیں سرگرم عمل ہیں کچھ لوگ یہ کہکر انہیں نظر انداز کر رہے ہیں کہ "یہ تو متوازی جمعیۃ ہے" اور اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ"۔ یہ خوف صرف ان لوگوں کو لاحق ہے جو کرسیوں پر سانپ بن کر بیٹھنا پسند کرتے ہیں اور جن کے دلوں میں جمعیۃ کی زبوں حالی پر لرزہ پیدا نہیں ہوتا اور جن کی آنکھیں جمعیۃ کی ناقص کارکردگی سے اشکبار نہیں ہوتیں ایسی کتنی مثالیں ہیں کہ بلند حوصلہ اور عالی ہمت والے حضرات نے چاہا کہ جمعیت سے منسلک رہ کر ہی اپنے توانائی صرف کریں مگر جب انہوں نے دیکھا کہ لکیر کھینچنے کے سوا کچھ نہیں تو وہ لوگ الگ ہو گئے (بحیثیت ذمہ دار جمعیۃ کے) اور انفرادی حالت میں ایسی کامیاب کوششیں کیں کہ ہر کس و ناکس دادِ شجاعت دینے پر مجبور ہو گیا۔ بات تلخ تر ہوتی جارہی ہے مگر میں مجبور ہوں کہ اس بات پر کہ اپنے سینے کے بند کھولدوں اور اپنے دل کے زخم دکھاؤں ؏

کتنے بے تاب ہیں جوہر مرے آئینے میں ۔۔ کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

آج کتنے ہمارے نوجوان دیگر تنظیموں سے وابستہ ہیں بلکہ وہ اپنی اس وابستگی پر فخر محسوس کر رہے ہیں۔ یہ اعداد و شمار بتانا تو مشکل ہے لیکن یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ہماری بے حسی اور جمود نے ہمارے اکثر فعال اور متحرک نوجوانوں کو ہماری

جمعیۃ سے برگشتہ کر دیا۔ آج بھی وقت ہے کہ کوئی ایسا لائحہ عمل بنایا جائے کہ جس کو مرکزی سطح پر پورے ہندوستان میں کشمیر سے کنیا کماری تک اور رن کچھ سے خلیج بنگال تک نافذ کیا جا سکے۔ اس لائحہ عمل میں ان کے جذبات اور احساسات کا بطور خاص خیال رکھا گیا ہو تو اس سے عظیم فوائد رونما ہو سکتے ہیں۔ انشاء اللہ۔ نوجوانانِ اہلحدیث کا باہمی ربط قائم ہوگا، ایک دوسرے کے حالات سُننے سُنانے کا موقعہ میسر ہوگا علاقائی سطح پہ کام کی نوعیت کو سمجھنے اور درپیش مشکلات کا حل تلاش کرنے میں مدد مل سکے گی، قوم کے اس عظیم سرمایہ (نوجوان) کا صحیح مصرف ہوگا، اُن کے اندر سے احساس کمتری دور ہوگی، انہیں یقین محکم، عمل پیہم کی جیتی جاگتی تصویر بننے کا موقعہ فراہم ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر ہماری یہ شکایت بجا ہوگی کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اگر اس "نوائے واقت" کو نہ سمجھا گیا اور مزید تاخیر سے کام لیا گیا تو اس کے بد نتائج کا اندازہ لگانا مشکل ہوگا (اللھم احفظنا) جن لوگوں نے مختلف صوبوں کے دورے کئے ہیں اور جنہوں نے نوجوانانِ اہل حدیث کے دل کی کتاب کو پڑھا ہے وہ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ حقیقت میں آج نوجوانان اہل حدیث کے دل کی کتاب سوالیہ انداز میں کھلی ہوئی ہے کہ کوئی ان کے لیے راہِ عمل ثبت کر دے۔ اگر وقت ملے تو ہم نوجوان کے دل کے جھروکوں میں جھانک کر دیکھ سکتے ہیں۔ کبھی ہم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ ساری دنیا میں انقلاب و تبدیلی کی جو لہر چل رہی ہے اس کی پشت پہ کس کی طاقت فیصلہ کن رول ادا کر رہی ہے؟ ہمارے ضمیر کا فیصلہ ہوگا بے شک یہ نوجوانوں کا گرم خون ہے جس سے قوموں اور ملکوں کی تاریخ لکھی جاتی ہے۔

بزرگان جمعیۃ اور اعیان جمعیۃ سے مودبانہ التماس ہیکہ وہ نوجوانوں کے مسائل کو سمجھیں اور انہیں حل کرنے کی سعی کریں۔ ان کے جذبات و احساسات کے دھارے کو صحیح رُخ پر موڑ دیں۔ اُن کی توانائی اور طاقت کے سرچشمہ کو جماعتی سرگرمیوں میں مصروف کر دیں۔ اگر نوجوانانِ اہلحدیث کے دلوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ امر یقینی ہیکہ اسی فیصد دلوں کی ایک ہی صدا ہوگی کہ

جواب میرے ہونٹوں پہ مچلتے رہتے ہیں ٭ نوائے وقت" یوں کوئی سوال دے مجھکو

٭٭٭

برازیلی پادری کا قبولِ اسلام

(ادارہ)

چند ماہ پہلے ملک برازیل کے کلیسا کے ایک نگراں اسلام میں داخل ہوئے جن کی عمر ۴۵ سال ہے اور اپنا نام عبداللہ رکھا ہے وہ اسلام لانے سے پہلے کیتھولک چرچ کے اہم عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں اسلام لانے کے وقت وہ چرچ کے اسقف اعظم تھے۔ انھوں نے مرکز الدعوۃ الاسلامیہ جو جنوب امریکہ میں کام کر رہی ہے اس سے چند اسلامی کتابوں کو حاصل کیا اور اسلام اور اس کے محاسن کے سلسلہ میں معلومات فراہم کیا

رابطۃ العالم اسلامی کا ترجمان العالم الاسلامی نے ابھی حال ہی میں ان سے ایک انٹرویو لیا ہے جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے العالم الاسلامی کے نمائندہ نے اپنے نومسلم بھائی کو اسلام لانے پر دلی مبارکباد دیتے ہوئے ان سے پوچھا کہ آپ اسلام میں کیسے داخل ہوئے تو انھوں نے کہا کہ میں بچپن ہی سے دینی مزاج کا ہوں جسکی وجہ کیتھولک چرچ کے اہم عہدوں پہ رہ چکا ہوں اور اسلام لانے کے وقت میں چرچ کا بڑا پادری تھا اور کئی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں اہم رول ادا کر چکا ہوں ایک روز میں اپنے شہر کی ریڈیو نشریات کو سن رہا تھا کہ برادرم ممتاز العرہ نے پرتگالی زبان میں عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث پہ ایک مقالہ نشر کیا مقالہ نگار نے نہایت مدلل اور بڑی وضاحت سے اس باطل عقیدہ کی تردید کی اور عقیدہ توحید کو نہایت عمدہ طرز سے ثابت کیا میں اس پروگرام سے بہت متاثر ہوا اور جلد ہی برادرم ممتاز سے مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے ملاقات کی انھوں نے مجھے چند اسلامی کتابیں پرتگالی زبان میں عنایت کیں۔ ان کتابوں

کے مطالعہ سے مجھے بے حد فائدہ ہوا یہاں تک کہ اللہ نے میرے لئے میرے دل کو اسلام کے لئے کھول دیا۔ اور میں نے اسلام کو قبول کر لیا جو میرے لئے باعث سعادت ہے نمائندہ نے مزید پوچھا کہ آپ کے اسلام لانے کے بعد لوگوں کا کیا ردعمل رہا تو انھوں نے جواب دیا کہ کچھ لوگوں نے مجھے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں اور بعضوں نے پاگل تک کہا۔ اور مجھے میری جائداد سے محروم کر دیا گیا یہاں تک کے میں ہجرت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن مجھے ان سب باتوں کی کوئی پرواہ نہیں جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ اسلام کے وہ کون سے دوسرے محاسن اور خوبیاں ہیں جن سے آپ متاثر ہوئے اور اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا تو جواب تھا کہ اسلام کی خوبیاں تو بہت ہیں لیکن اسلام کی سب سے پہلی خوبی یہ ہے کہ وہ جس عقیدہ کا تصور بنی نوع انسان کو دیا ہے وہ توحید ہے جس پر اسلام کی بنیاد ہے اور دوسری اہم خوبی یہ ہے کہ وہ تمام انبیاء اکرام علیہم السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے۔ (بشکریہ "اخبار العالم الاسلامی" مکہ المکرمہ)

*

(بقیہ صد ۲۴ کا)

اور پھر یہ بھی تو سمجھنا چاہیئے کہ انسان سبھی ایک جیسے ہوتے تو کیا انسانی زندگی کی یہ گاڑی ایک انچ بھی آگے بڑھ سکتی تھی۔ ہر کوئی اپنے حال میں مگن۔ دوسروں سے بے نیاز رہتا۔ اس لئے آدمی اور آدمی میں انتر اور فرق ہے ہر ایک زاویہ، شعبہ اور خانہ زندگی میں۔ اس نکتے کو سمجھنے اور برتنے کی ضرورت ہے۔ انسان ہی پر کیا منحصر ہے انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور اشرف رسولوں اور نبیوں میں بھی فرق ہے۔ ہر کسی کو اللہ نے دوسروں سے کسی اہمیت اور فضیلت پر امتیاز عطا کیا۔ کسی کو خود سے شرف تکلم عطا کیا۔ تو کسی کے درجہ کو بلند کیا۔ کسی کو اپنا دوست بنایا اور کسی کو سبھوں کا سردار۔ قرآن کہتا ہے۔

****

رہبر خوب تر

حیرت بستوی (سدھارتھ نگری)

غور سے دیکھ اے چشم ذوقِ سفر
سن لے یہ مصرع تیر مرے ہمنشیں
جس پہ نازاں رہے ہوش کے قافلے
ربط یہ تھا عبید اور اللہ کا
عمر بھر شمع حق وہ جلاتے رہے
من میں جنت کی خوشبو بساتے رہے
نیک خو، نیک دل، نیک انسان تھے
ضو فگن رخ پہ ایمان کی شان تھی
قابل رشک تھی دل ربا زندگی
بزم دانش میں حیراں ہیں بالغ نظر

کتنی نزدیک ہے موت کی رہ گذر
جاوداں ہے فقط احکم الحاکمین
سوئے فردوس اب وہ رواں ہو گئے
نور سجدہ جبیں پہ تھا جلوہ نما
فکر باطل کی ظلمت مٹاتے رہے
نیکیوں کی جوانی سجاتے رہے
آدمیت کی عظمت پہ قربان تھے
حسن تقویٰ کی ہونٹوں پہ مسکان تھی
مصلح دین، شیخ الاحادیث کی
اُٹھ گئے ہائے وہ رہبر خوب تر

شہر حیرت میں اب بھی امر نام ہے
روح مرعات "غمخوار اسلام" ہے

سن رحلت ۱۹۹۴ء

افضل ندوی

امسال دنیا کے مختلف گوشوں سے آئے ۳۰ لاکھ مسلمان اسلام کے مقدس ترین شہر مکۃ المکرمہ کے باہر منیٰ کے قریب خیموں میں جمع ہوئے۔ حجاج کرام پیدل چل کر منیٰ تک پہونچے تھے جہاں ہ کائنات کے امام محمد رسول اللہؐ چل کر اپنا آخری حج ادا کیا تھا۔ حج کا اجتماع دنیا کا عظیم ترین اجتماع ہوتا ہے۔

حسب معمول ایام حج کے دوران کسی بھی امکانی گڑبڑ یا بدامنی کے روک تھام کے لئے سعودی حکومت نے زبردست حفاظتی انتظامات کئے تھے فضا میں ہیلی کاپٹر بھی اڑان بھر رہے تھے۔ حکومت نے طبی امداد کے لئے بڑی تعداد میں گشتی اسپتال قائم کر رکھے تھے حجاج کو ۴۸ ڈگری سیلیس کی شدید گرمی میں راحت دینے کیلئے خود کار فواروں کا بھی انتظام کیا گیا تھا اور پینے کیلئے ٹھنڈے پانی کی پیکٹیں بھی بڑی تعداد میں تقسیم کی گئی گذشتہ سال کی طرح امسال بھی تقریباً پانچ سو بوسنیائی مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا جو سعودی عرب کے خصوصی پروازوں سے لائے گئے تھے سال گذشتہ پانچ سو بوسنیائی مسلمانوں نے ملک فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کے ذاتی صرفہ پر مناسک حج ادا کیا تھا۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم علامہ شیخ ابن باز حفظہ اللہ نے کوہ عرفات میں بنائی گئی مسجد نمرہ سے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ اسلام عدل و انصاف اور رحمدلی کا مذہب ہے۔ دوران خطبہ شیخ نے ان اسلام دشمنوں کو آڑے ہاتھوں لیا جو اسلام کو شدت پسندی کا مذہب کہہ کر اس کی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام رحم و انصاف کا مذہب ہے اسلام ہر پہلو سے فرد کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ شیخ ابن باز حفظہ اللہ نے یمن اور افغانستان کے

مسائل پہ بولتے ہوئے کہا کہ وہاں کمیونسٹ حکومت کے خاتمہ کے بعد مسلم فوجیں ایک دوسرے کا خون بہانے میں لگی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ بغاوت کے ذمہ دار ہیں اللہ ان کے بھائیوں کا خون بہانے اور اس کے عطا کردہ وسائل کو برباد کرنے کا حساب لے گا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے مسائل اسلام کے ذریعہ حل کیجئے اور برادر کشی اور خون خرابہ سے باز آجائیں۔ ہمارے مذہب میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

حج بیت اللہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پہ ایک بار زندگی میں فرض ہے یہ اسلام کے پانچ ستونوں میں سے ایک ہے۔ ایک جیسے سفید لباس (احرام) میں ملبوس عازمین بیت اللہ الحرام شاہ و گدا کے امتیاز کے بغیر کندھے سے کندھا ملا کر ایک ساتھ اس کو ادا کرتے ہیں۔ اور دنیا کے مختلف نسل اور زبان بولنے والے لوگ ایک زبان عربی میں اللہ سے دعا و استغفار کرتے ہیں۔

مقام منیٰ میں ۲۴ مئی کو ایک اتفاقی حادثہ رونما ہوا۔ جس میں تقریباً سعودی خبر رساں ایجنسی کے حوالہ سے ۲۷۰ حجاج کرام اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ واقعہ رمی جمرات کے وقت بھگدڑ کی وجہ سے ہوئی۔ سعودی حکام نے کہا کہ جب حجاج کرام نے اپنے معلموں کی ہدایات کو نظر انداز کر دیا اور ایک ہی وقت میں رمی جمرات کے لئے چل پڑے جبکہ سعودی ذرائع ابلاغ دس روز پہلے ہی رمی جمرات کے مناسب ہدایات جاری کر دیئے تھے۔ حکام نے کہا کہ حاجیوں کی آمد و رفت کے لئے چوڑے سڑکیں اور سرنگیں کافی مقدار میں تعمیر کرائی گئی ہیں اس کے باوجود رمی جمرات کے وقت اکثر بھگدڑ مچ جاتی ہے جب ہزاروں حاجی بیک وقت جوش ایمانی سے لبریز ہو کر شیطان کو کنکری مارنے نکل پڑتے ہیں۔ غیر مصدقہ اطلاع کے مطابق بھگدڑ اس وقت شروع ہوئی جب عظیم الجثہ افریقیوں کے ایک گروہ نے حاجیوں سے آگے نکل جانے کی کوشش کی جس کی وجہ سے کنارے بیٹھے ہوئے ملیشیا کے کچھ حجاج اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ یہ لوگ تھک کر بیٹھ گئے تھے اور گرمی کم ہونے کا انتظام کر رہے تھے حادثہ کو لیکر بعض حلقوں نے سعودی گورنمنٹ کو نظم و انصرام کے تعلق سے نااہل

ٹھہرانا شروع کر دیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ مقامات مقدسہ کی ذمہ داریاں بعض دوسرے اسلامی ممالک کے حوالہ کئے جائیں۔ جامع مسجد دہلی کے نائب امام سید احمد بخاری نے اس پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ یہ تجویز مسلمانان ہند کو کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا کیا گیا تو ان مقامات مقدسہ کی تقدس وحرمت کو زبردست زک پہنچے گی اس کے علاوہ کچھ ممالک ان مکانات کو سیاسی اکھاڑہ بنالیں گے انہوں نے کہا کہ یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے اس کے لئے سعودی عرب کو مورد الزام قرار نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ میں ابھی حج سے قبل جب عمرہ کے لئے گیا تھا تو حجاج کرام کیلئے کئے جانے والے انتظامات کا جائزہ لیا تو وہ ہر طرح سے مکمل تھے۔ عصبیت سے اوپر اٹھ کر اگر دیکھا جائے۔ تو حجاج کرام کی مہمان نوازی اللہ کی توفیق سے جس بڑے پیمانہ پر سعودی حکومت کرتی ہے اور زائرین بیت اللہ کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتی ہے اور اس کا اعتراف پوری دنیا کے دوست و دشمن سب کو ہے۔ مگر الٹے پلٹے بیان دینا کچھ لوگوں کی مجبوری یا دماغی فتور ہے۔ جس کا ذرہ بھر اثر میزبان ملک سعودی عرب پر نہیں پڑ سکتا ہے۔ ●●

دعائے صحت کی اپیل

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے تعلیمی مشیر اور ضلعی جمعیت اہل حدیث مہراج گنج کے ناظم تعلیم، ماسٹر عبدالوحید انصاری کے والد محترم پر فالج کا حملہ ہو گیا ہے۔ قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

(ادارہ)

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

اپنے تعلیمی و تبلیغی و دینی خدمات کے تناظر میں ۔

مدارس (۸) ہند و نیپال میں

مدرسہ دار القرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم بجھنی مہراج گنج (یوپی)

اقرأ جونیر ہائی اسکول ۔ آزاد نگر ۔ مہراج گنج (یوپی)

مدرسہ اقرأ مگھولی نچلول، مہراج گنج (یوپی)

المعہد الاسلامی السلفی گھوڑ ہاہی، پراسی (نیپال)

مدرسہ اسلامیہ بھوجھوا، نول پراسی، (نیپال)

مدرسہ اسلامیہ خیرٹوا، سمری، نول پراسی (نیپال)

اقرأ جونیر ہائی اسکول پرتاول ۔ (یوپی)

مدرسہ اسلامیہ بٹی ڈیہہ ۔ (یوپی)

دعوتی مراکز (۸) ہند و نیپال میں

دعوۃ سینٹر کولہوئی ۔ مہراج گنج (یوپی)

دعوۃ سینٹر مگھولی نچلول مہراج گنج (یوپی)

دعوۃ سینٹر کوہڑول نچلول مہراج گنج (یوپی)

دعوۃ سینٹر پراسی نول پراسی (نیپال)

دعوۃ سینٹر بھوجھوا نول پراسی (نیپال)

دعوۃ سینٹر خیرٹوا سمری نول پراسی (نیپال)

دعوۃ سینٹر پرتاول مہراج گنج (یوپی)

دعوۃ سینٹر بٹی ڈیہہ مہراج گنج (یوپی)

ریڈنگ سنٹرس (دار المطالعات) ۸

اقرأ ریڈنگ سینٹر	آزاد نگر	اقرأ ریڈنگ سینٹر	مگھولی
اقرأ ریڈنگ سینٹر	کاشت خیرا	اقرأ ریڈنگ سینٹر	پراسی
اقرأ ریڈنگ سینٹر	کولہوئی	اقرأ ریڈنگ سینٹر	بلچھی پور بھوجھوا
اقرأ ریڈنگ سینٹر	کوہڑول	اقرأ ریڈنگ سینٹر	پرتاول

شعبہ مساجد

نظام المساجد کے تحت مسجدیں ۔	۲۳ ر	معاہدہ شدہ آراضی ۔	۳ ر
تعمیر کیلئے خرید کردہ پلاٹس ۔	۸ ر	تعمیر کے ابتدائی مرحلہ میں	۴ ر
تعمیر کے آخری مرحلہ میں ۔	۲ ر	اہتمام مساجد ۔	۷ ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر: ۱۱
شمارہ نمبر: ۸

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دھلی الھند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے، بی ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اگست ۱۹۹۴ء مطابق صفر/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی
معاون مدیر:- افضل ندوی

زر تعاون	پاکستان و بنگلہ دیش سے
سالانہ:- چالیس روپے	سالانہ:- ایک سو روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ - اسپاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۲۱۱۶/۱۱ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی سے شائع کیا ہے۔

کاتب عبدالرحمان یوسف

اداریہ

یقین واعتماد کا فقدان
(ملک وملت کیلئے عظیم سانحہ)

عبدالواحد حنیفی

انسانی معاشرہ میں یقین واعتماد کا وہی مقام ہے جو جسم وجان کا ہوتا ہے جس طرح جسم بے جان ہو جانے پر سڑنے اور گلنے اور بدبودار ہونے لگتا ہے اسی طرح انسانی سماج یقین واعتماد کے فقدان کی وجہ سے بدبودار اور گھناؤنا ہونے لگتا ہے۔ اور جس طرح مردہ لاشوں کو سڑنے سے نہیں روکا جا سکتا ہے اسی طرح انسانی ماحول ومعاشرہ کو بھی تباہ وبرباد ہونے سے نہیں روکا جا سکتا ہے۔

ہندوستان کے ارباب اقتدار اور اہل سیاست نے ملک کی سیاسی بساط پر یقین واعتماد کی جگہ شکوک وشبہات اور محبت ویگانگت کی جگہ نفرت وعداوت کی ایسی لہر پیدا کر دی ہے کہ ملک میں مشرق سے لیکر مغرب تک اور شمال سے لیکر جنوب تک، اب صرف چنگیزی ہی چنگیزی نظر آرہی ہے۔ تین سو سالہ عظیم مقدس یادگار بابری مسجد کے تحفظ کی قسم کھانے والوں کے وسواس گھات کی مذمت کرنا اور ہندو فرقہ پرست جنونی تنظیموں کے خلاف مسلمانوں کے ہلکے پھلکے احتجاج نے ..... مسلمانوں کو مجرموں کے کٹ گھرے میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ بابری مسجد کے انہدام کے المناک حادثہ اور اس پر مسلمانوں کے بے انتہا صبر کا جو معاوضہ ارباب حکومت اور اہل سیاست کی طرف سے انہیں ملا وہ ان کے تئیں بے یقینی وبداعتمادی اور نفرت وعداوت ہے، اور ساتھ ساتھ تحفے میں "ٹاڈا"، بھی جس کے تحت ایک اطلاع کے مطابق نصف لاکھ سے زائد افراد جیل کی سلاخوں کے پیچھے قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہیں جس کی زیادتیوں کا اعتراف ملک کے حکمرانوں اور وزیر اعظم تک کو ہے آزادی وطن کے بعد ہندوستان میں بارہا فسادات ہوئے، ہر فساد کے پیچھے مسلمانوں کی تباہی کی منظم سازش

کارفرما رہی اور یہ سازش کسی نہ کسی شکل میں آج بھی موجود ہے۔

مگر مسلمانوں کو جتنا اس وقت ہراساں اور پریشان کرکے انکو نقصان پہونچایا جا رہا ہے آزادی کے بعد، اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اس وقت ہندوستان کے تیس ہزار سے زائد دینی مدارس جو مسلمانوں کے عطیات صدقات وخیرات سے چل رہے ہیں اور جس میں پچاس لاکھ سے زائد بچے مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مسلم دشمن عناصر حکومت جن کے زیر اثر ہے ان کی آنکھوں میں چبھنے لگے ہیں۔ ہندوستان جو تعلیمی پسماندگی سے نکلنے کا خواب برسوں سے دیکھ رہا ہے اس کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے مسلمانوں کے گراں قدر عظیم خدمات کو بھی شکوک وشبہات کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تقریباً اسّی فی صد آبادی دیہات کے پسماندہ علاقوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اپنے علاقوں میں تعلیم تربیت اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی میں حکومت اب تک ناکام ہے مسلمان اپنے پیٹ پر پتھر رکھکر اپنی کئی اہم ضروریات زندگی کو بالائے طاق رکھکر اپنی ضروریات میں سے کٹوتی کرکے اس بڑی کمی کو عطیات، خیرات زکوٰۃ کے ذریعہ پوری کرنے میں سرگرم عمل ہیں جگہ جگہ تعلیمی ادارے قائم کرکے ملک کو ملعون جہالت کی دلدل سے نکال رہے ہیں۔ اس عظیم خدمات کا صلہ نہ تو مسلمان حکومت سے طلب کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی اسے اپنی کریڈیٹ کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ اس ترقی یافتہ دور میں ہمارا ملک انسانی اقدار کی پامالی کا شکار نہ ہو۔ اور عظیم ملک کی سالمیت تباہ و برباد نہ ہو۔

ایک طرف حکومت نے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو ٹاڈا کے تحت بند کرکے ان میں عدم تحفظ کا احساس بڑھا رہا ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کے خیراتی اداروں اور اس کے ذمہ داران پر کئی طرح کا دباؤ ڈال کر اور ان سے الٹے سیدھے سوالات کرکے ان میں ایک بار پھر سنسنی پھیلا دی ہے۔ جس کی وجہ سے پورے ملک میں مسلمانوں میں شدید ردّ عمل کا اندیشہ ہے چونکہ مسلمانوں کا معمولی ردّ عمل بھی حکومت پر گراں گزرتا ہے لہذا حکومت کو اپنے کسی بھی اقدام سے باز رہنا چاہیئے جس سے اس کو برا دن دیکھنا پڑے۔ ●

نوائے قرآن

تفسیر سورۃ القلم

عزیز الحق عمری ——— ایم اے علیگ

قرآن پاک کی اڑسٹھویں سورۃ ہے جس میں باون آیات ہیں۔ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر حوصلہ افزائی اور مخالفین اسلام کی آپ کے خلاف ناپاک سازش اور آپ کا حوصلہ توڑنے کے لئے جھوٹے و بے بنیاد الزامات کا پردہ فاش کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہیکہ باطل پرست داعیان دین کو مایوس اور بدنام کرنے کیلئے عیب جوئی اور افترا پردازی سے کام لیتے ہیں اور صداقت پرستوں کی ذرا سی غفلت بھی خود ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ محبت و حوصلہ سے کام لیں اور کسی عیب جو اور باطل پرست کے جھوٹے الزام سے مایوس نہ ہوں اور نہ ان کے فریب میں آئیں اور یہی داعیان اسلام کا شیوہ ہونا چاہئے کہ وہ باطل کی دنیاوی دولت اور شان و شوکت کے رعب میں نہ آئیں جن کا انجام ذلت و رسوائی ہے اور جو خود سراپا عیب ہیں۔

اس سورۃ کی شان نزول کے بارے میں علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے جو خالد سیف اللہ کا باپ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ پست کرنے کے لئے آپ پر مجنوں ہونے کا الزام لگایا اور قرآن کو اساطیر الاولین (داستانِ پارینہ) قرار دیا۔ ظاہر ہیکہ ایک مخلص اور صداقت کے داعی کے لئے یہ الزام بڑا حوصلہ شکن ثابت ہو سکتا تھا۔ خصوصیت سے جب کہ الزام تراش خود دنیاوی لحاظ سے مکہ کا ایک با اثر شخص اور ادیب اسی کے ساتھ عیب جوئی میں ماہر تھا اس لئے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کی ناپاک سازش بلکہ اس کے عیوب کا پردہ فاش کیا۔

یہ پوری سورۃ داعیان صداقت کے لئے ایک حوصلہ افزا نمونہ ہے۔ ن قلم کی قسم اور جسے وہ

لکھتے ہیں ① آپ اپنے پروردگار کی نعمت کی وجہ سے دیوانے نہیں ہیں۔ ② بیشک آپ کے لئے پیہم ثواب ہے۔ ③ اور بیشک آپ بلند سیرت پر ہیں۔ ④ تو آپ دیکھ لیں گے اور وہ دیکھ لیں گے۔ ⑤ کہ کون قبضے میں پڑا ہوا ہے ⑥ بیشک آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بے راہ ہوگیا اور وہ ہدایت یابوں کو خوب جانتا ہے ⑦ لہذا آپ جھٹلانیوالوں کی اطاعت نہیں کریں گے۔ ⑧ وہ دوست رکھتے ہیں کہ آپ سُست ہوجائیں تو وہ بھی سُست ہوجائیں گے۔ (۹) اور آپ ذلیل جھوٹی قسم کھانے والوں کی فرمابرداری نہ کریں گے ⑩ جو بڑا طعنہ زن، بڑا چغلخور ⑪ مال کے سلسلے میں بڑا کنجوس حد سے بڑھا ہوا پاپی ہے۔ ⑫ سخت طبیعت اور اس کے بعد اپنے نسب سے کٹا ہوا ہے (۱۳) کیونکہ وہ مال اور بیٹوں کا مالک ہے۔ (۱۴) جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ داستان پارینہ ہے۔ (۱۵) ہم اس کی سونڈ پر داغ دیں گے۔

تفسیر ابتدائی آیات قلم یعنی کاتبین اعمال کے قلم اور ان کے نوشتے پر زور دیا گیا ہے جو انسان کے دائیں بائیں بیٹھ کر اس کے نیک، بد اعمال لکھتے ہیں کیونکہ یہی فرشتے در اصل فیصلہ کریں گے کہ کون کیا ہے؟ پھر آپ کی حوصلہ افزائی کے لئے فرمایا گیا کہ اللہ نے آپ کو نبوت اور پیغام رسانی کی نعمت سے نوازا ہے تو کیا اس کی وجہ سے آپ کو دیوانہ قرار دیا جاسکتا ہے یہ کتنی پست ذہنیت ہے آپ تو شب و روز توحید کی دعوت دے کر ایک پیہم ثواب حاصل کر رہے ہیں کیونکہ آپ کے ذریعہ جو توحید کی دعوت دی جارہی ہے جب تک اس روئے زمین پر زندہ رہے گی۔ آپ کو ہمیشہ اس کا ثواب ملتا رہے گا آپ کی باتیں دیوانے کی بکواس نہیں ہیں بلکہ آپ ایک بلند سیرت کے حامل ہیں جن کے دامن عفت میں قریش ایک دھبہ بھی ثابت نہیں کرسکے۔ اسی لئے تو افترا پردازی پر اتر آئے، اور اس کا فیصلہ بھی آنکھوں کے سامنے آجائیگا کہ کس کی عقل ماری ہوئی ہے۔ اور بدر میں اس کا فیصلہ بھی سامنے آگیا اور آئندہ بھی حشر کے روز اس کا فیصلہ سب۔۔۔۔ کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور پھر کون ہدایت پر رہے اور کون بے راہ ہے اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے اس لئے آپ کو ان کی سازش اور افتراء پردازی پر دھیان نہیں دینا

چاہیئے کیونکہ یہ سب جھوٹے ہیں اور ان کے الزام کا مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ کا حوصلہ پست ہو جائے تو پھر یہ خود آپ کو یہ الزام نہیں دینگے، کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہماری بات بے بنیاد ہے، یہ ایک فریب کارانہ پرچار ہے، ان سازش میں سبھی سرداران قریش تو شامل ہی ہیں لیکن ان میں صف اوّل میں ولید بن مغیرہ ہے جو آپ پر دیوانہ ہونے کا الزام لگا رہا ہے لیکن خود اس کے اندر دس عیوب موجود اور ثابت ہیں لیکن وہ اپنی دولت اور اولاد کے غرور میں یہ باتیں کر رہا ہے اور اس کے بعد اب سبحانہ نے اس کے عیوب شمار کرا دیئے، سب سے پہلے یہ کہ وہ جھوٹی قسم کھانے میں ماہر اور بڑا ذلیل ہے کیونکہ ذلیل اور بے غیرت ہی جھوٹی قسمیں کھاتا ہے پھر بڑا عیب جو اور چغلخور ہے، مالدار تو ضرور ہے لیکن اتنا ہی کنجوس ہے۔ حد سے بڑھنا اور پاپ کرنا اس کی فطرت ہے اور آپ کی بلند سیرت پر خلاف اس میں انسانی ہمدردی بھی نہیں ہے اور طبیعت کا بڑا سخت ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ ہیکہ وہ اپنے باپ کا نہیں ہے بلکہ اس کا باپ کوئی اور ہے اور اپنا نسب مغیرہ سے جوڑ دیا ہے۔ اور ولید نے ان سارے عیوب کے اپنے اندر ہونے کی تصدیق کی اور اپنی ماں سے اپنے اصل باپ کے بارے میں دریافت کر کے بڑا شرمندہ ہوا کہ وہ ناجائز اولاد ہے اور اس کا اقرار کیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اس الزام تراشی پر اپنے اس غرور نے آمادہ کیا ہے کہ وہ مالدار اور صاحب اولاد ہے اسی لئے قرآن کی آیتوں کو افسانہ بتا رہا ہے لیکن ہم اس کا غرور توڑ دینگے اور اس کی سونڈ جیسی ناک پر داغ دینگے اور قیامت کے روز اسے اپنے غرور کا بدلہ ذلت و رسوائی کے شان کی صورت میں ملے گا۔● (جاری)

عن الاسود قال سالت عائشۃؓ ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصنع فی اھلہ؟ قالت: کان فی مھنۃ اھلہ، فاذا حضرت الصلوٰۃ قام الی الصلوٰۃ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت اسود سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبیؐ اپنے گھر والوں میں کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز پڑھتے۔

اس حدیث کے اندر حضورؐ کے دو عمل اور گھریلو کام کی انجام دہی اور وقت پہ نماز کی ادائیگی کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ گھر میں آپؐ کی کیا مشغولیات رہتی تھیں اور اپنے گھر والوں کے ساتھ آپؐ کس طرح رہتے تھے، بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک طرف آپؐ "حقوق اللہ" ادا کرتے تو دوسری طرف "حقوق العباد" کا بھی پاس و لحاظ رکھتے۔ گھر میں رہنے والے متعلقین اور اپنے قریبی افراد کی خدمت، ان کے ساتھ نیک برتاؤ، ان کی ضروریات کی تکمیل اور ان کے پیش آمدہ مسائل حل کرنا، وغیرہ ظاہر بات ہے کہ اہل و عیال کے حق تو ہی ادا کرنا ہے۔ اس دوران نماز کا وقت ہونے پر اللہ کی عبادت کرنا، اس کا حق ادا کرنا ہے۔

گھر میں رہ کر گھر والوں کے کام آنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپؐ اپنے کام خود نہیں انجام دیتے تھے اور ان کے ہی مسائل حل کرنے میں لگے رہتے تھے، بلکہ اہل خانہ کے لیے کچھ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے کام بھی خود ہی انجام دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا۔

گیا کہ، ماکان یضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ؟ قالت

یخیط ثوبہ ویخصف نعلہ ویعمل مایعمل الرجال فی بیوتھم (احمد)

یعنی، اللہ کے رسولؐ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا کہ اپنا کپڑا سلتے، اپنا جوتا ٹانکتے اور وہ سب کام کرتے، جو لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ ہی فرماتی ہیں کہ، ماکان الا بشرا من البشر، کان یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ۔ (شمائل الترمذی) یعنی، آپؐ بھی ایک آدمی ہی تھے آپؐ اپنا کپڑا سلتے اور اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور آپؐ اپنی خدمت خود کرتے تھے۔

خانگی اور گھریلو زندگی میں آدمی کو کس طرح رہنا چاہیئے اور اس کے لیے کیا کیا کرنا چاہیئے، یہی سبق مذکورہ احادیث سے ہمیں ملتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ لوگ کسبِ معاش کے لیے دن کا اکثر حصہ گھر سے باہر گذارتے ہیں۔ جو بہر حال ایک ضروری امر اور اہم مسئلہ ہے۔ اس کے بغیر تو خود افرادِ خانہ کی خدمت کی جا سکتی ہے اور نہ ہی ان کے لئے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ حصول رزق اور تلاشِ معاش بھی تو آخر اسلام کی تعلیم ہے۔ اس کے بغیر چارہ کہاں؟ گھر سے باہر نکل کر محنت کرنے کے بعد آدمی جب کچھ حاصل کرے گا تب ہی تو وہ خود اپنی اور اپنے افرادِ خانہ کی ضروریاتِ زندگی پوری کر سکتا ہے۔ ویسے بھی اہل و عیال اور اہل خانہ پر خرچ کرنے کی بڑی فضیلت اور اس کا بڑا ثواب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے ایک روایت میں اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ،

دینار انفقتہ فی سبیل اللہ ودینار انفقتہ فی رقبۃ ودینار تصدقت بہ علی مسکین ودینار انفقتہ علی اھلک۔ اعظمھا اجرا الذی انفقتہ علی اھلک۔ (رواہ مسلم)

یعنی ایک دینار تو نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ایک دینار تو نے گردن آزاد کرنے میں خرچ کیا اور ایک دینار تو نے کسی مسکین پہ صدقہ کیا اور ایک دینار تو نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔ سب سے زیادہ اجر و ثواب اس دینار کا ہے جو تو نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا ظاہر بات ہے کہ کچھ رہے گا تب ہی تو آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کر سکتا ہے اور

کچھ حاصل کرنے کیلئے تو گھر سے باہر نکل کر محنت کرنا ہو گی اور حصول رزق کیلئے کوشش ضرور کرنا پڑے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و خیارکم خیارکم نساءھم۔ یعنی' سب سے کامل مومن وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں، جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہوں اس حدیث کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے کہ حسن اخلاق کی کیا اہمیت ہے اور ایک مسلمان کو خصوصاً اپنی بیوی کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے اہل و عیال کے ساتھ کیسا اس کا سلوک ہونا چاہیئے اور ان کی کس طرح خدمت کرنی چاہیئے۔ بیوی اور بال بچوں سے محبت ان کی تعلیم و تربیت اور دیگر افراد خانہ کے امور و مسائل حل کرنے کیلئے تو انسان کو وقت نکالنا ہی چاہیئے۔ یہ اسلام کی تعلیم بھی ہے، حسنِ اخلاق کا تقاضا بھی اور گھریلو ذمہ داری بھی۔ آج کا انسان اس قدر مشغول اور مشین کی طرح ہمہ دم رواں دواں دوڑتا بھاگتا ہوا ہے کہ اس کے پاس ان مسائل کے لئے پورا وقت بھی نہیں ہے چنانچہ بسا اوقات ان امور سے غفلت برتنے کی وجہ سے منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ بیوی نافرمان' بچے خراب اور افراد خانہ آزاد ہو جاتے ہیں.... اخلاق و اطوار بگڑتے ہیں اور گھر کے معاملات میں من مانی شروع ہو جاتی ہے۔ انہی منفی اثرات و نقصانات سے بچاؤ کی خاطر اسلام نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ انہیں نہ صرف یہ کہ اہل و عیال کے لئے وقت نکالنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے امور و مسائل خود حل کرنے کے ساتھ ساتھ افراد خانہ کے بھی کام آنا چاہیئے۔ اس طرح سے ظاہر بات ہے کہ مثبت اثرات مرتب ہوں گے، ایک دوسرے کی خدمت کا احساس پیدا ہو گا اور آپس میں الفت و محبت کی فضا قائم رہے گی۔ تبھی تو آپؐ اپنا کام خود کرنے کے ساتھ ساتھ اہل خانہ کی بھی خدمت کیا کرتے تھے اور ان کے لئے پورا پورا وقت نکالا کرتے تھے۔ اللہ کے رسولؐ کی سیرت اور حیات بابرکات مسلمانوں کیلئے اسوہ و نمونہ ہے۔ انکو بھی حضورؐ کا اسوہ اپنانا چاہیئے۔ اور گھر میں رہتے ہوئے کیا کیا کرنا ہے، اسے انجام دینا چاہیئے تب ہی خانگی زندگی کا مسئلہ بحسن و خوبی حل ہو سکتا ہے اور اہل خانہ ایک دوسرے سے خوش رہ سکتے ہیں۔

●●●

نماز کے اثرات انسانی زندگی پر

عتیق الرحمٰن ــــــــــــ رحیم آبادی

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے جن کی ادائیگی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ان بنیادی ارکان میں سے نماز بھی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں پر جو فرائض ہوتے ہیں ان میں نماز کو اوّلیت حاصل ہے۔ یہ وہ رکن ہے جو مسلمانوں پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے اور آخر تک فرض رہتا ہے۔ نماز کی فرضیت صحت و بیماری، حزن و ملال، مسرت و شادمانی اور خوف و خطر غرض کسی حالت میں بھی مسلمانوں سے ساقط نہیں ہوتی خواہ ہم گرم تر ملک میں ہوں یا سرد سے سرد تر ملک میں ہوں کسی جگہ بھی ہوں، کوئی موسم، کوئی عارضہ ایسا نہیں جو مسلمانوں کو نماز کی معافی دیتا ہو۔

انسان کو اپنی روحانی تڑپ، دلی بیقراری، قلبی اضطرار اور ذہنی انتشار کے عالم میں جب دنیا کی ہر چیز فانی، عقل کی ہر تدبیر درماندہ اور سلامتی کا ہر راستہ مسدود نظر آتا ہے تو سکون و اطمینان کی راحت اس کو صرف ایک ہستی کی پکار، دعا اور التجا میں ملتی ہے۔ وحی الٰہی نے اس نکتہ کو ان الفاظ میں منکشف کیا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یہی وجہ ہے کہ مصائب کے اژدحام میں اور تکالیف کی شدت کے وقت ثبات قدمی کے لئے دعا اور عبادت ہی آلۂ کار بنتے ہیں۔ "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ"۔

قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کی پابندی۔ یہی دو چیزیں ایسی ہیں جو ایک مومن

کو باطل کے طغیانیوں کے مقابلے میں کامیاب بنا سکتی ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے "اتل
ما اوحی الیک واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر
اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون" اس میں نماز کی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو
یہ کہ نماز اخلاقِ رذیلہ، برائی و بے حیائی کے کاموں اور ہوس پرستی کو نیست و نابود کرنے میں
جو تاثیر رکھتی ہے وہ کلمۂ توحید کے سوا کسی اور چیز میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ
انسان کا رُخ تبدیل کر دیتی ہے اور اُس کو ایک نیا ذوق، نئی طلب اور نیا ذہن عطا
کرتی ہے۔ دل میں ایمان کی محبت اور ایمان کا شوق پیدا کرتی ہے۔ اور فسق و فجور اس
کے لئے مکروہ و مبغوض بنا دیتی ہے۔ نماز سے انسان کو یہ طاقت اسی وقت حاصل ہو سکتی
ہے جب کہ نماز صرف حرکاتِ بدن تک محدود نہ رہے بلکہ اس کے قلب کا وظیفہ اور اس
کے اخلاق و کردار کی قوتِ محرکہ بن جائے۔ جہاں تک برائیوں سے اجتناب کا تعلق ہے
تو لازماً نماز یہ کام کرتی ہے۔ جو شخص بھی نماز کی نوعیت پر غور و فکر کرے وہ اعتراف
کرے گا کہ انسان کو برائیوں سے باز رکھنے کے لئے جتنے بریک بھی لگانے ممکن ہیں اُن میں
سب سے زیادہ کارگر بریک نماز ہی ہو سکتی ہے۔

لیکن یہ سب اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ یہ نماز حقیقی ہو اور وہ زندگی کی حرارت
اور قوّت سے بریز ہو جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید، تقویٰ، اور
طہارت و پاکیزگی کی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دی اور ظلم و حق تلفی اور ناپ تول میں
کمی کے انجام سے ان کو ڈرایا تو انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی زندگی میں اس
نئی دعوت کے منبع و ماخذ اور اختلاف و انکار کے سررشتہ کی تلاش کی تو اس نتیجہ پر
پہنچے کہ اس ساری کشمکش اختلاف اور اس سارے ہنگامے کی بنیاد نماز ہے جس کو بارہا انہوں
نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ادا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور یہی وہ ظاہری عمل تھا
جس سے ان کی زندگی خالی اور اس سے وہ ناواقف تھے۔ گویا انہوں نے اس دعوت و تبلیغ
اور انکار و تردید کا راز معلوم کر لیا اور پکار اٹھے کہ "قالوا یا شعیب اصلوٰتک
تامرک ان نترک ما یعبد اباؤنا او ان نفعل فی اموالنا ما نشؤ انک لانت

الحلیم الرشید. گویا انہوں نے یہیں یوچھ لی کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے موروثی اور اپنے اطراف واکناف کی قدیم طرز زندگی اور اس عادت واخلاق کے اس قدر کیوں مخالف ہیں؟

اب رہا یہ سوال کہ آج کل نماز کی پابندی کے بعد بھی برائیوں سے باز نہیں رہتے تو اس کا انحصار خود اس آدمی پر ہے جو اصلاح نفس کی تربیت لے رہا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی نیت رکھتا ہو اور اس کی کوشش کرتا ہو تو لازماً نماز کے اصلاحی اثرات اس پر مترتب ہوں گے اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے مگر اس سے نہ فائدہ اٹھانے کی نیت رکھتا ہے اور نہ اس کی کوشش کرتا ہے تو اس کے متعلق تو یہ کہنا زیادہ درست اور صحیح ہے کہ وہ درحقیقت نماز نہیں پڑھتا چنانچہ ارشاد نبوی ہے "من لم تنھہ عن الفحشاء والمنکر فلا صلوۃ لہ" نماز کے ان ہی عمدہ نتائج کی بنا پر نبی کریم نے صحابۂ کرام سے برجستہ کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ نماز بھی گناہ کو اسی طرح دھو دیتی ہے پھر وضو کا اہتمام انسان کو چست وچالاک اور ہشاش بشاش بنا دیتا ہے نماز کی اہمیت کا اندازہ اس آیت سے لگا سکتے ہیں جس میں مومن کی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ اس میں صفات کا آغاز اور اختتام نماز ہی پر ہے۔ (ملاحظہ ہو سورۃ "المومنون" کی ابتدائی آیات) جس بلند سیرت وکردار، اخلاق وکیریکٹر کے لوگ خدا کی جنت کے مستحق ہوں گے۔ ان کی صفات کا تذکرہ نماز ہی سے شروع اور اسی پر ختم ہوتا ہے والذین هم علی صلوتهم یحافظون سے اولٰئک فی جنت مکرمون (سورۃ معارج) سے یہ بات مترشح ہوتی ہے۔

نماز وہ اولین رابطہ ہے جو مومن کا اندازہ اور عملی تعلق خدا کے ساتھ شب و روز جوڑے رکھتا ہے اور اسے خدا پرستی کے مرکز ومحور سے بچھڑنے نہیں دیتا۔ یہ بندھن ٹوٹتے ہی آدمی خدا سے دور ہوتے چلا جاتا ہے پچھلے انبیاء کی امتوں کا بگاڑ نماز ضائع کرنے سے شروع ہوا۔ ارشاد خداوندی ہے (اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات (سورۃ مریم)۔

سید سلیمان سلمان منصور پوری "رحمت للعلمین" میں رقمطراز ہیں کہ نماز مدۃ العمر تک عبادات الہی پر ہمیشگی اختیار کرنا کمال استقلال کا مظہر ہے۔ ہر دن پنجگانہ نماز کے اوقات کی حفاظت کرنا پابندیٔ اوقات کی زبردست تعلیم ہے جسم ولباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک وصاف رکھنے کا اہتمام، صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے۔ دل وزبان، اعضاء ودماغ کو عظمتِ الہی اور جلال کبریائی کے سامنے مؤدب ومہذب رکھنا نورانیت روحانی کے لئے عجیب روشنی ہے۔

نماز میں جس قدر پابندی ہے وہ جلد سونے اور جلد اٹھنے کی جس طرح تعلیم دیتی ہے اور جس طرح ہر ایک ٹائم ٹیبل کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام شہوانی ونفسانی خیالات کو نماز کے ذریعہ کیسا ملیا میٹ کیا گیا ہے۔

نماز کے لئے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدن اور ترقی کی جان ہے اتحاد ویگانگی اور تبادلۂ خیالات کا بہترین ذریعہ ہے ایک جاہل بہت سی باتیں نظر و نمونہ سے سیکھ سکتا ہے اور ایک عالم بآسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔

جو لوگ نماز ترک کر دیتے ہیں یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی و کوتاہی کرتے ہیں وہ ان تمام اخلاق فضائل سے محروم رہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے افراد ایسے اخلاق سے خالی ہوں گے وہ کیا ہوں گے؟۔ ●●●

خدمتِ خلق

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری ــــــــــــ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر۔

مذہب اسلام نے محبت، ہمدردی اور خدمت خلق جیسی اہم نیکیوں اور اچھائیوں پر بڑا زور دیا ہے، اپنے متبعین کو یہ حسین تصور دیا ہے کہ ساری مخلوق خدا کا ایک کنبہ ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "الخلق عیال اللہ" یعنی پوری مخلوق ایک خاندان اور قبیلہ کی طرح ہے، مولانا حالی مرحوم نے اس حدیث رسول کی ان لفظوں میں کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ھدیٰ کا ؛؛ کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوجہاں کا ؛؛ خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولاء کا

اسلام نے قساوت قلبی اور بے رحمی اور سخت دلی کی پر زور مذمت کی ہے بلکہ اس کے عبادت کے درجہ میں ٹھہرایا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے کام آئے، ایک انسان دوسرے انسان کی مدد کرے جیسا کہ علامہ اقبال نے ترجمانی کی ہے۔ ع:

یہی ہے عبادت یہی دین وایماں ؛ کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

ہمارے سلف صالحین مخلصاً خالصۃً لوجہ اللہ خدمت خلق کا کام کیا کرتے تھے اس باب میں ان کے بہت سارے عبرت آموز واقعات تواریخ وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں، چند زرّیں واقعات کو ہم یہاں ناظرین کرام کی عبرت کے لیے قلمبند کر رہے ہیں۔

خدمت خلق کے باب میں ایک پڑوسی کا اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی داخل ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عقیقہ کا گوشت جب تقسیم کرانا شروع کیا تو اپنے یہودی پڑوسی کا ایسے موقع پر بڑا خیال رکھا بار بار اپنے غلام سے فرمایا ابدأ بجارنا الیہودی۔ یعنی، ہمارے یہودی پڑوسی سے تقسیم کی ابتداء کرو۔ (الادب المفرد)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مشائخ بصرہ کی تحریک پر اپنے غریب پڑوسی کی لڑکی کی شادی میں دس ہزار درم کی تھیلی کا عطیہ دیا اور پھر سامان جہیز کے بارے میں الگ سے دینے کا ذمہ لیا۔ (استیعاب)

(۳) امام عسکریؒ کے زمانہ میں ان کا غریب پڑوسی اپنی شدید ضرورت کے تحت اپنا پھوس کا مکان ۱۲ ہزار میں فروخت کرنے لگا اس نے خریدار سے کہا کہ ۱۲ ہزار میرے مکان کا دام ہے اور ۱۲ ہزار میرے پڑوس کی قیمت ہے کیونکہ میرے مکان کو امام عسکری کا پڑوس حاصل ہے جو کہ بہت فیاض و سخی اور ہمدرد ہیں ان سے آپ ہر طرح سے مستفیض ہوں گے، امام عسکریؒ کو اس خرید و فروخت کی خبر لگی تو اپنے اس غریب پڑوسی کو بلاکر تفصیل پوچھی اور پھر ۲۴ ہزار دے کر اس کو اپنے سے جدا نہیں کیا۔ (تاریخ خطیب بغدادی)

(۴) امام سری سقطی نے ایک مہمان کے لئے شکر منگوایا لڑکے نے بازار سے جاکر خریدا۔ دیر میں وہ واپس آیا تو امام سری نے پوچھا کہ شکر دیر میں کیوں لایا؟ کیا بازار چلا گیا تھا؟ پڑوسی بنئے کے پاس سے کیوں نہیں خریدا؟ تو جواب دیا پڑوسی بنیا گراں فروش ہے تو آپ نے فرمایا کچھ بھی ہو یہ ہمارا پڑوسی تو ہے اس کے یہاں سے تمہیں خریدنا چاہیئے تاکہ نفع وہ پائے اور اس کا بھلا ہو۔ (تاریخ خطیب)

(۵) امام ابوحنیفہؒ نے اپنے ایک غیر مسلم موچی پڑوسی کی مدد کی جبکہ وہ قرض کے سبب کوفہ کے جیل خانہ میں مقید تھا امام صاحب حاکم وقت کے پاس پہونچے اور قرض کی رقم ادا کر کے حاکم سے اس کی رہائی کی خواہش کا اظہار کیا حاکم نے امام صاحب کا بڑا احترام کیا اور اس ماہ کے تمام قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور خود قرض کی رقم حاکم نے اپنی طرف سے ادا کر دیا امام صاحب سے نہیں لیا گرچہ ان کا پڑوسی مے خوار اور مے نوش تھا۔ تاہم آپ نے پڑوسی ہونے کے ناطے سے اس کی مدد فرمائی۔ یہ شراب پی کر مست ہو جاتا تو روزانہ یہ شعر پڑھتا۔ ع؎

اضاعونی وای فتیً اضاعوا ؛؛ لیومِ کریھۃٍ وسدادِ ثغر

یعنی لوگوں نے مجھ کو ضائع کر دیا اور کیسے جوان کو ضائع کر دیا جو مصیبت کے دن اور سرحد پر لام بندی کے دن ان کے کام آسکتا تھا۔

امام موصوف جب اپنے موچی پڑوسی کو چھڑا کر اس کو اس کے گھر کی طرف لے چلے تو اس سے پوچھا کہ تم روز کیا پڑھتے تھے لوگوں نے مجھکو ضائع کردیا کیا میں نے تم کو ضائع ہونے دیا؟ تو اس نے بہت تشکر و ممنونیت کا اظہار فرمایا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ اسلام لے آیا۔ (تاریخ خطیب بغدادی ص ۲۶۳)

خدمت خلق اور عوام کی فلاح کا لحاظ

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت طلحہؓ کو ایک جاگیر عطا فرمائی تھی اور چند اشخاص کو گواہ بنا کر حکم نامہ ان کے حوالہ کردیا گواہوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے حضرت طلحہؓ جب دستخط لینے کی غرض سے فاروق اعظم کے پاس پہونچتے ہیں تو فاروق اعظم نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا "أهذا كله لك دون الناس" کیا یہ پوری جائداد تنہا تم کو مل جائے گی اور دوسرے لوگ محروم رہ جائیں گے، حضرت طلحہؓ غصہ میں بھرے ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس پہونچے اور کہنے لگے "واللہ لا ادری انت الخلیفۃ ام عمر! میں نہیں جانتا کہ اس وقت آپ امیر المومنین ہیں یا عمر؟ سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا "عمر ولکن الطاعۃ لی" ہاں انشاء اللہ آئندہ عمر فاروق ہی امیر المومنین ہونگے البتہ اطاعت اب میری ہوگی اور وہ جاگیر نہ پا سکے۔ (کتاب الاموال ص ۲۷۶)

مفاد عامہ اور عمومی فلاح کے سلسلہ میں اسی طرح کا ایک واقعہ عیینہ بن حصنؓ کا بھی ہے اس واقعہ میں حضرت عمر فاروقؓ نے دستخط کرنے سے انکار ہی پر بس نہ کیا بلکہ تحریر شدہ سطروں کو بھی مٹا دیا تھا حضرت عیینہ بن حصنؓ نے جب دوسرا حکم نامہ حضرت ابوبکرؓ سے رقم فرمانے کی درخواست کی تو حضرت ابوبکرؓ نے صاف یہ کہکر انکار کردیا کہ "واللہ لا اجدد شیئاً ردہ عمر" یعنی بخدا میں وہ کام دوبارہ نہ کرونگا جسے حضرت عمرؓ نے رد کردیا ہو۔ (منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۳۹۱)

خدمت خلق اور عوام کی فلاح کا دوسرا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں جنگ جلولاء میں شریک تھا وہاں میں نے ۴۰ ہزار میں مال غنیمت کی بکریاں خرید

پس جب میں واپس آیا تو میرے والد حضرت عمرؓ نے مجھ کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ اگر میں آگ میں ڈال دیا جاؤں اور تم سے یہ کہا جائے کہ اپنے باپ کو فدیہ دے کر چھڑا لو تو کیا تم مجھے اس سزا سے نہ چھڑاؤ گے؟ سعادت مند بیٹے نے جواب دیا۔ "واللہ ما من شئی یوذیک الا کنت منقذک منہ" یعنی، خدا کی قسم میں آپ کو ہر ایذاء دینے والی چیز سے چھڑانے کے لئے اپنے جان و مال کا فدیہ دونگا۔

یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جلولاء سے جو بکریاں تم خرید کر لائے ہو وہ تمہیں خاص طور پر رعایت سے دی گئی ہیں کیونکہ تم خلیفہ کے صاحبزادے ہو اس کا لوگوں نے لحاظ کیا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان بکریوں کو از سر نو نیلام کراؤں۔ اور تم کو اس سلسلہ میں وہ نفع دیدوں جو قریش کے دوسرے تاجروں نے جلولاء کے مال غنیمت میں اٹھایا ہو اس کے بعد چار لاکھ میں نیلام کر دیا، حضرت عمرؓ نے چالیس ہزار درہم عبداللہ کو اصل لاگت کے طور پر واپس کر دیا۔ اور چالیس ہزار مزید منافع دیا جیسا کہ دیگر تاجروں کو دو گنے منافع حاصل ہوئے تھے باقی رقم تیس لاکھ بیس ہزار کی رقم سعد بن ابی وقاص کے حوالے کر دی تاکہ اس سے عوامی فلاح ہو اور تمام مجاہدین میں اسے تقسیم کرا دیا۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ذاتی فائدہ پر عوامی فائدہ کو ترجیح دیا آج کے اس مادی دور میں اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی ہے، وزراء گورنر سرکاری حکام و لیڈر خود لوٹ کھسوٹ میں لگے رہتے ہیں ان کے اقرباء اہل و عیال اور بچے موقع ہاتھ آنے پر ناجائز فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتے (کتاب الاموال صفحہ ۲۶۰)

عبداللہ بن جعفر نے سودا کر کے بھاؤ پر شکر خرید کر اہل مدینہ میں مفت تقسیم کرا دیا۔ (اصابہ لابن حجر)۔●

شرک ناقابل معافی گناہ ہے۔

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشتے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس سے کم درجے کے گناہ جس کو چاہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو وہ انتہائی گمراہی میں بھٹک گیا (سورہ نساء ۱۸۷)
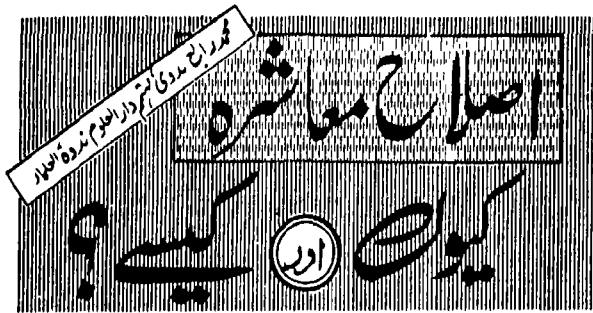
مسلمانوں کو اپنے دین پر عمل کرنا اور اپنے عائلی معاملات کو شریعت اسلامی کے احکام کے مطابق انجام دینا کتنا ضروری ہے، اس کو قرآن کریم اور حدیث شریف کی تعلیمات سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، مسلمانوں کی شریعت ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی کرتی ہے۔ ان کی زندگی کی مشکلات کا حل بتاتی ہے۔ ان ضرورتوں کا حل بتانے والی شریعت سے روگردانی کرنا نہ صرف یہ کہ بڑی محرومی کی بلکہ خدا کو سخت ناراض کرنے والی بات ہے۔ اس سے مسلمانوں کو اپنے پروردگار کی رحمت و مدد سے محرومی ملتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت پکڑ ہونے کا اندیشہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں صاف صاف فرمادیا ہے کہ اس کو اپنی طرف سے عطا کردہ دین و شریعت کی خلاف ورزی بالکل قبول نہیں، فرمایا:۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین۔" (آل عمران ۸۵)

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

"افحکم الجاهلیة یبغون، ومن احسن من الله حکما لقوم یوقنون۔" (المائدہ ۵۰)

کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں؟ اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے خدا سے اچھا حکم کس کا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ دین اور شریعت اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کو عطا کیا، اور اسے اس آخری نبی کے احکامات اور فیصلوں کو ماننا ضروری قرار دیا اور یہ فرمایا کہ اس کے مانے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہتا، فرمایا:۔

"فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما"۔ (نساء ۶۵)۔
تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں میں اپنی شریعت کے مطابق زندگی گذارنے سے بڑی بے توجہی پیدا ہوگئی ہے، اس کے احکامات کی تعمیل کے بجائے دوسروں کے رسم و رواج پر عمل کیا جانے لگا ہے، جو کہ ایک طرف خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی اور ان کی ناراضگی کا باعث ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کا بحیثیت مسلمان ثابت ہونا مشکل ہوگیا ہے۔ وہ اپنے دین فطرت اسلام کے طور و طریق کے اختیار کرنے کے بجائے جاہلانہ و مسرفانہ اور بیجا طور و طریق کو اختیار کرنے والے اور غیروں کی رسموں کو اپنا وطیرہ بنانے والے بنتے جارہے ہیں۔

ایسی صورت حال کچھ تو غفلت اور نفس پرستی کے سبب ہوئی ہے اور کچھ اپنی شریعت سے ناواقفیت کی بنا پر ہوئی ہے۔ غفلت اور نفس پرستی کو دور کرنے کیلئے وعظ و نصیحت کی ضرورت ہے اور ناواقفیت کا علاج ان کو شریعت کے ضروری احکام سے واقفیت کرانے سے کیا جاسکتا ہے۔

اسی لئے ملک میں جہاں کا دستور سیکولرزم پر مبنی ہے اور مسلمان اقلیت میں بھی ہیں حکومت سے توقع نہیں کی جاسکتی، اس کو ملت اسلامی کے فرزند ہی انجام دے سکتے ہیں، کیوں کہ اپنی ملت کو استوار اور محفوظ رکھنے کی ذمہ داری خود انہی کی ہے، شریعت اسلامی کے سلسلہ کے معاملات کا ملک کے عدالتی و دستور سازی کے اداروں سے جو تعلق ہے۔ اس کے لئے الحمد للہ حکومت کے سامنے مدافعت کرنے اور غلط فہمیاں دور کرنے کی جدوجہد مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ذمہ داروں نے انجام دی ہے اور شریعت اسلامی کو نقصان پہونچانے والے بعض ضابطوں کو بدلوایا اور اس دائرے میں جب کوئی نئی پیچیدگی ہوتی ہے، بورڈ اس کی

فکر کرتا ہے اور اس کے لیے جد وجہد کرتا ہے۔ اسی طرح اس محاذ پر الحمدللہ ضرورت کے مطابق کام انجام پا رہا ہے۔

دوسرا محاذ خود مسلمانوں کو شریعت اسلامی پر عمل کرنے کے دائرے میں لانے کا ہے، جو سب سے وسیع اور اہم ہے، اس کے لئے بورڈ نے دیگر ملّی اداروں کی مدد سے اصلاح معاشرہ کے عنوان سے کام شروع کیا ہے، یہ کام زیادہ وسیع اور انتھک محنت کا کام ہے، ضرورت ہے کہ اس کیلئے جگہ جگہ اجتماعات کئے جائیں، عامۃ المسلمین کو شریعت اسلامی کے احکام کی خلاف ورزی سے روکا جائے، ان کے معاملات میں غیر اسلامی رسمیں اور طریقے داخل ہو گئے ہیں۔ جن سے پروردگار کی مرضی، اور اس کے آخری نبی کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اس سے باز رہنے کی تلقین کی جائے، تاکہ دنیا و آخرت دونوں میں جو نقصان و تباہی کا خطرہ ہے وہ دور ہو۔

نکاح و شادی میں غیر ضروری نمائش و آرائش، مسرفانہ اخراجات اور جاہلانہ رسمیں وہ غیر عاقلانہ طریقے ہیں، جن سے ایک طرف تو خدا اور رسول کو ناراض کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف وہ قیمتی سرمایہ جو نو زوجین کے مستقبل کی تعمیر اور ملّت کے ضروری کاموں میں لگایا جا سکتا ہے، ضائع ہوتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ اس کا صرف کرنا لڑکی لڑکے کے والدین کے لیے سخت بار کا باعث بھی بنتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی اصلاح کے لیے لوگوں کو سمجھایا جائے کہ وہ محض وقتی لطف اور نام ونمود کے لئے اس طریقے سے اپنے اقتصادی مستقبل کو بھی نقصان پہونچاتے ہیں اور ملّت کے ضروری تقاضوں کو پورا کرنے میں جو حصّہ لیا جا سکتا ہے اس سے بھی قاصر رہتے ہیں پھر اپنے پروردگار اور اس کے آخری نبی کے احکام کی خلاف ورزی کر کے ان کو ناراض کرتے ہیں، یہ ناراضی ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں نقصان کا باعث بنتی ہے۔

نکاح و شادی کے معاملات میں شریعت اسلامی کے طے کردہ مفید اور معتدل طریقہ کی پابندی نہ کرکے زوجین کے مابین تعلّقات بعض وقت سخت کشیدہ ہو جاتے ہیں کہ تلخی اور بعض ظالمانہ طریقہ سے علاحدگی، طلاق، جان کی ہلاکت تک نوبت پہونچتی ہے

یہ صحیح ہے کہ زوجین کے درمیان بعض وقت صحیح طریقہ کار اختیار کرنے کے باوجود علاحدگی کی ضرورت پیش آجاتی ہے اس کے لئے شریعت نے طلاق کا ذریعہ مہیا کیا ہے لیکن اس کا مناسب طریقہ بتایا ہے، وہ یہ کہ پہلے اہل تعلق کی طرف سے میل و ملاپ کرانے کی کوشش کی جائے اور کام نہ ہونے سے ایک ایک کرکے تین مہینہ میں طلاق دی جائے۔ بیشتر فقہی مسلکوں میں انتہائی ضرورت پر ایک مرتبہ میں طلاق دے کر علاحدگی کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ اس کو مستحسن قرار نہیں دیا گیا ہے۔ مکمل علاحدگی طے کرلینے پر "تسریح باحسان" خوبی و ہمدردی کے طریقہ سے رخصت کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور دلداری کی شکل بتائی گئی ہے۔ بہت سے مسلمان ہدایات کو نظر انداز کرکے خراب صورت حال پیدا کر دیتے ہیں، اسی طرح تقسیم میراث کا معاملہ ہے، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا مسئلہ ہے اور دیگر عائلی معاملات ہیں، پھر ایک اہم بات شراب اور جوئے کی بدعادتیں ہیں، شراب اور جوئے کو شریعت نے حرام اور سخت قابل مذمت فعل بتایا ہے اس سے مال و متاع کی بربادی اور عائلی زندگی کی تباہی ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی سخت ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔ جوئے کی ایک عام رائج شکل موجودہ زمانہ میں لاٹری ہے جس سے فائدہ اٹھانے سے ایک بہت کم امکان کی بناء پر بہت سے مسلمان اپنی آمدنی کا بڑا حصہ اس کی نذر کردیتے ہیں اور وہ خود اور ان کے بیوی بچے ضروریات زندگی کو بھی پورا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

اس طرح کی غلط کاریاں مسلمان ملت کی زندگی کو گھن کی طرح لگتی جارہی ہیں اور زندگیاں تباہ کر رہی ہیں، ہمارے داعی حضرات اور جن کو خدا نے زبان یا قلم کی موثر صلاحیتیں عطا کی ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ آگے آئیں اور مختلف طریقوں سے ان خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں؛ ●

شرک سب سے بڑا گناہ ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

فواد بن سید عبدالرحمٰن الرفاعی ——— مترجم ——— عزیز الحق عمری

یہود موسیٰ علیہ السلام کے پیرو اور یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی اولاد ہیں یہ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی دعوت پر مصر چلے گئے اور یہیں پھلنے پھولنے لگے۔ یہ سبھی یوسف علیہ السلام اور ان کے بارہ[12] بھائیوں کی اولاد ہیں۔ یہ مصری قوم میں شامل نہیں ہوئے اور اپنے کو ان سے الگ رکھا اور آپس میں بھی اس چیز کی پابندی کیا کہ ان کی ایک نسل دوسری نسل سے الگ اور ممتاز رہے تاکہ ان کا نسب اور اعزاز برقرار رہے اور انبیاء کی اولاد ہونے کی حیثیت سے دوسروں پر ان کی بڑائی ثابت رہے۔

اپنے نسب کی بلندی کا یہ شعور مصر میں یہود کے لئے اضطراب و الجھن کا باعث بن گیا اور اس نے فراعنہ مصر اور مصریوں کو ان کا مخالف بنا دیا۔ اور وہ مصری معاشرے سے کٹ کر رہ گئے جس کا انجام یہ ہوا کہ فراعنہ مصر میں ایک نے ان کے ساتھ بڑا سخت سلوک کیا اور انہیں زبردست سزائیں دیں۔ جس کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل کو اس رسوا کن عذاب سے نجات دلانے کے لئے اپنا ممنون بناتے ہوئے فرماتا ہے۔

وإذ نجيناكم من آل فرعون يسومونكم سوء العذاب يذبحون أبناءكم ويستحيون نساءكم (البقرہ: ۴۹) اور یاد کرو، جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دے رہے تھے، تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔

یہود مصر میں ایسے ہی خوف و ہراس اور زیادتیوں کے ماحول میں ایک زمانے تک

رہتے رہے جس نے ان کی عقل و شعور پر اس کا گہرا اثر چھوڑا اور انسانی معاشرے کا طرز رہائش حاسدانہ اور ہر انسان سے انتقام کا بن گیا خواہ وہ کسی بھی رنگ یا جنس سے تعلق رکھتا ہو۔ اور خون اور نسب کی یہ میراث قیامت تک کے لئے ان کی طبیعت بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں انہیں مصر سے باہر کیا اور فرعون سے نجات دی۔ اور ان کے لئے دریا میں راستہ بنایا اور انہیں من و سلویٰ سے روزی دی۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام اللہ سے مناجات کے لئے گئے تو انہوں نے ہارون کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا اور سونے کا بچھڑا پوجنے لگے اور واپس آنے پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی تشدد سے پیش آئے اور ان سے کہا کہ ۔

لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ (البقرہ: ۵۵) ہم آپ کو اس وقت نہیں مانیں گے جب تک اللہ کو آنکھوں سے دیکھ نہ لیں ۔

پھر اللہ نے ان کے اوپر دھمکی کے لئے طور اٹھا دیا اور ڈر سے مان گئے اور وعدہ و پیماں کر لیا لیکن وعدہ توڑ دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی اور ہفتے کے دن کے سلسلے میں حد سے تجاوز کیا جس کی وجہ سے اللہ نے انہیں سور اور بندر بنا دیا۔ اور اس کے بعد ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا لیکن انہوں نے اسے بھی نظر انداز کر دیا جس کی سزا کے طور پر اللہ نے انہیں چالیس سال تیہ میں رکھا۔ پھر چالیس سال بعد ان پر اللہ کا فضل ہوا اور ارض مقدس میں داخل ہو گئے پھر بھی دوبارہ نافرمانی کی اور اللہ کے فرمائے ہوئے قول کو بدل دیا۔ اور پھر ان کے پاس پیہم انبیاء کرام آتے رہے لیکن انہوں نے ان کے خلاف سازشیں کیں اور انہیں قتل کیا، زمین میں فساد برپا کیا اور دین کو بدل دیا۔ پھر اللہ نے عیسیٰ ؑ کو مبعوث کیا لیکن ان کی پیروی کرنے اور اپنی غلطیوں کو درست کرنے اور اپنے مکر و فریب سے باز رہنے کے بجائے انہیں قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا لیکن اللہ نے انہیں بچا لیا۔ اسی سلسلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله وما قتلوه وما

صلبوہ ولکن شبہ لھم: النساء (۱۵۷) اوران کے اس دعوے کیوجہ سے کہ ہم سے اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ انہیں قتل کیا اور نہ سولی دیا اور لیکن ان کے لئے اشتباہ پیدا کر دیا گیا۔

انبیاء کے ساتھ ان کی بدتمیزی اور مذاق کا اندازہ ان کے اسی قول سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ یہ فخریہ اور مذاق کے انداز میں کہتے ہیں۔

انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ: انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں جو کچھ کیا اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کے لئے عیسیٰؑ کے متعلق افتراء پردازیاں کیں اور اپنی تلمود[1] میں ... یہ باتیں شامل کیں۔ کہ

① عیسیٰ نے یہودی دین چھوڑ دیا اور بت پرست ہو گئے۔
② عیسیٰ مجنون، جادوگر اور بت پرست ہے اور سبھی عیسائی اسی کے مانند کافر ہیں
③ سب سے پست درجے کے کافر عیسیٰؑ اور اس کے پیرو ہیں۔
④ مسیحیوں کے کلیسے، گمراہوں کے اڈے اور بت کدے ہیں جنہیں ڈھا دینا یہود کا فرض ہے۔
⑤ نصاریٰ کی انجیلوں کو جلا دینا واجب ہے کیونکہ وہ سراپا ظلم و ضلالت اور گناہیں ہیں۔
⑥ نصرانیوں کے کلیسے کوڑے خانے ہیں اور ان کے واعظین بھونکتے کتوں کے مشابہ ہیں

---

① تلمود خفیہ یہودی دین و آداب کی تعلیم سے متعلق ایک کتاب ہے جس میں ایسی خفیہ تعلیمات اور احکام ہیں جن کی پیروی ہر یہودی کے لئے ضروری ہے یہ کتاب متضاد آراء امثال و حکم کا ملغوبہ ہے جس پر تمام یہودیوں کا اعتقاد و ایمان ہے یہ ان کی سب سے نادر کتاب ہے ۔ دیکھئے روہلنگ کی کتاب " الکنز المرصود فی قواعد التلمود" نیز عبد الفتاح عبد الحمید کی کتاب (مسلمی العالم اتحدوا)۔

۷۔ یہودی کا فرض ہے کہ روزانہ عیسائیوں پر تین بار لعنت کرے۔
۸۔ نصرانیوں کا یسوع جہنم میں تارکول اور آگ میں ہے اور اس کی ماں مریم نے اسے نبدارا نام کے سپاہی سے زنا کر کے پیدا کیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی دین جو توحید کا علمبردار تھا، یہودی ہمیشہ اس سے اور اس کے بڑوں سے لڑتے رہے اور عیسائیوں کو قتل کرنے اور ان کے خلاف سازشوں کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا وہ اپنی کمزوریوں کے زمانے میں بھی برابر عیسائیوں کو تباہ کرنے کی تدبیریں کرتے رہے اور ادبی محاذ سے عیسائیت پر حملہ کرتے رہے اور عیسیٰ اور ان کی ماں کی شان میں دست درازی کرتے رہے۔

اس کے بعد یہود پر رومیوں کے حملے کا دور آتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی گناہوں کی وجہ سے ان پر ایسے لوگوں کا غلبہ دیتا ہے جو ان پر رحم نہ کریں۔ اور اس کے بعد وہ انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کا کوئی ایک وطن نہیں رہ جاتا۔ وہ اپنے وطن سے بے وطن ہو کر پوری دنیا میں فساد کرتے ہیں۔

اسی دور میں ان کی ایک جماعت مدینہ میں آکر آباد ہوتی ہے اور اسے اپنا وطن بنالیتی ہے۔

یہود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یہود مدینہ میں اس نبی کا انتظار کرنے لگے جس کی بشارت اور اس کے اوصاف اور مقام بعثت کو تورات میں بیان کیا گیا ہے یعنی جزیرۃ العرب میں اور وہ اپنی خواہش نفس کیوجہ سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ نبی خصوصیت سے انہیں میں مبعوث ہوگا اور ان میں اتحاد پیدا کر کے انہیں داؤد علیہ السلام کا ملک اور شرف واپس دلائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف انہیں کا رب ہے، اور اللہ کا پیغام انہی کے پاس آسکتا ہے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں آئے اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے اور سب انسانوں کو دعوت دینے کیلئے آئے اور اپنی دعوت کا آغاز اپنی قوم سے کیا تو وہ آپ کے مخالف ہوگئے اور آپ کی دعوت

کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ ابتداء میں آپ کو مشرکین مکہ کے ظلم و عدوان کا سامنا کرنا پڑا، اس زمانے میں یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی رحلت کے خلاف در پردہ مشرکین کو بھڑکاتے رہے اور آپ کی دعوت کے بارے میں انہیں پرفریب باتیں بتاتے رہے۔ اور ان کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مشرکین مکہ ان کی باتوں پر اعتماد کرتے رہے۔ اور جب وہ ان سے سوال کرتے کہ ہم بہتر ہیں یا محمدؐ؟ تو کہتے کہ بلکہ تمہیں بہتر ہو۔

اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود نے اپنی کتاب کے ساتھ کھلا کفر کیا اور پھر اسلام کی صداقت کو جانتے ہوئے دوہرا زبردست کفر کیا۔

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولما جاءھم کتاب من عند اللّٰہ مصدق لما معھم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللّٰہ علی الکافرین (البقرۃ:۸۹)

اور جب اللہ کے پاس سے ایک کتاب ان کی کتاب کی تصدیق ... کیلئے آئی ...۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر کامیابی کی دعا کر رہے تھے، اور جب وہ چیز آئی جسے وہ پہچان گئے تو اس کا انکار کر دیا۔ لہذا کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

جارحانہ حملہ مدینہ منورہ میں اسلام کا پیغام دلوں پر اثر انداز ہو رہا تھا اور اس کی ایک نئی نمو ہو رہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوخیز حکومت کی تشکیل فرما رہے تھے کہ یکایک یہود نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اپنی خفیہ لڑائی کو اعلانیہ محاذ آرائی میں تبدیل کر دیا اور اس معرکے میں سازش و مکاری اور فتنوں کے بھی اسلحے استعمال کرنے لگے۔ تاہم اللہ نے انہیں رسوا کیا اور ان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ پھر انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف نفاق کا راستہ اپنا لیا۔

جب اسلام کو نابود کرنے کی اپنی کوشش میں یہود ناکام ہو گئے۔ تو اسلام اور مسلمانوں کے درمیان کے رشتے کو کاٹنے کی سازش میں لگ گئے اور عام مسلمانوں میں ایسے

فاسد[1] عقائد اور دین کے بارے میں ایسے شکوک وشبہات پیدا کرنے لگے جو کہ ان کے دلوں کو بیمار اور ان کی عقل بیکار کردے اور وہ اچھائی اور برائی کا شعور کھو دیں اور اللہ کا فرمان پورے طور پر نہ کرسکیں اور جائز وناجائز و پاک وناپاک میں تمیز نہ کرسکیں۔ مگر جس پر اللہ کا رحم ہو۔

یہود مسلمانوں میں اختلاف کی آبیاری کرنے میں کامیاب ہوگئے لہذا جہاں بھی جماعت سے الگ کسی کی نئی بات یا شاذ مذہب کو دیکھو گے اور جہاں قرآن وحدیث کی تعلیمات سے دور کوئی جماعت ہوگی ان کی صفوں میں منافق، مکار، یہودی ضرور پیچھے سے ان کی مدد کرتے دکھائی دیں گے۔

انہیں مذاہب نے مسلمانوں میں تفریق پیدا کی اور انہیں جماعتوں اور فرقوں میں (معتزلہ، قدریہ، اشاعرہ) خارجیوں اور شیعہ اور فقہی مذاہب میں تقسیم کیا اور پھر ان میں سے ہر فرقے میں مختلف فرقے پیدا ہوئے جو آپس میں برسر پیکار ہیں اور کبھی بحث اور کبھی تلوار سے کام لیتے ہیں؟۔

منافق یہودی مذاہب ضالہ کو عوام کے لئے خوشنما بنا کر پیش کرتے ہیں اور ان مذاہب اور پارٹیوں کے لئے عورتیں، جوئے اور شراب کے دستر خوان پیش کرتے ہیں اور اس سے آزادانہ انقلابی ذہن پیدا کرتے ہیں۔ وہ اپنے ان کمینے وسائل سے لاکھوں انسانوں کو دنیا کے مختلف حصوں میں ناپاکیوں میں ملوث کرچکے ہیں۔

یہود اور شیطان، برائی اور فتنے کے دو چہرے ہیں۔ ① شیطان پوشیدہ چہرہ

---

[1] جس سے خلف کے عقائد، حلول والحاد کے عقائد پیدا ہوئے اور مصطلح علم کلام کا زور ہوا اور یہ اوہام طویل زمانے تک مسلم لڑکوں کو سارے مدارس و جامعات میں پڑھائے جاتے رہے اور پڑھائے جا رہے ہیں اور فلسفہ اور اسلام کی فلسفیانہ فکر کے بارے میں بہت سی کتابیں وجود میں آئیں۔ اس سلسلے میں ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن القیمؒ کی تردیدوں کو پڑھنا چاہیئے۔

ہے ② یہود ظاہری چہرہ ہیں۔

جو شخص یہودیوں کے حالات کو پڑھے گا اسے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ شک نہیں ہو سکتا کہ اس نے شیطان کو انسانی صورت میں اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے اور یہی ایک یہودی کی صورت ہے یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ ان سب سے یہود کا مقصد کیا ہے؟ اور وہ دنیا میں فساد و انتشار پیدا کرنے کے لئے اور لوگوں کو دین سے دور کرنے کے لئے کیوں وقت اور کوشش صرف کر رہے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ

یہود کا صدیوں سے یہ خفیہ منصوبہ رہا ہے کہ پوری دنیا پر قبضہ کیا جائے اور داؤد کی نسل کا کوئی بادشاہ بنایا جائے جو بنو اسرائیل کو ان کا ملک واپس دلائے اور تمام اقوام کو یہودیوں کا فرمابردار بنا دے۔ اور سب سے پہلے یہودی حکومت کا دارالسلطنت "سلم" "القدس" بنے پھر ہمیشہ کے لئے روم کے دارالسلطنت روما میں ثابت اور برقرار رکھا جائے۔ اور چونکہ جب تک دنیا میں دین و اخلاق ہے یہودی دنیا پر غالب نہیں ہو سکتے اس لئے ان کا اوّلین نشانہ یہ ہے کہ اقوام عالم سے دین و اخلاق کو نابود کر دیا جائے اور ان کے لئے ان کی کوشش یہ ہے۔

① ـــ اقوام عالم میں فساد پیدا کرنا اور برائیوں بے حیائیوں، شراب، سود، زنا، جھوٹ مکر و فریب اور غدر و خیانت کے اسلحوں سے ان کے اخلاق کو کچلنا۔

② ـــ خفیہ تنظیموں، سیاسی اور دینی دفتی اور مذہبی اداروں اور ماسونی مجالس و اتاری مجالسوں کے ذریعہ دنیا کے سبھی ملکوں میں فتنے و اختلافات و اضطرابات کے شعلے بھڑکانا اور ایک ہی قوم میں مختلف مذاہب پیدا کرنا لیکن ایسے انداز پر کہ یہودی جماعت کا اتحاد برقرار رہے۔ اور وہ اس تباہ کن کھیل سے اثر پذیر نہ ہو۔

③ ـــ حکومتوں کو اپنی عوام کے کچلنے پر آمادہ کرنا اور عوام کو حکومتوں کے خلاف یورش پر آمادہ کر کے حکومتوں اور عوام میں فتنے کے شعلے بھڑکانا اور حکومت اور عوام دونوں کو ہمیشہ آپس میں برسر پیکار رکھنا

④ ـــ بادشاہوں اور حکام نیز رؤساء و وزراء کو اپنی عوام پر زیادتی کے لئے بھڑکانا

اور عورت، شراب، جوئے اور رشوتوں، عہدوں اور سازشوں و فتنوں کے ذریعہ اصلی فساد؛ بدکاری اور رذائل پر آمادہ کرنا۔

دین ہی دنیا پر یہود کے اقتدار حاصل کرنے کے منصوبے کو ناکام بنا سکتا تھا۔ اور چونکہ مسیحیت اپنے ابتدائی دور میں ایک اسلامی و اخلاقی دعوت تھی اس لئے یہود ہمیشہ انھیں اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے رہے لیکن ایک زمانے کے بعد جب لوگوں کے دلوں میں فساد و انتشار پیدا کر دیا اور وہ توحید سے دور ہو گئے اور یورپ و امریکا میں دین کی اہمیت برقرار نہ رہی تو یہودیوں کو اطمینان ہو گیا کہ عیسائی بے دین ہو گئے۔ اور ان سے اپنے منصوبوں کے لئے کام لینے لگے۔ اور اب ایسے ہی انہوں نے اپنی پوری قوت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لگادی ہے اور ان میں تباہ کن مذاہب کی اشاعت کر رہے ہیں اور انہیں اباحیت و اتحاد خواہش کی پیروی پر اکسا رہے ہیں تاکہ عالم اسلام میں اپنا منصوبہ کو بروئے کار لانے میں یہودیوں کو کسی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہود کی مذاہب عالم اور خصوصیت سے اسلام کے خلاف لڑائی ایسے ہی برابر برقرار رہے تاکہ ان کے ذریعہ انسان اسے جانوروں کے ریوڑ میں تبدیل ہو جائیں جنہیں ڈنڈے سے ہانکا جاتا ہے اور بہت سے لوگ اپنے کردار کے لحاظ سے جانوروں سے بھی پست ہو چکے ہیں۔

یہود کے یہ کمینے کردار دراصل اپنے شیطانی مذہب کی تعلیمات کو عمل میں لانے کے لئے ہیں۔ لہذا ہر مسلمان کا اسے جاننا ضروری ہے اور ہم آئندہ فصل میں انشاءاللہ ان میں سے کچھ باتیں آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ ● (جاری)

آپ کاج مہا کاج

عبد السمیع محمد ہارون سلفی

انسان جس سماج اور معاشرہ میں رہتا ہے وہاں لازماً ایک کو دوسرے کے تعاون اور مدد کی ضرورت پڑتی ہے اس کے بغیر سماجی زندگی کی گاڑی ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اسی کا نام تو سماج اور معاشرہ ہے بلکہ سماجی زندگی کا آغاز وارتقاء بتلاتا ہے کہ اسی کے پس منظر میں سماج اور معاشرہ کا وجود عمل میں آیا۔ ایک شخص جو بادشاہ ہو یا فقیر، محتاج ہو یا امیر کوئی بھی دوسروں کے تعاون کے بغیر جی نہیں سکتا۔ ایک بادشاہ کو اپنی حکومت کے انتظام وانصرام کے لئے وزیروں اور بہت سارے معاونوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایک فقیر دوسروں سے تعاون حاصل کرتا ہے۔ روزی روٹی کے لئے۔ گذر بسر کرنے کے لئے بغرضیکہ سماجی زندگی میں اپنی ضروریات اور مطالبات پوری کرنے کے لئے ہر کوئی دوسرے کے تعاون کا محتاج کم وبیش رہتا ہے۔ تاہم یہ مکمل ایک کلیہ نہیں ہے۔ بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جو اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور ان کاموں میں دوسروں کے تعاون کے بجائے خود..... اپنے ہاتھوں کرنا اولیٰ اور احسن ہوتا ہے۔ مثلاً ایک معمولی مثال یہ کہ ایک شخص کو پانی کی ضرورت ہوئی یا اپنے گھر اور کمرے کی صفائی کی ضرورت ہوئی۔ یہ کام وہ خود بھی کر سکتا ہے۔ مگر اس معمولی کام کے لئے بھی دوسروں کو زحمت دیتا ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے اگر آدمی دوسروں سے یہ معمولی کام کرنے کو کہتا ہے۔ حرج تو کوئی نہیں ہے تاہم نہ کرنا بہر حال بہتر ہے۔ نبی ﷺ کی سنت ہے اسی پر بس نہیں اپنا کام اپنے ہاتھوں کرنا انجام اور نتیجہ کے اعتبار سے بھی ٹھیک اور مفید رہتا ہے۔ اور انسان کے نفس اور ضمیر میں جہاں کہیں اپنی عظمت اور بڑپن کی دھول اور گندگی رہتی ہے وہ سب بھی دھل جاتے ہیں غالباً

یہی وہ حکمت ہے جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ اگر تم گھوڑے پر سوار رہو اور تمہارے ہاتھ سے چابک چھوٹ جائے تو تم اسے خود اٹھالو اس کے بجائے کہ تم اسے دوسروں سے اٹھانے کے لئے کہو" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ شان ہی رہی کہ بہت سارے اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ کپڑا رفو کرنا ہو۔ جوتا صاف کرنا ہو یا اس طرح کی دوسری معمولی سے معمولی چیز بھی ہوتی تو انہیں اپنے ہاتھوں سے کرنے میں کوئی عار اور شرم محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں ہنسی خوشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ کر لیتے۔ غرضیکہ آپؐ اپنا کام بڑا سے بڑا معمولی سے معمولی حتی المقدور خود کرتے"

چونکہ آدمی اپنی اَنا اور جھوٹی شان کا شکار اکثر رہا کرتا ہے، جو اس کے لئے دین و دنیا ہر اعتبار سے مضر ہے، اس لئے وہ بڑے اور اہم کام خود کر لیتا ہے اور معمولی کاموں کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کرنا قصرِ شان سمجھتا ہے۔ حالانکہ آدمی جن چیزوں کو کبھی اہمیت نہیں دیتا ہے وہی چیز اہم چیز سے بھی زیادہ اہم بن جاتی ہے۔ بہرحال یہ تو بعد کی بات ہے۔ لیکن یہ بات متعین ہے کہ اپنا کام اپنے ہاتھوں کرنا بہرحال انجام اور نتیجہ کے اعتبار سے اچھا رہتا ہے۔ آدمی چونکہ اپنا کام جسے اسے خود کرنا چاہئے تھا، بادی النظر میں معمولی ہوتا ہے اور اکثر ان کاموں کے لئے جلد بازی بھی ہوتی ہے، اس لئے اپنے وقت کی بچت اور آرام کے لئے دوسروں سے وہ کام کراتا ہے۔ دوسرا بہرحال دوسرا ہوتا ہے اور جب وہ کام دوسرا کر چکا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سارا کام ہی چوپٹ ہو کر رہ گیا۔ اور آدمی اپنا سا منھ لے کر رہ جاتا ہے۔

اپنا ذاتی تجربہ ہے اور روزمرہ کا تجربہ ہے کہ حتی المقدور اپنا ہر کام اپنے ہاتھوں کرو۔ یہ آغاز اور انجام ہر اعتبار سے مفید خوبصورت اور اچھا رہتا ہے۔ وقت کی قلت یا مشغولیت یا ناسازیٔ طبع کی بنا پر کبھی کوئی مضمون رف کرنے کے بعد کسی خوشنویس کے حوالہ کر دیتا ہوں۔ مضمون جب ملتا ہے تو اکثر کوفت ہی ہوتی ہے۔ جانتے ہیں کیوں؟ عموماً اس کی دوبارہ اصلاح کرنی پڑتی ہے۔ پھر اس میں جو وقت لگ جاتا ہے اتنی دیر میں بلکہ اس سے بھی کم میں تو ہم خود ہی صاف کر لیتے۔ پھر اپنی تحریر اپنے لئے ہی.... مانوس ہوتی ہے، اور دوسروں کی

ملامانوس ہوتی ہے۔ بہرحال نامانوس ہونے کے باوجود اشاعت کے لئے ارسال کر دیا جاتا ہے جواب آتا ہے صاف اور شستہ تحریر لکھئے۔ ورنہ اشاعت ممکن نہیں یہی نہیں اور سنئے۔ اپنا کام ہر ممکن ناچیز خود ہی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسروں پر بوجھ بننے اور دوسروں کی ناگواری مول لینے کے بجائے اپنے ہاتھوں کرنا بہتر سمجھتا ہے۔ کسی وجہ سے کپڑا دوسروں کو صاف کرنے کے لئے دیدیا۔ معلوم ہوا کہ کپڑوں کی درگت بن گئی۔ اور دوسروں نے ان کپڑوں کی یوں "پٹائی" کی کہ اس کے لئے "عمر دراز" کے "چار دن" جو "مانگ کے لائے تھے" ان میں سے ایک حصہ آج ہی بیت گیا۔ کسی سے کپڑوں پر آئرن کرنے کیلئے کہہ دیا تو معلوم ہوا کہ کپڑا جل گیا۔ کبھی کہا کہ کمرے میں بکس پر "کتاب التوحید" ہے لیتے آؤ۔ لایا تو دیکھا کہ کتاب الکبائر ہے۔ آخر کار خود اٹھنا پڑا جانا پڑا اور لانا پڑا۔ معلوم ہوا کہ جس کام کے لئے جتنی جلدی تھی اس میں اس سے بھی زیادہ وقت لگ گیا۔ پریشانی اور جھلاّہٹ ہوئی سو ہوئی۔ یہ سب ناچیز کے آئے دن کا تجربہ ہے۔ اور تجربہ کے بارے میں ایک بات تو یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ وہ ان سچائیوں میں سے ہوتی ہے جس کو کذب اور احتمال کا گھن کبھی نہیں لگ سکتا۔

اس لئے معلوم ہوا کہ جس نے بھی کہا ہے سچ کہا ہے آپ کاج مہا کاج "اپنا کام آپ کرنے سے آدمی کے اندر سے اپنے چھوٹے بڑے پن کا ناز جاتا رہتا ہے۔ آدمی کو خاکسار اور منکسر المزاج بناتا ہے۔ کام انجام کے اعتبار سے اچھا رہتا ہے۔ دوسروں کی ناگواری مول لینے سے بچا سکتا ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اپنا کام آپ کرنا نبی ؐ کی سنت ہے اسے کرنے میں شرم کیا؟ اس لئے آپ بھی حتی المقدور اپنا کام آپ کیجئے بہتر رہے گا۔ ●

اپیل: قارئین "نوائے اسلام" سے گذارش ہے کہ ادارہ "نوائے اسلام" زیر بار چل رہا ہے۔ لہذا جن حضرات کی سالانہ زرِ خریداری ختم ہو گئی ہے وہ اپنی خریداری کی رقم پہلی فرصت میں بھیج کر تجدید کرائیں۔ (ادارہ)

درد دل کی فریاد

(الیاس سلفی)

محترم جناب مدیر صاحب ——— نوائے اسلام
السلام علیکم و رحمتہ اللہ
مجھے ایک مضمون ملا حافظ عبدالحلیم رحمہ اللہ علیہ کا اس کو انہوں نے ۱۹۲۶ء میں لکھا تھا۔ حافظ صاحب نے اپنی زندگی میں دین و ملت کیلئے بے پایاں اور بے لوث خدمت کی ہے۔ جماعت کے لئے ایک درد رکھتے تھے۔ ایک مدت تک جمعیت اہل حدیث راجستھان کے صدر رہے اور دینی و ملی کام کے لئے ہند کے بہت سے مقامات کا دورہ کئے لیکن جب بھی سفر کرتے جماعت اور جمعیت سے کچھ بھی نہ لیتے بلکہ اپنے خرچ سے جاتے۔ درحقیقت حافظ صاحب جماعت میں گوہر تاباں اور لعل بدخشاں کی حیثیت رکھتے تھے۔ (سقی اللہ ثراہٗ وجعل الجنۃ مثواہ)

حضرات! آپ پر یہ مخفی نہ ہوگا ایک وہ زمانہ تھا کہ کل روئے زمین پر اسلام کا ڈنکا بج رہا تھا قیصر و کسریٰ جیسے بادشاہ مسلمانوں کے نام سے لرزاں تھے۔ ہر شخص کو خواہ دوست ہو یا دشمن ان کے حکم پر سوائے لبیک کے کوئی چارہ نہ تھا۔ آہ! ان میں وہ لوگ تھے جو باوجود بے سروسامانی اور کم سرمائیگی کے ایسے نڈر تھے کہ کسی دشمن کی مجال نہ تھی کہ ان کا مقابلہ کرسکے ــ بانیٔ..... اسلام رسول انام شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین اور جماعت صحابہ رضؓ مقام حدیبیہ میں قیام فرماتے ہیں کفار مکہ میں سے ایک شخص عروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر گفتگو کرنے لگتا ہے گفتگو کرتے وقت عروہ بار بار آنحضرت کی ریش مبارک

کو ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ صحابہ میں سے ایک صاحب مغیرہ بن شعبہؓ کی جب اس طرف نگاہ پہونچتی ہے تو آپؓ برداشت نہ کرتے ہوئے اسی وقت تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جوش کے ساتھ فرماتے ہیں اخّر یدک عن لحیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہمارے سردار پیشوا کی ریش مبارک سے اپنے ہاتھ کو الگ کر۔ ان میں وہ بھی تھے جو فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر خندہ پیشانی اور فراخ دلی سے جان و مال قربان کر دیتے تھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لشکر تبوک پر خرچ کرنے کے لئے ترغیب دلاتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ علی مائۃ بعیر باحلاسھا واقتابھا فی سبیل اللہ۔ میرے ذمہ سو اونٹ مع جھول اور کجاؤں کے راہ خدا میں ہے رسول اللہ دوبارہ ترغیب دلاتے ہیں آپؓ پھر کھڑے ہو کر یہی عرض کرتے ہیں آخر تیسری دفعہ یہی جواب ملتا ہے تو دربار نبوت سے ارشاد ہوتا ہے۔ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ عثمان کو کوئی چیز جو اس نیکی کے بعد کرے ضرر نہ دیگی۔ آہ۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے اشاعت اسلام کے لئے اپنا تن من دھن سب وقف کر رکھا تھا اور محض اسی تبلیغ اسلام کے خاطر اپنے پیارے بچوں اور پیارے وطن سے جدا کر دیئے گئے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو خود بھوکے پیاسے رہ جاتے مگر اپنے اسلامی بھائی پر اس کی نوبت نہ آنے دیتے۔ افسوس! آج مسلمانوں کی حالت دگرگوں ہے وہ ان باتوں سے کوسوں دور پڑے ہیں وہ ان اوصاف سے محروم ہو چکے ہیں ان میں ان باتوں کا قطعی احساس نہیں ہے۔ وہ تن پروری اور روپے کی تعمیر منانے میں مشغول ہیں ان کو اپنی خانہ جنگی سے فرصت نہیں۔ ان سے ہمدردی کافور ہو چکی ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی لائق عہدہ پر پہنچ جائے یا اس کے لئے کوئی اور سلسلہ قابل اطمینان ہو تو دوسرا شخص چاہتا ہے کہ اس کا وہ سلسلہ کسی طرح منقطع ہو جائے یا وہ اس عہدہ سے ہٹا دیا جاوے غرض ایک دوسرے کا دشمن بنا ہوا ہے۔ گو ظاہر میں محبت کا اظہار کرتا ہے لیکن حقیقت میں محبت نہیں ہے کیا اسی کا نام محبت ہے کیا اس کو اخوت اسلامی کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے بھائی تو مقید ہوں اور ہم آرام سے

زندگی بسر کریں۔ وہ دشمنوں کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہوں اور ہم اپنے کام میں مشغول رہیں ان غربا پر طرح طرح مظالم ڈھائے جاتے ہوں اور ہم اپنے خواب و خیال میں مست رہیں۔
بھائیو! غور تو کرو، ذرا سوچو تو اگر تمہارے یہ دینی بھائی اسی طرح تکلیفیں اٹھاتے ہوئے اس دنیا سے اٹھ گئے تو کیا تم چین و آرام سے رہ سکتے ہو؟ کیا تم اس کا جواب اثبات میں دے سکتے ہو کہ کسی جہاز کے اوپری طبقہ والے اپنے سے نیچے والے طبقہ کے سوراخ کا انسداد نہ کرتے ہوئے زندہ رہ سکتے ہیں؟ کیا وہ غرق ہونے سے بچ سکتے ہیں کیا وہ تباہی جہاز سے محفوظ رہ سکتے ہیں یقیناً اس کا جواب تم نفی میں دو گے۔ تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ تمہاری یہ بے توجہی یہ بے التفاتی یہ بے رغبتی کیسی ہے؟
مسلمانو! کبھی اس فرمان نبوی پر بھی نظر ڈال لیا کرو ان سنہری سطروں کو بھی دیکھ لیا کرو۔ ع:۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
مسلمانو! سہارنپور اور ناگور وغیرہ کے واقعات یہ بتلا رہے ہیں کہ اغیار کے نزدیک مسلمانوں کی جان ایک معمولی جانور کی جان کے برابر بھی نہیں۔ اب کیا اس فرمان نبوی کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اور ان واقعات کو دیکھتے ہوئے اطمینان سے رہ سکتے ہو؟ میں سچ کہتا ہوں جس شخص کے جسم میں اسلامی خون کا دور دورہ ہے اور جو اسلام کی گود میں پرورش پایا ہے وہ ہرگز ان واقعات کی تاب نہیں لا سکتا ہے اے میرے معزز بزرگو! اور بھائیو! بتلاؤ تو اب کون سی بات باقی رہ گئی ہے جو تمہارے ساتھ نہ ہوئی ہو، وہ کون سا ظلم ہے جو تم پر نہ ہوا ہو، وہ کون سی دشمنی ہے جو تمہارے ساتھ نہ کی گئی ہو، وہ کون سی بے رحمی ہے جو تم پر روا نہ رکھی گئی ہو۔
مسلمانو! کیا اب اس سے بھی بدتر وقت کا انتظار ہے۔ کیا تم دنیا سے اسلام کا نام اٹھ

(بقیہ ص۲۴ پر)

بندر کی بلا طویلے کے سر!

فضل اللہ انصاری سلفی

اخلاقی خرابیاں اور برائیاں فرد سے لے کر سماج تک کو ہلاک و برباد اور تہ و بالا کر کے رکھ دیتی ہیں، وہ کہیں کا نہیں رہتا اور اس کی کوئی شان وامتیازی پہچان باقی نہیں رہ جاتی۔ اگر کچھ باقی رہ جاتا ہے تو بدنامی اور بری علامت، غیبت و چغل خوری، کذب بیانی و بے ایمانی، بدفعلی و بدکاری، فحش گوئی و زبان درازی، حقد و حسد اور کینہ پروری، سب وشتم اور گالی گلوچ، عیب جوئی و نقص تلاشی، بہتان طرازی والزام تراشی وغیرہ یہ سب وہ خرابیاں اور برائیاں ہیں کہ ان کا گرفتار کوئی فرد اور سماج ہلاکت و بربادی سے بچ نہیں سکتا۔ ان اخلاقی امراض میں ایک اور مہلک مرض شامل ہے، جو الزام تراشی کے قبیل سے ہے، مگر قدرے مختلف ہے کہ خطا کار کوئی ہو اور سزا کا سزاوار کوئی اور غلطی کوئی اور کرے مگر اس کا الزام کسی اور پر لگ جائے دیدہ شنیدہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ایک شخص چوری خود کرتا ہے اور حفظ ما تقدم کے طور پر، اس کا الزام دوسرے بے قصور و بے گناہ پہ لگا دیتا ہے۔ بڑا شاطر و عیار، چالباز و مکار اور فریبی و رذیل ہوتا ہے ایسا شخص، جو کسی گناہ کا ارتکاب کر کے ایک سیدھا سادہ انسان اور بھولے بھالے انسان پر اس گناہ کا بوجھ ایسے لاد دیتا کہ وہ مجرم حقیقی خالص دودھ کا دھلا "سراپا" بے گناہ و بے قصور" اور "مزکی و مصفی" نظر آنے لگتا۔ آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا کہ مجرم حقیقی کوئی حقیقی مجرم ہے اور جو بے قصور حقیقت میں بے گناہ ہے، اس نے وہ غلطی نہیں کی ہے، جس کا الزام اس کے نام لگ چکا ہے اسے کہتے ہیں "بندر کی بلا طویلے کے سر" مجرم آزاد اور بے قصور گرفتار۔ "میں جائے

واقعہ پہ موجود تھا بھی نہیں" "مجھے اس کا علم بھی نہیں" "میں نے آج تک ایسا کام نہیں کیا ہے" اور" میں قسم بخدا بے قصور ہوں" ـــــ یہ اور اس طرح کی باتیں وہ بے قصور بولتا ہے، مگر ایک نہیں چلنے دے وہ شاطر و عیار، جس نے اس پہ یہ الزام تھوپا اس الزام کو "حقیقت" ثابت کرنے کے لئے وہ زمین و آسمان ایک کر دے اور "حکمتِ چین" و "حُجتِ بنگال" سے سب کو لاجواب کر دے۔ سمجھتا تو یہی ہے کہ میں نے کمال کر دیا اور گناہ کرکے بھی بے قصور رہا۔ مگر حقیقت میں ان سے بڑا مجرم اور رذیل و خسیس کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا بدترین اخلاقی جرم کرتا ہے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ وہ بہت بڑا گناہ کر رہا ہے قرآن کا اعلان ہے کہ ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریاً فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا (سورہ نساء ۱۱۲) یعنی، جس نے کوئی گناہ یا خطا کرکے اس کا الزام کسی بے گناہ پہ تھوپ دیا تو اس نے بہتان طرازی اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے کہ ایک بے قصور و بے گناہ انسان وہی الزام لگائے، جو خود گنہگار ہو اور وہ خود جرم کئے ہوا ہو۔ کتنا بے خبر ہے انسان اتنے بڑے جرم سے اور کس قدر عام ہے یہ کوئی خود غلطی کرے اور اس کا الزام دوسرے پہ لگا دے۔ ایسا انسان حقیقت میں دو دو گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اسی لئے اس کو دوگنی سزا ملے گی۔ ویسے بھی کسی پاک دامن اور بے گناہ و بے قصور پہ تہمت لگانے کی کم بڑی سزا نہیں ہے۔ قرآن میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ: والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا و اولئک ھم الفاسقون یعنی، اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پہ پھر چار گواہ حاضر نہیں کرتے تو تم ان کو اسی کوڑے لگاؤ، اور ان کے لئے شہادت و گواہی قبول نہ کرو۔ اور وہی لوگ فاسق و بدکار ہیں۔ یہ ایک گناہ کبیرہ ہے کہ کسی پاک دامن عورت پہ تہمت لگائی جائے کہ اس نے زنا کیا ہے، مگر گناہ اس وقت اور بڑھ جائے گا، جب کہ کوئی عورت خود زنا کی مرتکب ہو اور اس کا الزام پاک دامن عورت پہ

لگادے اس کو مجرم قرار دے کر خود کو بچانے کی کوشش کرے صحیحین میں اللہ کے رسولؐ ایک حدیث کے اندر فرماتے ہیں کہ من قذف مملوکہ بالزنا أقیم علیہ الحد یوم القیامۃ الا ان یکون کما قال۔ یعنی جس نے اپنے غلام پہ زنا کی تہمت لگائی تو اس پہ قیامت کے دن حد جاری کی جائے گی، مگر یہ کہ وہ حقیقت میں زانی ہو (تو اس کے مالک پہ حد جاری نہیں کی جائے گی) واضح ہے کہ تہمت لگانے کی سزا قیامت کے دن ملے گی اور قیامت کے دن اس پہ حد جاری ہوگی ـــ مگر وہ اگر خود حقیقت میں زنا کرے اور اس کا الزام بے قصور و بے گناہ غلام پہ لگادے تو ظاہر ہے کہ یہ بجائے خود ایک کھلا جرم ہے اور اس کو اس کی بھی سزا ملے گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دنیا میں بچ جائے اور اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہو جائے، مگر اللہ کی گرفت سے وہ کہاں جائے گا۔ اسے کون بچائے گا اس کی سزا سے۔

آج کی دنیا بڑی مکار اور فریبی ہے۔ ہر سُو بے ایمانی، غداری و مکاری، چالبازی و دھوکہ بازی بہتان طرازی و الزام تراشی اور اپنی غلطی دوسرے کے سر تھوپنے کا بازار گرم ہے۔ ہر کوئی خائف و ہراساں اور پریشان ہے کہ کون کس وقت کیا کر دے چور بے قصور کو توال، غدار و مکار قابل اعتبار، شاطر و چالباز عقلمند و ہشیار، بے ایمان ایماندار اور مجرم بھانے دار بنا شرافت کا لبادہ اوڑھے بے فکر گھوم رہا ہے کہ اس کے گناہ کا بار کوئی اٹھائے ہے اور ایسے "بندر" کی "بلا" کسی "طویلے" کے سر ہے۔ سمجھتا ہے کہ چلو اچھا ہوا کہ وہ بچ گیا۔ مگر کب تک؟ حقیقت آج نہیں تو کل کھل ہی جائے گی اور یہاں نہیں تو وہاں "چور" پکڑا ہی جائے گا۔ وہاں تو "پانی" "دودھ" سے بھی نکال کر الگ کر دیا جائے گا۔ وہ تو خیر ایک بے بنیاد الزام ہی ہے ـــ چاہیئے کہ ہر کوئی اس بدترین اخلاقی جرم سے بچنے کی کوشش کرے اور اپنی کوئی غلطی دوسرے کے سر تھوپنے کی کوشش نہ کرے۔ اسی میں اس کی بھلائی ہے●

ایک مغالطہ : موصوف فرماتے ہیں: "یہودیوں نے کبھی اسلام اور مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ صلیبیوں کو بھی اسلام دشمنی میں اپنے ہاتھ شامل کرلیا۔"

یہ کتنا بڑا مغالطہ ہے کہ صلیبیوں کی اسلام دشمنی کے پیچھے یہودیوں کا ہاتھ ہے گویا اس سے قبل کبھی صلیبی مسلمانوں کے دوست بھی رہے ہیں یا پھر یہ کہ وہ مسلمانوں کے دوست ہو سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صلیبی بھی مسلمانوں کے اسی طرح دشمن ہیں جس طرح کہ یہود اور ایسا بھی نہیں کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں، آپ نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور اس کو یہودی اور عیسائی دنیا میں تعلقات کا ایک نیا باب کھلنے سے تعبیر کیا ہے وہ ایک ڈرامہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

بالفرض اگر صلیبی دنیا یہودیوں کو مسیح کے قتل کا مجرم قرار دینے سے باز آجاتی ہے تو کیا دیگر مذہبی لڑائیاں یک بیک ختم ہو جائیں گی؟ کیا اس کے عوض یہودی بھی نصرانیت کو سچا مذہب تسلیم کرلیں گے؟ یا عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ولدالزنا کہنے سے باز آجائیں گے؟ یا صلیبی یہودیوں کے یہودیت پر باقی رہنے کو آخرت کے لئے مفید تصور کرنے لگیں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔

خیالِ خام موصوف فرماتے ہیں: "کیا یہ ممکن ہے کہ مسلمان اور یہودی مل کر مسیحی تثلیث کے خلاف متحد ہوں اور دنیا میں توحید کی روشنی کو عام کرنے کی کوشش کریں، کاش یہودی اس پہلو پر غور کر سکتے"۔

اس فقرہ کی بنیاد اس غلط تصور پر ہے جس کا ہم کچھ دیر پہلے رد کر چکے ہیں یعنی کہ یہودیوں کے یہاں توحید کا کوئی تصور موجود ہے، چنانچہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ ان کے یہاں تصورِ توحید موجود نہیں بلکہ مفقود ہے تو "فاقد الشئ لا یعطیہ" کے مطابق وہ توحید کی روشنی کو کیا عام کریں گے؟ کیا خود ظلمتوں میں رہنے والے دوسروں کو روشنی بانٹ سکتے ہیں؟

موصوف فرماتے ہیں: "کاش یہودی اس پہلو پر غور کر سکتے!" گویا مسلمان ان کے ساتھ مل کر دعوتِ توحید عام کرنے کے لئے بے چین ہیں اور یہودی ہیں کہ اعراض کر رہے ہیں، اب جب کہ انہوں نے مسلمانوں کی طرف توجہ کی ہے تو اس پہلو پر بھی انہیں غور کرنا چاہیئے۔

المناک تاریخ: موصوف فرماتے ہیں: "یہودی قوم نے تاریخ میں جتنے صدمات اٹھائے ہیں ان کی المناک تاریخ سب کے سامنے ہے لیکن چوں کہ اس قوم نے صدمات و آلام کی بھٹی میں تپ کر زندہ رہنا سیکھ لیا تھا اس لئے صدیوں کے ستم سہہ کر بھی یہودیوں نے مارکس اور آئن اسٹائن جیسے عالی دماغ افراد پیدا کئے جنہوں نے دنیا میں فکری اور سائنسی انقلاب برپا کیا"۔

تعجب ہے موصوف کو یہودیوں کی شرمناک تاریخ بھول گئی اور المناک تاریخ یاد رہی انہیں معلوم نہیں کہ یہود ہمیشہ فسادی رہے ہیں، ان کا وصف قرآن میں مذکور ہے (مائدہ / ۶۴) ساتھ ہی یہودی ہمیشہ ذلت کی زندگی کے خوگر رہے ہیں انہوں نے

کبھی عزت کی زندگی کی تلاش میں جد وجہد نہیں کی، ان کے اسی عمل کو موصوف زندہ رہنے کا ڈھنگ سیکھنے سے تعبیر کر رہے ہیں، یہ ذلت کی زندگی انہیں کو مبارک ہو!

اس قوم کو ذلت وخواری اس قدر محبوب رہی ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے انہیں اس سے نکالنے کی کوشش کی تو انہوں نے ان سے کہا،

اوذینا من قبل ان تأتینا ومن بعد ما جئتنا (اعراف/۱۲۹)

تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم مبتلائے اذیت رہے اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔

اور جب حضرت موسیٰ نے ان کو جہاد کے لئے پکارا تو جواب ملا:

فاذھب أنت وربک فقاتلا إنا ھھنا قاعدون (مائدہ/۲۴) یعنی جاؤ تم اور تمہارا رب جنگ کرو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ یعنی انہیں امن وسکون کی زندگی مطلوب ہے محنت ومشقت کی نہیں۔

موصوف نے ذکر کیا ہے کہ یہودیوں نے ان سارے مصائب کے باوجود اپنے اندر ایسے عالی دماغ افراد پیدا کئے جو اس دنیا میں انقلاب کا باعث ہوئے۔

جہاں تک یہودیوں کی عقل ودانش مندی کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم کی کتاب ہدایۃ الحیاری کا یہ باب ضرور پڑھئے "نماذج مما حکاہ اللہ تعالیٰ عن غباوۃ الیھود وجھلھم" یعنی یہودی کی حماقت وجہالت کے چند نمونے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔

جہاں تک ان دو افراد کا تعلق ہے جن کی عالی دماغ اور ان کے ذریعے برپا شدہ انقلاب کا ذکر کیا گیا ہے تو یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہر انقلاب اور انقلابی فکر مستحسن نہیں ہوتی، خود مارکس کے ذریعے جو فکری انقلاب

آیا یعنی روس کا اشتراکی سرخ انقلاب، اس کا جائزہ لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ انقلاب انسانیت کے لئے کتنا مضر تھا! اس کی وجہ سے کتنی خونریزیاں ہوئیں کتنے لوگ تباہ ہوتے، اس کی وجہ سے اس سرزمین پر کتنا فساد پھیلا جہاں پر اس نظریہ کی حکمرانی رہی، کتنے لوگ ذلیل وخوار ہوتے اور پھر آج تو جب کہ اشتراکی روس پارہ پارہ ہوچکا ہے اس کا فکری انقلاب اپنی موت آپ مرچکا ہے اس کی مدح سرائی کچھ معقول بھی نہیں لگتی۔

مارکس نے جو انقلابی نظریہ پیش کیا تھا، وہ قانون فطرت سے بغاوت تھی، وہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کی مدح میں کسی مسلمان کی زبان سے کوئی جملہ نکلے۔

یہودی کون؟

اس سوال کے جواب میں علامہ ابن القیم کے دو اقتباسات انکی کتاب ہدایۃ الحیاری سے پیش ہیں:

۱۔ "یہود وہ قوم ہے جو اللہ کی مغضوب ومعتوب ہے، جھوٹی، بہتان باز غدار ومکار اور حیلہ ساز، سود ورشوت خور، انبیاء کی قاتل، اقوام عالم میں سب سے زیادہ خبیث طینت اور نجس طبیعت، رحمت سے دور نقمت سے قریب، بغض وعداوت اس کی عادت، کینہ کپٹ اس کا دین، جادو اور دروغ وحیلہ اس کی رگ رگ میں بسا ہوا، اس کے پاس اپنے کفر وتکذیب انبیاء کے مخالفین کا احترام نہیں، کسی مومن کے عہد وذمہ کا لحاظ نہیں، خود اپنے موافقین کا کوئی حق نہیں، اپنے شریک کاروں کے ساتھ بھی عدل وانصاف نہیں، وہ اپنے ملنے جلنے والوں کو امن واطمینان سے نہیں رہنے دیتے، اپنے مالکوں اور دلیوں کے حق میں بھی خیر خواہ نہیں ہوتے، بلکہ ان میں عقلمند وہ سمجھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ خبیث ہو اور ماہر اسے جانا جاتا ہے جو سب سے بڑا دھوکہ باز ہو اور پاک

باز ایک تو ان میں ہرگز نہیں مل سکتا اور اگر کوئی پایا جائے تو وہ اصلی یہودی نہیں ہو سکتا۔

ساری خلقت سے زیادہ تنگ دل، تاریکیوں کے عادی، بدبو کے شائق، برائیوں کے دلدادہ، لعنت ان کا سلام، بدشگونی ان کی ملاقات، اللہ کا قہر و غضب ان کا اوڑھنا بچھونا۔ (۲۷)

۲۔" یہ مغضوب علیہ امت اپنی پرانی انبیاء دشمنی اور اولیاء و شرفاء سے عداوت میں معروف ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی موسیٰ علیہ السلام کی ایذاء رسانی کی خبر دی ہے اور ان کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا ہے۔

فرمان باری ہے:

یا ایھا الذین آمنوا لا تکونوا کالذین آذوا موسیٰ فبرأہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا۔ (احزاب/ ۶۹)

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے قول سے موسیٰ علیہ السلام کو بری کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک محبوب تھے۔

یہ تو موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں ان کا کردار تھا، ان کی وفات کے بعد انہوں نے کیا کیا؟ حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام اور اسی طرح انبیاء کرام کی ایک بڑی تعداد کو قتل کیا حتیٰ کہ ایک روز ستر نبیوں کو قتل کر کے دن کے آخری پہر میں اپنی منڈیاں سجا دیں اور خرید و فروخت میں مشغول ہو گئے گویا انھوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور پھانسی دینے پر متفق ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور ان کی دست درازیوں سے محفوظ رکھا دوسرے کو ہم شکل بنا دیا جسے انھوں نے قتل کر دیا اور پھانسی دے دی،

بارہا انہوں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی لیکن اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا رہا۔

جن کی حالت ہو ان کے لئے ایمان کے بجائے کفر اور رشد و ہدایت کے بجائے شرک و ضلالت اختیار کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ (ص۲۷)

یہود کے بارے میں اسلام کا موقف

یہود کے بارے میں اسلام کا موقف کیا ہے اور ایک مسلمان کو ان کی موافقت کرنی چاہیئے یا مخالفت؟ ان سے دوستی رکھنی چاہیئے یا دشمنی؟ اس کے متعلق قرآن مجید میں بہت ساری آیات ہیں ہم صرف چند آیات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولن ترضیٰ عنک الیہود ولا النصاریٰ حتیٰ تتبع ملتہم قل ان ہدی اللہ ہو الہدیٰ ولئن اتبعت اھوآءھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر (بقرۃ/۱۲۰)

یعنی تم سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ ان کے ملت کی اتباع کرنے لگو۔ کہہ دیجیئے کہ اللہ کی راہ ہی سچی راہ ہے اور اگر آپ علم آجانے کے بعد ان کی خواہشوں پر چلیں گے تو اللہ سے آپ کا حمایتی اور بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

مزید فرمایا ہے: یاایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم ان اللہ لایہدی القوم الظالمین۔ (مائدہ/۵۱)

یعنی اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ (تمہارے خلاف) ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں کا ہے (اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا) اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

مزید فرمایا ہے: یاایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوًا ولعبا من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مومنین (مائدہ/۵۷)

یعنی اے ایمان والو! جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنایا یعنی اگلی کتاب والے اور کافران کو دوست مت بناؤ اور اگر تم میں ایمان ہے تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

ذرا غور کیجئے کہ یہ آیات کفار اور اہل کتاب کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے منع کرنے میں کتنی سخت ہیں!

مزید فرمایا: الم تر الی الذین تولوا قوما غضب اللّٰہ علیھم ما ھم منکم ولا منھم ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون (المجادلہ/۱۴)

اے نبیؐ کیا آپ نے ان لوگوں (یعنی منافقوں) کو نہیں دیکھا جو ایسی قوم سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا، ایسے لوگ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے اور جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسم کھاتے ہیں۔

جس قوم پر غضب نازل ہوا وہ یہود ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الیھود مغضوب علیھم والنصاریٰ ضلال (ترمذی ۵/۱۸۷)

علامہ ابن تیمیہؒ کی ایک مستقل کتاب ہے جس کا عنوان ہے" اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم" اپنے موضوع پر بڑی لاجواب ہے ہر طالب علم کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔ اس میں دو اقتباس پیش ہیں:-

① ـــ دل جتنا ہی زندگی سے بھرپور اور حقیقی اسلام سے آشنا ہوگا۔ محض رسمی اور تقلیدی طور پر اظہار اسلام میری مراد نہیں ـ یہود و نصاریٰ کی ظاہر و باطن ہر طور سے مخالفت کا احساس اتنا ہی شدید اور بعض مسلمانوں میں موجود یہود و نصاریٰ کے اخلاق سے دوری اتنی ہی زیادہ ہوگی۔" (ص۱۲)

② ـ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے لا یزال الدین ظاھرا ما عجل الناس الفطر لأن الیھود والنصاریٰ یؤخرون۔ (اخرجہ ابوداؤد وحسنہ الالبانی فی صحیح الجامع الصغیر) یعنی دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔

یہ حدیث اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ افطار میں جلدی کرنے سے دین کو غالب

ہونے والا غلبہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی بنا پر ہے اور جب ان کی مخالفت دین کے ظہور و غلبہ کا سبب ہوئی ـــ اور یہ معلوم ہے کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ اللہ کا دین تمام ادیان پر غالب ہو ـــ تو پھر خود یہود و نصاریٰ کی مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک عظیم مقصد قرار پائے گی؛" (صلا)

خاتمہ: یہ چند گذارشات تھیں جو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کر دی گئی ہیں میری شدید خواہش کے باوجود کہ یہ گفتگو طویل نہ ہو کافی طویل ہوگئی جب کہ ابھی بعض مباحث تشنہ رہ گئے ہیں اور بہت ساری باتوں کو جو قابل مناقشہ ہوسکتی تھیں پس انداز کر دیا گیا ہے۔

میں ایک مبتدی طالب علم ہوں نیز نہایت ہی عجلت میں اس کو ترتیب دیا ہے اس میں زبان و بیان کی بہت سی خامیاں اور دیگر کوتاہیاں ہوں گی مگر میرا دل مطمئن ہے کہ میں نے اپنے دین و عقیدہ کے دفاع کا ایک فرض ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس محنت و مشقت کو میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور یہ اس دن میرے کام آئے جب کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، مولائے کریم ہمیں باطل سے محفوظ اور صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے، ہمیں دفاع حق کے تاب سخن دے، قبول حق کے لئے جرأت و ہمت اور غلطیوں سے رجوع کی توفیق نصیب کرے۔ (آمین) ●

بقیہ صلا کا

جانے پر کچھ کر کے دکھلانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ انشاء اللہ العزیز یہ تو کبھی ہونے کا نہیں ہے۔ وہ خود اپنے دین کا محافظ ہے۔ یہ صرف تمہارے امتحان کا وقت ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ تم جنگ شروع کر دو دنیا میں خونریزی اور فساد برپا کرو۔ نہیں؟ میرا اصلی مدعا یہ ہے کہ تم بھی اپنے اسلاف کیطرح اسلام کے پابند ہوجاؤ اسلامی حقوق کی پوری محافظت کرو۔ یہی تمہاری تیغ ہے یہی وہ آلہ ہے جس کی بدولت تمہارے آباء و اجداد دشمنوں پر فتحیاب ہوتے تھے۔ اگر تم تے بھی اس کی ویسی پابندی کی تو تمہارے لئے بھی وہی وقت موجود ہے۔ اب یہ امید کرتا ہوں کہ تم حتیٰ المقدور اس پر کاربند ہونے کی کوشش کروگے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۱
شمارہ نمبر ۹

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دھلی الھند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے، بی ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

ستمبر ۱۹۹۴ء مطابق محرم وصفر ۱۴۱۵ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی معاون مدیر:- افضل ندوی

زر تعاون

سالانہ:- چالیس روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد

پاکستان و بنگلہ دیش سے

سالانہ:- ایک سو روپے
بیرون ممالک سے ۲۰ر ڈالر امریکی

نیپال سے ہندستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت و ترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ - اسپاہ رسٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے ایس ایس پریس جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام" ۴۱۱۶، اے۔ چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی سے شائع کیا ہے۔

کاتب:۔ عبدالرحمان یوسف

نقشِ آغاز

مدیر

گذشتہ ماہ لندن میں مسلم اتحاد کے نام پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس کا سب سے زیادہ پرکشش پہلو مسلم ملکوں کے آٹھ ہزار مندوبین کی شرکت تھی جس نے کانفرنس کے رعب کو دوبالا کردیا تھا۔ اس کانفرنس کا اشتہار چونکہ بڑے پیمانہ پر ہوا تھا اس لئے مسلمانوں میں افراد سے لیکر جماعتوں تک نے اس کو امید افزا نظروں سے دیکھا اور اس سے نیک توقعات بھی وابستہ کریں۔

مگر مسلم اتحاد کانفرنس کن لوگوں نے بلائی تھی؟ اور ان کے بنیادی مقاصد کیا تھے؟ اگر یہ معلوم ہوجائے تو اتحاد اسلامی کی آڑ میں اس قسم کی کانفرنسوں سے کسی کو دھوکہ نہ لگے۔

اس کانفرنس کے خوشنما پروگرام کا ایک بنیادی مقصد ایک ایسی ریاست کی تشکیل ہے جس کی پارلیمنٹ میں تمام مسلم ملکوں کو ایک نمائندگی حاصل ہو۔ اور ایک امیر یا خلیفہ کی قیادت میں تمام مسلم ممالک کو متحد کیا جائے اس طرح مسلم ممالک کا اتحاد ایک عالمی سپر طاقت بن سکتا ہے۔

اس نیک مقصد کے حصول کے لئے کانفرنس نے ضروری سمجھا کہ عراق اور سعودی عرب کی حکومتوں کی تنقیص کی جائے چنانچہ اس نے دونوں حکومتوں کو ایک پلڑے میں رکھا اور اسے ڈکٹیٹر شپ سے تعبیر کیا۔ اس کانفرنس کے تعلق سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ کانفرنس لندن میں قائم شدہ ادارہ "مسلم پارلیمنٹ" کے زیر اہتمام بلائی گئی تھی "مسلم پارلیمنٹ" ایران کا پروردہ ادارہ ہے۔ اور یہ ادارہ پوری دنیا میں ایران جیسی اسلامی جمہوریت دیکھنا چاہتا ہے ایران کے اسلامی جمہوریت کا ہوّا پوری دنیا کو معلوم ہے۔

دراصل ایران کی سیاسی حکمت عملی نے کچھ تحریکوں اور مکاتیب فکر کے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنالیا ہے جس میں بریلی مکتب فکر کے لوگ قابل ذکر ہیں۔ ایران چاہتا ہے کہ کسی طرح مملکت سعودی عرب میں انقلاب اسلامی کے نام پر خانہ جنگی ہو اور وہاں کا نظام حکومت درہم برہم ہو دراصل اس کے پیچھے جو عوامل کارفرما ہیں وہ بھی کافی حد تک عوام الناس کو معلوم ہیں۔ ایران و عراق کی طویل جنگ میں سعودی عرب اور کویت کا اتحاد عرب کی سالمیت کے لیے گراں قدر مالی تعاون بہم پہونچانا ایران کے منصوبے کو تار تار کرنا تھا

جس کی وجہ سے ایران چاہتا ہے کہ کسی بھی ممکن شکل میں سعودی عرب کو نقصان پہونچائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے کئی بار منحوس اور ناپاک اقدامات کئے جس میں حرمین شریفین کے تقدس کی پامالی بھی ہے۔

دورِ حاضر میں مملکت سعودی عرب اسلام کا سب سے بڑا خادم اور سب سے زیادہ دین پسند اور جذبۂ توحید سے سرشار ملک ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی کی بیداری اس کی آبیاری اور اس کے تحفظ کے لئے اس مملکت کی جتنی قربانیاں ہیں وہ سب کی مجموعی قربانیوں پر بھاری ہیں۔ مسلمان اگر عصبیت کا چشمہ اتار پھینکیں اور مملکت سعودی عرب کو اس کی عظیم دینی و ملی خدمات کی وجہ سے اس کی مرکزیت کو تسلیم کریں تو عالم اسلام کے مسائل بڑی حد تک حل ہو سکتے ہیں کیونکہ اس حکومت پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و عنایت ہے مرکز اسلام یعنی حرمین شریفین کی تولیت کا شرف اسی کو حاصل ہے بڑی بڑی اسلامی تنظیمیں رفاہی و تعلیمی ادارے اسی کے پاس ہیں۔ اور ان سب کو عالمی حیثیت حاصل ہے۔ رہی بات عالمی سپر طاقت کی تو ——— اسلام دشمن عالمی سامراجی طاقتیں اس چیز کو نہیں برداشت کر سکتی ہیں کہ اسلامی ممالک ایک قوۃ بن کر ابھریں۔ لہذا ایک خلیفہ یا امیر کی قیادت میں عالم اسلام کا نظام چلانا فی الحال ناممکن نظر آرہا ہے۔ ہاں اگر کچھ ممکن ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ سعودی عرب کو عالم اسلام کا سیاسی مرکز تسلیم کر لیا جائے اور اس کی سیاسی حکمت عملی کو سمجھا جائے اور اس کو بروئے کار لایا جائے۔ دین و دنیا کی دولت سے مالا مال اور مستحکم ملک اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے ——— اسلامی قدروں کو پہچاننا اور اس کو بروئے کار لانا یہ کام خالص اسلام پسندوں اور توحید پرستوں کا ہے ان کا نہیں ہے جن کا فیصلہ اٹھ کر لندن چلا گیا ہو●

نوائے قرآن

مولانا عزیز الحق عمری

تفسیر سورۃ القلم

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ﴿٣١﴾ عَسَىٰ رَبُّنَا أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾

اور ہم نے ان (قریش) کو آزمایا ہے، جیسے باغداروں کو آزمایا جب انہوں نے قسم کھائی کہ اسے سویرا ہوتے ہی ضرور کاٹ لیں گے (۱۷) اور انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا (۱۸) تو تمہارے رب کی طرف سے اس پر ایک گردش آئی اور وہ سوئے ہوئے تھے (۱۹) اور وہ کٹا ہوا جیسا ہوگیا (۲۰) اور انہوں نے سویرے ایک دوسرے کو پکارا (۲۱) کہ اپنے کھیت پر چلو، اگر کاٹنا ہے (۲۲) اور وہ آپس میں دھیرے دھیرے بات کرتے چلے (۲۳) تاکہ اس دن اسمیں ان کے پاس کوئی مسکین نہ آئے (۲۴) اور سویرے سویرے فصل کاٹنے پر قادر ہوکر گئے (۲۵) اور اسے دیکھا تو کہا کہ ہم غلط راستے پر آگئے (۲۶) بلکہ ہم بدنصیب ہیں (۲۷) تو ان کے منجھلے نے کہا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ سبحان اللہ کیوں نہیں کہتے (۲۸) سب نے کہا کہ سبحان ربنا (ہمارا پروردگار پاک ہے) ہم ہی ظالم ہیں (۲۹) اور وہ ایک دوسرے کو آپس میں سرزنش کرنے لگے (۳۰) انہوں نے کہا کہ بیشک ہم حد سے بڑھ گئے تھے (۳۱) ہوسکتا ہے ہمارا رب اس کے بدلے ہمیں اس سے بہتر دے، بیشک ہم اپنے رب ہی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ ایسے ہی عذاب (آتا) ہے اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔ اگر وہ اس کا یقین رکھیں (۳۳)

اللہ رب العالمین نے ان آیات میں قریش کے لیے جو اسلام کی ہدایت اور نعمت کی تکذیب کے لیے افتراء پردازی پر اتر آئے تھے، ایک واقعہ پیش کیا ہے جو چند افراد کے ساتھ پیش آیا جنہوں نے اللہ کی ناشکری کی اور نعمت کے غرور میں ایسے بیخود ہوئے کہ انہوں نے جب اپنے پھلوں کو کاٹنے کے لیے سویرے جانے کا فیصلہ کیا تو انشاء اللہ بھی نہیں کہا اور اس پر بھی یہ نیت کر کے گیے کہ کوئی فقیر راستے میں ہمیں جاتے دیکھ کر ساتھ نہ ہو جائے ورنہ اسے بھی کچھ دینا پڑے گا یہ کوئی نعمت کی تکذیب نہ تھی بلکہ کنجوسی کی وجہ سے ان سے ایک لغزش ہوئی اور اس کی سزا ان کے سامنے یہ آئی کہ جب سویرے پہنچے تو پہلے تو انہیں یہ یقین نہیں ہوا کہ یہی ان کا کھیت ہے لیکن غور و تامل کے بعد انہیں یہ یقین ہو گیا کہ اپنا کھیت تو یہی ہے لیکن اب اپنی قسمت کو رونے لگے کیونکہ پوری فصل راتوں رات ایک گردش کی وجہ سے ایسے تباہ ہو چکی تھی کہ اول دہلہ میں انہیں یقین ہی نہیں ہوا کہ وہ انہیں کی زمین ہے اور اس وقت اس کے منجھلے بھائی کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ ہمارے انشاء اللہ نہ کہنے کی سزا ہے۔ میں نے فصل کاٹنے کے فیصلے کے وقت ہی انہیں سبحان اللہ کہنے کی تاکید کی تھی لیکن اسوقت انہیں نعمت کے زعم میں اس کا خیال نہیں آیا لیکن سب کچھ کھو دینے کے بعد یکایک اللہ کی طرف ان کا دھیان گیا اور اب انہوں نے اپنے ظلم کا اقرار کیا اور آپس میں ایک دوسرے کو سرزنش کرنے لگے اور پھر اس کی رحمت کے امیدوار بن گئے اور اپنے رب کی طرف مائل ہونے کا عہد و پیمان کر لیا۔ یہ تو دنیا کا عذاب تھا جو ایک ادنیٰ سی لغزش پر آیا اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی سخت ہے پھر قریش ہوں یا کوئی اور اگر وہ اپنے پروردگار کی ہدایت کی اہم نعمت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تکذیب کرتے ہوں یا ایمان رکھتے ہوئے دولت و ثروت کے غرور میں فقیروں کو اپنے مال سے دور رکھنا چاہتے ہوں، وہ اسی سے اپنے انجام کا اندازہ کریں۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ ہدایت ہے کہ آپ قریش کی تکذیب سے آزردہ خاطر ہو کر اپنی دعوت میں سست نہ ہوں ایسا نہ ہو کہ بتقاضائے بشریت آپ سے کوئی ایسی لغزش ہو جائے تو پھر اس کے لیے کچھ اہل ایمان کی لغزش کی عبرت آموز سزا کا واقعہ آپ کے سامنے ہے ●

نوائے حدیث

مذاق اڑانا ٹھیک نہیں

فضل اللہ سلفی

عن عبد اللہ زمعۃ قال نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یضحک الرجل مما یخرج من الانفس، وقال بما یضرب احدکم امرأتہ ضرب الفحل ثم لعلہ یعانقہا۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن زمعہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے منع فرمایا کہ آدمی ہنسے اس چیز سے جو نفس سے (دوسرے کی شرمگاہ سے نکلتی ہے) اور فرمایا کہ کوئی اپنی بیوی کو اونٹ کی طرح کیوں مارتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ بعد میں اسے گلے لگالے۔

اللہ کی ذات سب سے ارفع واعلیٰ اور بلند وبالا ہے، اس سے بڑھ کر کسی کی ذات نہیں۔ ساری عظمت وکبریائی اور بلندی وبڑائی اسی کے لیے لائق وسزاوار ہے۔ کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ بڑا بنے، خود کو ہی سب سے بڑا جانے اور اپنے علاوہ کسی کو کچھ نہیں سمجھے، بزعم خویش وہ یہ خیال نہ کرے کہ اس کے جیسا کوئی نہیں اور اس کے آگے کسی کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں۔ انسان جب انا کا مریض اور خودبینی وخود نمائی کا شکار ہوجاتا تو اس کے برے اثرات ونتائج مرتب ہونے لگتے۔ اللہ ایسے انسان کو ذلیل ورسوا تو کرتا ہی ہے، لوگوں کی نظر سے بھی وہ گر جاتا ہے، دوسروں کو کمتر اور اپنے کو ان سے بڑھ کر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو سب سے بہتر جان مان کر دوسروں کا مذاق اڑاتا ہے، انہیں گری نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ جس سے کبر وناز کی بو آتی ہے۔ کبر صرف اللہ کی شان ہے۔

ایک انسان کسی کو حقیر سمجھ کر ہی اس کا مذاق اڑاتا ہے، اس کا استہزا کرتا ہے اور اس کو اپنے تمسخر کا نشانہ بناتا ہے قرآن میں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کا استہزا کرنے اور اس کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے کہ: یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منہن۔ الیٰ آخر الآیۃ۔

یعنی اے مومنو! کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ اس گروہ کے لوگ مذاق اڑانے والے لوگوں سے بہتر ہوں، نہ عورتیں دوسری عورتوں کا استہزا کریں، ہوسکتا ہے کہ یہ عورتیں ان عورتوں سے بہتر ہوں۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ لوگوں کا مذاق اڑانے، انہیں حقیر سمجھنے اور ان کا استہزا کرنے سے منع فرما رہا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: الکبر بطر الحق وغمط الناس: (کبر نام ہے انکارِ حق اور لوگوں کو گری نظر سے دیکھنے کا) اس سے مراد لوگوں کو ہیچ اور کمتر جاننا ہے (تفسیر ابن کثیرج ۴ص ۹)

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: ہر مسلمان کا مال وجان اور اس کی عزت و آبرو (دوسرے مسلمان کے لیے) حرام ہے، آدمی کے شر اور برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ (ابوداؤد و جامع الترمذی) کسی کا استہزا کرنا اور اس کا مذاق اڑانا بھی دراصل اس کی تحقیر کرنا ہے، جو کسی کے ساتھ ایسا کرتا ہے، وہ گویا اس کو ہیچ و کمتر سمجھتا ہے اور اپنے کو اس سے بڑھ کر جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے اس بات تک سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی گوز کرے یا ہوا خارج ہو تو آدمی ہنسے۔ چوں کہ آدمی بطور تحقیر ہی کسی کا مذاق اڑاتا ہے اس کی حرکات و افعال پر بے وجہ ہنسنے لگتا ہے۔ اس لیے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی اپنی بیوی کو حقیر و کمتر سمجھ کر جانور کی طرح نہ مارے پیٹے۔ ہوسکتا ہے کہ بعد میں وہ اسے گلے لگالے، اس کے ساتھ محبت سے پیش آئے اور شوہر بیوی کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے وہ پھر استوار ہوجائے۔

زیر بحث حدیث مذکورہ کا خلاصہ یہی ہے کہ کوئی کسی کو ہیچ و کمتر سمجھ کر اس کا مذاق نہ اڑائے۔ اس سے کبر و نخوت کا مظاہرہ ہوتا ہے، سب اللہ کے بندے ہیں۔ سب ہی مٹی سے بنے ابن آدم ہیں اور کسی کو کسی پر کوئی تفوق و برتری حاصل نہیں، نیک، متقی اور پرہیزگار ہو تو کوئی بات نہیں۔

ہر کسی کی جان و مال نیز عزت و آبرو کا خیال رکھنا، اس کا احترام کرنا اور اس کی جان و مال نیز عزت و آبرو کو اپنی طرح سمجھنا ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اس کا احساس اگر پیدا ہوجائے تو پھر کوئی کسی کو حقیر و کمتر سمجھے اور نہ ہی اس کا مذاق اڑائے ●

قدرت کا عظیم عطیہ

مملکت سعودیہ عربیہ کی تعمیر و ترقی کے ۶۲ برس

دنیا کے نقشے پر ایک نظر ڈالئے تو اس وسط میں ایک قلب نما جزیرہ نظر آئے گا تقریباً تیس لاکھ مربع کلومیٹر رقبہ پر مشتمل یہ جزیرہ نما تین براعظموں ایشیا افریقہ اور یورپ کے نقطۂ اتصال پر واقع ہے۔ یہ خطہ جس کے تقریباً ۸۰ فی صد رقبہ پر مملکت سعودی عربیہ واقع ہے۔ نہ صرف یہ کہ جغرافیائی اعتبار سے مرکزیت رکھتا ہے۔ بلکہ اس خطہ کو ایک لاثانی و تاریخی عظمت اور احترام بھی حاصل ہے اسی خطۂ ارض پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ واقع ہوئے ہیں مسلمانوں کے یہ مقدس اور محترم ترین مقامات اس عظیم الشان تاریخ مرکزی اسٹیج رہے ہیں جس نے دنیا میں ایک بے مثل انقلاب برپا کیا۔

ہادی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ارض مقدس سے اسلام کی جانب مراجعت کا پیغام دیا اور اس کے لئے جد وجہد فرمائی۔ اسی ارض پاک پر قرآن حکیم نازل ہوا، اور اسی پر وہ محترم کعبہ واقع ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کا مرکز ہے، جس کی طرف ہر سال دنیا بھر سے لاکھوں بندگان خدا حج وزیارت کے لئے آتے ہیں اور پورے سال زیارت وعمرہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور کروڑوں حامیان اسلام اسی کی طرف رخ کر کے نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں اور اسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ و اولین مسجد اسلام مسجد نبوی واقع ہے۔ مسلمان ان مقامات سے بے پناہ عقیدت و احترام کا رشتہ رکھتے ہیں۔ یہ دونوں مقامات مقدسہ مملکت سعودی عربیہ میں ہیں اور سعودی عرب کے شاہ کو ہی ان کی نگرانی و حفاظت کا شرف حاصل ہے۔ اس لئے پوری دنیا کے مسلمان والی حرمین شریفین سے بھی عقیدت و محبت کا رشتہ رکھتے ہیں۔ اسی مملکت کے شمال میں اردن، عراق اور کویت میں مشرقی سرحد پر خلیج عرب، بحرین، قطر اور متحدہ عرب

امارات واقع ہیں۔ جنوب میں سلطنت عمان اور یمن کی سرزمین ہے اور مغرب میں بحیرۂ احمر واقع ہے۔

مملکت سعودی عربیہ کو صرف جغرافیائی اور دینی مرکزیت ہی حاصل نہیں ہے بلکہ دور قدیم سے اس خطہ کو عالمی سیاست معاشرت ومعیشت کے معاملات میں بھی مرکزی اہمیت حاصل رہی ہے۔ ۱۴۰۰ سو برس پہلے اس خطے سے اسلام کا جو انقلاب اٹھا تھا اس نے پوری دنیا کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کو جس قدر متاثر کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس خطہ کو اللہ تعالیٰ نے سیال سونے یعنی تیل کی دولت سے مالا مال کیا ہے جو آج کے انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ بلکہ معشیت کے اتار چڑھاؤ میں جس کی فراہمی اور عدم فراہمی نہ صرف ایک کلیدی رول ادا کرتی ہے۔ بلکہ حیات وموت کا پیغام دیتی ہے۔

قیام اس مملکت کا قیام ۱۹۲۳ء میں ۲۳ ستمبر کے دن اس کے فرماں رواشاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن السعود کے ذریعہ عمل میں آیا اسی تاریخ کو انہوں نے ایک شاہی فرمان جاری کرکے اپنے زیرنگیں خطے کو مملکت سعودی عربیہ کے نام سے موسوم کیا۔ اور اسی تعلق سے ہر سال ۲۳ ستمبر کو مملکت سعودی عربیہ کا قومی دن منایا جاتا ہے۔

شاہی نظام اس مملکت میں اگرچہ خاندانی اور شاہی حکمرانی ہے لیکن یہ شاہی حکمرانی مطلق العنان اور بے لگام نہیں ہے بلکہ یہ حکمرانی آئینی ہے جس کی بنیاد قرآن اور سنت پر قائم ہے اور جس میں عدلیہ کو بے مثل بالادستی حاصل ہے۔ انصاف کا نظام سہل سریع اور کم خروج ہے۔ نظام حکمرانی انتہائی چست ہے۔ جرائم کی سزا کا نظام اس قدر سخت، بے لچک اور سزائیں عبرتناک ہیں کہ جرم کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جرائم کے واقعات کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔

نظام حکمرانی۔ آئین ملک کے بنیادی نظام حکمرانی کا تعین ایک تحریری آئین کی شکل میں موجود ہے۔ جو شاہ فہد کے اس فرمان پر مشتمل ہے جو کیم مارچ ۱۹۹۲ء کو جاری کیا گیا۔ اس فرمان میں نظام حکمرانی کے بنیادی خدوخال واضح کردیئے گئے ہیں۔

شہریوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دے دی گئی ہے۔ یہ آئین حقوق اور فرائض کے متوازن اصول پر قائم ہے اور کسی شہری کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ ایسی بے محابا آزادی کا استعمال کرے جس سے دوسروں کے حقوق پامال ہوتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قوانین پر سختی سے عمل کرایا جاتا ہے۔ اور خلاف ورزی کی سخت سزا دی جاتی ہے

شورائی نظام اس فرمان کے تحت ملک میں ایک شورائی نظام بھی قائم کیا گیا ہے جس کی مجلس شوریٰ ساٹھ ارکان اور ایک اسپیکر پر مشتمل ہے۔ اس کے ارکان کو ملک کے ذی علم، تجربہ کار، ماہر شخصیات میں سے شاہ نامزد کرتے ہیں۔ اس شوریٰ کو قانون کی تشریح کرنے کا غیر معمولی اختیار حاصل ہے یہ ریاست کی تمام بنیادی پالیسیوں، اقتصادی منصوبوں، اصول وضابط، بین الاقوامی معاہدوں، مختلف وزارتوں کی سالانہ رپوٹوں، بجٹ اور ان تمام امور پر غور و بحث کر کے اپنی رائے دیتی ہے۔ جن کو وزیراعظم اس کونسل کے حوالے کرتے ہیں اس کی تمام سفارشات اور رپورٹیں وزارتی کونسل (کابینہ) کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ اگر کابینہ اور شوریٰ کی رائے میں اختلاف ہو تو پھر معاملہ شاہ کے صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

انتظامیہ موثر انتظامیہ کے لئے پورے ملک کو ۱۴ صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر ایک صوبے کو آبادی اور رقبہ کے پیش نظر مختلف خطوں اور ضلعوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ شاہی فرمان کے ذریعہ ہر ایک صوبے کے لئے گورنر اور نائب گورنر مقرر کئے جاتے ہیں جو وزیر کے ہم مرتبہ اور وزیر داخلہ کو جوابدہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک انتظامی صوبے کا ایک صدر مقام ہوتا ہے جہاں گورنر رہتا ہے۔ اور ہر صوبے کی ایک صوبائی کونسل ہوتی ہے جو گورنر کے لئے مجلس شوریٰ کے فرائض انجام دیتی ہے۔

اقتصادی نظام معاشرے کی منصوبہ بند ترقی کے لئے ۱۹۷۰ء سے پانچ سالہ منصوبوں کا نظام اختیار کیا گیا ہے ۱۹۹۰ء تک چار پانچ سالہ منصوبے پورے ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت پانچواں منصوبہ جاری ہے، جو ۱۹۹۵ء میں پورا ہوگا۔ جہاں پہلے منصوبے میں کل ملا کر ۷۸ ارب سعودی ریال خرچ ہوتے تھے۔ وہاں رواں منصوبے کے لئے ۴ کھرب ۹۸ ارب سعودی ریال مختص کئے گئے ہیں۔

تعلیمی نظام سعودی حکمرانوں نے ملک میں اسلامی دینی علوم کے شانہ بشانہ اعلیٰ سائنسی اور عصری علوم کی تعلیم کا نہایت عمدہ نظام قائم کیا ہے اس شعبہ پر ۱۹۵۳ء میں اس وقت سے خصوصی توجہ دی جانے لگی ہے جب موجودہ فرماں روا ملک فہد ابن عبدالعزیز کو ملک کا وزیر تعلیم مقرر کیا گیا۔ تعلیم پر حکومت کی خصوصی توجہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۷۵ء کی دہائی میں ہر تیسرے دن ملک میں ایک نیا اسکول قائم ہو جاتا تھا ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۵ء کے دوران میں یہ رفتار بڑھکر ہر دن ایک اسکول اور رواں دہائی میں ہر دو دن میں تین اسکولوں تک پہونچ گئی ہے۔ ان اسکولوں کے لئے لائق اساتذہ فراہم کرنے کے لئے ٹیچرس کی تربیت کا بھی باضابطہ نظم کیا گیا ہے، نابینا، بہرے اور ذہنی طور سے کمزور اور معذور بچوں کی تعلیم کا جو خصوصی بندوبست کیا گیا ہے۔ ملک سے ناخواندگی ختم کرنے کے لئے تعلیم بالغان کے مراکز بھی قائم کئے گئے ہیں۔ سردست مردوں کے لئے تعلیم بالغان کے ۱۴سو سے زیادہ مراکز ہیں جن میں طلبہ کی تعداد ۷۵ ہزار کے قریب ہے۔ خواتین کے لئے ان مراکز کی تعداد قدرے زیادہ ہے اور اس سے استفادہ کرنے والی خواتین کی تعداد بھی مردوں سے زیادہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک میں خواتین کی تعلیم کو بھی کم اہمیت نہیں دی گئی ہے۔

۱۹۷۰ء میں لڑکیوں کے لئے پہلا کالج ریاض میں قائم کیا گیا تھا اس وقت سے اب تک مختلف شہروں میں لڑکیوں کے ۱۱ کالج قائم کئے جا چکے ہیں۔ ان کالجوں میں لڑکیوں کو نہ صرف یہ کہ اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔ بلکہ امور خانہ داری............... کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔

ملک میں ۱۹۵۷ء میں پہلی یونیورسٹی قائم کی گئی جس کا نام شاہ سعود یونیورسٹی ہے۔ اس میں میڈیکل کالج سمیت ۱۸ کالج ہیں میڈیکل کالج سے ۸۷۰ بستروں والے ملک خالد اسپتال اور ملک عبدالعزیز اسپتال کے علاوہ متعدد ریسرچ سنٹر بھی منسلک ہیں۔ میڈیکل کالج میں ۳۰ ہزار سے زیادہ طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔

اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ (قائم شدہ ۱۹۶۱ء) میں قرآن و حدیث فقہ اور قانون کی اعلیٰ تعلیم کا نظم ہے جب کہ ملک فہد یونیورسٹی ظہران پٹرولیم اور معدنیات کی تعلیم کے لئے مخصوص ہے کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی ریاض میں طب و سائنس، مدنی علوم، انجینئرنگ، ارضیات، زراعت

وغیرہ کی اعلیٰ تعلیم کے لئے مخصوص تحقیقاتی مراکز ہیں۔ دینی امور اور عربی کی ایک دوسری بڑی یونیورسٹی امام محمد ابن سعود اسلامک یونیورسٹی ریاض ہے۔ اس یونیورسٹی کے ساتھ عدالتی انسٹی ٹیوٹ بھی ہے۔ جس میں نظام عدل کی ماہرانہ تعلیم دی جاتی مشرقی خطہ میں شاہ فیصل یونیورسٹی ہے ملک کی ساتویں یونیورسٹی کا نام "ام القریٰ" یونیورسٹی ہے۔ یہ تمام یونیورسٹیاں وسیع وعریض رقبوں پر قائم ہیں اور یہاں قیام و تعلیم کی جدید ترین سہولتیں اور نظام مہیا کرائے گئے ہیں۔ ۱۹۸۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ملک کے تمام اسکول، کالجوں (بشمول یونیورسٹی) طلبہ و طالبات کی تعداد ۲۹ لاکھ سے زیادہ تھی۔ جب کہ ملک کی کل آبادی ۱۶ کروڑ کے قریب تھی۔ ملک بھر میں تکنیکی تعلیم کے بھی ۸۴ مراکز سرگرم عمل ہیں جن میں زیر تربیت نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد ۳۱ ہزار سے زیادہ ہے۔

کھیل کود نوجوان میں کھیل کود کے فروغ کے لئے ایک علاحدہ شعبہ ہے جس کے تحت نہایت شاندار وسیع وعریض اور جدید ترین سہولتوں سے لیس کھیل کے لئے تربیتی مراکز اور اسٹیڈیم قائم کئے گئے ہیں اور جن کا سلسلہ جاری ہے ملک بھر میں ۱۵۰ سے زیادہ اسپورٹس کلب ہیں جن کے ممبران کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔

حفظانِ صحت عوام کی صحت کی نگرانی اور علاج معالجہ پر خصوصی توجہ دی گئی ہے معالجہ کے لئے ملک بھر میں سرکاری اور غیر سرکاری اسپتالوں کی تعداد سو اور سو سے زائد ہے جن کے بستروں کی کل تعداد ۳۳ ہزار کے قریب ہے۔ علاوہ ازیں ۱۷ سو صحت نگرانی مراکز اور ۲۳ ہیلتھ انسٹی ٹیوٹ ہیں۔ آبادی کے تناسب کے اعتبار سے ہر ایک ہزار نفوس پر اسپتالوں کے تین بستر، ہر ۴۶۰ نفوس پر ایک نرس، اور ہر ایک ۵۴۰ افراد پر ایک ڈاکٹر کی خدمات حاصل ہیں۔ چوتھے پانچ سالہ منصوبے کے دوران صحت خدمات کے لئے ۴۷۷۷ لاکھ ریال مختص کئے گئے ہیں۔ مزدور طبقہ کے لئے تعلیم و صحت اور رہائش پر بھی خاص طور سے توجہ دی جاتی ہے۔

زراعت سعودی عرب کی زمین مختلف اور متضاد نوعیت کی ہے۔ کہیں دور تک پھیلا ہوا ریگستانی ہے جس کی آب و تاب گرم و خشک ہے تو کہیں سخت پتھریلے علاقے اور پہاڑیاں ہیں۔ وادی طائف اور بعض دوسرے خطے نسبتاً کم گرم اور زرخیز ہیں۔ سعودی عرب میں روایتاً کھجور کے باغات

پائے جاتے ہیں۔ لیکن سعودی عرب میں جدید سائنسی..... طریقوں کو نہایت اہتمام کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے جس کی بدولت زراعت تیل کے بعد ملک کی معیشت کا سب سے اہم ذریعہ بن گئی ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکیلے گندم کی کل پیداوار ۳۸ لاکھ ٹن سالانہ سے زیادہ ہے جبکہ گندم کی کل کھپت ۹ ٹن سالانہ ہے۔ گویا ضرورت سے تقریباً سہ گنا زیادہ یہ فاضل اناج یا تو بیرون ممالک فروخت کیا جاتا ہے یا ضرورت مند ممالک کو انسانی ہمدردی میں امداد کے طور پر عطیہ میں دیا جاتا ہے۔ زراعت کے ساتھ مویشی پالن جنگلات اور چراگاہوں کا بھی فروغ ہوا ہے۔

کھجور کی شجرکاری میں سائنسی طریقوں کی بدولت ۵ لاکھ ٹن سے زیادہ کھجور پیدا ہوتی ہے۔ جس میں سے ۲۱ ہزار ٹن ہر سال عالمی غذائی پروگرام کے لئے عطیہ دی جاتی ہے۔

صنعتی ترقی ملک بھر میں نئی صنعتوں کا قیام عمل میں آیا ہے ۱۹۸۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق بڑے بڑے کارخانوں کی تعداد ۸ ہزار سے زیادہ پہونچ چکی تھی اور صنعتوں کی پیداواری صلاحیت کا ملک کی کل معیشت میں حصہ ۲۰ فیصد سے زیادہ تھا۔

اقتصادی نمو یہ تمام ترقیاتی کام اقتصادی ترقی اور نمو کے بغیر ممکن نہیں۔ سعودی عرب کی اقتصادی بنیاد قدرتاً نہایت مستحکم ہے۔ ملک میں تیل کی دولت کے علاوہ سونے اور دیگر معدنیات کے وافر ذخائر موجود ہیں۔

۱۹۳۲ء میں اپنے قیام سے اب تک کے تقریباً ساٹھ سال کی مدت میں سعودی حکمرانوں کی بیدار مغزی اور فہم و فراست کی بدولت اس ملک نے عالمی برادری میں ایک اہم مقام حاصل کر لیا ہے۔ حالیہ خلیجی جنگ سے یقیناً اس کو کچھ صدمہ پہونچا ہے جس پر قابو پا لیا گیا ہے۔ اور حرمین شریفین کے توسیعی منصوبوں سمیت ترقی اور تعمیر کی تمام جہات میں تیز رفتاری کے ساتھ فروغ کا عمل پوری شدت و قوت سے جاری ہے (بشکریہ قومی آواز ۲۳ ستمبر ۱۹۹۳ء)

قارئین نوائے اسلام سے اپیل

قارئین "نوائے اسلام" کو اطلاع دی جارہی ہے کہ "نوائے اسلام" کے اڈریس کی از سر نو ترتیب دی جارہی ہے جس قاری کا اڈریس ناقص ہو۔ دفتر نوائے اسلام" کو مطلع کریں تاکہ اس کمی کو پوری کی جاسکے ساتھ ہی ساتھ پن کوڈ لکھنا نہ بھولیں۔

دفتر نوائے اسلام۔

از:۔ مولانا عبدالرؤف رحمانی ناظم جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر (نیپال)

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے مجلہ شمارہ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ میں شیخ حسن عابدین صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے قرآن کریم کے ایک خاص قسم کے اعجاز کو اعداد و شمار کے آئینہ میں ظاہر کیا ہے۔ تمہید میں انھوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں یہ اعلان ببانگ دہل موجود ہے کہ اگر انسان اور جن تمام کے تمام جمع ہو جائیں اور چاہیں کہ قرآن کے مانند کوئی کلام بنالائیں تو اس کی طرح پیش نہیں کر سکتے۔ اگرچہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کتنی ہی کوشش کریں۔ (اسراء)

ایک جگہ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے اگر تم اس شک میں ہو کہ جو کچھ تم اپنے بندہ (محمدؐ) پر اتارا ہے وہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم قرآن کی ایک سورۃ ہی اس جیسی بنالاؤ اور جس قدر تم کو مددگار مل سکتے ہوں سب کو ہمراہ لے کر اس کے مانند سورۃ بناؤ اگر تم سچے ہو تو تم سب مل کر پیش کرو۔

یہ چیلنج ان عرب کے لیے تھا جو لغت قرآن اور لغت عربیہ کے خوب ماہر تھے۔ لیکن ان سے اس کا مقابلہ ممکن نہیں ہوا اس طرح یہ چیلنج قیامت تک کے لیے قائم ہے۔

آج اعداد و شمار کی روشنی میں جو اعجاز پیش کیا جا رہا ہے وہ دراصل ایک بڑے اسلامی مفکر استاذ عبدالرزاق نوفل کی تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس خدمت قرآن پر تمام مسلمانوں کے شکریہ کے ساتھ اجر جزیل عطا کرے۔

اس عددی اعجاز کے ظاہر ہونے پر معلوم ہوا کہ:۔

۱۔ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا ہرگز نہیں۔ یہ صرف اللہ کا کلام ہے

۲۔ دوسری بات یہ کہ قرآن کریم میں کبھی کسی دور میں تغیر و تبدل نہیں واقع ہوا ہے اس

کے نزول کے وقت سے لے کر آج تک کوئی تحریف اس میں داخل نہیں ہو سکی ورنہ یہ عددی اعجاز باقی نہ رہتا۔

۳۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ قرآن کریم قیامت تک کے لیے ایک مستقل معجزہ ہے۔

عددی اعجاز کا پہلا نمونہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے لیے لفظ قل کا استعمال ۳۳۲ مرتبہ کیا ہے جیسے ارشاد فرمایا قل ان الامر کلہ للّٰہ (ال عمران: ۱۵۴) یہ قل کی ایک مثال ہوئی۔

تو اللہ کی مخلوقات نے بھی یعنی ملائکہ جن و بشر نے بھی لفظ قول کا ۳۳۲ مرتبہ استعمال کیا ہے ایک بار نہ کم نہ زیادہ

زبان ملائکہ سے قول کے صادر ہونے کی ایک مثال:۔ قالوا أتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء (بقرہ: ۳۰)

اور انسان کی زبان سے صادر ہونے کی مثال (دنیوی زندگی میں) قالوا ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا (بقرہ: ۲۵۰)

اور انسان کی زبان سے (عالم آخرت میں) وقالوا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ (اعراف، ۴۳)

اور جن کی زبان سے صادر ہونے کی مثال قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا (سورہ جن: ۱)

الغرض جس طرح اللہ تعالیٰ نے لفظ قل قرآن شریف میں ۳۳۲ مرتبہ استعمال کیا ہے اسی طرح اس کی مخلوقات ملائکہ جن و بشر نے بھی ۳۳۲ مرتبہ لفظ قول کا استعمال کیا ہے جس کی ایک ایک مثالیں پیش کر دی گئی ہیں۔ یہ عجیب تناسب ایک اعجاز کہتا ہے۔

دوسرا نمونہ قرآن کریم میں اجمالاً ذکر فرمایا گیا ہے کہ آسمان سات ہیں تو پھر پورے قرآن میں آپ دیکھیں گے کہ سبع سموات کا قرآن کی مختلف سورتوں میں سے صرف سات سورتوں میں ذکر آیا ہے۔

۱۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے فسواھن سبع سمٰوٰت (آیت، ۲۹)

۲۔ سورہ مومنون میں فرمایا قل من رب السمٰوٰت السبع و رب العرش العظیم (آیت ۸۶)

۳۔ سورہ حم السجدہ میں فرمایا فقضاھن سبع سمٰوٰت فی یومین (آیت ۱۲)

۴۔ سورہ طلاق میں فرمایا اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت (آیت ۱۲)

۵۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا تسبح لہ السمٰوٰت السبع والارض ومن فیھن (آیت ۴۴)

۶۔ سورۃ الملک میں فرمایا الذی خلق سبع سمٰوٰت طباقا (آیت ۳)

۷۔ سورہ نوح میں فرمایا الم تروا کیف خلق اللہ سبع سمٰوٰت طباقا (آیت ۱۵)

پاک ہے اللہ کی ذات جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور اپنی کتاب عزیز میں سات مرتبہ اس کا تذکرہ فرمایا۔

تیسرا نمونہ رب العالمین نے فرمایا ہے ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا یعنی اللہ کے نزدیک مہینوں کا شمار ۱۲ ہے (توبہ) تو پورے قرآن کریم میں لفظ شہر کا استعمال ۱۲ مرتبہ آیا ہے اس طرح اس میں سال کے بارہ مہینوں کی طرف اشارہ ہوگیا۔

پس پاک ہے وہ ذات جس نے مہینوں کا شمار ۱۲ بتلایا تو ۱۲ مرتبہ لفظ شہر کا بھی تذکرہ فرمایا۔

چوتھا نمونہ ایمان اور آمنو کا ذکر قرآن کریم میں ۲۵ مرتبہ آیا ہے لفظ ایمان کا استعمال ۱۷ مرتبہ ہوا اس کی مثال بئس الاثم الفسوق بعد الایمان (۱۱) اور ۸ مرتبہ ایمان اور آمنو جمع ہوا ہے اس کی ایک مثال فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا (توبہ) الغرض ۲۵ مرتبہ اس کا استعمال ہوا ہے تو اس طرح لفظ کفر کا ۲۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے ۱۷ مرتبہ صرف لفظ کفر آیا ہے جیسے ارشاد ہوا۔ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر (ال عمران ۱۷۶) اور ۸ مرتبہ

قرآن کریم کے اس نص کے مطابق آتا ہے الاعراب اشد کفرا ونفاقا (توبہ ۹۷)
یعنی اس میں کفر کے ساتھ نفاق کا بھی ذکر ہے

پس پاک ہے وہ ذات جس نے ایمان کا ۲۵ بار ذکر کیا تو ۲۵ بار کفر کا بھی ذکر کیا ۔ البتہ ایمان و کفر کے دیگر مشتقات میں فرق ہے اس میں بھی ایک دوسرے گوشہ سے ایک دوسرا اعجاز ہے

پانچواں نمونہ لفظ ملائکہ (خیر کے نمائندہ) کا ذکر قرآن کریم میں ۶۸ مرتبہ ہوا ہے تو لفظ شیطان (شر کے نمائندہ) کا ذکر بھی ۶۸ مرتبہ آیا ہے ۔

لفظ دنیا کا ذکر ۱۱۵ مرتبہ آیا ہے تو لفظ آخرت کا بھی ذکر ۱۱۵ مرتبہ آیا ہے ۔

اسی طرح آدمی کی خلقت مٹی و منی دونوں طریقہ سے ہوئی ہے تو لفظ نطفہ کا ذکر ۱۲ مرتبہ ہے تو لفظ طین (مٹی) کا ذکر بھی ۱۲ مرتبہ ہوا ہے ۔

اسی طرح آدمی کے فعل و عمل پر اجرت ملتی ہے تو لفظ فعل کا ذکر ۱۰۸ مرتبہ ہوا ہے تو لفظ اجر کا ذکر بھی ۱۰۸ مرتبہ ہوا ہے یعنی جتنی بار عمل و فعل کا ذکر ہے اسی کے مقدار اجر و ثواب کا بھی ذکر ہے ۔

اسی طرح لفظ حساب کا ۲۹ مرتبہ ذکر ہے تو عدل و قسط کا بھی ۲۹ مرتبہ ذکر ہے ۔ یعنی یہ حساب پورے عدل و انصاف سے ہوگا ۔

اسی طرح لفظ قرآن اور اس کے مشتقات کا ذکر ۷۰ مرتبہ ہوا ہے اور لفظ وحی اور اس کے مشتقات کا ذکر بھی ۷۰ مرتبہ ہوا ہے اور لفظ اسلام اور اس کے مشتقات کا ذکر ۷۰ مرتبہ ہوا ہے ۔

اسی طرح شدائد اور اس پر صبر کا ذکر بھی مساوی ہے یعنی شدت اور اس کے مشتقات کا ذکر ۱۰۲ مرتبہ ہوا ہے تو صبر اور اس کے مشتقات کا ذکر بھی ۱۰۲ مرتبہ ہوا ہے ۔

چھٹا نمونہ بعض چیزیں بعض کے دوچند مذکور ہیں ۔
۱ــــ مثلاً لفظ رحمان کا ذکر صرف ۵۷ مرتبہ ہے اور لفظ رحیم کا ذکر ۱۱۴ مرتبہ ہے جو اس کے دوچند ہے ۔

۲ــــ لفظ ابرار کا ذکر لفظ فجار سے دوچند ہے ۔ فجار کا ذکر تین مرتبہ ہے اور ابرار کا

ذکر ۶ مرتبہ ہے۔ گویا اس میں اشارہ ہے کہ ابرار کو بہر حال فجار کے مقابلہ میں دوچند ہونا ہے۔
۳۔ اسی طرح لفظ مغفرت کا لفظ جزاء کے مقابلہ میں دوچند ہے۔ لفظ جزاء کا ذکر ۱۱۷ مرتبہ اور لفظ مغفرت کا ذکر ۲۳۴ مرتبہ ہے۔ اصل بدلہ کے مقابلہ میں بخشش کو زیادہ عام اور زیادہ وسیع دکھلایا گیا ہے۔

یہ اور اس طرح کی چند مثالیں جو بطور نمونہ استاذ کبیر عبدالرزاق نوفل نے اپنی کتاب "قرآن کریم کے عددی اعجاز" کے سلسلہ میں لکھی ہیں کہ یہ حسابی تناسب اور یہ عددی توازن جو مختلف گوشوں میں نظر آچکی ہیں ان تین حقیقتوں کو واضح کرتی ہیں جن کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ اول یہ کہ قرآن کریم کسی انسان کی تصنیف و تالیف نہیں ہو سکتا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اس قرآن کریم میں کسی طرح کا تغیر و تبدل لاحق نہیں ہوا اور نہ کوئی تحریف اس میں واقع ہو سکی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ قرآن کریم ہمیشہ کے لیے ایک مستقل معجزہ ہے۔ چودہ صدیاں گزر گئیں کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ اب قیامت تک بھی اس کا کوئی شخص مقابلہ و معاوضہ نہیں کر سکے گا۔

پھر اس کے عددی اعجاز کے علاوہ نہ معلوم کتنے اسرار و نکات اس میں پوشیدہ ہیں کہ اب تک کسی مخلوق کی نگاہ نہیں پہنچ سکی۔

بہت سی چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے تساوی و برابری ملحوظ رکھی اور بہت سے مقامات میں ایک کا دوسرے کے مقابلہ میں دوچند اور کہیں کہیں سہ چند ذکر کیا اس میں کیا اسرار و رموز ہیں؟ اور کیا مصالح و حکمتیں ہیں۔ ہماری نگاہیں ان حقائق تک نہیں پہنچ سکتیں۔

معاملہ صرف اس عددی اعجاز پر منحصر نہیں ہے اور بھی طرح سے قرآن کریم کی حکمت ظاہر ہوتی رہے گی، قرآن کریم میں غور و فکر کرنے والے اور تدبر سے پڑھنے والے ہمیشہ اس کی حکمتوں کو ظاہر کرتے رہیں گے۔

اسی طرح کا ایک عددی حساب اس سے پہلے کسی استاذ نے ظاہر کیا تھا جس میں ذکر تھا کہ تمام سورتوں کا ضرب ایک خاص عدد سے کٹ جاتا ہے اور یہی ان سورتوں کے

معجز ہونے کے لیے کافی ہے۔

کوئی سورۃ کئی کئی بار اس خاص عدد سے ضرب میں کٹ جاتی ہے اور کوئی کوئی سورۃ ایک دو بار مگر وہ ایک خاص عدد پر سورۃ پر ملحوظ ہے یہ عجیب نکتہ اور عجیب حکمت بہت تفصیل کے ساتھ عربی اخبارات کے علاوہ اخبار الجمعیۃ دہلی، اخبار دعوت دہلی کے عیدالفطر کے اڈیشن میں یکم شوال ۱۳۹۹ھ کے شمارہ میں شائع ہو چکی ہے۔ مجھ کو صحیح طور سے یاد نہیں آرہا ہے کہ وہ عدد ۱۹ کا ہے یا ۲۹ کا، اس عدد سے ساری سورتوں کی آیات کے نمبر کا ضرب نکل آتا ہے۔

قرآن کریم کی اس حکمت کا اظہار کرتے ہوئے فاضل محقق نے لکھا ہے کہ جا بجا قرآن کریم میں قوم لوط کا ذکر آیا ہے لیکن سورۃ ق میں " اخوان لوط " کا لفظ آیا ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ قوم لوط کے لفظ سے اس کا ضرب اس خاص عدد سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اخوان کے آجانے سے اس کے نمبرات پورے ہو جاتے ہیں۔

اور بھی اسی طرح کی کئی مثالیں اس شمارہ میں دی گئی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم خداوند کریم کا کلام ہے اور اس کے کلام میں ایک خاص نظام ہر جگہ موجود ہے اور اس کے عددی حساب سے پورا کلام الٰہی مربوط و مرتبط ہے فسبحانہ ما اعظم شانہ

——— بقیہ ص ۲۳ کا ———

ہماری خاندانی روایت ہے) کپڑے آپ کے پاس بہت ہیں ساڑیاں، اسکرٹس، چست پتلون، گھاگھرے بیل بوٹم، چڈیاں، غرارے، شرارے اور شلوار وغیرہ۔ اس لئے میں آپ کو ایک کالے برقعہ پر گوٹہ لگوا کر نکاح کے وقت پیش کروں گا۔ آج میری امی برقعہ کی شاپنگ کے لئے چاندنی چوک جارہی ہیں۔ چوڑیاں اور مہندی بھی لانے کو کہہ رہی تھیں۔ سینٹ کون سا استعمال کرتی ہیں لکھ کر بھیجئے اور میری اس پیش کش کو عزت کی نگاہ سے دیکھئے۔

ہاں ایک ضروری بات! سویڈن اور ڈنمارک وہ ممالک ہیں جہاں اسپیشل کلبوں میں عورتوں کو گھوڑوں اور کتوں کے ساتھ جنسی فعل کے لئے ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اس کی بلیو فلمیں بنائی جاتی ہیں اور دنیا میں فروخت کی جاتی ہیں۔ آپ کا وہاں ہجرت کرنا بہت خوب لیکن مبارک کہہ نہیں سکتا میرا دل کانپ جاتا ہے۔ خیر اندیش

——— اشرف

مزاحیہ

کچھ دنوں پہلے تسلیمہ نسرین کے لئے ان کے حامیوں کو ایک عدد دولہا کی تلاش تھی انگریزی اخبارات میں شرائط بھی شائع ہوئیں۔ میں بے چینی سے انتظار کرتا رہا کہ دیکھئے کون پہلوان اس میدان کارزار میں اترنے کی جسارت کرتا ہے۔ فنڈامنلسٹ مولویوں میں سے کون خوش قسمت اپنے سر سہرا بندھوانے کی ہمت کرتا ہے لیکن افسوس، یادش بخیر بیگن اور کریلے کی سبزیاں کھا کر وہ سب کے سب بستر کی زینت بن گئے!

میں بھی اپنی خوبیوں اور صلاحیتوں کو ناپتا، تولتا رہا۔ اپنی قابلیت، تجربہ، عمر، روشن خیالی اور ظاہر و باطن کے حدود اربعہ کی پیمائش کرتا رہا۔ اب دنیا کو بتانے میں خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ صرف میں ہی تسلیمہ نسرین کا دولہا بننے کی صلاحیت رکھتا ہوں اور ان کے خیالات و افکار کے مطابق ان کو خوشیاں دے سکتا ہوں۔ مجھے ان کی ساری شرائط منظور ہیں۔ اور تسلیمہ نسرین کو اپنی قبولیت کا خط بھیج رہا ہوں:۔

مائی ڈیئر تسلیمہ نسرین!

ڈھیروں دعائیں

۱۹ اگست ۹۴ عیسوی کے انگریزی اخبارات میں آپ کی تصویر دیکھی۔ آپ کی ساڑی کا پلو سویڈن کے ایک سیکورٹی آفیسر کے ہاتھ میں دیکھتے ہوئے اپنی قسمت پر ماتم کرنے لگا۔ آپ کی عالمی شہرت قابل رشک ہے آپ کے والدین بھی آپ کی کامیابی پر شاداں و فرحاں ہوں گے۔ سویڈن ہجرت کر جانے پر مسرور ہوں گے سویڈن میں کرٹ ٹوکوسکی انعام پانے پر مطمئن ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب عقل، دانش ور، روشن خیال، عالی ظرف اور سوجھ بوجھ رکھنے والا آپ کی کامیابی اور عالمی اعزاز پر خوش ہے۔ مبارکباد کا پیغام بھیج رہا ہے۔ میں بھی مبارکباد دینے والوں کی صف میں شامل ہوں۔ آج صبح ٹیلی ویژن پر انعام لیتے

وقت آپ کی تقریر سنی ۔ بڑی فصاحت تھی آپ کی زبان میں ۔ قیامت کی شوخی تھی آپ کی آنکھوں میں غضب کا تبسم تھا آپ کے ہونٹوں پر میں آپ کو ٹیلی ویژن پر دیکھتا رہا ۔ میرے چودہ عدد بچے بھی آپ کو انعام لیتے ہوئے دیکھتے رہے میری تین عدد بیویاں بھی آپ کی قسمت پر رشک کرتی رہیں ۔ چونکہ گھر میں اللہ کی رحمت یعنی بچے زیادہ ہیں اور ہر سال ماشاء اللہ سے تین عدد کا اضافہ ہو رہا ہے ۔ (چپکے سے یہ بھی بتاتا چلوں کہ سال کے آخیر تک مزید دو عدد اشرف المخلوقات کی آمد آمد ہے) لہٰذا بچے تعداد میں ماؤں کی کمی کا احساس کر رہے ہیں ۔ میرا ایک سنجیدہ بچہ توتلی زبان میں اپنی ماں سے جھگڑ رہا ہے :
" آپ ٹافیاں نہیں دیتی ہیں ۔ مجھے ان جیسی ماں چاہیئے ۔" (اور وہ ٹیلی ویژن پر آپ کی طرف اشارہ کر رہا ہے) ۔ میرے دوسرے بچے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں ۔ اگر میں نے ووٹنگ کرائی ہوتی تو یقیناً تینوں بیویوں نے بھی میرے حق میں فیصلہ کیا ہوتا ۔ انہیں معلوم ہے کہ آپ کو ایک عدد محافظ کی ضرورت ہے جو فنڈامنلسٹ مولویوں سے بچا سکے اور یہ صلاحیت میرے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ۔ میں آزاد ہندوستان کا ایک معزز شہری ہوں جہاں جمہوری نظام رائج ہے ۔ جہاں حکومت کی تبدیلی کے لئے اکثریت کی حمایت ضروری ہے ۔ میں بھی جمہوریت پر پختہ یقین رکھتا ہوں اور مادر علمی درس گاہ مسلم یونیورسٹی میں اس کا سبق سکھایا گیا ہوں ۔ خیالات و افکار میں آزادی کا درس دیا گیا ہوں ۔ اس لئے بچوں اور تینوں بیویوں کی خواہشات کا احترام جمہوریت کا احترام سمجھتا ہوں آپ بھی جمہوریت کی قدر دان ہیں، بچوں سے محبت کرتی ہیں ۔ عورتوں کو خوش دیکھنا چاہتی ہیں ۔ میرے بچے ایک نئی ماں کیلئے بلک رہے ہیں ۔ ان کی دلداری کیجئے ۔ اور اپنے خیالات کے مطابق ان کی تربیت کیجئے ۔

مائی ڈیر تسلیمہ نسرین ! میرے اور آپ کے درمیان بڑی مماثلت اور یکسانیت ہے ۔ آپ بھی آزاد پسند ہیں میں بھی آزاد پسند ہوں ۔ آپ بھی جمہوریت کی قدر داں ہیں، میں بھی اسے سراہتا ہوں ۔ آپ مولویوں کو فنڈامنلسٹ کہتی ہیں، میں بھی انہیں برا بھلا کہتا ہوں ۔ آپ ڈاکٹر ہیں میں بھی ڈاکٹر ہوں ۔ زمانہ نے آپ کو ادیبہ بنا دیا ہے مجھے بھی حالات نے ادیب بنا دیا ہے ۔ آپکو چاول و مچھلی پسند ہے مجھے بھی یہی غذا مرغوب ہے ۔ آپ عورتوں کو بازاروں اور دفتروں میں مردوں کے دوش بدوش دیکھنا چاہتی ہیں ۔ میں بھی عورتوں کو رکشا چلاتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں بجلی کے کھمبوں پر وائرنگ کرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں ۔ انہیں لکڑی کے تختے چیرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں ۔ آپ ایسی

سوسائٹی کو ناپسند کرتی ہیں جہاں مردوں کی حاکمیت ہو۔ میں بھی ایسی سوسائٹی کو ناپسند کرتا ہوں۔ جہاں عورتوں پر حکومت کی جاتی ہو۔ آپ ان مردوں سے نفرت کرتی ہیں جو سبزیاں نہ کاٹتا ہو، پیاز نہ چھیلتا ہو، بیوی کے کپڑے نہ دھوتا ہو۔ میں بھی ایسے احمقوں کو ناپسند کرتا ہوں جو بیوی کی مالش نہ کرتا ہو، سر میں تیل نہ لگاتا ہو اور جوئیں نہ نکالتا ہو۔ میری یہ خوبی بھی ہے کہ صبح تینوں بیویوں کی خدمت میں حاضری دے کر کہتا ہوں: "السلام علیکم"! "بیگم آنکھیں کھولو! غلام حاضر ہے"۔ میں صبح سارے بچوں کو منہ دھلاتا ہوں۔ ناک صاف کرتا ہوں۔ بیویوں کے ناشتہ تیار کرتا ہوں کپڑے دھوتا ہوں۔ رات کو تینوں کی مالش کرتا ہوں۔ جب وہ حکم دیتی ہیں تبھی سوتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ! آئندہ بھی مجھے ایسے ہی فرماں بردار، اطاعت گذار اور وفا شعار شوہر بنے رہنے کی توفیق عطا فرما اور جنت میں ان کی خدمت کرنے کا مزید موقع دے۔

مائی ڈیئرسٹ تسلیمہ نسرین! میری کچھ اور بھی خوبیاں ہیں جو عام طور پر دوسرے مردوں میں نہیں پائی جاتیں کچھ اور بھی تفصیلات ہیں جو آپ کی پسند سے مطابقت رکھتی ہیں۔ مثلاً میں پینتیس ۳۵ سال کا نوجوان ہوں قد پانچ فٹ دس انچ، رنگ گورا، صحت قابل تعریف، سینہ چوڑا چکلا، بازو بھرے بھرے، جسم سڈول، پیشانی چوڑی، آنکھیں بڑی بڑی، ناک ستواں، بال خوب سیاہ۔ جسمانی قوت۔ سبحان اللہ! مخصوص مولویوں کی طرح پان نہیں کھاتا۔ سگریٹ و بیڑی سے نفرت کرتا ہوں۔ شیروانی نہ پہنتا ہوں اور نہ پہننے والوں سے راہ و رسم رکھتا ہوں۔ کھانا کھا کر ڈکار نہیں لیتا۔ توند پر ہاتھ نہیں پھیرتا۔ مرغی کی ٹانگوں کے لئے جہاد نہیں کرتا۔ چائے کے لئے ضد نہیں کرتا۔ دن میں کم از کم تین بار نہاتا ہوں اس لئے پسینہ نہیں آتا۔ رنگوں میں ہلکا پیلا اور سفید پسند ہے روشن خیال ہوں۔ ثبوت یہ ہے کہ ماضی میں اپنی چھ بیویوں کو صرف اس لئے طلاق دے چکا ہوں کہ وہ جنون کی حد تک نماز ادا کرنے کی عادی تھیں۔ یہ بھی تحریر کردوں کہ میں بڑا اسمارٹ لگتا ہوں۔ کناٹ پلیس اور انڈیا گیٹ پر میری وجہ سے کئی حادثے ہو چکے ہیں حسیناؤں کی نظریں میری ہی طرف ہوا کرتی تھیں اس میں شادی شدہ و غیر شادی شدہ کی کوئی قید نہیں تھی۔ چنانچہ ان علاقوں میں جانے کیلئے مجھ پر پولیس نے پابندی لگادی ہے۔ میں سوٹ کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ ٹائی ضرور باندھتا ہوں۔ فیشن کے طور پر ہلکی سی داڑھی ہے۔ آپ حکم دیں

گی۔ تو اسے شہید کر دوں گا۔ فرش پر بیٹھ کر کھانے کو معیوب سمجھتا ہوں۔ ڈائننگ ٹیبل کا استعمال فرض سمجھتا ہوں۔ کھانے میں ہاتھ کا استعمال نہیں کرتا خواہ وہ کتنا ہی صاف کیوں نہ ہو۔ چھری کانٹے کا استعمال ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔

میری ماہانہ تنخواہ چھ عدد دوں میں ہے سیر و تفریح کے لئے تین عدد غیر ملکی گاڑیاں ہیں خاندانی کوٹھی ہیں پندرہ کمرے ہیں جس میں شاندار لان ہے۔ سوئمنگ پول بھی ہے۔ سب کچھ آپ کی شرائط کے مطابق ہیں۔ آپ کو میری خوبیاں پسند آئیں تو میری بیوی بن کر گنیز بک آف ریکارڈ میں نام درج کرائیں۔ آپ نہ صرف میری چہیتی ہوں گی بلکہ فنڈامنلسٹ مولویوں سے جہاد کرنے میں معاون ہوں گی۔ اگر آپ کو رشتہ منظور ہو تو جواب میں تحفۃً "پیلے رنگ کا گلاب بھیجئے۔ یاد رکھیئے کہ مجھے اپنی کتاب" لجّا" بھیج کر رشتہ کو نامنظور نہ کیجئے۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ وہ سلوک نہیں کروں گا جو یونانی تہذیب نے عورتوں کے ساتھ کیا تھا۔ نہ وہ برتاؤ کروں گا جو رومیوں نے عورتوں کے ساتھ کیا تھا۔ آریہ مردوں کی طرح نہ آپ کو وراثت سے محروم کر دوں گا اور نہ جوئے میں آپ کو داؤں پر لگاؤں گا۔ اپنی جنسی بھوک مٹانے کے لئے نہ ہی آپ کو "شکتی کی شراب" پلاؤں گا اور نہ ہی "وش کنیا" بننے دوں گا۔ آپ کو نہ حمورابیوں کی طرح بے زبان بناؤں گا اور نہ جاہلی دور کے عربوں کی طرح نفرت کی نگاہ سے دیکھوں گا، نہ قدیم یہودیوں کی طرح " لغزش آدم" اور "خمار گندم" کا خمیازہ آپ کو بھگتنے دوں گا۔ نہ ہی آپ کو شیطان کی سواری قرار دوں گا اور نہ وہ بچھو کہوں گا جو انسان کو ڈنک مارنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ میں قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ قدیم عیسائیوں کی طرح نہ آپ کو "شیطانی مخلوق" ازل کی گنہگار اور جنت سے اخراج کا ذمہ دار قرار دوں گا اور نہ آپ کو مکار جہنم کا دروازہ اور آفات بشری کا باعث قرار دوں گا۔ اور نہ ہی کم جہیز لانے کی صورت میں آپ کے پیارے جسم کو جلاؤں گا۔

__________ میں صدق دل سے یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ خاندانی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے آپ سے جہیز کی فرمائش نہیں کروں گا۔ عورتوں کیلئے مہر کی بڑی اہمیت ہے میں مہر میں آپ کو قرآن شریف حفظ کراؤں گا۔ اور اس کے معنی سمجھاؤں گا (یہ بھی

(بقیہ صفحہ ۳ پر)

اتحاد امت
وقت کا حساس ترین مسئلہ

مولانا عبد المجید اصلاحی

یوں تو عالم اسلامی جن حالات سے گذر رہا ہے ان کے اندر اس کے لئے اتحاد و اسلامی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے مگر ہندوستان کے مسلمان سیاسی، مذہبی اور سماجی اعتبار سے جس طرح شکنجوں میں آچکے ہیں ان کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے سارے اختلافات کو بالائے طاق رکھکر متحد اور باہم دیگر شیشہ پلائی دیوار کے مانند اتفاق اور یکجہتی کا ثبوت فراہم کریں۔

آزادئ ہند سے پیشتر ہند قوم کے دونوں پیر جکڑے ہوئے تھے۔ایک پیر میں غلامی اور محکومیت کی زنجیریں تھیں تو دوسرا پیر دین اسلامی کی تعلیمات اور اس کی عقائدی اور سماجی روایات کے بندھنوں سے محصور تھا۔ آزادی ملنے کے بعد ایک پیر تو آزاد ہو گیا مگر دوسرا پیر ہنوز آزاد نہیں ہوا۔ چنانچہ آزادی کے بعد ہی سے مسلم دشمنی کے عفریت نے شخصی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی انگڑائی لینا شروع کی۔ ہندوستان کے اندر صدیوں سے موجود اسلامی عقیدہ اور اسلامی تہذیب بہ حیثیت مجموعی ہندو قوم کو نفسانیت کی راہ چلنے اور اپنی من مانی کرنے کی راہ میں جو رکاوٹ بنتی رہی ہے اسے ہمیشہ کے لئے دور کر دینے کی خاطر ہندوستان کے صفحۂ ہستی سے مسلم قوم کو نیست و نابود کر دینا ضروری تھا۔ ابتداء میں ہندو زعماء نے سیکولرزم کا نعرہ دیا۔ اس نعرہ پہ مسلمانوں کے اندر جو قومی لیڈر تھے انہوں نے یقین بھی کی۔ مگر حالات نے جلد ہی ثابت کر دیا کہ یہ نعرہ مسلم قوم کو بہ حیثیت مجموعی غفلت کی نیند سلانے کے لئے تھا۔ خود نعرہ دینے والوں کے ذہنوں میں ہندوستان کا سیکولر کردار ہرگز نہ تھا۔ اگر یہ بات ہوتی تو معاف کریں سیکولر کردار کا علمبردار صرف اسلام ہے اس کا مزاج اور اس کی تاریخ سب اس حقیقت کے گواہ ہیں۔ عقیدۂ اسلامی سے آزاد ہو کر کوئی شخص یا کوئی جماعت سیکولرزم کی متحمل ہو ہی نہیں سکتی۔ سب کو جینے کا حق، سب کو انصاف سب کے لئے مذہبی آزادی سب کی عبادت گاہوں کا احترام۔ یہ صرف اسلام کے نظام حکومت کا طرۂ امتیاز ہے۔ اور کسی کا نہیں۔ لہٰذا ہم اس دعوےٰ میں حق

بجانب ہیں کہ ہندوستان کے اندر اسلام سے اعتقادی اختلاف رکھنے والوں کا نعرہ "سیکولرزم" ایک دھوکہ تھا جو مسلم قوم کو دیا گیا۔ حقیقت میں ان کے ذہن مسلم دشمنی کے زہر سے مسموم تھے اور اب بھی ہیں۔

اس صورت حال کا علاج صرف ایک ہے اور وہ ہے ہند کے اندر تحفظ مسلم امہ کا، زندگی کے ہر شعبہ میں۔ اتحاد اور اجتماعی دفاع و تحفظ کا نظام برپا کرنا۔ ذیل میں مسلم طبقہ کے اندر موجود اختلافات کے ازالہ کے لئے راہ مثبت راہ اختیار کرنے کی جانب اختصار کے ساتھ ہم اشارہ کریں گے۔

مثبت اقدام مثبت اقدام قرآن کی زبان میں "اعتصام بحبل اللہ" ہے۔ حبل اللہ سے صاف مراد قرآن کریم ہے۔ یہ وہی رسّی ہے جو آسمان سے حضرت جبرئیل کے ذریعہ لٹکائی گئی ہے۔ اسی رسّی کو گرفت میں لینے سے ہمارے سارے اختلافات دور ہو سکتے ہیں۔ قرآن پاک ہمیں فکری، اعتقادی اور عملی اعتبار سے ایک ایسے اونچے مقام پر لا کھڑا کر دیا ہے جہاں سے ہمارے سارے اختلافات ہمیں بچوں کی حرکات نظر آنے لگتی ہیں۔ یہ وہ نعمت الٰہی ہے جس کی رو سے ہم میں بھائی چارگی، اخوت، انسیئت، رافت اور رحمت کی اتحادی صفات پیدا ہو جائیں گی۔ جس کے بعد "رحماء بینھم اشداء علی الکفار" کی سچی تصویر ہماری معاشرتیں بن سکیں گی۔

دینی درسگاہوں میں قرآن پاک کی تدریس کو بنیادی اہمیت دی جائے اور نمازہ کے بعد قرآن پاک کا درس لازماً ہر لہجہ کے اندر دیا جائے۔ طلبہ اور مسلم عوام کا رخ قرآن کے مطابق صحیح کیا جائے۔

عقائدی اختلافات اسلام کے کسی بنیادی عقیدہ کی خلاف ورزی امت کا سواد کبھی برداشت ہی نہیں کر سکتا ہے۔ قادیانی فرقہ اس کی مثال ہے، جسے بہ اتفاق آراء خارج از اسلام قرار دیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ مسلم امہ کے اندر جتنے فرقے ہیں ان میں سے کسی کے خلاف متفقہ طور پر خارج از اسلام ہونے کا فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس باب میں کوئی بنیادی اختلاف ہرگز سرے سے موجود ہی نہیں۔ "لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے قائل تمام ہی فرقے ہیں۔ کسی بنیادی عقیدہ کے اندر جزوی انحراف یا علمی انحرافات کو موعظہ حسنہ اور مجادلہ احسن کے ذریعہ دور کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جتنے طریقے استعمال کئے جائیں گے وہ سب خلیج تو پیدا کر سکتے ہیں اختلاف و اتحاد کی جانب کوئی مثبت رول ادا نہیں کر سکتے۔

مسلکی اور فقہی اختلافات یہ بالکل بے معنی سے ہیں۔ اس کی بنیاد پر محاذ آرائی

اور حق و باطل جیسی کشمکش برپا کردینا عقل و دانش اور حکمت کے کسی خانہ میں فٹ نہیں بیٹھتا ۔

ایک مسلک کا امام، اس کے اپنے مسلک کے اعتبار سے اس کی نماز ہوجاتی ہے تو اقتدا میں پڑھنے والے تمام نمازیوں کی نماز بھی ہوجائے گی چاہے وہ کسی بھی مسلک کے حامل ہوں، ائمہ کے حالات زندگی کے مطالعہ سے بھی یہ حقیقت ثابت ہے پھر مسلک کے حق ہونے پر حق و باطل جیسی معرکہ آرائیوں کی آخر ضرورت کیا ہے اور آمنے سامنے الگ الگ مسجدیں تعمیر کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔

ہو سکے تو فقہی کونسل بنالی جائے جس میں ہر ہر مسلک کے مفتیان کی بینچ رکھی جائے جہاں اپنے مسلک کے مطابق عوام فتوے حاصل کرلیں ۔ اور اسے ہر مسلک کے لوگ حق تصور کریں ۔

اس سے بھی اونچا مقام یہ ہے کہ تمام مسالک کے علماء ہر ایک مسئلہ کے باب میں حالات اور ظروف زمانہ کے اعتبار سے ایک مفتی بہ قول متعین کرلیں اور اس کے مطابق پورے ملک میں فتوے دیئے جائیں۔

آخر خود مسلک حنفی کے ائمہ میں بھی اختلافات پائے گئے ہیں جہاں مفتی بہ قول کا تعین کیا گیا ہے۔

خود اہل حدیث مسلک کے اندر بھی بہت سارے مسائل کے اندر باہم اختلافات موجود ہیں ۔ یہ بھی کوئی ایک مفتی بہ قول متعین کرسکتے ہیں اور پھر علماء اہل حدیث اور علماء احناف سب باہم ملکر کسی مفتی بہ قول پر متفق ہوسکتے ہیں ۔

شرط یہی ہے کہ فروعی مسائل کو بنیادی اہمیت کا درجہ حاصل نہ ہو اور مسلک کے باب میں بیجا اور ناروا تعصب سے کام نہ لیا جائے ۔ کتنی غضبناک بلکہ شرمناک بات ہے کہ اثبات مسلک اور مسلک مخالف وغیرہ کا رد کرتے ہوئے حنفیت کا ترجمان، حنفی مردود، دیوبندیوں کے گر وگھنٹال اور اسی طرح کے خطابات دوسری جانب سے پیش کئے جائیں ۔ تدین کا آخر یہ کون سا معیار ہے ۔ ان باتوں سے شدت کے ساتھ گریز کیا جائے ۔

توحید کا اثبات اور شرک و بدعت کا رد موضوعی طور پر کیا جائے ۔ بالاتر ہو کر اس بات سے کسی فرقہ اور گروہ کو مثال کے طور پر پیش کیا جائے ۔ جو بات بھی پیش کی جائے دلائل اور شواہد سے اس حد تک ٹھوس ہو کہ عقل اسے ماننے کے لئے مجبور ہو ۔ باقی ہر کس و ناکس کو اپنے مسلک پر لا کر رہیں، یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے ۔ رشد کیا ہے ۔ اور غیّ کیا ہے اسے دلائل اور براہین سے کھول دیجئے ۔ اور بس ۔ آگے اللہ کا کام ہے ۔

نظریاتی اختلافات ہندوستان کے اندر دعوت و تبلیغ اور اصلاح کی علمبردار تین جماعتیں ہیں۔ اور یہ تینوں جماعتیں ایک دوسرے کو یکسر غلط تصور کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان اشتراکِ عمل تو کجا ایک دوسرے کی صورت کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔

دعوت و تبلیغ اور اصلاح کی جو راہ آپ نے اپنائی ہے دعویٰ نہیں کر سکتے کہ وہ منجانب اللہ ہے۔ یعنی معصوم اور بے خطا کوشش ہے۔ ظاہر ہے حالات و ظروف کے اندر ایک اجتہادی عمل ہے جو بے خطا بھی ہو سکتا ہے اور با خطا بھی۔ دونوں ہی صورتیں نیت اگر صحیح ہے تو باعث اجر و ثواب ہیں۔ اور یہ اجر و ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ ہمارا اور آپ کا۔ پھر ایک دوسرے کو عداوت اور دشمنی کی نظر سے دیکھنے کے کیا معنیٰ! ہونا تو یہ چاہیئے ایک دوسرے کے اجتماعات میں شرکت کریں۔ ان کے اندر جو اچھائیاں ہوں انہیں قبول کریں۔ اور جو خرابیاں نظر آئیں ان سے کنارہ کش رہیں۔

ان میں سے ایک جماعت معاملات کو درست کرنے۔ ایک عبادات کو صحیح طور پر ادا کرنے اور ایک عبادات کے اندر روحانیت پیدا کرنے کی دعویدار ہے۔ یہ تینوں ہی اپنے طور پر دین و شریعت کی تعمیر کر رہی ہیں۔ اس کا ثواب انہیں ان کا اللہ تعالیٰ دے گا۔ ہمیں ایک دوسرے کو انگیز کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

مدرسی اختلافات ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کچھ اختلافات درس گاہوں کے تعلق سے پائے جاتے ہیں۔ دیوبندی، ندوی، اصلاحی، فلاحی، سلفی وغیرہ ہر درس گاہ اپنے فارغین کے لیے تعصب کی حد تک جذبات رکھتی ہے۔ شاذ و نادر ہی ان درس گاہوں کے اندر غیر درس گاہ کے فارغین بار پاتے ہوں اور جو بار بھی پاتے ہیں وہ شدھی ہو کر بار پاتے ہیں۔ درس گاہوں کے یہ بت ہیں جنہیں توڑنے والا کوئی ابراہیم نظر نہیں آتا۔ کوئی درس گاہ اپنا موضوع فقہ اور وہ بھی فقہ حنفی، کوئی اپنا موضوع تاریخ و ادب جدید، کوئی اپنا موضوع حدیث اور کوئی بحث و مناظرہ قرار دیئے ہوئے ہے۔ ان کے اپنے اپنے دائرے ہیں اور ان دائروں کے اندر رہ کر ہی فارغین یہ سمجھتے کہ وہ دین حنیف کی صراطِ مستقیم پر ہیں۔ کلّ حزب بما لدیہم فرحون۔

باقی دینی تعلیم کا وہ نظریہ جس سے کتاب و سنت کے اندر موجود دین کا صحیح تصورِ حیات اجاگر ہو سکے اس کا علم بردار کوئی نظر نہیں آتا۔ الا ماشاءاللہ۔ بعض مدارس کو مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے مگر وہ بھی شاید تھک چکے ہیں اور اب صحیح اور ٹھوس بنیادوں کے رو پر نظامِ تعلیم و تربیت تعمیر کرنے کے بجائے اینٹ و پتھر کی

تعمیر میں مصروف ہو چکے ہیں۔

کوئی بھی درس گاہ ہو اپنے طلبہ کے اندر دنیا بھر کے علوم و معارف کو ایک ساتھ بھرنے کے بجائے سب سے پہلے نحو و صرف اور ادب عربی کی بنیادی اور پختہ تعلیم کے بعد سب سے پہلے کتاب الہی کا فہم پیدا کرے پھر اس کی روشنی میں سنت کی تعلیم دے اور پھر دونوں کی روشنی میں علوم جدیدہ و علوم قدیمہ کا اہتمام کرے۔ دینی تعلیم کی یہی فطری راہ ہے۔ اسطرح درس گاہوں کے اختلافات دور ہو سکتے ہیں۔ اور کسی بھی درس گاہ کا فارغ کسی بھی درس گاہ میں رہ کر اپنا فرض یکجہتی کے ساتھ انجام دے سکتا ہے۔

سیاسی اختلافات

ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی اختلافات انتہا سے زیادہ خطرناک ہیں یہ اختلافات مسلمانوں پر سیاسی موت طاری کر دینے کے مترادف ہیں۔

کچھ زعماء تو ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے سیاسی سطح پر ابھرے۔ مسلم مجلس، اتحاد المسلمین اور انڈین مسلم لیگ، مگر یہ سب اختلافات اور انتشار کی آماجگاہ بن گئے۔ کچھ زعماء نے امت کو غیر مسلم پارٹیوں سے وابستہ رکھنے میں عافیت سمجھی۔ یہ پارٹیاں بنیادی طور پر اسلام سے اعتقادی اختلاف رکھتی ہیں پھر باہم ان کے سیاسی مفادات بھی مختلف ہیں۔ اس طرح مسلمانوں پر غیر یقینی کیفیت طاری ہو گئی ہے۔ پھر بابری مسجد کے انہدام کے بعد مسلمانوں نے صاف طور پر محسوس کر لیا ہے کہ ہندوستان کے اندر ان کا وجود بے معنیٰ سا ہو کر رہ گیا۔ کوئی مضبوط اور ٹھوس قیادت موجود نہیں ہے۔ جو ان کا ہاتھ پکڑ کر عزت اور امن و سلامتی سے ہمکنار کرے۔

اس صورت حال کا واحد علاج اتحاد اور یکجہتی ہے۔ یہ اتحاد اور یکجہتی "حبل اللہ" اللہ کی رسی (قرآن) ہی کے ذریعہ پیدا ہو سکتی ہے۔ مسلمان ایک امت ہیں، ان کا قرآن ایک، ان کا پیشوا ایک، ان کا کعبہ ایک، ان کی تہذیب الگ، ان کی شخصیت منفرد، غرض فکر و عقیدہ سے لیکر تہذیب و اجتماع تک تمام شعبہ ہائے حیات کے اندر وہ منفرد اور ممتاز حیثیت کے مالک ہیں، انہیں اسی حیثیت سے ایک پلیٹ فارم پر مجتمع کیا جاسکتا ہے۔ باقی اس کے علاوہ فکر و نظر کے جس قدر زاویے ہیں ان کی رو سے انہیں کسی ایک نقطہ پر اکٹھا نہیں کیا جاسکتا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے موجودہ حالات کے اندر مسلمان ایک امت کی حیثیت سے سیکولرزم کے علمبردار بن کر اٹھیں۔ ان کے عقائد، ان کا مزاج اور ان کی تاریخ سب گواہ ہیں کہ حکمراں ہونے کی حیثیت

سے انہوں نے سیکولر کردار ہی ادا کیا ہے۔ ان کے عقائد کچھ ایسے ہی ہیں کہ مفاد پرستی اور اغراض سے بالاتر ہو کر انہوں نے انسانوں کے اندر عدل و انصاف کی میزان قائم کی ہے۔ مذہب ان کا شخصی معاملہ رہا ہے۔ مگر انسانی میدان میں آئے تو انہوں نے انصاف کی بساط ہی بچھائی ہے اور اس کے مطابق احکام بلا لومۃ لائم و کاست نافذ کئے ہیں۔ سود خوری، زنا کاری، شراب نوشی اور اس طرح کے وہ سارے مفسدات جو انسانی معاشرتوں کے حق میں زہر ہلاہل ثابت ہوتے ہیں تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے انہیں ممنوع قرار دیا۔ یہ کام صرف یہی امت کر سکتی ہے۔ اس لئے مسلم الثبوت کی حیثیت سے ایک پلیٹ فارم پر سیکولر کردار ادا کرنے کے لئے مسلمانوں کا اٹھنا ضروری ہے۔ اپنے وجود کے بقاء کے لئے بھی اور تمام انسانیت کو تباہی کے گہرے غار میں گرنے سے بچانے کے لئے بھی۔

فرقہ وارانہ اختلافات

مسلمانوں کے درمیان یہ اختلافات کا ایک بنیادی نقطہ ہے۔ ہر گھر، ہر خاندان، ہر گاؤں، ہر ضلع کے اندر فرقہ وارانہ بنیاد پر بے شمار اختلافات پائے جاتے ہیں جو خود غرضی، مفاد پرستی، حرص اور ہوا و ہوس کی پیداوار ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر بے تحاشا مقدمہ بازیاں شروع ہو جاتی ہیں، مقدمات وہاں لیجائے جاتے ہیں جہاں سب کچھ ہوتا ہے۔ دھاندلی، دھونس، رشوت ستانی، وغیرہ سالہا سال تک یہ حالت رہتی ہے نتیجہ میں مال و دولت کی بربادی اور وقت کا ضیاع ہوتا ہے باقی حاصل بالعموم کچھ بھی نہیں ہوتا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح نکاح، طلاق وغیرہ کے معاملات کے لئے مفتیان کرام کی جانب مسلمان رجوع کرتے ہیں اس طرح اپنے معاملات کے تصفیہ کے لئے اپنا اپنا مشیر قائم کرلیں اور زم گرم جو فیصلے ان پنچائتوں کی جانب سے ہوں انہیں دل و دماغ کی پوری آمادگی کے ساتھ قبول کریں۔ اس طرح اختلاف و انتشار اور بغض و عداوت کے جو جذبات مقدمہ بازیوں کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتے ہیں، ان کا ازالہ بھی ہوگا اور مسلمانوں کے اندر اخوت و رأفت اور انسیت کی فضا بھی قائم رہے گی۔

حرف آخر

مذکورہ بالا بیانات سے واضح ہو گیا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے ان کا وجود ہندوستان کی سرزمین پر بے معنیٰ ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ باہمی اتحاد و یکجہتی کی فضا جس قدر جلد ممکن ہو پیدا کی جائے۔ ورنہ حالات اور زیادہ بگڑیں گے طمانچہ پہلے سے بھی زیادہ سخت پڑے گا۔

(بقیہ صفحہ ۴۸ پر)

یہود بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے

دوسری قسط

فصل ثانی

مولانا عزیز الحق عمری

یہود اپنی مقدس کتابوں[۱] کے آئینے میں

ہر انسان اور خصوصیت سے ہر باغیرت مسلمان کو یہود کا عقیدہ اور ان کی طبیعت واخلاق ان کی پیچیدہ باتوں اور انسانوں کے سلسلے میں ان کے نظریئے کو ان کی مقدس کتابوں کی روشنی میں جاننا ضروری ہے جن پر وہ عقیدہ وایمان رکھتے ہیں اور اپنے مدارس میں اپنے بچوں کو تعلیم دیتے اور تلقین کرتے ہیں۔ اور اپنی ______ زندگیوں میں بروئے کار لاتے ہیں تاکہ مسلمان اپنے دشمنوں کے مکر و فریب سے واقف و ہوشیار رہیں۔

تلمود کی تعلیمات

یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کی پسندیدہ[۲] قوم[۳] اور اللہ کے بیٹے اور جنوں ہیں اور تلمود کی کچھ شیطانی تعلیمات یہ ہیں۔

---

[۱]: یہودیوں کی کتاب مقدس تین قسم کی ہے۔ ① تورات: یہود اس کلمہ کا استعمال موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کیلئے ہوتا ہے دیہی اسفار خمسہ ہے۔ ② یہ اس میں دیگر اسفار شامل ہیں۔ ③ اس میں حکم وآداب اور اشغال مزامیر اور تاریخی خبریں شامل ہیں۔ اور یہی اسفار یہودی دین کی اولین بنیاد بناتے ہیں۔ جیسے کہ تلمود دوسری بنیاد بناتی ہے اور یہ سبھی کتابیں جھوٹ اور تحریف شدہ ہیں جو غدر و خیانت اور چوری مکر و فریب اور ظلم و شرارت کینہ و حسد، بخل و ہوس اور نفاق و ناشکری و نسل پرستی میں یہودیوں کی طبیعت سے ہم آہنگ ہیں۔

[۲]: یہودی اپنے سوا مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ کو "جوییم" یا "امم" کہتے ہیں چونکہ ان کی نظر میں ناپاک اور کافر وجانور ہیں۔ اور یہ دلیل ہے کہ یہود دوسروں کو حسد و حقارت اور انقباض کی نظر سے دیکھے

[۳]: قرآن نے اسی فاسد عقیدے کی تردید میں فرمایا ہے۔ قالت الیہود والنصاریٰ نحن ابناء اللّٰہ واحباؤہ [illegible] یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق، واللّٰہ لمن یشاء ویعذب من یشاء (المائدہ: ۱۸)

عقیدے کے سلسلے میں

۱۔ دن بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے ان میں اوّل تین دنوں میں اللہ تعالیٰ بیٹھ کر شریعت کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور دوسرے تین دنوں میں فیصلے کرتا ہے اور تیسرے تین دنوں میں دنیا کو کھلاتا ہے اور آخیر تین دنوں میں بیٹھ کر مچھلیوں کے بادشاہ "حوت" سے کھیلتا ہے۔

۲۔ اللہ غصّے، غضب اور جھوٹ سے پاک نہیں ہے۔ یہودیوں کی روحوں کا مصدر اللہ ہے اور غیر یہودیوں کی روحیں ناپاک روحوں سے پیدا ہوئی ہیں۔

۳۔ یہود کو چھوڑ کر سبھی انسان خچر کے نطفے سے پیدا کئے گئے ہیں اور اللہ نے دوسروں کو انسانی صورت میں اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ یہودیوں کی خدمت کرسکیں۔ جن کیلئے یہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔

۴۔ یہود اللہ کے نزدیک فرشتوں سے زیادہ معتبر ہیں۔

۵۔ اگر یہود نہ ہوتے تو دنیا کی برکت نابود ہوجاتی اور بارش اور آفتاب نہ پیدا کئے جاتے۔

انسانوں کے بارے میں ان کا نظریہ

۱۔ یہودیوں کے سوا دوسرے انسان کتّے کے برابر ہیں۔

۲۔ جو یہودی دین نہیں مانتے وہ صرف کتے ہی نہیں بلکہ گدھے بھی ہیں۔

۳۔ غیر یہودیوں کے مکان جانوروں کے باڑے ہیں۔

۴۔ یہودی کے لیے دوسرے کو بچانا جائز نہیں۔

۵۔ جو غیر یہودی کو قتل کرتا ہے اسے اسکے بدلے میں ہمیشہ کے لئے فردوس ملتی ہے۔

مال کے سلسلے میں

۱۔ جو غیر یہودی کا کھویا ہوا مال واپس کر دیتا ہو اسے یہودیوں کا خدا معاف نہیں کرتا۔

۲۔ انسان (یہودی) کو غلام بنانا جائز نہیں لیکن غیر یہودی کو غلام بنانا جائز ہے۔

۳۔ یہودیوں میں سود ناجائز ہے لیکن غیر یہودی سے سودی لین دین جائز ہے۔

۴۔ یہودی کیلئے اپنی اولاد کو سود میں دینا جائز ہے تاکہ سود کی لذت چکھے اور غیر یہودی کے ساتھ اس پر عمل کرے۔

۵۔ غیر یہودی کی زندگی یہودیوں کی ملکیت ہے پھر اس کا مال کیوں نہ ہو؟۔

عہد و پیمان کے بارے میں

۱۔ یہودی غیر یہودی کیلئے قسم کھاتا ہو تو اس کی کوئی قیمت نہیں اور نہ یہودی کسی چیز کا پابند ہے کیونکہ یہودی اور جانور میں کوئی حلف نہیں ہے۔

۲۔ یہودی کیلئے جھوٹی شہادت دینا جائز ہے۔

۳۔ دوسرے کو دھوکہ دینا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

۴۔ اگر غیر یہودی اور اسرائیلی تمہارے سامنے کوئی دعویٰ پیش کریں تو تم سے ہو سکے تو یہودی کو فائدہ پہنچاؤ۔

اخلاق کے سلسلے میں

۱۔ غیر یہودی کے ساتھ عورت ہو یا مرد زنا جائز ہے۔

۲۔ یہودیہ عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ اگر اس کا شوہر زوجیت کے بستر پر زنا کرے تو اپنے شوہر کی شکایت کرے۔

۳۔ بیوی کے ساتھ لواطت[1] جائز ہے کیونکہ وہ شوہر کیلئے خریدے ہوئے گوشت کی حیثیت رکھتی ہے جسے کچا پکا حسب خواہش جیسے چاہے کھا سکتا ہے۔

۴۔ یہودی خواب دیکھے کہ اپنی ماں سے ہم بستر ہو رہا ہے تو اسے حکمت دی جائے گی اور جو اپنی خطیبہ سے ہم بستری کا خواب دیکھے وہ شریعت کا پابند ہوگا اور جو اپنی بہن سے ہم بستری کا خواب دیکھتا ہو اسے نصیب میں عقل کا نور ہوگا۔ اور جو اپنی قریبی رشتہ دار عورت سے ہم بستری کا خواب دیکھے اسے حیات پائیدار حاصل ہوگی۔[2]

---

[1]: مسلمان کیسے بدکاری کو لوط علیہ السلام کی نسبت کرکے لواطت کا نام دینا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نبی تھے اور اپنی قوم کو اس سے روکا اس بدترین فعل کا نام "بدکاری" ہے۔

[2]: یہود کے مذہب میں زنا اور بدکاری کو جو تقدس حاصل ہے وہ کسی دین میں نہیں اور یہودی تحریف شدہ دین ہی دراصل ایسا دین ہے جس نے اباحیت کا اولین سبق انسانوں کو دیا ہے۔

یہودیوں کے ہاں چچا اپنی بھتیجی اور ماموں بھانجی سے شادی کر سکتا ہے۔ دیکھئے کتاب "جذور البلاء" مصنفہ عبداللہ التل ص۳۰ اور کتاب الافعی الیہودیہ ص۱۱

انسانی درندے یہود کی وحشیانہ دینی عادات کی طرف اشارہ کرنا رہ گیا ہے جن کا تعلق غیر یہودی کا خون کرنے سے ہے تاکہ یہودیوں کے کھانے کے لئے اسے آٹے میں شامل کر کے اس سے عید کا ناشتہ تیار کیا جائے۔ اور اس عنوان پر بحث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہودی ہر دور میں یہ کام کرتے آرہے ہیں۔

یہودیوں کی دو مقدس عیدیں ہوتی ہیں جن میں انسانی خون سے آمیز ناشتے کے بغیر فرحت و سرور کی تکمیل نہیں ہوتی۔

ا۔ عید پوریم[1] (PURIM) یہ ہر سال مارچ میں ہوتی ہے۔

۲۔ عید فصح (PASSOUER) اپریل میں عیسائیوں کی عید الفصح کے دنوں میں ہوتی ہے۔

عید پوریم کا ذبیحہ عموماً نوجوان بالغوں سے حاصل کیا جاتا ہے اس میں قربانی کا خون ذرات کی شکل پر سکھا دیا جاتا ہے اور ناشتے کے آٹے میں شامل کر لیا جاتا ہے اور بقیہ کو آئندہ عید کیلئے بچا لیا جاتا ہے۔ لیکن عید فصح کا ذبیحہ عادتاً ایسے بچوں سے حاصل کیا جاتا ہے جن کی عمر دس سال سے زیادہ نہ ہو۔ اور قربانی کا خون ناشتے کے آٹے میں سکھانے سے پہلے یا بعد میں آمیز کر لیا جاتا ہے۔

قربانی کا خون حاصل کرنے کا طریقہ یا تو سوئی دار کے ذریعہ ہوتا ہے جو اسی سے عبارت ہے جو قربانی کے جسم کے برابر وسعت رکھتا ہو اور اس کے سب طرف تیز سوئیاں ہوتی ہیں جن کو قربانی کے جسم میں اسی پر رکھتے وقت چبھویا جاتا ہے تاکہ خون جسم کے سبھی حصے سے آہستہ اور سخت تکلیف سے نکلے جس سے یہودیوں کو لذت ملتی ہے اور وہ خون دیکھ کر بیحد خوش ہوتے ہیں اور خون کے نیچے سے ایک برتن میں آتا ہے جو اس کے لئے رکھا جاتا ہے۔

یا پھر بکریوں کے مانند ذبیحہ کر دیا جاتا ہے اور خون کسی برتن میں روک لیا جاتا ہے یا پھر قربانی کی شرائیں (خون کی رگوں) کو کئی جگہوں سے کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ خون اچھل کر برتن میں فراہم

---

[1]: یہ ایک یہودی حسینہ استیرا کے قصے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر توریت میں آیا ہے کہ اس نے ایرانی بادشاہ کو کیسے اپنے وزیر ہامان اور اسکی قوم کے دسیوں ہزار افراد کو قتل کرا کے یہودیوں کے ساتھ رواداری پر آمادہ کیا اور یہ دلیل دیا کہ ہامان یہودیوں کو قتل کرانا چاہتا ہے۔ یہودی یہ عید استیرا اور ایرانیوں کے خلاف اپنے وحشیانہ جرائم کی یادگار کے طور پر مناتے ہیں۔ (دیکھئے کتاب "مکاید یہودیہ" مولفہ عبدالرحمٰن حبنکہ ص ۲۱۵)

ہو۔ پھر اسے مقتل خون آمیز ناشتہ تیار کرنے کے لئے حاخام کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ یہود کا معبود یہوہؔ جو انسانی خون کا پیاسا ہے خوش ہو جائے۔ اور یہودیوں کی عید کا جشن جب تک غیر یہودی کے خون سے آمیز ناشتہ نہ کھایا جائے مکمل نہیں ہوتا۔

یہ کچھ احکام و قوانین ہیں جن سے یہودی کاہنوں اور حاخاموں نے تورات کی تفسیر کی ہے۔ جس کا تعلق ان کے حسد سے ہے اور ان کی طبیعت سے ہم آہنگ ہے جسکی اقوام عالم میں کوئی مثال نہیں ملے گی۔

یہود میں کچھ ایسے عناصر موجود ہیں جن کیوجہ سے سب کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ پوری انسانیت کے دشمن سخت دل سانپوں کی اولاد اور انبیاء کے قاتل ہیں۔ اور وہ جس ملک میں بھی گئے وہاں خفیہ طور پر تہذیبی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی غلبہ حاصل کرنے کی سازش کی اور اس کے لئے مکر و فریب اور عورتوں اور رشوت وغیرہ سے کام لیا۔ ان کا خود ساختہ دین تمام کمینے وسائل کے استعمال کو جائز قرار دیتا ہے اور انہوں نے اپنے مفادات اور دین کے مفادات میں ایک پائیدار تعلق بنا رکھا ہے چنانچہ اگر کوئی ان کے خطرے کا اندازہ کرکے ان کے شر سے بچنا چاہتا ہو تو ممکن نہیں۔

یہود اگرچہ اقلیت میں ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک میں رہتے ہیں پھر بھی عالمی پیمانے پر متحد اور آپس میں مددگار ہیں۔ اور یہی تعاون و اتحاد ان کی طاقت اور ان کے مقامی اور عالمی اثر اور تجارت وغیرہ میں ان کی کامیابی کا راز ہے۔ اور اسی کو وہ اپنی عبقریت اور اپنے آپکو اللہ کے جھوٹ ہونے کا نشان سمجھتے ہیں جبکہ اگر دوسرے ان خبیث وسائل میں سے کچھ کو بھی اپنے لئے جائز کریں جیسے وہ اپنے لئے جائز سمجھتے ہیں تو ہر حالت اور ہر موقعہ پر ان پر غالب آسکتے ہیں[1]۔

یہ عام بات ہیکہ یہودی بدویانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے الگ رہتے[2] اور دنیا کو عداوت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ اپنے سے طاقتور کے تابعدار بن جاتے ہیں اور خود طاقتور ہوں تو دوسروں کو غلام بنا لیتے ہیں۔ اور ہمیشہ دوسروں پر حملہ کرنے یا دوسروں کا حملہ روکنے کیلئے اپنے کو ہتھیار بند رکھتے ہیں۔

---

[1] مقدمہ کتاب "الخطر الیہودی" محمد خلیفہ تیونسی

[2] : یہودی دنیا کے ہر ملک میں اپنی الگ آبادی بناتے ہیں جس کا نام "الغیتو" ہوتا ہے یہاں صرف یہودی ہی رہتے ہیں دوسرے نہیں رہتے جیسا کہ ہر ملک میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ غیر یہودی ان کیلئے پریشانی کا باعث ہوتے ہیں دیکھئے کتاب "الیہودی العالمی" "سنہری فورڈ" ص ۴۲۔ اور "الاخوة الاعداء" جاک شنی ترجمہ احمد بازوری ص ۱۶۔

(جاری)

اضافۂ آبادی میں کنٹرول اور عالمی ترقی

ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

اقوام متحدہ کے زیر نگرانی اضافے آبادی میں کنٹرول اور عالمی ترقی کے نام پر ۵ سے ۱۳ ستمبر ۱۹۹۴ء تک مصر کی راجدھانی قاہرہ میں ایک عالمی کانفرنس متوقع ہے جس میں صحت عامہ کو بہتر بنانے ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے اور سماج میں تعلیمی معیار بلند کرنے کے لئے تقریریں ہونگی پیپرس پڑھے جائیں گے اور تبادلہ خیالات ہوں گے۔

دراصل اس کانفرنس کے پس پردہ نئے عالمی نظام (NEW WORLD ORDER) کو تیسری دنیا کے ممالک پر مسلط کرنے اور کنڈوم (نرودھ) کلچر کو عام کرنے کا جذبہ کارفرما ہے۔ اس کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ تمام ممالک میں جنسی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔ لازمی جنسی تعلیم کے تحت اسکول وکالج کے طلباء وطالبات دفاتر میں کام کرنے والے ملازمین۔ اور ملک کے بالغ شہریوں کو کنڈوم استعمال کرنے کے طریقے جنسی فعل اسقاط حمل اور ضبط ولادت کے مناسب اور صحیح ڈھنگ سکھائے جائیں گے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جو ممالک اس کانفرنس میں منظور قراردادوں کو عملی جامہ نہیں پہنائیں گے، عالمی بینک یا انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ کو انکی مالی امداد بند کر دینے کا مجاز ہوگا۔ یہ سب کچھ اضافۂ آبادی میں کنٹرول کے مقدس نام سے ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ تیسری دنیا کے اکثر ممالک خواہ وہ کسی مذہب، رنگ یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ روحانی اور اخلاقی طور پر اعلیٰ قدروں کے مالک ہیں، جہاں خاندانی رشتوں کی ایک اہمیت ہے۔ زندگی گذارنے کے مخصوص طریقے ہیں۔ وہ سماجی، اخلاقی، مذہبی اور عائلی قوانین کے تحت پر امن زندگی گذارنے کے عادی ہیں دراصل مغربی کلچر مغرب کیلئے بہتر ہے۔ اور مشرقی کلچر مشرق کے لئے قابل عمل ہے۔ (نیو ورلڈ آرڈر) کے زعم میں مغربی تہذیب کو تیسری دنیا کے ممالک میں اکسپورٹ (برآمد) کرنا عقل وشعور ہی کے نہیں۔ بلکہ انسانیت کے خلاف ہے۔

وہ ممالک جہاں جنسی آزادی عروج پر ہے جہاں کے لڑکے لڑکیاں بلوغت سے پہلے ہی جنسی فعل میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ جنس کے تمام پہلوؤں سے واقف ہونے کے باوجود غیر قانونی اور ناجائز بچوں کی ولادت میں اضافہ کر رہے ہیں۔ ان ممالک کے وزارت مال کو ایک کثیر رقم ان بچوں کی پرورش و پرداخت پر خرچ کرنی پڑتی ہے۔ اور بن بیاہی ماؤں کی دیکھ ریکھ کیلئے وہاں کے عوام ٹیکس کا بوجھ برداشت کرتے ہیں۔

امریکہ مغربی ممالک کی نمائندگی کرتا ہے اور دنیا کا ایک سپر پاور ہے۔ وہاں کی پبلک ہیلتھ سروس کی رپورٹ کے مطابق وہاں ہر دس کمسن لڑکیوں میں سے ایک کمسن لڑکی حاملہ ہو جاتی ہے۔ وہاں ڈنمارک کی بنسبت دس گنا اور انگلینڈ کے مقابلہ میں ڈھائی گنا زیادہ کمسن لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں۔ جن میں سے چالیس فی صد اسقاط حمل کرا لیتی ہیں ۴۸ فی صد بچے جنتی ہیں اور ان میں سے بارہ فی صد کمسن لڑکیوں کے حمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ اخباری رپورٹ احتیاط کے ساتھ شائع کی ہوئی ہے۔ حقیقت میں وہاں جنسی انارکی، اخلاقی بے راہ روی اور روحانی قدروں کو کتنا پامال کیا جا رہا ہوگا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ امریکہ اور یورپی ممالک آزادی اور عالمی ترقی کے نام پر جنسی بے راہ روی کو عام کرنے عائلی رشتوں کو تباہ کرنے اور سماجی بندھنوں کو توڑ کر حیوانات کی زندگی گذارنے پر کیوں اکسا رہے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ آج کی دنیا میں آبادی کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ تیسری دنیا کے ممالک سے خائف ہیں۔ وہ تیسری دنیا کے لوگوں کو کنڈوم کلچر میں اُلجھا کر ترقی کی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ جنس انسانی زندگی کا ایک اہم موضوع ہے۔ مغربی ممالک اس اہم موضوع کو معصوم ذہنوں میں داخل کر کے ان کی قوت فکر کو سلب کر لینا چاہتے ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر پہلے قتل اولاد کو جائز قرار دیا گیا۔ انسانوں نے بعد کے دور میں ایک قدم آگے بڑھ کر اسقاط حمل کو جائز قرار دیا۔ پھر انسانوں نے مزید ایک قدم آگے بڑھ کر منع حمل کو جائز قرار دیا۔ اب نیو ورلڈ آرڈر کی روشنی میں انسان دوسروں کی نسل کشی پر آمادہ نظر آ رہا ہے۔ خوردنی ممالک آخر کو کھانے والوں گھٹانے کے بجائے قانون فطرت کے مطابق معاشی ذرائع کو بڑھانے کی جدوجہد کیوں نہیں کرتے۔ یہ تاریخی تجربہ ہے کہ جیوں جیوں کھانے والوں کی تعداد

بڑھتی ہے ۔ ذرائع معاش بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ امریکہ کا ایک سائنس داں لکھتا ہے کہ دنیا کے اکہتر فی صد حصے سمندر سے ڈھکے ہوئے ہیں قدرت نے سمندر میں خوراک کا ایک عظیم اسٹور جمع کر رکھا ہے۔ جو اگلے پانچ سالوں تک دنیا کی موجودہ آبادی کیلئے کافی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انسانوں کو اپنی خوراک کی عادتیں بدلنی ہوں گی۔ زمینی خوراک کی بجائے سمندری غذاؤں کا عادی بننا ہوگا۔

ہم تیسری دنیا کے لوگ اپنے اخلاق، کردار، طریقۂ زندگی، سماجی اور عائلی قوانین پر فخر کرتے ہیں ہم اپنی روحانی قدروں کو اپنے سے جدا نہیں کرنا۔۔۔۔ چاہتے۔ خاندانی اور سماجی رشتوں کو کنڈوم کلچر پر قربان نہیں کرنا چاہتے۔ اور نہ ہم جنسی تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور نہ جنسی انارکی کو پسند کرتے ہیں۔ ہم اس بات کی سخت مذمت کرتے ہیں کہ زندگی کے بے شمار مسائل سے پہلوتہی کرکے کنڈوم کلچر کو تیسری دنیا کے ممالک پر تھوپنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ہم ملت کے افراد سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس کانفرنس کے مقاصد اور ارادوں کو نگاہ میں رکھکر اپنے احساسات، مندرجہ ذیل پتوں پر ارباب حل وعقد کو پہونچائیں۔

۱ ـــــ سکریٹری جنرل یو۔ این۔ او (یو۔ این۔ او) ہیڈ کوارٹر نیو یارک۔ امریکہ۔

۲ ـــــ ہیڈ، ایکزیکیٹو، سفیر مصر برائے ہند ۵۰/۱ چانکیہ پوری نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۱۔

۳ ـــــ ڈائرکٹر یونائیٹڈ نیشن انفارمیشن سینٹر ۵۵ لودھی اسٹیٹ نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۳۔

(بقیہ صفحہ ۳ کا)

جان ومال کا ضیاع کہیں زیادہ ہوگا۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلم امّہ کے معاشی اخلاقی اور اجتماعی زوال سے پوری انسانیت کو پہلے سے کہیں زیادہ نقصان پہونچے گا۔

موجودہ حالات کے اندر متحد ہوکر انہیں محاذ پر دفاعی پوزیشن اختیار کرنی ہوگی۔ اس کے لئے ایک اجتماعی فنڈ بھی ضروری ہے۔ میدان کے اندر مسلمانوں کی جانب سے وہ حضرات سامنے آتے ہیں جن کی صورتیں اور بول خوب ہوتے ہیں مگر معاملات کی دنیا میں وہ نہایت گندے ثابت ہوتے ہیں۔ ان سے پرہیز لازم ہے۔ مسلمانوں کے رہبر آج بھی موجود ہیں مگر وہ گوشوں میں چھپے ہوئے ہیں خود سے میدان میں اترنا وہ رہبری کے مزاج کے منافی تصور کرتے ہیں۔ ایسے رہبروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سامنے لائیں اور ان کے بے لاگ مشوروں کی روشنی میں اپنی سفر کے خطوط متعین کریں (اللہ تعالیٰ توفیق دے)

ترتیب و پیش کش، کتاب اللہ ازہری

ہندوستانی مسلمانوں کا المیہ

۱۷ر جولائی ۱۹۹۴ء کو منعقدہ اجلاس عام کا ایک اہم خطبہ

از۔ حضرت مولانا مختار احمد صاحب حفظہ اللہ
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و مدیر جامعہ محمدیہ ایجوکیشن سوسائٹی بمبئی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

« وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون »

محترم حاضرین! اللہ کا ارشاد ہے کہ "مسلمانوں کو چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں،، ایسا کیوں نہ کیا کہ ہر فرقہ میں سے ایک جماعت نکلی ہوتی تاکہ وہ دین کا علم و فہم پیدا کرتی اور جب ان کی طرف واپس لوٹتی تو اپنی قوم کو اعمال بد کے نتائج سے ڈراتی تاکہ وہ احتیاط و پرہیز کریں اور بچتے رہیں،

علم کسے کہتے ہیں

پہلے میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ علم کس چیز کا نام ہے علم نام ہے مخلوق کا اپنے خالق کو جاننے کا، خالقِ کائنات کے جاننے کا اور اس کی قدرت، عجائب وصنائع کے جاننے کا۔ مخلوق جتنا ہی جانے گی اس میں اتنا ہی زیادہ بزرگی پیدا ہوگی۔ اور خالق سے تعلق و خوف پیدا ہوگا۔ دنیا میں سب سے بڑے عالم انبیاء ہوا کرتے تھے اور تمام انبیاء میں سب سے بڑے عالم ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے فرمایا "انا اعلمکم لِلّٰہ واخشاکم لِلّٰہ،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ

علم اور خوف تھا۔ اس لیے کہ جو آدمی اللہ کو جانے گا اور اللہ کی قدرت کو جانے گا تو ضرور اللہ کی عظمت کا نقش اس کے دل و دماغ پر طاری ہوگا۔ اور اس کی زندگی اللہ کی مرضی کے ساتھ گزرے گی۔ صحیح حدیث میں یہ روایت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے وقت اٹھتے تھے تو آسمان کی طرف نظر دوڑاتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے: "ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لایات لاولی الالباب ۵ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار ۵ (آل عمران)

یقیناً آسمان و زمین کو پیدا فرمانے میں اور شب و روز کی آمد و رفت میں عقل والوں کے لیے قدرت کی نشانیاں ہیں، اور عقل والے وہ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور پہلو کے بل بھی، یعنی زندگی کی ہر شکل و صورت میں اور کہتے ہیں۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا کہ اے اللہ، یہ تیرا پھیلا ہوا آسمان، یہ تیری پھیلی ہوئی زمین، یہ کہکشاں، یہ پہاڑ، اور دریا اور یہ جگمگاتی ہوئی کائنات، تو نے بے کار نہیں پیدا کیا، یہ دنیا تیری قدرت پر دلالت کرتی ہے۔

اے رب العالمین اگر میں اس سے فائدہ اٹھا کر تیرا شکر ادا نہ کیا۔ اور اپنی زندگی کا مقصد ادا نہ کیا تو تو مجھے معاف فرما دے، تہجد کے وقت ان آیتوں کی تلاوت کا کیا مقصد تھا اور کیا ربط تھا، دراصل آپ اپنی اس مدعا کو ظاہر کر رہے تھے کہ علم صرف وضو و نماز کے طریقے کا نام نہیں بلکہ علم اللہ کی پیدا کی ہوئی پوری کائنات کے جاننے کا نام ہے جب تک آپ قدرت کی سربستہ راز اور چھپے ہوئے خزانوں کو نہیں جانیں گے تب تک رب کو کیسے پہچانیں گے اور اس کائنات کے پیدا کرنے والے کو کیسے پہچانیں گے۔؟

علوم و فنون اسلام کی ایجاد ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک معلم کتنی باتوں کو بیان کیا ہے، جہاں نماز کا طریقہ، وضو کا طریقہ اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ بتایا ہے وہیں تجارت کی طرف بھی توجہ دی ہے جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ .... الجمعہ

"کہ جب نماز ختم ہو جائے تو اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔" دنیا کی ہر چیز میں اللہ کا فضل ہے، تجارت اور سوداگری کا قرآن نے حکم دیا ہے اور اس فن کو رسول اللہ نے اپنی شریعت کے ذریعہ بتایا۔ آج یہ فن ترقی کر کے کامرس بن گیا ہے اور اسی طریقے سے اللہ نے فرمایا "وفی انفسکم افلا تبصرون"، کہ تمہاری ذات کے اندر بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں کیا تم سوچتے اور دیکھتے نہیں کہ انسان کا جسم خود اللہ کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ انسان کے جسم پر کس نے ریسرچ کیا؟ میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

آج سائنس نے حیرت انگیز ترقی حاصل کر لی اور ڈاکٹری ایک اہم فن بن گیا اس کا علم اور دنیا میں اس فن کا موجد وہی پیغمبر ہے جس نے آپ کو وضو کا طریقہ، نماز کا طریقہ سکھایا۔ اس نے طب سکھایا پانی پینے کے طریقے، کھانا کھانے کے طریقے اور صحت و تندرستی کے اعلیٰ ترین اصول بتائے۔ اسی طریقے سے قرآن نے فرمایا "ولتعلموا عدد السنین والحساب"، تاکہ تم گنتیوں اور حساب کا طریقہ جانو۔ آج جو ہم حساب و کامرس پڑھتے ہیں اس کی بنیاد کس نے ڈالی ہے اسی طریقے سے زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کو اسلام نے اپنے اندر سمیٹا نہ ہو۔ اور عبادت نہ بتایا ہو۔ تو اگر اب آپ یہ سمجھیں کہ علم کسی محدود چیز کا نام ہے تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ آج جتنے بھی علوم و فنون یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے ہیں وہ اسلام کی دین ہیں۔

مسلمانوں کا علمی زوال

افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کا علمی زوال آیا اور وہ دنیا میں پیچھے ہٹے اور دنیا میں ترقیاں شروع ہوئیں اور مسلمانوں نے آپس میں اختلاف کیا، یا وہ لوگ حاکم ہوئے جنھوں نے اپنے اوپر سارے وسائل خرچ کرنا شروع کر دیئے تو ہوا یہ کہ دوسرے اس علم و فن پر قابض ہو گئے۔ اور عیسائی دنیا اس بات پر فخر کرتی ہے، میں تو

کہوں گا یہودی دنیا، کیوں کہ آج جتنے بھی بڑے بڑے ڈاکٹر اور ماہر انجینئر ہیں وہ سب کے سب یہودی ہیں۔ حالاں کہ یہ سارے علوم کی اجارہ داری اسلام کی تھی اور اس جاہل دنیا کو اسلام نے سکھایا تھا۔ آج دنیا کہاں سے کہاں چلی گئی لیکن ہم اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں بیٹھ کر لڑتے ہیں اور ہمارا عالم بھی کہتا رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا کہ نہیں اور پیشاب و پاخانہ میں بدبو تھی کہ نہیں۔ اور بارہ نمبر کون اور چوبیس نمبر کون ہے لہٰذا یہ بہت بڑا ظلم ہوگا اس دین پر جس نے ساری کائنات کو روشنی بخشی تھی اور جس دین نے اس کائنات کے گوشہ گوشہ کو ابھارا تھا اور دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، تاریخ بتاتی ہے کہ جغرافیہ داں، اطبا، اور مورخین ہمارے بڑے بڑے علماء تھے لیکن یہ تاریخ کا پارینہ قصہ بن گئے، لیکن آج ہندوستانی باشندوں میں مسلمانوں کا علمی مقام کیا ہے؟ ان باتوں سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں نے بمبئی میں ایک میڈیکل کالج کھولنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ نہ تو آپ کو اچھے لکچرر ملیں گے اور نہ بہترین اسٹاف و پرنسپل ملے گا اور نہ ہی اچھے طلبا ملیں گے۔ آج مسلمانوں کا یہی حال ہے کہ وہ ہر میدان میں پیچھے ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور یہی حال مدارس عربیہ کا بھی ہے کہ عام طور پر جو نصاب تعلیم ہے ان میں ایک مضمون منطق و فلسفہ بھی ہے جو ایک ہزار سال پہلے لکھے گئے تھے۔

مدارس عربیہ کی حالت زار و علماء کی روش

آج دنیا ریسرچ کر کے ترقی کے میدان میں ایک ہزار سال آگے بڑھ گئی ہے لیکن ہمارے علماء اپنے مدارس میں انھیں منطق و فلسفہ کی کتابوں کی عبارت سمجھانے میں لگے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم قبرستان میں مردوں کی کہانیاں سن رہے ہیں۔ اور جب کہ دنیا جیتی جاگتی زندگی میں آگے بھاگ رہی ہے۔ اسلام دنیا کا وہ دین تھا جو ہر دور میں عملی رہنمائی کے لیے آیا تھا۔ لیکن آپ خود سوچیں کہ آپ کے شہر میں ایک اچھا ڈاکٹر ہے وہ مریضوں کی اچھی دیکھ بھال کرتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جو مریضہ پر حملہ کر دینا چاہتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے پیش نظر آپ سے لوٹ کھسوٹ کر زیادہ سے زیادہ روپے حاصل کرنا چاہتے ہیں، ایک طریقے سے دیکھ لیجئے کہ معاملہ کرپٹ ہو کر رہ گیا۔

علم تجارت بن چکا ہے اور جو علم سیکھا جاتا ہے وہ ایک طرح کا پیشہ بن گیا ہے۔ حالاں کہ اسلام نے اسے دنیا میں روحانیت کی شکل میں پیش کیا تھا کیوں کہ یہ اللہ کا نور تھا۔ یہ خلق خدا کے فائدے کے لئے تھا۔ آج اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ اللہ کی قسم اس کے ذمہ دار ہم علماء ہیں، ہم مسلمان ہیں۔ اس لیے آج ہم مسلمانوں کو اگر عزت کا مقام حاصل کرنا ہے تو اس ملک کے علمی میدان میں قدم آگے بڑھانا ہوگا، اور زندگی میں پورا جامع انقلاب لانا ہوگا، تو رہ علمیہ لانا ہوگا۔ وہ اس طریقے سے ہوگا کہ ہم سارے علوم وفنون کو مسلمان بنائیں، اس طریقے سے کہ ایک تہجد گزار ڈاکٹر اور ایک دیندار آفیسر ایک دیانتدار پولیس آفیسر ہر جگہ ہر مقام پر ہو بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ایک دیندار ایسا ہو جو اللہ سے ڈرنے والا ہو، حقوق کی ادائیگی کے لیے رات بھر اسے نیند نہ آتی ہو اور حضرت عمر فاروق اسے یاد آتے ہوں۔ اسے رب العالمین کے تقاضے یاد آتے ہوں۔ تو یہ ملک جنت نشان بنے گا۔

اصلاح کے ذمّہ دار مسلمان ہیں

اور یہ سارا ملک جو بھاگتا جا رہا ہے، دہشت پسندی، اغواء اور کرپشن میں جو آئے دن بڑھتا جا رہا ہے اس کی اصلاح کے ذمہ دار ہم مسلمان ہیں کیوں کہ قرآن ہمارے پاس ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمارے پاس ہے۔ ان جرائم کی اصلاح ان مدارسِ عربیہ ہی سے ہوگی۔ ان مدارس سے ایسے علماء پیدا کیجئے جو ایک ہی وقت میں سارے علوم و فنون کو جانیں۔ اس کے لیے ہم نے ایس ایس سی ۔ ایچ ۔ ایس ۔ سی کے مساوی تعلیم کرا کے مہاراشٹرا ایجوکیشن بورڈ سے منظور کرایا، اسی لیے آج جامعہ محمدیہ مالیگاؤں کا پڑھا ہوا لڑکا یا لڑکی جہاں نحو و صرف و عربی و اسلامی علوم جانتے ہیں وہیں سائنس، جغرافیہ و حساب میں بھی اچھی مہارت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مزید اپنی صلاحیت کو اجاگر کرنے کے لیے ہم نے بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے جامعہ کا الحاق کرا دیا ہے۔ اس طرح سے کہ وہ ہندوستان سے باہر مصر، سعودیہ میں بھی علم حاصل کر سکتے ہیں۔

مہاراشٹرا کی روشنی کرناٹک میں

آج سے چھ یا سات سال پہلے کی بات ہے کہ ہم کو حاجی عبدالجلیل صاحب اللہ ان کو جزائے

خیر دے۔ نے یہ دعوت دی کہ یہ فکر کرنا ملک میں بھی آنی چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے پہلے اس جگہ کو لیا اور اس کے بعد اس کی منتقلی میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور چار سال لگ گئے اگر ہم ان آفسوں کے جھمیلے میں نہ پھنسے ہوتے تو آج یہاں ایک طبیہ کالج ہوتا۔ ایک لڑکوں اور ایک لڑکیوں کا کالج ہوتا ہے اور ایک ایسا ٹیکنیکل اسکول ہوتا جن میں چار پانچ فنی اصول پڑھائے جاتے۔ یہ سب علم دین کے ساتھ پڑھایا جاتا۔ لہذا ایک کامل مسلمان اور ایک اچھا شہری ایک ایک علم کا ماہر عالم بنانے کے لیے ایک انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے تبھی ملک بچ سکتا ہے اور تبھی اصلاح ہوسکتی ہے تبھی اخلاق پھیل سکتے ہیں، جب پڑھی لکھی لڑکی آئے گی تو پڑھی لکھی ماں ہوگی، اور پڑھا لکھا لڑکا ہوگا تو حقیقتاً مسلمانوں کی آبرو بچے گی، دین کی عزت بڑھے گی اور ایک بہترین شہری کا ہندوستان میں اضافہ ہوگا۔

یہ ملک ہمارا ہے

میں یہ کہنا چاہتا ہوں اور یہ میرا عقیدہ ہے اور میرے دین کی یہ تعلیم ہے کہ یہ ملک ہمارا ہے۔ اس لیے کہ ملک اللہ کا ہے۔ اس ملک کا ایک ایک ذرہ اس کی ندیاں اس کے نالے اس کی گنگا اس کی جمنا اس کے پہاڑ اس کی ہمالیہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ یہ ایک مسلمان کی ملکیت ہے۔ اس کی حفاظت اور اس کی صفائی وستھرائی اس کی گلیوں کی صفائی شراب سے، جوئے سے، رشوت سے، اور کرپشن سے پاک کرنا ہم مسلمانوں کا فرض ہے کیوں کہ اللہ نے فرمایا "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر"، کہ تم دنیا کی سب سے بہترین جماعت ہو۔ بھلائی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کے ذمہ دار ہو، ملک بگڑ رہا ہے اس لیے کہ مسلمانوں نے وطن سے محبت کم کر دی ہے۔ خدا کی قسم اپنی نمازوں کی محبت کے ساتھ ساتھ اس ملک کی صفائی وستھرائی سے بھی محبت کرو۔ اس ملک کو سجاؤ۔ اسلام آیا تو یہ ملک جنت نشان بنا، بدھوا عورتیں اپنے حقوق سے محروم تھیں۔ اور عورتیں جلائی جاتی تھیں ان کے حقوق پامال ہو چکے تھے تو اس ملک میں اسلام نے نئی زندگی و تابندگی بخشی لہذا یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اس کے پاسباں ہیں۔

دینی ادارے روحانیت کے شفاخانے ہیں

آج جو یہ دینی ادارے ہیں حقیقت میں یہ شفاخانے ہیں، روحانیت کے، جسم و بدن کے، اور انسانیت سازی کے، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو زکوٰۃ و صدقات وخیرات کے روپے سے پڑھانے کی نیت کو دل سے نکال دو، آپ کی بچی گھر کا چراغ ہے نور ہے اور گلاب کا پھول ہے، آپ اپنی محنت کی کمائی کھلا کر اسے جوان کرتے ہیں تو کیوں آپ اسے کسی سیٹھ کی کمائی یا زکوٰۃ کے پیسے کھلانا چاہتے ہیں، آپ کہتے ہیں میں غریب ہوں فیس معاف کر دو۔ تو جس طرح آپ اپنی اولاد کو کپڑا دیتے ہیں اس کا علاج و معالجہ کراتے ہیں۔ اور پیٹ بھرتے ہیں۔ اسی طرح آپ اس کی آتما بھریئے اس کی روح بھریئے، اور اس کا مستقبل سنواریئے۔ لہٰذا کوئی بھی باپ جو اپنی اولاد کو ہدیہ دے سکتا ہے یا جہیز دے سکتا ہے تو وہ علم ہے اور اس کی تربیت ہے اس لیے میں تمام لوگوں سے کہتا ہوں کہ جو مطبخ میں اسے کھلایا جائے وہ اس کے باپ کی کمائی ہو۔ آپ اپنے پیٹ کو کاٹیے لیکن اپنے بچوں کو پڑھایئے اس لیے کہ صدقہ دل کو مار دیتا ہے "ان الصدقۃ تمیت القلب"، محنت کی کمائی کھا کر پڑھنے والا آدمی بہادر ہوتا ہے۔ اس میں شجاعت پیدا ہوتی ہے اور خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے، اس لیے آپ اسے ایک انسان بنایئے۔ لیکن ایک فقیر مت بنایئے اور اس کو پستی میں مت ڈالیے اسی کے پیش نظر ہم نے جامعہ کا نظام مرتب کیا ہے اس لیے میں آپ سے کہوں گا کہ علم کی اہمیت کو سمجھو اور اپنی پاک کمائی سے اپنے بچوں کا اخلاقی فرض ادا کرو۔

میری دعا ہے کہ اللہ میری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ و کلمات کو قبول فرمائے اور ہمیں دونوں جہان کی سرخروئی عطا فرمائے۔ آمین۔

الحاج عبدالرحمان - ڈیڈوانہ کو صدمہ

الحاج عبدالرحمان صاحب کے داماد جناب عبدالمجید صاحب ملاجی ۱۵ جولائی کو رحلت فرماگئے
متقی پرہیزگار علماء نواز اور جماعت کے ہمدرد تھے ملازمین کے علماء وسفراء سے بیحد لگاؤ رکھتے
اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کی ساری نیکیاں قبول فرمائے اور جنت
الفردوس میں جگہ دے اور تمام پس ماندگان کو صبر واجر عطا فرمائے (آمین) ●

محترم ناظم صاحب جامعہ فیض عام کو صدمہ

انتہائی دکھ کے ساتھ یہ اطلاع ہے کہ شیخ شیوخنا المحترم مولانا مفتی حبیب الرحمان فیضی
ناظم جامعہ فیض عام مئو حفظہ اللہ کی اہلیہ مورخہ ۱۸ مئی جون کو علی الصباح ایک مختصر علالت کے بعد
اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ اِنّا لِلّٰہ وَ اِنا الیہ راجعون۔

مرحومہ بڑی ہی نیک، قناعت پسند اور وفاشعار ناتون تھیں، کوئی چار پانچ برس
ہوا بینائی سے محروم ہوگئیں تھیں، سرد وگرم ہر حال میں شاکر وصابر رہیں۔ کبھی کوئی حرفِ
شکایت زبان پر نہیں آنے دیا۔ پسماندگان میں ناظم صاحب کے علاوہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے، اور کروٹ کروٹ
جنت نصیب فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

شریکِ غم عبدالغنی فیضی مدرس جامعہ فیض عام مئو ●

جامعہ رحمانیہ دھلی کا ایک چراغ اور گل ھوگیا

جناب حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمانی گائے گھاٹ ضلع سدھارتھ نگر (یوپی) جمعہ
کی شب ۱۲ بجے مورخہ ۱۷ جون ۱۹۹۴ء کو اس دارِ فانی سے دارِ آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔
اِنا لِلّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون:۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

مولانا موصوف کی ذات علاقہ کے لیے ایک روشن چراغ تھی۔

آپ انتہائی ملنسار۔ بااخلاق۔ شریعت پر پوری طرح کاربند۔ لوگوں کے دکھ وسکھ میں
کام آنے والے انسان تھے۔ متقی اور پرہیزگار تھے۔ اللہ کا خوف رگ رگ میں سمایا ہوا
تھا۔ لوگوں سے ہمدردی ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ موصوف نے اپنی زندگی

کے ایام انتہائی عزبت میں گزاری مگر زبان سے کبھی شکوہ نہیں کیا، جو کچھ میسر ہوا اسی پر قناعت کر لیا۔ غرض علماء ربانی کی پوری شان آپ کے اندر موجود تھی۔ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے●

حاجی محمد عمر رچھا بریلی ۲۱ جون کو جوار رحمت

حافظ شمس الحق صاحب کے ایک خط سے یہ غم ناک اور رنجیدہ خبر موصول ہوئی ہے کہ الحاج محمد عمر صاحب رچھا بریلی سابق نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بعمر ستر سال بتاریخ ۲۱ جون ۱۹۹۴ء بروز منگل بھوالی ضلع نینی تال ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ مرحوم جماعتی حمیت اور دینی ملی غیرت سے سرشار تھے۔ ادارہ اصلاح المساجد بمبئی کے تعاون سے اپنی معرفت مغربی یوپی میں تعمیر مساجد نیز مغربی یوپی کا مرکزی ادارہ المعہد الاسلامی السلفی رچھا کی تعمیر و ترقی اور اس کی عظیم الشان مسجد پھر آخری ایام میں مدرسۃ البنات محمدیہ رچھا یہ ان کی عظیم خدمات کا ثمرہ ہیں۔

مرحوم جماعت کے ایک قیمتی سرمایہ تھے۔ جماعت کا ہر فرد ان کے پسماندگان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشوں کو درگزر فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ اخوانِ جماعت سے نمازِ جنازہ غائبانہ اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے●

ضرورت مہتمم

جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر جو ملک نیپال کا قدیم و عظیم دینی ادارہ ہے، کے لیے ایک ایسے تجربہ کار، دیانت دار، تعلیمی و انتظامی امور سے تعلق رکھنے والے عالم دین کی ضرورت ہے جو جامعہ کے منصب اہتمام کو سنبھال سکے۔ حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی حفظہ اللہ، اپنی پیرانہ سالی اور کثرت مشاغل کے باوصف مدتِ دراز سے جامعہ کے جملہ نظم و نسق کو بڑی مستعدی سے سنبھالے ہوئے ہیں۔ ادھر ضعف و کمزوری بڑھتی جارہی ہے۔ نیز جامعہ کا کام بھی وسیع ہوتا جارہا ہے۔ اس لیے ایک تجربہ کار مہتمم کی سخت ضرورت ہے۔ مزید تفصیل کے لیے رابطہ قائم کریں۔

دفتر نظامت جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر کیر آف بڑھنی بازار۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد نمبر ۱۱
شمارہ نمبر ۱۰

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دہلی الہند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اکتوبر ۱۹۹۴ء بمطابق ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۱۵ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی — معاون مدیر:- افضل ندوی

زر تعاون

سالانہ:- چالیس روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد

پاکستان و بنگلہ دیش سے

سالانہ:- ایک سو روپے
بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت و ترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ - اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس جے کے آفسیٹ سے چھپواکر دفتر "نوائے اسلام" ۱۱۶۴، اے چاہ رہٹ جامع دہلی سے شائع کیا ہے۔

کاتب عبدالرحمان یوسف

عبدالمالک اثری

اسلام میں جہاں ایک انسان کو حقیقی مسلمان بنکر زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ وہیں اولاد کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:۔ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِیكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو اس جہنم سے بچاؤ جس کے ایندھن انسان وحجر ہیں

اللہ رب العالمین نے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کرنے کے بعد اپنی جانب سے جو پہلا حکم دیا وہ یہ تھا کہ " وَأَنذِرْ عَشِیرَتَكَ الْأَقْرَبِینَ " اے نبی! قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

بعثت نبوی کے بعد محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو زندگی گذارنے کے جتنے بھی طریقے اور اسلوب بتلائے انہی اسلوب کے ساتھ ساتھ اولاد کو اسلامی تربیت اور اسلامی تعلیم دلانے کی تاکید فرمائی۔ ایک طریقہ نبی ؐ نے امت مسلمہ کو یہ بھی بتلایا کہ جب اولاد پیدا ہو تو۔۔۔ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔ اور صالح آدمی سے کوئی میٹھی چیز (کھجور وغیرہ) چبوا کر بچے کے منھ میں ڈال دی جائے۔ بچہ جب اور کچھ بڑا ہو جائے حتیٰ کہ بولنے کی صلاحیت پیدا ہو جانے لگے۔ تو اس سے اللہ اللہ، کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہلوایا جائے۔ اور سلف صالحین کے کارنامے اور قصے سنائے جائیں جب بچہ سات سال کا ہو جائے۔ تو نماز کی ادائیگی کیلئے سختی کی جائے۔ حتیٰ کہ اگر مارنے کی نوبت آئے تو مارا بھی جائے۔ چھوٹے بڑے کے آداب وطریقے سکھلائے جائیں اسلامی تعلیم کی طرف رغبت دلائی جائے اور اسکی اسلامی تربیت کی جائے۔ اور اسی سانچے میں اسکو ڈھالا جائے۔

انسان اگر اپنے اولاد کی اسلامی تربیت کرتا ہے تو یقیناً اس کی اولاد صالح اور نیک ہوگی شریعت مطہرہ کا پابند ہوگی۔ اور چھوٹے بڑے کا ادب کرے گی۔ جس سے اسکی مستقبل سنور سکتی ہے۔

مگر افسوس کہ مسلم قوم نے اپنی اولاد کو اسلامی تربیت وتعلیم سے نظر انداز کر دیا۔ رسول کے بتلائے

ہوئے طریقے کو فراموش کر دیا۔ اور اپنی اولاد کو اسلامی تربیت کی جگہ مغربی تہذیب میں ڈھال کر انہیں مغربیت کا دلدادہ بنا دیا۔ اور اذان و تکبیر کی جگہ گو سینڈ، باجہ، رقص و سرود نے لے لیا ہے، عقیقے کی جگہ کو جنم دن پر کر رہی ہے۔ کلمۂ شہادت کی جگہ پر بچوں کو فلمی گانا و ڈانس سکھلایا جانے لگا ہے۔ سلف صالحین کے کارنامے اور ان کے واقعات سنانے کے بجائے فلمی ایکٹروں اور کھیل کھلاڑیوں کے کارنامے بتلائے جاتے ہیں۔ ان کو اسلامی کتب کے مطالعہ کی رغبت دلانے کے بجائے افسانوں، ناولوں اور فحش لٹریچر کی رغبت دلائی جاتی ہے۔

کاش! مسلمان اپنے اولاد کی تربیت اسلامی نہج اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زرّیں اصول پر کرتے تو وہ اولاد صالح اور نیک ہوتی۔ اسلام کے وفادار سپاہی ہوتے، مخالفین اسلام کے سامنے سینہ سپر ہوتے اسلام کے قائد اور رہنما ہوتے والدین کے رحلت کے بعد اولاد ان کیلئے دعاء مغفرت کرتی، اور انہیں اس کا اجر و ثواب ملتا۔ کیونکہ صالح اولاد صدقہ جاریہ ہوتی ہے۔ جو لوگوں کی اصلاح کرتی ہے۔ اور والدین کیلئے دعاء مغفرت بھی۔

اسلام کے قوانین و اصول کے مطابق بچے کی پرورش و پرداخت کی جائے۔ ان کے سامنے جھوٹی و من گھڑت اور بزدل بنانے والی قصے و کہانیاں سنانے کے بجائے سیدنا حضرت عمر فاروق کے سچے واقعات، سعد بن وقاص کے اعتماد خداوندی کی داستان، خالد بن ولید کے شجاعت کے کارنامے عبیدہ بن جراح، صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد کے جوانمردی و بہادری کی تاریخ دہرائی جائے۔ انہیں مغربیت کا دلدادہ بنانے کے بجائے اسوۂ حسنہ کا شیدائی و غازی بنایا جائے۔ توحید کا پرستار و علمبردار بنایا جائے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی، آرام، منفعت اور مال اندوزی کی خاطر اپنی اولاد کو برباد نہ کیا جائے۔ کیونکہ دنیا کو ضرورت ہے ایسے لوگوں کی جو ان کے زخمی دلوں پر مرہم رکھیں۔ دنیا کو ضرورت ہے ایسے لوگوں کی جو عمر فاروق کی طرح حق پرست ہو۔ لوگوں کو ضرورت ہے خالد سیف اللہ کی جو دشمنان اسلام کے سامنے سینہ سپر ہو۔ لوگوں کو ضرورت ہے سلطان صلاح الدین ایوبی کی جو لوگوں کے ضعف ایمانی کو قوت ایمانی سے بدل دے۔

یاد کرو! اس دن کو جب محشر کا میدان ہوگا، سورج کی تپش سے ہر انسان پریشان ہوگا۔ اولاد کے حقوق کے تعلق سے آپ سے سوال کیا جائے گا۔ کیا آپ کا یہ جواب بن سکتا ہے؟

کہ الٰہی ہم نے اپنی اولاد کو تیری رضا کا طالب بنایا ہے تیرے رسول کا مطیع و فرمابردار بنایا ہے سلف صالحین کا متبع اور نمونہ بنایا ہے۔ ہم نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کتاب و سنّت کے مطابق کی ہے۔ ہمارا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ ہم یہ شکوہ کیوں کرتے ہیں کہ بچہ غلط راہ کا شکار ہو گیا ہے اس پہ آوارگی کا بھوت سوار ہے۔ والدین کی نافرمانی کرتا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ ہم نے اس کی تعلیم و تربیت کتاب و سنّت کی روشنی میں اور سلف صالحین کے نہج پر نہ کی۔

اولاد کی تربیت میں ماں کا دخل زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ماں کی گود کو پہلا مدرسہ کہا گیا ہے: بچوں کی اسلامی تربیت ماؤں کی گود سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ نیک مائیں اپنی اولاد کو دینی تربیت کے ماحول میں پالتی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ نیک ماؤں ہی کے تربیت کا نتیجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ، شیخ الغتہ الرائے رحمہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ، خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رحمہ، علامہ اقبال رحمہ، سر سیّد احمد خاں جو ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ یہ وہ اکابرین ہیں جن کو اپنی ماں کی صحیح تربیت حاصل رہی ہے۔ وہ اپنے دور میں گوہر گراں مایہ بن کر چمکے۔ اور جن اولاد کو اس نعمت سے حرماں نصیبی رہی وہ جہل و ضلالت کے نذر ہو گئے۔ ان کو کوئی مقام حاصل نہ ہو سکا۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ ماں کی صحیح تربیت کے بڑے نتائج ہوتے ہیں، بچوں کی مستقبل سنوارنے اور صحیح راہ پر انہیں لگانے میں ماں کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ مائیں اور وہ باپ جو اپنی اولاد کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کراتے ہیں اور پھر ایک صالح اولاد چھوڑ کر جاتے ہیں۔ جو والدین کیلئے رطب اللسان رہتے ہیں کہ "رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ! رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا"

آپ اگر باپ ہیں تو صاحب اولاد بھی ہیں۔ باپ کی حیثیت سے اپنی اولاد کی تربیت آپ پر فرض ہے۔ آپ جانتے ہونگے کہ کنبہ کے سربراہ کی حیثیت سے قیامت کے روز آپ کو اپنی اولاد کے قول و فعل کردار اور اس کے گناہوں کے بارے میں ذمّہ دار ٹھہرایا جائے گا، جواب نہ بن پڑنے کی صورت میں عذاب آپ ہی کو بھگتنا پڑے گا۔ اور یہ مال و دولت جو آپ صرف اولاد کیلئے اکھٹا کر رہے ہیں۔ کہیں بھی کام نہیں آئے گا●

نوائے قرآن

تفسیر سورۃ القلم

مولانا عزیز الحق عمری

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿٣٤﴾ أَفَنَجْعَلُ ٱلْمُسْلِمِينَ كَٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ كِتَٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَكُمْ أَيْمَٰنٌ عَلَيْنَا بَٰلِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾

بیشک خدا پرستوں کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں کے باغات ہیں (۳۴) تو کیا ہم مومنوں کو گناہ گاروں کے برابر کر دیں گے (۳۵) تم کو کیا ہوا تم کیسے سوچتے ہو (۳۶) یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو (۳۷) کہ تمہارے لیے اس میں وہی ہے جو تم پسند کرو گے (۳۸) یا تمہارا ہم سے قیامت تک کے لیے کوئی عہد و پیمان ہے کہ تمہیں وہی ملے گا جس کا تم فیصلہ کرو گے (۳۹) آپ ان سے سوال کریں کہ اس کا ضمانتدار کون ہے (۴۰) یا ان کے شرکاء ہیں تو اپنے شرکاء کو پیش کریں اگر وہ سچے ہیں۔

یہ قرآن پاک کا اسلوب بیان ہے کہ جب نافرمانوں کے عذاب کا ذکر کرتا ہے تو مومنوں اور فرمانبرداروں کے لیے اللہ کی نوازشات کا بھی ذکر کرتا ہے تاکہ وہ صبر کے ساتھ دنیا کی مشقتوں کو برداشت کریں اور اس لیے کہ مومن جب اللہ کے عذاب کی بات سنتا ہے خواہ وہ کسی کیلئے ہو تو بے ساختہ اس کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بیقرار ہو جاتا ہے اس لیے اس کے دل کی تسکین کے لیے اس کے سامنے ان انعامات کا ذکر کیا جاتا ہے جو فرمانبرداروں ہی کے لیے اور جو اس کے برعکس یہ سوچتے ہیں دنیا میں خوشحال ہیں تو اللہ ان سے خوش ہے اور آخرت کی نوازشات بھی انہیں پر ہوں گی وہ ایک باطل زعم میں پڑے ہوئے ہیں اور گویا وہ انصاف کے پیمانے ہی کو پلٹ دینا چاہتے ہیں کہ فرمانبردار اور گناہ گار ایک ہی صف میں رکھ دیئے جائیں جو ایک تعجب خیز فیصلہ ہو سکتا ہے۔

فرمانبردار گناہگار کے بارے میں کوئی فیصلہ تو اللہ کرتا ہے کسی زعم باطل اللہ کا فیصلہ نہیں بن سکتا جب تک اس کا کوئی ثبوت ان وسائل سے نہ ہو جو ہمیں اللہ کی طرف سے دیئے گئے ہیں جیسے کوئی

(بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

نوائے حدیث

ترکِ کلام شرعاً حرام!

فضل اللہ سلفی

عن ابی ایوب الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال، لایحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال، یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا، وخیرھما الذی یبدأ بالسلام۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین شب سے زائد اپنے بھائی (سے ملنے اور بات کرنے) کو چھوڑ دے، دونوں ملیں تو ایک دوسرے سے منہ پھیرے اور دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔ (الصحیح البخاری)

آپس میں رہتے ہوئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بات پر کسی سے نوک جھونک بحث ومباحثہ اور تکرار ہوجاتی ہے تو بات آگے بڑھ کر اختلاف اور افتراق وانشقاق تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ دو جن میں خوب بنتی تھی، میل ملاپ اور محبت تھی، اُنس تھا اور چاہت تھی، ایک دوسرے سے قطع تعلق وترک کلام کر لیتے، ملنا بند ہوجاتا، گفتگو کا سلسلہ رک جاتا اور اعراض وروگردانی شروع ہوجاتی، جو سراسر غلط اور حرام ہے۔ مسلمانوں کو تو ویسے بھی ایک دوسرے کے لیے اخوت ومحبت، ہمدردی وبہ خواہی، خلوص ووفا اور سینہ بے کینہ کی تصویر بنے رہنے چاہیئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:- لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا، ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال۔ یعنی ایک دوسرے کے خلاف بغض نہ کرو، نہ حسد رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور اللہ کے (مسلمان) بندے بھائی بھائی ہوجاؤ اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زائد اپنے بھائی (سے ملنے اور بولنے) کو چھوڑ دے اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

تعرض الاعمال فی کل اثنین وخمیس فیغفر اللہ لکل امرئ لا یشرک باللہ شیئا، الا امرأ کانت بینہ وبین اخیہ شحناء، فیقول اترکوا ھذین حتی یصطلحا (مسلم) ہر سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو اللہ ہر اس شخص کو معاف فرمادیتا ہے جو اس کے ساتھ کسی چیز کو نہیں شریک کئے رہتا سوائے اس آدمی کے جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہوتا تو اللہ فرماتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ آپس میں صلح وصفائی کرلیں ۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ :۔ " اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ " (الحجرات: ۱۰) یعنی ،مومن حضرات آپس میں بھائی بھائی ہیں تو تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح وصفائی کرادو نوک جھونک ،بحث ومباحثہ اور اختلافات ونزاع فطری ہے اس سے کسی کو مفر نہیں۔ لیکن اس کی وجہ سے دو افراد کا آپس میں ایک دوسرے سے قطع تعلق اور ترک کلام کرلینا ۔ بہر حال غلط اور شرعاً ممنوع ہے ۔ امام نووی کا بیان ہے کہ بقول علماء : مسلمانوں کا آپس میں تین دنوں سے زیادہ قطع تعلق اور ترک کلام کرنا حرام ہے۔ البتہ تین دنوں تک مباح ہے اور کوئی تین دنوں کے لئے معفو عنہ ہوگا کیوں کہ آدمی غصّہ کے لئے فطرتاً مجبور ہے اس لئے تین دنوں کی یہ گنجائش اس کے واسطے رکھی گئی ہے ۔

لیکن کوئی اگر اس شرعی حد کو پار کرجائے تو ظاہر ہے کہ یہ اس کے لئے قطعاً درست نہیں بلکہ "تجاوز عن الحد " کے جو مضر اثرات ہیں وہ مرتب ہونے لگیں گے، کشیدگی بڑھے گی، ایک دوسرے کے خلاف غم وغصہ کی وجہ سے کینہ کپٹ ، عداوت ودشمنی اور بغض ونفرت پیدا ہوگی جو سب بجائے خود حرام ہیں ۔ گویا ایک حرام کرنے کی وجہ سے کئی محرمات کا وہ مرتکب ہوسکتا ہے، اس لئے تین دن گذرنے کے بعد ہر ایک کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ قطع کلام کا سلسلہ ترک کرکے پھر سے یہ رشتۂ اخوت ومحبت استوار اور اپنے آپ کو کلام وگفتگو کے لئے تیار کرے، البتہ دو افراد میں سے جو کلام کے لئے اقدام اور سلام کرے گا وہ اپنا مقام اچھا اور بہتر بنائے گا جیسا کہ اللہ کے رسول ؐ نے فرمایا " وخیرھما الذی یبدأ بالسلام " یعنی ،دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے (اور کلام وگفتگو کا آغاز کرے) ●

انفاق و ایثار

پہلی قسط

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

مال و دولت بھی خدا کی ایک امانت و نعمت ہے اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اس کے کمانے اور اس کے خرچ کرنے کے سلسلہ میں بھی کچھ حدود و قیود متعین کیا ہے۔ چونکہ اسلام ایک رافت و رحمت کا مذہب ہے اس لئے اس نے اپنے متبعین کو غرباء و فقراء اور سماج کے پسماندہ و حاجتمند طبقہ کے ساتھ مالی ہمدردی اور تعاون پر بڑا زور دیا ہے جو اغنیاء و امراء اور اہل ثروت مال بٹور بٹور کر رکھتے ہیں اور اسے راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے بڑی وعیدیں آئی ہیں اور جو رضائے الٰہی کے لئے مصارف خیر میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہر ممکن اپنا مالی تعاون پیش کرتے ہیں ان کے لئے بڑی بشارتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اموال میں غریبوں، مسکینوں، محتاجوں وغیرہ کا بھی حق رکھا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:" وفی اموالھم حق للسائل والمحروم۔" یعنی ان کے مالوں میں سائل کا اور محروم لوگوں کا بھی حق ہے۔

انفاق و ایثار، صدقات و خیرات اور سخاوت و فیاضی کی بڑی تعریف ہے اور کتاب و سنت میں اس کی بڑی تاکید و فضیلت وارد ہے اس لئے ہمیں ان اخلاق حمیدہ کا خوگر بننا چاہیئے ذیل میں چند آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ نیز اس باب سے متعلق عہد سلف کے چند واقعات بطور عبرت و نصیحت پیش کئے جاتے ہیں۔

آیات قرآنیہ

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ (سورۃ البقرہ ۱-۲۶۱)

یعنی مثال ان کی جو اپنے مالوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں ایک دانے کی طرح ہے کہ اس سے سات بالیں اگیں ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ بڑھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ

کشائش والا اور بہت جاننے والا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ (البقرہ)

یعنی جو لوگ اپنے مالوں کو راہ خدا میں رات کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر میں خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر و ثواب ہے ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ﴿۲۲﴾ (سورۃ الرعد)

اور جو اپنے رب کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیئے ہوئے رزق سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لیے ہے۔

اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ (سورۃ القصص)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دو بار دیا جائے گا اس ثابت قدمی کے بدلے جو انہوں نے دکھائی وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ ﴿۷﴾ (سورۃ الحدید)

ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ (سورۃ السباء)

یعنی جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ (سورۃ البقرہ: ۲۶۷)

یعنی اے مومنو! تم اپنی کمائی میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ)

اور جو بھلائی تم خرچ کرتے ہو تمہیں اسکا پورا بدلا دیا جائیگا اور تم پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

فضائل انفاق احادیث کی روشنی میں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الآخر اللھم اعط ممسکا تلفا (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر روز صبح کو بندوں کے پاس دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ تو خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا فرما اور دوسرا بد دعا کرتا ہے کہ خیر سے رک جانے والے کو ہلاکت دے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی انفق یا ابن آدم انفق علیک:۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالی کہتا ہے کہ اے ابن آدم تو خرچ کر میں تیرے در پر خرچ کروں گا۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من انفق زوجین من شئ من الاشیاء فی سبیل اللہ دعی من ابواب الجنۃ ---------- (متفق علیہ)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ہی مروی ہے کہ اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ راہ خدا میں جو شخص کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کرے گا تو وہ جنت کے ہر دروازے سے دخول کیلئے بلایا جائے گا۔

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی کل مسلم صدقۃ قالوا فان لم یجد فلیعمل بیدیہ فینفع نفسہ ویتصدق قالو فان لم یستطع او لم یفعل فیعین ذو الحاجۃ الملھوف قالوا فان لم یفعلہ قال فیامر بالخیر فان لم یفعل قال فیمسک عن الشر فانہ لہ صدقۃ۔ (متفق علیہ)

یعنی ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے صحابہ کرام نے پوچھا کہ اگر وہ اس کا مستطیع نہ ہو یا نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ کسی فریاد طلب کرنے والے حاجت مند کی مدد کرے لوگوں نے پوچھا کہ اگر وہ اسے بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھلائی کا حکم دے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو وہ اپنے آپ کو برائی سے روک لے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلھا بیمینہ ثم یربیھا لصاحبھا کما یربی احدکم فلوۃ حتی تکون مثل الجبل (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی حلال کمائی سے کھجور کی قیمت کے برابر خرچ کرے گا اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی کو قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت دے گا پھر اس کے اجر و ثواب کو صدقہ کرنے والے کے لیے بڑھائیگا جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچھڑے کو پالتا اور بڑھاتا ہے۔

ما نقصت صدقۃ من مال وما زاد اللہ عبداً بعفو الا عزا وما تواضع احد الا رفعہ اللہ (مسلم)

یعنی صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں برکت ہوتی ہے اور مال بڑھتا ہے اور کسی کے قصور کو معاف کر دینے سے اللہ عزت کو بڑھاتا ہے اور جو کوئی تواضع و خاکساری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے۔

حضرت عثمان کا انفاق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش عسرت کے چندہ کے لیے خطبہ دیا تو حضرت عثمان نے سو اونٹ مع ساز و سامان دیا پھر دوبارہ بھی سو اونٹ مع ساز و سامان دیا حضورؐ نے ترغیب دیا تو پھر سو اونٹ مع ساز و سامان کے دے دیا۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت ابو بکر صدیق نے تو غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ نے چندہ میں اپنا سارا اثاثہ و متاع پیارے نبی کے قدموں پہ لا کر ڈال دیا تھا حبیب پیارے نبی نے پوچھا کہ ابو بکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول کافی ہے علامہ اقبالؒ نے اس کی یوں ترجمانی کی ہے۔ ع

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس :. صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنا نصف اثاثہ پیش فرمایا تھا۔

حضرت طلحہؓ کا انفاق و ایثار

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ ایک دن میرے شوہر طلحہ کے گھر میں بہت مغموم و متفکر داخل ہوئے میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میرے پاس آج بہت مال ہے میں اسے کیا کروں؟ بیوی نے کہا تقسیم کر دیجئے۔ چنانچہ سب کو تقسیم کرا دیا، راوی کہتا ہے کہ میں

نے طلحہ کے خزانچی سے پوچھا کہ کم کان المال فقال اربع مائۃ الف یعنی وہ کتنا مال تھا تو بتایا چار لاکھ تھا۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت حسن رضی سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ رضی نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں فروخت کی اور حضرت عثمان نے نقد دام دے کر خریدا، جب یہ قیمت انہیں مل گئی تو ساری رات ان کو نیند ہی نہیں آئی، جب صبح ہوئی تو سارا روپیہ اہل مدینہ میں تقسیم کر دیا (رواہ الامام احمد بن حنبل)

حضرت زبیر بن عوام رضی کی سخاوت

حضرت زبیر رضی کی خاص ملکیت میں ہزار غلام تھے جو روزانہ ایک متعین رقم ان کو پیش کرتے اور آپ اسے صدقہ فرما دیتے اور خالی ہاتھ گھر واپس آتے۔

آپ نے اپنا ایک گھر چھ لاکھ میں ایک مرتبہ فروخت کیا اور رقم کے متعلق کہدیا ھی فی سبیل اللہ کہ یہ پوری رقم راہ خدا میں وقف ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی کا انفاق وایثار

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی کا تجارتی قافلہ شام سے مدینہ آیا، یہ سات سو اونٹوں کا قافلہ تھا، اونٹوں کی آواز سے پورا مدینہ گونج اٹھا حضرت عائشہ رضی نے دل میں سوز و درد پیدا کرنے والی ایک بات کہی تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی نے فرمایا کہ میں جنت میں شان و عزت کے ساتھ جانا چاہتا ہوں اس لیے ان سات سو اونٹوں کو جملہ ساز و سامان کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے بخوشی دے رہا ہوں۔ (رواہ الامام احمد بن حنبل)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک بار حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی نے چار ہزار درم دینی ضروریات کے لیے فی سبیل اللہ دیا اس کے بعد پھر چالیس ہزار درم دیا اور تیسری بار چالیس ہزار دینار اشرفی دیا چوتھے مرتبہ دینی خدمات کے لیے پانچ سو گھوڑوں کو دیا پانچویں بار پندرہ سو طاقتور اونٹ مجاہدین کی سواری کے لیے دیا علامہ ابن الجوزی امام زہری کی روایت کے ناقل ہیں۔ وکان عامۃ مالہ من التجارۃ یعنی ان کے مال کا بیشتر حصہ تجارت سے تھا۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی کا انفاق فی سبیل اللہ

سلمان بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حج کے لیے گئے تھے وہاں صحابی رسول سے ملاقات

کا خیال ہوا یکایک دیکھا کہ ایک بڑا قافلہ تین سو اونٹوں کا چلا آرہا ہے جس میں سو سواری اور سو بار برداری کے اونٹ تھے ہم نے پوچھا کہ یہ بڑا ساز و سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا عبداللہ بن عمر کا ہے سائل نے پھر پوچھا یہ سب انہی کا ہے؟ کہا ہاں یہ سب انہیں کا ہے لیکن یہ بھی سنو کہ یہ سب کس مصرف میں لائے ہیں؟ سو اونٹ اپنے بھائیوں کیلئے رکھا ہے کہ انکوان پر سوار کرتے ہیں اور دو سو ہر آنے جانے والے ملاقاتی و مسافر کے لیے ہیں تو ہمیں تعجب ہوا۔

حضرت عائشہ رضی کی سخاوت وانفاق

بعث معاویۃ إلی عائشۃ بطوق من ذھب فیہ جوھر قوم مائۃ الف فقسمتہ بین ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی معاویہ رضی نے حضرت عائشہ رضی کے پاس سونے کا ایک ہار جو جواہرات سے مرصع تھا بھیجا جس کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ کیا گیا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی نے اپنی دوسری سوکنوں میں تقسیم فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی نے دو بوروں میں ایک لاکھ اسی ہزار درہم تحفہ کے طور پر بھیجا انہوں نے طبق منگوا کر اس میں رقم نکال، نکال کر سارا کا سارا تقسیم کر دیا خود روزہ سے تھیں اپنے شام کی افطاری اور کھانے کیلئے بھی کچھ اس میں سے نہیں بچایا۔

حضرت ربیع کا جذبہ انفاق وسخاوت

حضرت ربیع کو فالج نے مار دیا جس سے ان کو سخت تکلیف ہوئی ایک دن انکو مرغی کے گوشت کی خواہش ہوئی چالیس دن تک خواہش کو دبائے رکھا ایک دن اپنی رفیقہ حیات سے ذکر کیا، بیوی نے کہا سبحان اللہ یہ کون سی بڑی بات ہے جس کے لیے آپ نے اپنے نفس کو روکا، انہوں نے بازار سے مرغی منگوا کر عمدہ طریقہ سے بھونا پکایا اور روٹی بھی کسی طرح کی بنا کر خوان سامنے لائیں کھانے کیلئے جب اٹھ کے بیٹھے تو دروازہ پر ایک سائل کی آواز آئی تصدقوا علی بارك اللہ لکم مجھے خیرات دو اللہ تمہارے لیے برکت دے گا یہ سن کر کھانے سے رک گئے اور فرمایا کہ یہ خوان سائل کو پہونچا دو عورت نے کہا سبحان اللہ تو فرمایا کہ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو عورت نے کہا کہ میں سائل کو اس کے حق میں جو بہتر چیز ہے وہ دیدونگی پوچھا کیا چیز؟ کہا اس پورے خوان کی قیمت نقدی دے دونگی آپ اسے تناول فرمائیے۔ قد احسنت تم نے خوب سمجھا اچھا قیمت لے آؤ جب وہ قیمت لے کر آئیں تو فرمایا کہ اس خوان پر اس کو بھی رکھدو۔ و ادفعیہ جمیعا الی السائل اور سارا کا سارا سائل کو دے آؤ۔ (صفۃ الصفوۃ)

(جاری)

فتنوں کا دور اور ان سے نجات کی راہیں

از ــــــــ مولانا ظہیر الدین اثری رحمانی استاذ جامعہ دارالسلام عمرآباد۔
مرتب ــــــــ کتاب اللہ اثری ۔ استاذ جامعہ محمدیہ جسکور۔

آج کا یہ دور ایک پرفتن و پرآشوب دور ہے مجھے اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آرہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یصبح مومنا و یمسی کافرا" کہ ایک دن صبح ہوتے ہوتے مومن رہتا ہے اور شام ہوتے ہوتے کافر ہوجاتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس فتنے کے زمانے میں کسی شخص کے خیال اور کسی شخص پر اطمینان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کب اسلام کے راستے سے ہٹ جائے گا۔ آج دنیا میں نظر دوڑایئے تو فتنے کی فراوانی اور فتنے ہی فتنے بپا ہیں۔ یہ دنیا میں رات کی تاریکی کی طرح نازل ہو رہے ہیں اور یہ اتنے سخت ہیں کہ اس سے کسی آدمی کا بچنا و محفوظ رہنا مشکل نظر آرہا ہے۔

اور آپ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یوشک الامم ان تداعی الاکلۃ الی قصعتھا فقال قائل ومن قلۃ نحن یومئذ فقال بل انتم یومئذ کثیر لکنکم غثاء کغثاء السیل و لینزعن اللہ من صدور عدو کم المھابۃ منکم و لیقذفن فی قلوبکم الوھن فقال قائل یا رسول اللہ ما الوھن؟ قال حب الدنیا و کراھیۃ الموت" (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۲ باب فی تداعی الامم علی الاسلام)

عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ پوری قومیں مسلمانوں پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکا آدمی اپنے پیالے کی طرف لوٹ پڑتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے مسلمانوں کے طاقت کا دور دیکھا تھا ان کو تعجب ہوا کہ کیا ایسا بھی دور آئے گا کہ دنیا

کی ساری قومیں مسلمانوں کو اپنا لقمہ تر سمجھیں گی اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہیں گی
یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بہر حال صحابہ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا اس وقت ہم تعداد میں
کم ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی تعداد کثیر ہوگی۔
لیکن وہ سیل رواں میں بہہ جانے والے خس وخاشاک کے مانند ہوں گے۔ اور
انہیں وھن دامن گیر ہوگا۔ اس وھن کی وجہ سے قومیں انہیں ختم کرنے کی
سازشیں کریں گی۔ صحابہ نے پوچھا وھن کیا چیز ہے اے اللہ کے رسول؟ تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان دنیا سے محبت کریں گے اور موت سے ڈریں گے
اور اسے ناپسند کریں گے۔

آج مسلمانوں میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں یعنی انہوں نے دین کے مقابلہ
میں دنیا کو ترجیح دی اور دنیا کے حاصل کرنے میں دین کو پس پشت ڈال دیا اس
طریقے سے انہیں دنیا کی محبت دامن گیر ہو گی۔ اور دوسری بات مسلمانوں کو موت
سے نہیں ڈرنا چاہیئے بزرگوں کا قول ہے (الموت جسر یوصل الحبیب الی
الحبیب کہ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست کے پاس پہونچاتی ہے۔ مسلمانوں کا ایک حقیقی
مقام جنت ہے اور جنت میں اللہ کا دیدار ہے۔ اور یہی مسلمانوں کی سب سے محبوب
چیز ہے قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ " ورضوان من اللہ اکبر " کہ
سب سے بڑی چیز ایک مسلمان کے لئے اللہ کی رضامندی ہے۔ صحابہ کی زندگی کا مطالعہ
کیجئے کہ وہ اپنی تعداد کم ہونے کے باوجود، سامان جنگ کے کم ہونے کے باوجود اعلاء
کلمۃ اللہ کے خاطر سر پر کفن باندھ کر نکلتے تھے اور اسلام دشمن طاقتوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے جو
اللہ ان کی مدد کرتا تھا جس کی بنا پر انہوں نے ساری دنیا میں اپنی طاقت کا لوہا منوایا وہ موت
سے نہیں ڈرتے تھے۔ میدان کارزار کے بے باک سپاہی تھے۔

لہذا ان فتنوں سے بچنے کیلئے ہمارے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ ہم
دنیا سے زیادہ دین سے محبت کریں اور موت سے نہ ڈریں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم تمام کو اس کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

اہلحدیث ہند کا شاندار ماضی

جلال الدین قاسمی

ہر تحریک خون مانگتی ہے قربانی چاہتی ہے سر کی طلبگار ہوتی ہے جو خون نہیں دے سکتا قربانی نہیں دے سکتا وہ کچھ نہیں کر سکتا اور کوئی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ایسے جیالے جگردار افراد میسر نہ ہوں جو اپنا سب کچھ لٹا دینے کو تیار نہ ہوں اور اگر کسی تحریک کے پاس جانباز و جاں فروش اور جوانمرد کارکن نہ ہوں تو اپنے نصب العین کے سانچے میں ڈھال کر اور اپنے مقاصد کی بھٹی میں تپا کر ایسے افراد کی ایک جماعت خود پیدا کر لینی چاہیئے۔

جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی شمع فروزاں کی تو چاروں طرف سے مخالفت کے طوفان امڈ آئے مگر آپ بڑی خاموشی، بے خوفی اور انتہائی صبر و ضبط کے ساتھ ان وحشیوں اور مذہب سے بیگانہ افراد کو تلاش تلاش کر انسان بنانے لگے اگرچہ آپ کی زندگی خطرات میں گھر گئی مگر حیا سوز حرکتوں اور انسانیت سوز سلوک کے باوجود آپ نے ان پتھروں کو کاٹ کاٹ کر ایسے انسان بنائے جو توحید و سنت کا اعلیٰ نمونہ، ہمت و شجاعت کا مجسمہ اور ایثار و عمل کا پیکر تھے وہ ایسے انسان تھے جو رب العزت کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے جان ہتھیلیوں پر لیے پھرتے تھے دین حق کی آواز پہونچانے کے لیے پہاڑوں میں صحراؤں میں خشکیوں میں برفیلی وادیوں اور تپتے ہوئے ریگزاروں میں دیوانہ وار گھومتے رہے آبلہ پائی کے مزے چکھتے رہے لیکن اسلام وہ نشہ نہیں تھا جو ظلم و ستم جور و استبداد کی ترشی سے اتر جاتا۔

یہ تلخ حقائق اور درد کے ٹکڑے ہیں آج کے ان مسلمانوں کے لیے جو اسلام کا کلمہ تو پڑھتے ہیں مگر دشمنانِ اسلام کی عداوت و شرارت سے ڈرتے ہیں تبلیغ دین کا جذبہ تو رکھتے ہیں مگر سرفروشی اور جاں نثاری کے راستے پر دو قدم چلنا پسند نہیں کرتے۔ بقول شاعر: ؎

یہ درد کے ٹکڑے ہیں اشعار نہیں ساغر ... ہم سانس کے دھاگوں میں زخموں کو پروتے ہیں

برصغیر کے مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ تحریک اہل حدیث کے حامل افراد جو دور غفلت کا شکار ہو گئے ہیں جس کے نتیجے میں سارے ہندوستان کے کونے کونے میں بدعات و خرافات الحاد و اباحیت کا طوفان پھر سے کھڑا ہو گیا ہے۔ نہ وہ علمائے مخلصین رہے نہ مسلک و عقیدہ کی وہ گرفت افراد اہل حدیث پر رہی جو ہر فتنہ کے سامنے انہیں ڈٹ جانے کا عزم و حوصلہ دیتی۔

مگر جب ہم اپنے شاندار ماضی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں ایسے افراد کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے علم و عمل دعوت و تبلیغ، اخلاق و کردار سے تحریک اہل حدیث کو جلا بخشی کتاب و سنت کے ذریعہ عوام کی صحیح نمائندگی کی چنانچہ امام شافعیؒ سے لے کر امام ابن حزم اندلسی تک اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے لیکر امام شوکانی تک اور برصغیر میں شیخ الاسلام میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی، ابو سعید محمد حسین بٹالوی، نواب وحید الزماں، علامہ عبد العزیز رحیم آبادی، مولانا عبد السلام مبارکپوری، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، حجۃ الاسلام ابو القاسم سیف بنارسی، محمد ابراہیم سیالکوٹی علامہ محمد اسماعیل گوجرانوالہ حافظ عبد اللہ غازی پوری، مولانا نذیر احمد رحمانی وغیرہ کی مستقل ایک کڑی ہے جنہوں نے سنت کے خلاف پیدا ہونے والے فتنوں کو کچل کر رکھدیا عصر حاضر میں بھی کتاب و سنت اور حدیث کے دفاع اور اس کی بھرپور خدمات کا سہرا انہیں ائمہ اہل حدیث و اساطین اہل سنت والجماعت کے سر بندھتا ہے انکار حدیث اور تشکیک کے فتنوں کا علاج کرتے اور کتاب و سنت کی بے لوث خدمات اور غیر متعصبانہ خدمات کرنے والے ہند و پاک میں اسلام کے یہی سلفی شہسوار ہیں اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے۔

یوں تو اگر جزوی واقعات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد حضرت عمر کے دور ہی سے شروع ہو چکا تھا لیکن بڑے پیمانے پر اس کی آمد پہلی بار محمد بن قاسم کے زیر قیادت پہلی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی اور یہ ہندوستان کی بدنصیبی ہے کہ اسلام ایران و افغانستان کے راستے سے پہونچا جہاں عجمیت اور تصوف کی غیر اسلامی روایات کا گہرا رنگ بھی اس پر چڑھا دیا گیا نیز یہاں کے مسلمان بادشاہوں اور ان کے مشیروں

نے اسلام کی صحیح اور پاکیزہ تصویر کو مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی ابوالفضل اور فیضی نے اکبر کو خلیفۃ اللہ بنانے کے جنون میں دین الٰہی قائم کرکے اسلام کی شکل کو بگاڑنا چاہا اکبر کی گمراہی اور جہانگیر کی بددیانتی کا مقابلہ کرنے اسلام کو تصوف اور عجمی آلودگیوں سے پاک وصاف کرنے کے لیے حضرت شیخ احمد سرہندی کو پیدا کیا جنہوں نے سلطنت مغلیہ کے جاہ وجلال کو خاک میں ملا دیا چوتھی صدی ہجری میں محمود غزنوی کی خارا شگاف تلوار چمکی اور اسلامی لشکر کا سیلاب ہندوستان کے قلب تک جا پہونچا اور یہ بھی اگرچہ تمام فقہی گروہ بندیوں سے پاک وصاف ہوکر براہ راست کتاب وسنت کا پابند تھا لیکن جس دور میں اس کا ظہور ہوا اسلام طرح طرح کی پیچیدگیوں کا شکار ہوچکا تھا فقہی گروہ بندیاں اس درجہ شباب پر تھیں کہ ماوراء النہر کے فقہاء حنفیہ وشافعیہ باہمی جنگ وجدال کی قوت باقی رکھنے کے لیے رمضان شریف کے فرض روزے تک چھوڑ دیا کرتے تھے ۔ (مراۃ الجنان میزان شعرانی)

حاصل کلام یہ کہ اس کے ساتھ ہندوستان میں جو اسلام آیا وہ ان بیماریوں کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا ترکوں اور غوریوں کے دور میں امت کی حالت اس سے بھی زیادہ بدتر تھی مغلوں کا زوال ہوا تو اجتماعی مصائب کا سنگین دور شروع ہوا اور مسلمانوں کے لیے آبرو بچانی مشکل ہوگئی ۔

اس پورے دور میں علمائے اسلام کی جنگ جاری رہی لیکن فقہی گروہ بندیوں کے خار زار میں اٹک کر رہ گئی یہ دور ظلمات بھی مردان حق سے کبھی خالی نہ رہا انہوں نے چراغ سے چراغ روشن کیے لیکن ان کے روشن کردہ چراغ تاریکی کی دبیز چادر چاک نہ کرسکے صرف اپنے گرد وپیش کو روشن کرکے رہ گیے پھر جب بدعات کی گرم بازاری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بطل اسلام مجاہد ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کو پیدا کیا جنہوں نے اپنے علمی وتدریسی خدمات سے شرک وبدعت کا قلع قمع کیا اور ہندوستان کے اندر توحید وسنت کا غلغلہ بلند ہوا ان کی محنت وکوشش سے اہل حق کا ایک گروہ تیار ہوگیا لیکن یہ کام ابھی ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا کہ ان کی زندگی کے ایام پورے ہوگئے عمر نے وفا نہ کی اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔

پھر اس کام کو آگے بڑھانے اور عملی شکل میں پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شاہ اسماعیل

شہید ؒ کو پیدا کیا جنہوں نے زبان و قلم، تیغ و تفنگ سے جہاد کیا جو بات لوگ بند حجروں میں کہتے سے ڈرتے تھے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ہنگامہ مچا دیا عین اسی زمانے میں سید احمد شہید بریلوی ؒ تزکیہ نفس اور اصلاحِ اُمت کی مہم کے ساتھ نمودار ہوئے اصلاح خلق اور تطہیر ملک کا ایک جامع پروگرام بنایا اور مختلف علاقوں کا دورہ شروع کیا اور ہندوستان کے کونے کونے میں فدائیان کتاب و سنت کی ایک ایسی عظیم و فعال جماعت منظم کی جس نے برصغیر میں مسلمانوں کے دینی عقائد میں انقلاب برپا کر کے خیر القرون کی یاد تازہ کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے پاک نفس اور راستباز قدوسیوں کی ایک ایسی جماعت وجود میں آگئی کہ صحابہ کرام کے بعد جن کی مثال چشم فلک نے شاید ہی کبھی دیکھی ہو بقول سید سلیمان ندوی :۔ سید صاحب کے خلفاء ہر صوبہ میں پہونچ گئے تھے اور اپنے اپنے دائرے میں تجدید و اصلاح اور تنظیم کا کام انجام دے رہے تھے مشرکانہ رسوم مٹائے جا رہے تھے۔ بدعتیں چھوڑی جا رہی تھیں نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن رہے تھے جو مسلمان نہ تھے وہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے شراب کی بوتلیں توڑی جا رہی تھیں تاڑی اور سیندھی کے خم لنڈھائے جا رہے تھے حق و صداقت کی بلندی کے لئے علماء حجروں سے اور امراء ایوانوں سے نکل نکل کر میدان میں آ رہے تھے اور ہر قسم کی لاچاری مفلسی اور غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے ہوئے تھے اور مجاہد دعوت و تبلیغ میں لگے ہوئے تھے (مقدمہ سیرت سید احمد شہیدؒ)

مولانا ابو الکلام آزاد ؒ نے تذکرہ میں ان حضرات کے بارے میں یوں خامہ فرسائی کی ہے برصغیر ہند و پاک میں جہاد حق اور دعوت و سنت کی ابتدا مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی نے فرمائی اور تعمیر و تزئین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی مگر اعلائے کلمۃ الحق اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے قدرت نے کفن بر دوش غازی "فنا فی اللہ شہید فی سبیل اللہ تتمہ دودمان ولی اللہی" مولانا محمد اسماعیل شہید ؒ کو پیدا کیا (تذکرہ مولانا ابو الکلام آزاد)

برصغیر کے شہرۂ آفاق محقق اہل قلم حضرت مولانا سید سلیمان ندوی ؒ نے اپنے تاثرات ان لفظوں میں بیان کیا ہے ہندوستان پر اللہ کی بڑی رحمت ہوئی کہ عین تنزل اور سقوط کے آغاز میں شاہ ولی اللہ کے وجود نے مسلمانوں کی اصلاح و دعوت کا ایک نیا نظام مرتب کر دیا تھا

جو گرچہ سیاسی حیثیت سے ناکام رہا تاہم نظری مذہبی اور عملی حیثیت سے اس کی جڑیں مضبوط بنیادوں پر قائم رہیں جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا۔ اسی طرح مشہور محقق اہل قلم مسعود عالم ندوی فرماتے ہیں۔

سید صاحب کی دعوت خالص کتاب وسنت کی دعوت تھی بدعت وشرک کو مٹانا ان کا مشن تھا وہ دین محمدی میں عہد فاروقی کی پاکیزگی، شان وشوکت پیدا کرنا چاہتے تھے، توحید خالص کی تبلیغ قبر پرستی کا استیصال، مراسم تعزیہ کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنا ان کے دعوت کے اہم اجزا تھے ان کی دعوت کامیاب ہوئی یا ناکام اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں زمانہ شاہد ہے اور موجودہ صدی کی تاریخ گواہ ہے یقین نہ آئے تو صادق پور عظیم آباد کے ذرات خاک سے پوچھو انبالہ تھانیسر اور بالاکوٹ کے معرکہ کارزار کے ہیبت افزا میدانوں سے دریافت کرا کہ اس وقت تک ہندوستان میں جو کچھ تجدید واصلاح ہو سکی ہے اور آج پورے برصغیر میں علم وعرفان تقوی ونیک نفسی، توحید وسنت کا جو چراغ جل رہا ہے خلیج بنگال سے لیکر کنیا کماری تک، راس کماری اور ساحل سندھ تک توحید وسنت کا جو سرسبز وشاداب چمن لہلہا رہا ہے خلیج سید اسماعیل شہید سید احمد شہید اور ان کے کفن بردار ساتھیوں وجاں نثاروں کی انتھک کوششوں کا ثمرہ نتیجہ ہے ع

بنا کر دند خوش رسمے بخاک وخوں غلطیدن ۔۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی وفات پر ابھی نصف صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے ہندوستان کے چپے چپے کونے کونے میں دعوت وتبلیغ کا ایک جامع اصول مرتب کیا اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے قائم کردہ نقوش وخطوط پر خلافت علی منہاج النبوۃ کا رنگ آنے لگا بالآخر بالاکوٹ کے میدان میں وادی کاغان کے جنوبی دہانے پر ایک معرکۃ الارا و فیصلہ کن جنگ ہوئی جہاں انگریزوں کے لقمہ خور قبر پرست بریلوی اور درویشوں کی کفر بازی کے نتیجہ میں جیتی ہوئی لڑائی شکست میں تبدیل ہو گئی اور دعوت وتبلیغ، جہاد حق واعلائے کلمۃ اللہ کے آفتاب وماہتاب سید احمد شہید واسماعیل شہید اور مجاہدین کا ایک بڑا گروہ شرف شہادت سے ہمکنار ہوا (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

ع: ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔ ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

(جاری)

ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

میں کم ہی ہنستا ہوں۔ کبھی مجبور بھی کر دیا جاؤں تو پھیکی مسکراہٹ پر اکتفا کرتا ہوں دراصل بچپن سے غم دیا س میں پلا بڑھا ہوں۔ اس لیے آہیں بھرنا اور رونا معمولات میں شامل ہیں بچپن میں میرے رونے کا آغاز اس دن ہوا جب پہلی بار ہاتھ پاؤں باندھ کر مولوی صاحب کے مکتب میں پہنچایا گیا تھا کئی دنوں تک مولوی صاحب کو صلواتیں سنائیں اور اپنی پوری طاقت استعمال کی کہ قاعدہ بغدادی کا کوئی لفظ میرے معصوم دماغ کے خلیات کو مجروح نہ کرے۔ میں اتنا حساس تھا کہ قاعدہ بغدادی کے نام سے ملیریا بخار کا آجانا معمولی بات تھی۔ میری آرٹسٹک صلاحیت اچھی تھی، ان حروف کو خوبصورتی سے جلا دیتا تھا جو یاد نہیں ہوتے تھے اس طرح کئی کتابوں کو خراب کر کے اور سزا پا کر اپنے رونے دھونے کا سلسلہ جاری رکھا وقت کے ساتھ ساتھ مولوی صاحب کی مقناطیسی شخصیت میری ضدّی طبیعت پر غالب آگئی میں مکتب میں پہنچنے والا پہلا طالب علم بن گیا اور ابتدائی کتابوں کو حفظ کرنے میں مہارت حاصل کر لی میں جسمانی اعتبار سے دبلا پتلا تھا اس لیے ہم سبق ساتھیوں کی چٹکیاں اور مکّے میرے جسم کو سرخ کرتی رہیں۔ اور خاکسار چوں چرا کیے بغیر ان کی ایذا رسانی سہتا رہتا۔ اس طرح میرے رونے اور سسکیاں لینے پر فل اسٹاپ نہیں لگ سکا۔ یہ میری زندگی کا ایک سنہرا دور تھا۔

اس دن بھی خوب رویا جب مکتب سے ہٹا کر مدرسہ میں داخل کرایا گیا۔ مکتب کے ہم سبق ساتھیوں کی یادیں سسکیاں لینے پر مجبور کرتی رہیں۔ مدرسہ میں عربی زبان وادب اور اسلامی علوم وفنون کے بحر بیکراں میں آٹھ برسوں تک غوطہ کھلایا گیا۔ نصابی کتابوں کے تمام اسباق گھول کر پلائے گئے دورۂ حدیث ایک خاص فن ہے جس سے واقفیت کرائی گئی۔ ختم بخاری شریف کے وقت فارغ ہونے والے طلباء کیلئے رونے کی روایت رہی ہے چنانچہ اختتام درس سے پہلے زانوئے ادب تہہ کر مزاحیہ رونے کی مشق کی۔ لیکن مصنوعی آنسوؤں نے ساتھ نہیں دیا اور آنکھیں رم جھم کے لیے

ترستی ہو گئیں۔ مدرسہ میں دورۂ حدیث کا آخری دن بھی آ پہنچا۔ آنکھوں میں حقیقی آنسوؤں کا سیلاب، بخاری شریف کی آخری حدیث پر پھوٹ پڑا۔ میں نے ہم سبق ساتھیوں کے ساتھ مل کر سسکیوں کا وہ سماں باندھا کہ اس صدی کا یادگار دن بن کر رہ گیا۔ استادِ گرامی کی محبت بھری نصیحتیں موتی کی طرح بکھرنے لگیں، صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنے اور سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے کی آخری تلقین بڑی دلچسپ تھی اور ان نصیحتوں کو ہمارے کان سنتے رہے اور آنکھیں نئی ذمہ داریوں کے احساس سے روتی رہیں۔

مدرسہ سے علمی فراغت پا کر دنیا کی آبادی میں ایک نیا عالمِ دین بن کر نازل ہوا یعنی میں بھی بے روزگاروں کی صف میں ایک بے روزگار کی حیثیت سے شامل ہو گیا ——— پھر میں تھا اور وہی اداسی، حزن و ملال اور غم و الم ——— جو بچپن سے سایہ کی طرح ساتھ ساتھ تھا۔

لیکن ایک دن میرے ہنسنے کی گھڑی آ ہی گئی۔ سردی کی ایک صبح تھی۔ جب میں پہلی بار جی بھر کر ہنسا بلا روک ٹوک ہنسا۔ پیٹ میں بل پڑ گئے۔ پڑوس کی وہ عورتیں اور لڑکیاں بھی باہر نکل آئیں جن کی شرافت کی قسم کھائی جا سکتی تھی۔ میرے تن اِستاپ ہنسنے کا سبب ایک سفید گدھا تھا جس پر ایک عدد فقیر براجمان تھے۔ جسم سے کوڑھی اور صورت سے مسکین لگ رہے تھے۔ اپنی شاہی سواری پر دروازہ دروازہ بھیک مانگ رہے تھے۔ بڑا دلچسپ منظر تھا۔ ایسے حسین منظر پر کوئی نہ ہنسے وہ کمبخت اور کم ظرف ہی ہو سکتا تھا سفید گدھا یقیناً قابلِ مبارکباد تھا جو دھوبی کے گھر سے ہجرت کر کے کوڑھی فقیر کے یہاں پناہ گزین تھا۔ دونوں خوش قسمت تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے بل بوتے پر ماقبل تاریخ کے نمونہ تھے۔ کوڑھی فقیر سال میں دو بار علاقہ میں بھیک مانگنے آجاتا۔ اس کی آمد ایسی ہوتی جیسے کوئی سرکاری افسر علاقہ کے انسپکشن کے لیے آتا ہے اس کے آتے ہی محلہ میں بچوں کا جھنڈ اکٹھا ہو جاتا جیسے اس کے آنے کی پیش گوئی محکمۂ موسمیات نے پہلے ہی کر دی ہو۔ فقیر بھی ایسا کہ بغیر بھیک لیے ملتا نہیں تھا۔ گدھا بھی ایسا کہ مالک کی جھولی کو خالی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُسے میں دیکھ کر میں بھی اپنی فطرت کے خلاف ہنسنے میں مجالت نہیں کرتا تھا اور اس کے ساتھ سخاوت سے پیش آتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو عزت دینے لگے تھے اس کی انگلیوں میں لپٹی ہوئی دھجیاں ترس کھانے کیلئے کافی ہوتیں۔

ایک بار مجھے ایک گاؤں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے مجھے خوش قسمت بتایا کہ ان تاریخوں میں وارد ہوا تھا۔ ان دنوں گاؤں میں ملنگے شاہ کی عرس کی تیاری چل رہی تھیں۔ ہر طرف ملنگے شاہ کی

کرامات اور فیوض و برکات کا چرچا تھا۔ ان کا مزار ایک برگد کے سایہ میں تھا جس کی شاخوں پر ہری جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ مزار ہرے رنگ کے ریشمی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ مزار کا ریشمی چادر عقیدت مندوں کیلئے اس وقت تک "شجر ممنوعہ" تھا جب تک مُجاور کی مٹھی گرم نہ کر دی جاتی۔ یعنی وہاں بھی سرکاری دفاتر کی طرح منتوں کی فائل رشوت کے بغیر آگے نہیں کھسک رہی تھی۔ میں بھی ڈرتے ڈرتے مُجاور کی خدمت میں حاضر ہوا ــــــــ چہرہ جانا پہچانا لگ رہا تھا ــــــــ کہاں ملا تھا اس بزرگ سے؟ ذہن پر زور ڈالا ــــــــ اچانک گدھے والے فقیر کی صورت آنکھوں میں گھوم گئی ــــــــ لیکن وہ تو کوڑھی تھا جب کہ مجاور صحت مند انسان نظر آ رہا تھا۔

"السلام علیکم، جناب عالی!" میں مجاور سے مُخاطب ہوا۔ مُجاور نے بغور دیکھا۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ اپنے بغل میں بٹھا کر عزّت دی۔ لیکن اس کے چہرہ کا بدلتا رنگ، اس کے بہروپیے باطن کی چغلی کھا رہا تھا ــــــــ وہ مرحوم مٹکے شاہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگا۔ "حضرت! مانگ لیجئے جو بھی مانگنا ہے۔ یہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ مٹکے شاہ سب کی سُنتے ہیں۔ ان کے دربار میں جو بھی عرض و نیاز لیکر آتا ہے، پوری توجہ سے سُنتے ہیں۔" مجاور عورتوں کی بھیڑ پر اچٹتی نگاہ ڈال کر تیز آواز سے بولا۔ "حضرت! آپ بھی مٹکے شاہ کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہیں۔ موقع غنیمت جانیئے۔ ان کے دربار میں دامن پھیلا دیکھئے۔" میری قوّتِ برداشت جواب دینے لگی۔ میرا ہنستا چہرہ پھر غم و یاس میں ڈوب گیا۔ میرے اندر کا چھپا ہوا ایمان اپنی حفاظتی تدبیروں کے ساتھ اس کوڑھی فقیر عرف مجاور سے زبانی جہاد کیلئے تیار تھا۔

"کیا آپ کے خالق مٹکے شاہ تھے یا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ؟ کیا مٹکے شاہ کے عقیدت مندوں کو عدم وجود سے وجود میں لا کر مٹکے شاہ نے کرامت دکھائی ہے یا ذات باری نے اپنی ربوبیت کا اظہار کیا ہے؟ کیا (السمیع) سب کچھ سُننے والا، البصیر (سب کچھ دیکھنے والا)، المبدی (پہلی بار پیدا کرنے والا)، البدیع (بے مثال چیزوں کو ایجاد کرنے والا، المغنی (بے نیاز و غنی کر دینے والا) اور المجیب (گذارشات سُننے اور قبول کرنے والا) جیسی خالق کی صفات مخلوق میں آسکتی ہیں؟ مٹکے شاہ تو خود مخلوق تھے اور مخلوق خالق کا محتاج ہوتا ہے۔ اس صورت حال میں ایک محتاج مخلوق دوسرے محتاج مخلوق کی کیا مدد کر سکتا ہے؟"

مجاور کے احتجاج کے باوجود میں نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ "اللہ تعالیٰ ہی سبھوں کا خالق ہے۔ ہم سب مخلوق ہیں۔ خالق کی صفات مخلوق میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ عظیم الشان صفات کا مالک ہے اور کائنات کی تمام مخلوقات کی آوازیں، مناجات، تسبیحات کو بیک وقت سُنتا ہے۔ کسی ایک فرد کی آواز سُنتے ہوئے دوسرے فرد کی آواز سے بے خبر نہیں ہوتا اور نہ کسی ایک مخلوق کی مُناجات کے وقت دوسرے مخلوق کی مُناجات سے بے توجہی برتتا ہے۔ اس کی قوت سماعت نہ تو محدود ہے کہ جہری دعاؤں کو سُن لیتا ہے اور سرّی دعاؤں کے سُننے سے قاصر ہے۔ یا صرف تعریفی کلمات کو سُن لیتا ہے اور گذارشات کو نہیں سُنتا۔ اس عظیم خالق کی یہ بھی صفت ہے کہ کائنات کی تمام مخلوقات کو پوری توجہ اور تفصیل کے ساتھ دیکھتا رہتا ہے۔ اس کے مشاہدہ میں، رات کی تاریکی، سمندر کی گہرائی اور مسافت کی دوری حائل نہیں ہوتیں اور نہ ایک مخلوق کو دیکھتے وقت دوسری مخلوقات سے بے توجہ ہوتا ہے نہ ایک فرد کے اعمال کے مشاہدہ کے وقت دوسروں کے مشاہدہ کا محتاج ہوتا ہے وہ نہ صرف حال کو دیکھتا ہے بلکہ ماضی، حال، اور مستقبل تینوں کا برابر مشاہدہ کرتا ہے۔" میں نے مجاور کے غصہ اور ناپسندیدگی کی پرواہ کیے بغیر پوچھا: "کیا مٹکے شاہ خالق کی ان صفات سے متصف تھے؟ اگر نہیں تھے اور جواب یقیناً نفی میں ہے تو بتایئے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے دربار میں منتیں اور التجائیں کرنا کون سی عقلمندی ہے؟۔ مٹکے شاہ کائنات کی بے شمار مخلوقات کی طرح، زندگی اور لوازمات زندگی کیلئے خالق کے محتاج تھے اور اسی صورت حال میں دنیا سے رخصت بھی ہو گئے اور نہ اس وقت گذارشات سُننے کی صلاحیت رکھتے تھے اور نہ اب رکھتے ہیں۔ وہ نہ اس وقت مشاہدہ کرنے کی قوت رکھتے تھے اور نہ اب رکھتے ہیں۔ وہ نہ اس وقت حاجت روائی کر سکتے تھے اور نہ اب کر سکتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ عالم برزخ کا انسان اس تنکے کی طرح بے سہارا ہوتا ہے جو نہ پانی کے تہہ میں ڈوبتا ہے اور نہ باہر نکل سکتا ہے۔ یہی صورت حال مٹکے شاہ کے ساتھ بھی ہوگی۔"

میری زندگی کی پہلی تقریر جاری تھی کہ اچانک ایک کرارا طمانچہ میرے کلّہ پر لینڈ کیا۔ حملہ اتنا شدید تھا کہ اس کا شان نزول معلوم کرنے کی جسارت نہیں لی۔ بھاگتے ہوئے صرف اتنا سُن سکا "کمبخت!" "بدعقیدہ"!!

خوشی ہے کہ گاؤں والوں نے میرے بال نہیں منڈوائے اور اسی سفید گدھا پر گاؤں کے سات

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

یہود بعثت نبوی سے پہلے

تیسری قسط

مولانا عزیز الحق عمری ——— ایم۔ اے۔ علیگ

یہود بزدل ہوتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں اور لڑائی کے لیے رات کا وقت پسند کرتے ہیں تاکہ اندھیرے میں اپنے دشمنوں کو نہ دیکھ سکیں اور نہ دشمن انہیں دیکھ سکے اور مکانوں، دیواروں اور قلعوں کی حفاظت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

اور کسی ملک پر غالب آنے کے بعد ان کا دین یہ واجب قرار دیتا ہے کہ تمام بالغوں کو قتل کر دیا جائے اور ایک فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اور سبھی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور تمام مال و اسباب اور جائداد پر قبضہ کر لیا جائے[1]

یہودی زندگی بھر فساد و برائی اور بدکاری کے بھنور میں رہتے ہیں اور رذائل کو عام کرتے اور شرافت سے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔

دنیا کے طوائف خانوں کے مالک یہی ہوتے ہیں اور ہر جگہ جنسی بے راہ روی کا پرچار کرتے ہیں۔ وہ سود وغیرہ سے جو مال کماتے ہیں اسے رذائل کو عام کرنے اور انسانی قدروں کو پامال کرنے میں صرف کرتے ہیں، وہ ہر اس چیز کے دشمن ہیں جس کا شرافت سے کوئی تعلق ہو۔ وہ انسان کو حقیر سمجھتے ہیں اور غیر یہودی سے مال کی چوری اور اس کی آبرو ریزی اور اسکا خون چوسنا جائز سمجھتے ہیں۔

یہودیوں کا اوّل و آخر معبود "سونا" ہے وہ اس کا احترام کرتے ہیں اور اسے مختلف وسائل سے حاصل کرتے ہیں پھر دنیا پر اقتدار حاصل کرنے اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنے اور غیر یہودیوں کو

---

(۱) سفر تثنیہ میں ہے کہ جب تمہارا معبود تمہارے ہاتھ میں دے تو تمام مردوں کو قتل کر دو اور عورتوں، بچوں، چوپایوں اور تمام چیزوں کو مال غنیمت بنا لو اور رب نے جو مالِ غنیمت دیا ہے اس کو کھاؤ۔ دیکھئے کتاب "یا مسلمی العالم اتحدوا" مولفہ عبدالفتاح عبدالحمید ص ۲۹

نابود کرنے کے لیے اسے اپنے منصوبوں کی تکمیل میں لگاتے ہیں۔

یہودی عموماً گھنی تجارتی آبادیوں میں سمندری بندرگاہوں کے پاس رہتے ہیں تاکہ وقت ضرورت فرار ہونا اور اسمگلنگ کرنا اور آپس میں ملنا آسان ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف و احوال کو قرآن میں متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ جیسے
ان فی صدورھم الاکبر (غافر ۵۶) ان کے سینوں میں غرور بھرا ہوا ہے
ان کی بزدلی کے سلسلے میں فرمایا:۔

"لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًی مُّحَصَّنَۃٍ اَوْمِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ" (الحشر۔ ۱۴)
وہ تمہارے سامنے سے تم سے نہیں لڑسکتے مگر قلعہ بند آبادی سے یا دیواروں کی آڑ سے ان کی دنیا داری اور جینے کی ہوس کے بارے میں فرمایا ہے۔ "وَلَتَجِدَنَّھُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوۃٍ" (البقرہ۔ ۹۶) تم سب سے زیادہ جینے کی ہوس انہیں میں پاؤ گے۔

ان کی وعدہ شکنی کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔ "فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِّیْثَاقَھُمْ لَعَنّٰھُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَھُمْ قٰسِیَۃً" (المائدہ : ۱۳) اور ان کی ایمان شکنی کی وجہ سے ہم نے انہیں ملعون بنا دیا اور ان کے دل سخت کر دیئے۔

ان کے جھوٹ اور حرام خوری کے سلسلے میں فرمایا کہ "سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ" (المائدہ: ۴۲) بڑے جھوٹے بڑے حرام خور ہیں۔

ان کی اللہ پر جرأت اور بخل کے بارے میں ارشاد ہے "وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُ اللہِ مَغْلُوْلَۃٌ ، غُلَّتْ اَیْدِیْھِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا" (المائدہ، ۶۴) یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور وہ اپنی باتوں کی وجہ سے ملعون قرار دیدیئے گئے۔

ان کے لڑائیاں بھڑکانے اور فساد پیدا کرنے کے بارے میں "کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللہُ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا" (المائدہ : ۶۴) اور وہ جب بھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اسے اللہ بجھا دیتا ہے اور زمین پر فساد کرتے پھرتے ہیں۔

یہی سب باتیں ہیں جن کیوجہ سے وہ جس ملک میں گئے اپنی بری سرشت کیوجہ سے ذلت سے دوچار ہوئے اس لیے کہ ہر قوم نے انہیں امن اور لڑائی میں اپنے لیے خطرہ سمجھا اور اسی چیز نے انہیں

اتحاد وتعاون پر آمادہ کیا تاکہ اپنے سے تکالیف کو دور کرسکیں جیسے کہ ان کے چھوٹوں کو نکبت کے دور میں بڑوں کی اندھی تقلید پر آمادہ رکھا۔

وہ سبھی حالات میں اپنے نازک منصوبوں کے موافق اپنی کتابوں کی تعلیمات کے دائرے میں اور اپنے بڑے پاپیوں کے بنائے ہوئے دستور کے ماتحت رہتے ہیں۔

ان کے انہیں منصوبوں میں وہ دستاویزات شامل ہیں جنہیں صہیونی دانشوروں نے اس صدی کے لیے تیار کیا ہے جس کا ذکر ہم آئندہ فصل میں کریں گے،

ف۱ عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمان یہودیوں کو فلسطین غصب کرلینے کی وجہ سے برا سمجھتے ہیں اور یہ بھی ضرور ایک وجہ ہے۔ لیکن یہودیوں کو ناپسند کرنا مسلمانوں کے عقیدے کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کے نزدیک اپنے کفر کی وجہ سے ملعون ومغضوب ہیں۔

ف۲ ان کا باہمی تعاون خطرے کے وقت تک رہتا ہے۔ لیکن امن وسکون کی حالت میں وہ آپس میں برسرپیکار ہوجاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى (الحشر۔۱۴)

ان کی باہمی لڑائی سخت ہوتی ہے تم انھیں یکجا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل مختلف ہیں۔

فصل ثالث

موجودہ دور کے یہودی اور "دستاویزات کا قصہ" ف۱، ف۲

صہیونی دانشوروں ف۳ کی دستاویزات با درست تو یہ ہے کہ ان کی تجاویز اب تک کی سب سے بدترین تجاویز ہیں جنہیں دنیا میں فساد اور تباہی پیدا کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے جن کا انکشاف دور جدید میں ہوا ہے اور ان کے خطرے کو وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کے ایک ایک

ف۱ دیکھئے کتاب "الخطر الیہودی" بروتوکولات حکماء صہیون، مؤلفہ محمد خلیفہ تونسی ص۲۹

ف۲ بروتوکولات، ان کے بنیادی اہم دستور ہیں جو ناقابل تغیر ہیں جن سے وہ اپنے کاروائیوں کا ملاحظہ کرتے ہیں

ف۳ یہ دانشور نہیں بلکہ درحقیقت بدترین و بدمعاش اور شیاطین و دجال ہیں۔

کلمہ کو اطمینان و تدبّر سے پڑھے اور اسوقت دنیا میں جو فساد اور تباہی ہے اس پر نظر رکھے تو یہودیوں کا خبیث منصوبہ اس کے سامنے ظاہر ہو جائے گا جسے انہوں نے دنیا میں فساد اور تباہی و انتشار پیدا کرنے کیلئے تیار کیا ہے تاکہ پوری دنیا یہودیوں کی تابعدار اور زیر اقتدار ہو جائے اور وہی دنیا کے حاکم بن جائیں۔

اگر ہم سوچیں تو پاپی شیاطین کی اس جماعت نے دنیا کو اپنے ماتحت کرنے کے لئے اتنے ناپاک اصول تیار کئے ہیں جس سے بدتر اور سخت سازش کوئی انسانی عقل اس سے بدترین نہیں تیار کر سکتی۔ اور اس سازش کے نتیجے میں خبیث صہیونی علماء کی اوّلین کانفرنس ۱۸۹۷ء میں منعقد ہوئی، جس میں ان سازشیوں نے یہودیوں کو دنیا پر اقتدار دلانے کے لئے ایک ناپاک منصوبہ تیار کیا۔ - - - - - - - - - -

اور ان بدمعاشوں نے ایک نقطہ تیار کیا کہ یہودیوں کو فلسطین میں اسرائیل کی حکومت بننے سے پہلے اور بننے کے دوران اور پھر فلسطین میں اسرائیل کی حکومت بننے کے بعد کیا کرنا ضروری ہے۔

اوّلین صہیونی کانفرنس کی تجاویز اور دستاویزات کی چوری۔

یہودی لیڈروں نے سن ۱۸۹۷ء سے ۱۹۵۱ء تک تیئیس کانفرنسیں کیں اور ان سب کا مقصد ایسے منصوبے تیار کرنا تھا جس سے پوری دنیا میں صہیونی حکومت کی بنیاد پڑ سکے۔

ان کی اوّلین کانفرنس سوئزرلینڈ کے شہر بال میں ۱۸۹۷ء میں ان کے لیڈر ہرٹزل [1] کی صدارت میں ہوئی جس میں ۵۰ یہودی تنظیموں کے تقریباً تین سو بدمعاش صہیونیوں نے حصّہ لیا۔ اور کانفرنس میں پوری دنیا کو داؤد کی نسل کے بادشاہ کے زیر فرمان کرنے کے لیے خفیہ منصوبہ تیار کیا۔ ان کانفرنس کی تجاویز اور فیصلوں کو نہایت خفیہ اور خفیہ راز میں رکھا گیا۔

---

[1] ہرٹزل صہیونیت کا موجد ہے جو بوڈاپسٹ میں ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوا اور وہاں سے ویانا چلا گیا اور ۱۸۹۵ء میں الدولۃ الیہودیۃ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی اور ۲ جولائی ۱۹۰۴ء کو فہراولاخ میں انتقال کیا اور فلسطین میں دفن کیا گیا (القاموس السیاسی ص ۱۶۷)

اس نے بہت سے آئندہ حوادث کا علم حاصل کرلیا جو کچھ برسوں کے بعد ایسے ہی پیش آئے جیسا کہ اس کا اندازہ تھا۔ اور جن کا عالمی پیمانے پر زبردست اثر پڑا۔ جیسے۔

● روس میں قیصریت کو توڑنے اور کمیونزم کا پرچار کرنے کا منصوبہ اور روس پر ظالمانہ اقتدار حاصل کر کے اسے پوری دنیا میں سازشوں اور اضطرابات پیدا کرنے کے لئے سنٹر بنانے کا منصوبہ۔

● اسرائیل کی تاسیس سے پہلے یہودیوں کے ہاتھوں خلافت عثمانیہ کو مٹا دینے کا منصوبہ۔

● یہود کی فلسطین میں واپسی اور حکومت اسرائیل کے قیام کا منصوبہ۔

● دنیا میں ایک عالمی جنگ برپا کرنا جس میں غالب اور مغلوب دونوں نقصان میں رہیں اور اس کا تمام تر فائدہ یہودیوں کو ملے۔

ان انکشافات میں یہ بھی چیز شامل تھی کہ عالمی پیمانے پر فتنہ انتشار اور معاشی الجھنیں پیدا کیجائیں اور معیشت کی بنیاد یہودیوں کے ذخیرہ کئے سونے کو بنایا جائے۔

اس کے علاوہ اور بہت سے بھی منصوبے تھے جنہیں ہم اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

یہودیوں کا اثر روس میں ایسا ہی ہے جیسا کہ امریکہ میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور یہ دونوں دنیا کی بڑی طاقتیں ہیں اور یہودی انہیں توڑنے کے لئے جنگ کی رالا پر لانا چاہتے ہیں اور جب یہ دونوں ٹکرا جائیں گی تو یہودیوں کی دنیا کو آل داؤد کے اقتدار کے ماتحت لانے کی امید بڑھ جائے گی۔ (جاری)

(بقیہ ص ۲ کا)

پھیرے نہیں لگوائے۔

عملی زندگی کے میدان میں داخل ہوتے وقت سوچا تھا کہ ہنسنے کے دن شروع ہو چکے ہیں۔ حزن و ملال کا بوجھ جو بچپن سے اٹھاتا آرہا تھا ختم ہو چکے ہیں۔ غموں کی وادی کو خدا حافظ کہہ چکا ہوں ــــــ لیکن اس واقعہ سے احساس ہوا کہ حزن و ملال کی دنیا بڑی وسیع ہے۔ زندگی کے موڑ پر اس کی مختلف صورتوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ غم و یاس میں پلنے بڑھنے والا انسان تو جید کا سبق سینہ سے لگائے ایک بار پھر غم و یاس کی شاہراہ پر چل پڑا ●

اتحاد کی راہ

شہاب الدین المدنی ـــــــــــ صدر مدرس المعہد الاسلامی السلفی

ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن امت مسلمہ کے درمیان اتفاق کے لیے بڑی بڑی قرار دادیں پاس ہوتی ہیں اور مستقبل کے لیے لائحہ عمل تیار کئے جاتے ہیں لیکن ان پر نہ صرف یہ کہ عمل نہیں ہو پاتا۔ بلکہ اختلافات اور گہرا ہو جاتے ہیں اور ساری قرار دادیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں، اس لیے کہ بندوں کے بنائے قانون کو ثبات ودوام نہیں۔ جب کہ اللہ رب العزت نے اختلافات دور کرنے کا ایک ایسا نسخہ کیمیا تجویز فرمادیا ہے اور اتحاد کا ایسا راستہ دکھادیا ہے کہ اگر مسلمان اس پر عمل پیرا اور گامزن ہو جائیں تو سارے اختلافات منٹوں میں ختم ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا" (النساء)

اے ایمان والو! اللہ ورسول اور اپنے میں سے فرماں رواؤں کی اطاعت کرو پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ ورسول کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ کام انجام کار کے اعتبار سے بہتر اور اچھا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ امت کے درمیان اتحاد واتفاق صرف کتاب وسنت کی پیروی سے ممکن ہے اور اختلاف ونزاع کی صورت میں بغیر ان دونوں کی جانب رجوع کیے قیامت تک کوئی اتحاد کامیاب نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی اختلافات دور ہوسکتے ہیں۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کی صورت میں اپنی سنت اور خلفاء راشدین کے طریقہ، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طریقہ ہے۔ کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے تاکہ اختلاف ختم ہو جائے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان

کھڑے ہوئے تو آپ نے ہمیں اتنی بلیغ نصیحت فرمائی کہ جس سے دل کانپ اُٹھے، اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں، تو ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول یہ تو ایسی نصیحت ہے جیسے کوئی رخصت کرنے والا شخص نصیحت کرتا ہے لہذا ہمیں کوئی وصیت فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا! اللہ سے ڈرتے رہنا، اور (مسلمانوں کے امیروں کی) اطاعت وفرماں برداری کرتے رہنا، اگرچہ وہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور عنقریب تم میرے بعد (امت کے درمیان) زبردست اختلاف دیکھو گے تو (ایسے وقت میں) میری سنّت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طور طریق کو لازم پکڑنا اس کو خوب مضبوطی سے پکڑے رہنا اور اپنے آپ کو نئی نئی باتوں سے بچانا کیونکہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص۵ -)

کتاب وسنّت کے اندر شریعت کے سارے احکام موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ ۳:۶) کے ذریعہ تکمیل شریعت کی مہر ثبت کردی ہے۔ اس لیے اب نہ شریعت میں کمی ہوسکتی ہے اور نہ ہی زیادتی۔ احناف کے چوٹی کے عالم مولانا اشرف علی صاحب حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اللہ ورسول نے دین کی سب باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتادیں، اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں بدعت بڑا گناہ ہے۔"

(بہشتی زیور ج۱ ص۴۶ -)

جناب مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں -

"خدائے عزّوجل کے کلام بلاغت نظام اور احادیث خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام سے اچھی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کا اوّلین فرض یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام افعال واعمال میں پیش نظر رکھیں۔ اور انہی کو اپنا حقیقی رہبر ورہنما سمجھیں اور اپنی نجات اخروی اور حیات ابدی کو انہی کے اتباع میں منحصر جانیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین وشریعت کے متعلق ہمیں ایسی کامل ومکمّل تعلیم دی جس کی نظیر صفحات تاریخ میں نہیں مل سکتی، معاش ومعاد، شادی وغمی، تجارت وحرفت، تمدّن وخلوت غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ہمیں اصول کلیہ یا مسائل جزئیہ کی تعلیم نہ دیئے ہوں۔" (رسالہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات ص۲۱ -)

مولانا محمود الحسن صاحب حنفی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں: "کلام صحابی اگر مخالف حدیث ہو اور تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو تو اس کو ترک کرنا چاہئے اور فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مذہب قرار دینا چاہیئے۔

(احسن القریٰ ص۱۷ بحوالہ خاتمہ اختلاف ص۱۵)

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب حنفی اپنی کتاب تحقیق الکفر والایمان بآیات القرآن میں رقم طراز ہیں۔

"یہ سچ ہے کہ حدیث حجت ہے، دلیل ہے کلام شارع علیہ السلام ہے اسی بنا پر حدیث وفقہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے وہ کلام نبی ہے اور یہ کلام امتی ہے۔" (ص ۴۲)

اسی کتاب میں ایک جگہ یوں فرماتے ہیں۔

"علمائے دیوبند باوجود اس عقیدے کے ان کا ایمان یہ ہے کہ جو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کا انکار کرے (یا) حق نہ سمجھے (یا) حق ہونے میں تردد یا شک کرے وہ ایسا ہی کافر ہے جیسا مرزا غلام احمد قادیانی یا مسیلمہ کذاب اور ابوجہل وامیہ بن خلف، انسان کا کوئی عمل اعلیٰ وادنیٰ جب تک آپ کے حکم کے مطابق نہ ہو قبول ہی نہیں ہو سکتا۔" (تحقیق الکفر والایمان طبع قاسمی دیوبند- بحوالہ خاتمۂ اختلاف ص۱۰-)

ہم جب مذکورہ بالا علمائے احناف کے فرمودات اور مقلدین احناف کے طرز عمل اور اعمال وافعال کا موازنہ کرتے ہیں تو ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں کہ آخر ان کے یہاں قول وفعل کے درمیان اتنا زبردست تضاد کیوں ہے یا یہ اپنے بڑوں کی بھی کیوں نہیں مانتے؟

آج بہت سے مسلمان سنت کی پیروی نہ کرکے اقوال ائمہ اور بزرگان دین کے فرمودات کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔ کسی بھی مسئلہ دین میں کتاب وسنت کے بجائے اپنے مقلد امام کے قول وفعل کو دیکھتے اور اسی پر عمل پیرا ہونے میں دنیا وآخرت کی کامیابی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انہیں پتہ ہے کہ انبیاء کے علاوہ کسی کی ذات معصوم نہیں۔ بہت سے دینی مسائل میں بے جا تاویلات کا سہارا لے کر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی خدوخال کو مسخ کرکے اس پر قول امام کی پیوندکاری کی جاتی ہے اور پہلے قول امام پر عمل پیرا ہو کر بعد میں اس کی تائید کے لیے قرآن وحدیث کے دفاتر کی ورق گردانی ہوتی ہے۔ اگر تائید مل گئی تو بہتر ورنہ تاویلات کی بیساکھی لگا کر قول امام کو ترجیح دے دی جاتی ہے اور اسی کو واجب الاتباع قرار دیا جاتا ہے۔

آج مسلمان فتنہ جنگ وجدل میں گرفتار ہے۔ امن وراحت کا اس کے یہاں فقدان ہے۔ دن بدن

(بقیہ ص۳۹ پر)

ہندستان کے دینی مدارس نے اسلام کو کیا دیا؟

خالدانور برکت اللہ چمپارنی

اسلام نے تعلیم و تعلّم کو ایک اہم مقام عطا کیا ہے اور اسے ایک ایسا اسلحہ قرار دیا ہے جس کے ذریعہ تہذیب و ثقافت کی حفاظت اور اپنے مشن کی تبلیغ و ہدایت کی جاسکتی ہے اسی وجہ سے اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں تعلیم و تعلّم کے آثار نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اصحاب صُفّہؓ سے لیکر آج تک دینی تعلیم کے مراکز و مدارس نے جس طریقہ سے شمع ہدایت ظلم و بربریت کے اندھی میں کی ہے، اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا، کتاب و سنّت کو رواج دینا اس کی تعلیم کو عام کرنا اور اسے دنیا والوں کے سامنے پیش کرنا ساری ذمہ داریاں مدارس کی اپنے فارغین کے سر ڈال کر دین حنیف کی وہ خدمت کی ہے جس کا تقاضا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہے، لیکن قارئین ہمیں یہ سوچنا ہے کہ آج مدارس کا جو تصور ہے جس کی کڑی اصحاب صُفّہؓ سے ملائی جاتی ہے دونوں کے مقاصد میں اتحاد و اتفاق ہے؟ دونوں کا ایک ہی تصور ہے؟۔

آج ہندوستان میں جتنے بھی مدارس ہیں ان کے مقاصد اور اصحاب صُفّہؓ کے مقاصد میں آسمان و زمین کا فرق نظر آتا ہے، کتاب و سُنّت کی تعلیم تو خال خال اداروں میں پائی بھی جاتی ہے، لیکن خلوص وللہیت تبلیغ و اشاعت کا فقدان ہے اصحاب صُفّہؓ کے تعلق سے مولانا عزیز الرحمن سلفی لکھتے ہیں "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کرتے اور بوقت ضرورت انہیں تبلیغ و اشاعت پر معمول کیا جاتا، اور کبھی کبھی کسی قبیلے کی تعلیم کے لئے بھی انہیں بھیجا جاتا، بیرونی حملہ آوروں سے تحفظ کے لئے بھی انہیں معمور کیا جاتا، گویا بیک وقت اس درسگاہ میں دو مختلف چیزوں کی تعلیم ہوتی تھی۔ ایک طرف قرآن و حدیث اور مذہب و اخلاق کی تعلیم اور دوسری طرف فوجی ٹریننگ، ایک طرف یہ مدرسہ دفاعی مرکز تھا تو دوسری طرف اسلامی و اخلاقی اصولوں کا سرچشمہ، جہاں تشنگان علوم اپنی پیاس بجھاتے تھے، انہیں کو اصحاب صُفّہؓ کے نام سے یاد

کیا جاتا ہے۔"

ان کے بعد کے زمانے میں بھی جب علم وفن اپنے عروج وکمال پہ تھا تو مدرسے کا یہ تصور جیسے آج ہم دیکھ رہے ہیں، ہرگز نہ تھا، اس زمانے کا ہر عالم ایک چلتی پھرتی درسگاہ تھا، جہاں بھی جاتے تشنگان علوم وفنون کا جمگھٹا لگا رہتا اس کی بیشتر مسجدیں اور علماء و محدثین کے اپنے گھر بھی درسگاہ کا کام دیتے تھے، عصر حاضر میں مدرسے کا جو تصور ہے اس کے مطابق ہندوستان میں مدرسوں کے بنانے کا رواج نہ تھا اور نہ عہد وصحابہ وتابعین میں، بلکہ اس کے لئے مسجدیں اور خانقاہیں وغیرہ تعلیم گاہ کے طور پر کام میں لائے جاتے تھے۔ جیسا کہ ان کی تعمیر کی ہیئت کذائی تاریخی کتابوں اور تاریخی مدرسوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔ دنیا کی سب سے پہلی اسلامی درسگاہ جامع ازہر دولت فاطمیہ کے بادشاہ معزالدین کے دور میں قائم ہوئی اس کا زمانہ ۳۵۸ھ سے ۳۶۵ھ تک رہا۔ اور سلجوقیوں کے دور میں ۴۵۹ھ میں مدرسہ نظامیہ اور منصوریہ قائم ہوا۔ (الہند فی العہد الاسلامی ۲۹۲ بحوالہ مقدمہ جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات)

موجودہ زمانے میں مدرسے کی حسین وجمیل عمارت کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے لیکن قارئین! ہندوستان کے ان موجودہ دینی مدارس سے جہاں اسلام کو بے شمار فائدے ہوئے وہاں ملت اسلامیہ کو نقصانات بھی ہوئے ہیں، جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا یہ الگ بات ہے کہ غیروں کی نگاہیں آج ہمارے دینی مدارس پہ مرکوز ہیں، اور وہ اس کی تباہی وبربادی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی تمنا لئے منتظر بیٹھے ہیں، وہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے یہ قلعے مسمار ہو جائیں اور کتاب وسنت کا چراغ گل ہو کر اسلامی تہذیب وثقافت کا نام ونشان اس صفحۂ ہستی سے مٹ جائے، جس کے لئے منتظمین مدارس کو ہمہ وقت چوکنا رہنا ہوگا، اور ان سماجی درندوں کا دندان شکن جواب دینے کے ساتھ ساتھ ان خرابیوں کو بھی دور کرنا ہوگا جس کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے بہت سے نونہال بے موت مارے جاتے ہیں، آیئے مدارس کے ذریعہ ہوئے چند مشکلات کا ذکر کریں۔

غربت کا بحران اسلام نے دولت کی حد بندی اور تمام مسلمانوں کو مساوی رکھنے کے لئے ایک بہترین اصول زکوٰۃ عنایت کیا، تاکہ سرمایہ داری کا خاتمہ ہو سکے،

اور دنیا کے تمام لوگ آرام و سکون کی زندگی گذار سکیں۔ تمام لوگوں کا خیال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا مصرف متعین کیا۔ لیکن آج ہندوستان کے بڑے مسلمان غربت کے طوق و سلاسل میں پڑے روٹی روٹی کو بلک رہے ہیں۔ نہ تو ان کے پاس رہنے کے لئے گھر ہے اور نہ پہننے کے لئے کپڑا۔ جس کی وجہ سے کتنے مسلمانوں نے عیسائیت اور احمدیت قبول کر لیا انہیں زکوٰۃ کے مال سے کچھ دیا نہیں جاتا، ان کی ضرورتوں کا پاس و لحاظ نہیں رکھا جاتا، بلکہ زکوٰۃ کے سارے اشیاء کو مدرسے کے پیٹ میں جھونک دیا جاتا ہے اور بقیہ حضرات تڑپ تڑپ کر دم توڑتے رہتے ہیں۔ میں مدارس کے منتظمین سے پوچھنا چاہونگا کہ اسلام نے زکوٰۃ کے نظام کو کیوں نافذ کیا۔ کیا اس کا مقصد غربت و مسکینیت کو ختم کرنا نہیں؟ کیا اس کا مقصد تمام ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا نہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ تمام صدقہ و خیرات کو مدرسے کے اندر ہی رکھا جاتا ہے؟ خواہ وہ اندرون ملک کا ہو یا بیرون ملک کا کیا اصحابِ صُفّہ زکوٰۃ کے اشیاء پر ہی اپنی زندگی بسر کیا کرتے تھے؟

یقیناً زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں ہی صرف کیا جاتا تو آج مسلمانوں کو یہ بُرے دن دیکھنے نہ ہوتے۔ انہیں غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ ہوتا دوسروں کے پڑے ٹکڑوں کی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے نہ دیکھتے، اور ملت کو ایسے بُرے دن سے نہ گذرنا ہوتا جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آج مدرسے کی یہی چاشنی اور شیرینی کے لوگوں نے اُسے تجارت کا اور کسب معاش کا ذریعہ بنالیا ہو اپنے ہر فارغ اپنے دل میں ایک جامعہ کھولنے کی تمنا رکھتا ہے اگر انہیں بھی حاجی محمد عمر (مدرسہ سبل السلام کے ناظم) اور شیخ عطاء الرحمٰن (کفیل مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ) کی طرح اپنی جیب سے سارے اخراجات ادا کرنا ہوتا، تو خلوص وللّٰہیت کی وہ باد بہاری آتی، جس سے تعلیم و تعلّم کا شجر خوب برگ و بار لاتا۔ لیکن یہاں تو جامعہ کھولنے سے پہلے رسید چھپوا کر عوام کے سامنے صدقات و خیرات کی اہمیت و فضیلت بیان کر کے، اپنا جیب گرم کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہی ہو رہا ہے، آج سارے ہندوستان میں مدارس کا جال بچھا ہوا ہے، کہیں تعلیم ہوتی ہے کہیں وہ بھی نہیں، لیکن چندہ کے حصول میں سبھی سرگرم ہیں، یہ سب کیا ہے؟ آخر ہندوستان کے یہ نام نہاد دینی مدارس، ملت اسلامیہ کے ساتھ کھلواڑ و مزاق

نہیں کر رہے ہیں تو کیا کر رہے ہیں؟ کیا ملت کو ان سے نفع کی امید ہو سکتی ہے؟ نہیں میرے دوستو! صرف خسارہ ہی خسارہ ہے، آئیے ہم آج یہ عہد کریں کہ مدارس کو تجارت اور کسب معاش کا ذریعہ نہ بنائیں گے اور زکوٰۃ کے مصارف جتنے ہیں سب کو وہیں صرف کریں گے، کیونکہ دینی تعلیم ہو یا عصری تعلیم کسی کے لئے اونچی اونچی عمارت کی شرط نہیں تعلیم جھونپڑی میں بھی ہو سکتی ہے اور اس پیسے کے ذریعہ غریب و مسکین مسلمانوں کی خبر گیری کی جا سکتی ہے۔

طلباء کے ساتھ مزاق

ایک دینی مدرسہ میں جہاں تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔ وہاں اس بات کا بھی خیال رکھا جانا ضروری ہے کہ ملت کے یہ چھوٹے ننھے منّے ناخدا کوئی جانور نہیں بلکہ ایک انسان ہیں، اور انہیں مستقبل میں ملت کی ناخدائی کرنی ہیں۔ ان کی عزت ان کا وقار اپنی جگہ مسلّم ہے، مگر ہائے افسوس:۔ آج ہندوستان کے دینی مدارس میں نونہالان گلشن کی زندگی کو جس طریقہ سے بازیچۂ اطفال بنایا جا رہا ہے، اس سے کلیجہ منھ کو آتا ہے جہاں نان رسول کے ساتھ حیوان سا سلوک کر کے ان کی تعلیمی زندگی کو ڈھیر کیا جا رہا ہے، انہیں اپنی آزادی سے ہاتھ دھونا پڑ رہا ہے۔ اور منتظمین مدارس تالیاں بجا بجا کر ان کی زندگی کا مزاق اُڑا رہے ہیں، معمولی معمولی غلطیوں پر طلبہ کو ان کی تعلیمی زندگی سے برطرف کر دیا جاتا ہے ایک اندوہناک واقعہ اس ضمن میں مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں۔

ابھی حال ہی میں ایک سلفی مدرسہ کے چند طلباء جو فضیلت سال آخر میں زیر تعلیم تھے ان لوگوں نے B.A کا امتحان پرائیویٹ طور سے دیا اب کیا تھا۔ منتظمین مدرسہ نے فوراً ان لوگوں کے اخراج کا اعلان آویزاں کر دیا۔ وہ سب ملت کے نونہال، کتاب و سنّت کے پاسبان، سلفیت کے نگہبان، روتے دھوتے گھر آئے۔ اور بعد میں پتہ یہ چلا کہ ان میں سے تین آدھے مزاری بنے بیٹھے ہیں، ان کی زندگی کا یہ انقلاب دیکھکر آنکھوں سے آنسو آگیا۔ اور بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکلا ؎ ؎ بچوں کہ وہ قتل سے بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو تعلیم کی نہ سوجھی

بچوں کے ساتھ جب تک اپنوں سا سلوک نہ کیا جائے، جب تک انہیں ہمدردی و پیار کا جام نہ پلایا جائے، ان کو خیر کی طرف راغب نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا بچوں کی زندگی سے مزاق کر کے

آج تک جتنا بھی ملت کو نقصان پہونچایا گیا ہے، ان کے ذہن کو مفلوج کیا گیا ہے ان سے منتظمین مدارس کو باز آنا ہوگا، ورنہ ملت کو جتنا خسارہ ہورہا ہے کہیں زیادہ مستقبل میں خسارہ ہوسکتا ہے اور آئندہ آنے والی نسل ایسے قاتلوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

اخلاقی تربیت

آج ہندوستان کے دینی مدارس میں اخلاق کے نام پر جتنا گھناؤنا عمل کیا جارہا ہے اس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، گلشن رسول کے عندلیب خوشنوا کو تملق وچاپلوسی کرنے پہ مجبور کیا جارہا ہے، کیا اخلاقی تربیت اسی کا نام ہے؟ ستم ظریفی یہ کہ اخلاق سنوارنے کے لئے منتظمین مدارس نے اس کا الگ نمبر ہی مقرر کردیا ہوا ہے جس کے ذریعہ حق گوئی وبے باکی کی قوت سلب کرلی جاتی ہے، اور ہر اس طالب کو اخلاقیات میں فیل کردیا جاتا ہے جو حق بولے اور چمچہ گیری سے کترائے، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ مدرسے کے فارغین میں قوت حق گوئی و بے باکی نہیں رہ پاتی، ان میں تملق وچاپلوسی کوٹ کوٹ کر بھردی جاتی ہے، جس سے ملت اسلامیہ کو عظیم خسارے سے دوچار ہونا پڑرہا ہے۔

قارئین یقیناً اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پہ فائز ہونا اسلام کا تقاضہ ہے لیکن اس کا طریقہ یہ نہیں جو آج دینی مدارس میں رائج ہے بلکہ اس کے ذریعہ مدارس کے طلباء تو ایسے قیدی بن جاتے ہیں جن کی زبان میں ہمیشہ تالا بند ہو طلباء کی تربیت ہو اور اچھے انداز میں ہو، اور تربیت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان کی غلطیوں پر انہیں نشاندھی کی جائے ....، انہیں سمجھایا جائے، نہ یہ کہ انہیں فوراً اخلاقیات میں فیل کرکے بھگا دیا جائے، اگر ایسا ہی ہے تو تربیت کس چیز کا نام رہ جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ ہندوستان کے موجودہ دینی مدارس نے جہاں ایک طرف الحاد ودھریت کا مقابلہ کیا کفرزار ہند کے اندر توحید کے پرچم کو بلند کیا کتاب وسنت کی تعلیم کو آگے بڑھایا۔ وہیں اس کے ذریعہ ملت کو بہت سے نقصانات بھی ہوئے، جس کا حل فوراً نہ نکالا گیا تو یقیناً ملت جیتے جی مر جائیگی۔ آخر خالد بن ولید، محمد بن قاسم اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوھاب نجدی، شاہ اسمعیل شہید کس مدرسے کے فارغ تھے۔ میدان علم میں کوئی ان کا ثانی نہیں میدان کارزار میں وہ عظیم جرنیل ہیں قوت حق گوئی و بے باکی کی کمی نہیں۔ کیا انہوں نے بھی اونچی

اونچی خوبصورت عمارتوں میں تعلیم حاصل کیا تھا۔ پھر ہندوستان کے دینی مدارس ویسے سپوت کو پیدا کرنے سے کیوں عاجز ہے، اس وقت سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے، کہ ہندوستان کے دینی مدارس نے اسلام کو کیا دیا۔ جواب اس کے علاوہ کچھ اور نہیں، بزدلی، غربت، مسکینیت، لاچاری خوبصورت عمارت، حسین ودلفریب مقاصد لیس اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

دوستو! آخر وہ کون سی وجہ ہے کہ آج ہندوستان میں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لوگ مدارس سے فارغ ہوتے ہیں اور ایسے کھوہ میں چلے جاتے ہیں کہ ان کا پتہ نہیں لگتا اس الحاد ودہریت کے زمانے میں ضروری ہے کہ ہم ایک طرف علاّمہ ابن تیمیہ کو پیدا کریں تو دوسری طرف خالد بن ولید جیسے سپوت کو بھی جنم دیں، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب ہم اصحاب صُفہؓ کے مقاصد سے اپنے مقاصد کو متحد ومتفق کر لیں، ورنہ ہمارے تعلیم کی کشتی یونہی ٹامک ٹوئیاں مارتی رہے گی! اور ایک وقت آئے گا جب ہم الاسف الاسف کرکے ہاتھ ملیں گے اور دنیا والے ہمیں یہ کہیں گے "اب پچھتاوت ہوئی کیا جب چڑیا چگ گئی کھیت"●

(بقیہ ص ۳۳ کا)

اختلافات زور پکڑتے جا رہے ہیں۔ اور توحید وسُنّت کے مقابلہ میں تقلید شخصی نے سکون وآشتی کی مٹی پلید کرکے رکھدی ہے۔

علاّمہ اقبال نے انجام سے غافل اور توحید وسُنّت سے بے پرواہ تقلید شخصی میں گرفتار مسلمان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔ ع :۔

ہے فقط توحید وسنّت امن وراحت کا طریق — فتنہ جنگ وجدل تقلید سے پیدا نہ کر

آج جب کہ اسلامیان ہند شدید انتشار وافتراق سے دوچار ہیں خاص طور سے اگر مقلدین امام ابوحنیفہؒ جن کی ہندوستان میں کثرت ہے۔ اپنے علماء کی تصریحات کی روشنی میں تعصب وتنگ نظری سے بالاتر ہوکر اپنی زندگی کو کتاب وسنّت کے سانچہ میں ڈھال لیں۔ تو یقیناً اختلاف وافتراق کا قلع قمع ہو جائے۔ اور مسلمانوں کے درمیان مثالی اتحاد قائم ہو جائے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء اور عوام کا ایک ایسا صالح، کتاب وسنّت کا شیدائی طبقہ اٹھے جو نزاعی مسائل کو کتاب وسنّت کی روشنی میں حل کرنے کا فریضہ سرانجام دے، اور جمود وتعطل کا راستہ چھوڑ کر جادۂ کتاب وسنّت پر گامزن ہونے کا ماحول پیدا کرے ●

اِنسانی دودھ بینک

مصنوعی دودھ پلانے اور غیر فطری طریقے پر دودھ پلانے سے بچے میں متعدد قسم کے امراض پیدا ہونے کے باوجود فطرت کی طرف پلٹنے اور فطری طریقے پر دودھ پلانے جس سے بچے کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جو بچے کو مختلف قسم کے امراض سے محفوظ رکھتا ہے اور جو کہ خالق کی حکمت وعظمت کی وضاحت کرتا ہے کہ ماں نے بچے کو مکمل دو سال تک دودھ پلایا کی طرف دعوت دینے والی تحریک روشن کے باوجود یورپ میں متعدد اعضاء بشریہ کے بینکوں کی طرح شیر مادراں (انسانی دودھ) کے بینکوں کے قیام کی دعوت کا ظہور ہوا ہے ان دودھ بینکوں میں ان تمام عورتوں کے دودھ کو اکٹھا کیا جائے گا جو برضا و رغبت اپنا دودھ بیچنے کیلئے تیار ہوں گی۔ تاکہ شیر خوار بچے مصنوعی دودھ کے بجائے شیر مادراں (عورتوں کے دودھ) سے استفادہ کرسکیں اور اسی کو اپنی غذا بنائیں۔

اسی موضوع کے تحت عربی مجلہ الرابطہ کی یہ تحقیق ہے۔ جامعہ ازہر کے کلیۃ الطب کے استاد دکتور علی محمد مطاوع کہتے ہیں کہ طبی نقطہ نظر سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ شیر خوار بچے کے لئے ماں کا دودھ سب سے بہتر دودھ ہے جس طرح کہ یہ ثابت ہے کہ ماں کا دودھ پلانا اور ماں کی شفقت و محبت جس کا کہ بچہ احساس رکھتا ہے اور جس سے ماں دوران رضاعت بچے کو ڈھانپ لیتی ہے۔ بچے کے عضوی ڈھانچے کی تشکیل پر اثر انداز ہوتا ہے اور پھر بچے کی فطرت وعادات پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے تخلف عقلی کے بعض آثار ان بچوں میں ظاہر ہوتے ہیں جو ماں کی ممتا سے محروم رہ جاتے ہیں۔ خواہ وہ ماں کا دودھ ہی کیوں نہ پی رہے ہوں۔ انہیں حقائق کی بنیاد پر ضروری ہے کہ ماں ہی اپنے بچے کو دودھ پلانے اور اس کے بعد ان دایوں کا نام آتا ہے جن کا دودھ اپنے بچے کے علاوہ دوسرے بچے کے لئے بھی کافی ہوتا ہے۔

بعض ڈاکٹروں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ماؤں کے دودھ کو اکٹھا کر کے انہیں برف میں رکھا

جائے تاکہ وقت ضرورت شیرخوار بچوں کے پلانے کے کام آسکے اور انہوں نے اس عمل کا نام "نبولئے لبن الامہات" یعنی بنک شیر مادراں رکھا ہے شریعت اسلامیہ ماں کے علاوہ دوسری عورت کے دودھ پینے کو حرام نہیں ٹھہرائی ہے لیکن ایسے وقت میں اس حکم شرعی پر عمل واجب ہے جس میں ہے کہ "یحرم بالرضاع مایحرم بالنسب" رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ نسب مختلط نہ ہونے پائے۔ اور موروثی امراض بڑھنے نہ پائیں۔ پس اگر یہ دودھ بینک ہر ماں کے دودھ کو علاحدہ محفوظ رکھیں تو دودھ پینے والے بچے کے سرپرستوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ہر اس بچے کا نام جانیں جس نے اس ماں کا دودھ پیا ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس کی تحقیق اور جس کا ثبوت مشکل ہے اس لئے اس طریقے کا استعمال حرام ہے۔

اگر کئی عورتوں کے دودھ کو اس طرح ملا دیا جائے کہ کس عورت کے دودھ کو بچے نے کتنے مقدار میں پیا یا کس عورت کے دودھ سے بچے کا پیٹ بھرا پتہ نہ چل سکے تو ان لوگوں کے قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا جن کے یہاں رضاعت کے ثبوت کے لئے پانچ مرتبہ پیٹ بھر بھر کے پینا ضروری ہے البتہ اگر امام ابوحنیفہ کے قول "دایا کے چھاتی سے ایک مرتبہ بھی چوس لینا رضاعی بھائی بنانے کے لئے کافی ہے" کو دیکھا جائے تو یہ انسانی دودھ بینک انساب کو غلط ملط کرنے کا ایک ذریعہ ہوں گے اور اسی طرح اس کا حرام ہوگا۔

حرام کاری کا ذریعہ

ڈاکٹر عبداللہ مبروک النجار کہتے ہیں کہ عورتوں کے دودھ کی بنک کاری خواہ وہ باعوض ہو یا بے عوض حرام ہے اس لئے کہ یہ حرام کاری کا ذریعہ بنے گا۔ جب وہ عورتیں جو اس بینک کو اپنا دودھ دیں گی وہ جہالت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جائیں گی اور جب وہ اپنے دودھ کے انجام سے اور کس بچے کو یہ دودھ پلایا گیا اس سے بے خبر ہوں گی۔ پھر حرمت واقع ہوگی اور انساب مختلط ہو جائیں گے۔ اور یہ حرام ہے اگرچہ عورت کی طرف سے تبرعاً ہی یہ دودھ بینک کو دیا گیا ہو اور اگر وہ بیچنے کا ارادہ کرے گی تو یہ بیچنا اکثر فقہاء کے نزدیک حرام ہوگا جیسا کہ اس بنک کاری سے بچے پر بہت سے فطری اور ادبی نقصانات مترتب ہوں گے اور جب اس کا دائرہ وسیع ہوگا تو ہر حکومت ایک دوسرے کی مدد کیلئے

عورتوں کے بچے ہوئے دودھ کا استعمال کرے گی اور ایسے وقت میں بچہ کافرہ، زانیہ اور فاجرہ عورت کا دودھ پی رہا ہوگا اور وہ اس کی رضاعی ماں ہوگی۔

حرمت رضاعت ڈاکٹر رمضان حافظ الاسیوطی قاہرہ یونیورسٹی کے قانون اور کلیہ شریعہ میں فقہ مقارن کے استاذ نے ان بینکوں کی مشروعیت وعدم مشروعیت پر نصوص قرآن وحدیث سے مدلل ایک فقہی بحث تیار کی ہے۔ جس میں وہ عورتوں کے ایسے دودھ کے بارے میں جو چھاتی سے نہ پلایا گیا ہو بیان کرتے ہیں کہ علماء وفقہاء نے دو باتوں پر اتفاق کیا ہے۔

پہلا یہ کہ چھاتیوں کے واسطے کے بغیر دودھ بچے کے منھ کے ذریعہ پلانا چھاتی کے واسطے سے پلانے کی طرح حرمت کو ثابت کرتا ہے لہٰذا جس عورت کا دودھ پیا گیا وہ دودھ پینے والے بچے کی ماں ہو جائے گی۔ اور اس بچے کے لئے اس سے اور اس کے اصول وفروع سے شادی کرنا حرام ہو جائے گا۔

دوسرا یہ کہ اگر کسی عورت کے دودھ کو دوسری عورتوں کے دودھ سے ملا دیا جائے تو یہ حرمت نکاح کے لئے کافی ہوگا اور وہ تمام عورتیں جن کا اس بچے نے دودھ پیا ہے اس کی ماں ہو جائیں گی اللہ کے اس قول "وامہاتکم اللاتی ارضعنکم" کی وجہ سے۔ حرمت رضاعت صرف ایک عورت کا دودھ پینے پر منحصر نہیں ہے ایک اور ایک سے زیادہ سب کو شامل ہے بلکہ اگر ایک شہر کی پوری عورتیں کسی ایک بچے کو دودھ پلا دیں اور سب کا پلانا ثابت ہو جائے تو یہ سب اس کی مائیں ہو جائیں گی۔

بیع شیر مادر عورتوں کے دودھ کی بیع یا ہبہ کے سلسلے میں دکتور اسیوطی کہتے ہیں کہ اس کا بیع وہبہ مفاسد وخطرات سے پر ہے اس لئے کہ اس کا بیع اختلاط نسب اور ہتک عزت کا سبب ہے جس کی محافظت پر تمام شرائع متفق ہیں اور علماء نے اس چیز کے بیع کی حرمت پر اتفاق کیا ہے جو نقصان کا سبب ہو اسی پر قیاس کرتے ہوئے شیر مادراں کا بیع وہبہ شرعی طور پر حرام ہوگا اس لئے کہ یہ اختلاط نسب اور دودھ پینے والے نے اگر جس کا دودھ پیا ہے اس سے یا اس کے اصول وفروع سے شادی کی تو یہ زنا کے وقوع کا سبب ہو گا۔ بیع شیر مادراں کا پھیلاؤ اور اس کی بنک کاری فساد نکاح کے دروازے کھول دیتا ہے اس

ہے کہ خرید و فروخت کرنے والوں پر کنٹرول کرنا محال ہے لہٰذا اس سے مسلمانوں کے درمیان فساد نکاح کا خطرہ پیدا ہو جائے گا ۔

نقصانات ڈاکٹر اسیوطی بنک شیر مادراں سے مترتب ہونے والے نقصانات کا شمار کراتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ **ارتکاب گناہ** جس عورت کا دودھ پیا اس سے یا اس کے اصول و فروع میں سے کسی سے بھی نکاح کرنے سے یہ گنہگار، مرتکب کبیرہ، اللہ کی حرمت کا پامال کرنے والا اور اللہ کے حدود سے تجاوز کرنے والا ہوگا کیونکہ رضاعت کے سبب وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسب سے حرام ہو جاتی ہیں ۔

۲۔ **اختلاط نسب** ایسا اس وقت ہوگا جب آدمی اس عورت سے شادی کرے گا جس کا اس نے دودھ پیا ہے یا اس کے اصول و فروغ سے شادی کرے گا۔

۳۔ **افساد اخلاق** جب بچہ کسی زانیہ، فاسقہ یا مشرکہ عورت کا دودھ پئے گا تو اس کے دودھ کی تاثیر کی وجہ سے اسکے صفات اسمیں منتقل ہو جائیں گے۔

۴۔ **اذلال نساء** شیر مادراں کا حصول اور اس کی بیع عورتوں کو ذلیل و رسوا کردیگی اور ان کی عزت و کرامت کو پامال کردے گی جو پایوں کی طرح اس کی چھاتیوں سے دودھ دوہا جائے گا جب کہ اسلام نے عورتوں کو بزرگی عطا کی ہے اور اسکی شان کو بڑھایا ہے۔

۵۔ **امراض متعدی کا پھیلاؤ** جن کا دودھ لیا جائے گا ان میں بہت سی عورتیں خبیث و متعدی امراض کا شکار ہوں گی ۔ تو یہ بیماری بچے میں بھی منتقل ہو جائے گی ۔ ●●● (بشکریہ ترجمان)

(بقیہ ص ۲۰ کا)

آسمانی کتاب ہو یا پھر اللہ سے کسی کا کوئی معاہدہ ہو کہ وہ اسی کی پسند کو مانے گا۔ اور معاہدہ بھی ہو تو اس کا ضمانت دار اور ذمہ دار ہونا چاہیے یا پھر اللہ کا کوئی شریک ہو اور اس نے یہ بات بتادی ہو جبکہ اللہ کا کوئی شریک ہی نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا کوئی شریک پیش کر سکتا ہے پھر یہ زعم باطل اور خود فریبی کے سوا کچھ نہیں کہ جو فرمانبردار ہیں۔ نافرمان اور پاپی بھی ان کے برابر کردیئے جائیں اور قرآن کا یہ فیصلہ ثابت ہے کہ :۔ جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھے گا ۔ اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی دیکھے گا۔

خود فریبی

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری

غالباً بنی نوع انسان کے ہر مشکل کا راستہ، ہر مسئلے کا حل اور ہر غلطی کا ازالہ ممکن ہے مگر انسان جب خود فریبی اور اپنے کو دھوکا دینے کی عظیم غلطی اور جرم کرتا ہے تو پھر مشکل پیدا ہو جاتا ہے اور حالات بدترین اور نتائج ہلاکتوں کی شکل میں سامنے آتے ہیں۔ اب دیکھئے ایک مسلم شخص نماز نہیں پڑھتا شراب پیتا ہے، حرام طریقے سے پیسہ کماتا ہے یا پھر اور کوئی گناہ کرتا ہے، اگر وہ مسلمان ہوگا اسے اپنی غلطیوں کا احساس اور اعتراف کم از کم ضرور ہوگا۔ اور اس کا یہی احساس و اعتراف ممکن ہے عند اللہ اس کی سزا میں تخفیف یا شدت کا باعث نہ بنے۔ لیکن وہی شخص نماز نہ پڑھنے جیسے جرم عظیم کا جواز یہ ڈھونڈ لے کہ اس نماز سے کیا فائدہ جب نماز کا اثر ہی نہ ہو۔ جھوٹ بھی بولیں نماز بھی پڑھیں، جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کے پاس فرصت ہے ہمارے پاس کہاں؟ حلال طریقے سے کمانا کیا وہ اللہ کی عبادت نہیں ہے وغیرہ حرام طریقے سے روزی کمانے کے جرم کا جواز یہ تلاشے کہ پیٹ سب کچھ کرنے پر مجبور کرتا ہے، اولاد کی خاطر انسان مجبور ہوتا ہے۔ استطاعت کے باوجود حج نہ ادا کرے اور اس کا جواز یہ پیش کرے کیا گھر میں حج نہیں ہے۔ یتیموں، مسکینوں اور اہل و عیال پر خرچ کرو یہ حج سے افضل ہے وغیرہ گویا ایک طرف جرم بھی ہے دوسری طرف اس کا خود ساختہ جواز۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کیا ان کی اصلاح و بہتری ممکن ہے؟ نہ تو ایسے لوگوں کی اصلاح بڑا سے بڑا مصلح یا پیغمبر کے بس کی بات ہے اور نہ ہی انسان کا وہ نفس جو اسے اصلاح اور خیر کی دعوت دیتا ہے وہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ انسان سب کو سمجھا سکتا ہے مگر اس کو نہیں جو سمجھنے کے لئے تیار نہ ہو۔ یہی خود فریبی ہے اور اس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

خود فریبی کیا ہے؟ ایک لفظ میں "جرم کا جواز"۔ قرآن کے تاریخی واقعات پر نظر ڈالئے، جتنی قومیں ہلاک و برباد ہوئیں وہ سب کے سب لوگ بنیادی طور پر خود فریبی کے نخچیر تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس اپنے جرم کا ایک جواز تھا۔ اور جب جواز تھا تو گویا ان کے مطابق جرم ہی نہ تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ

ان سے جب اللہ کے پیغمبر نے ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی تو اس نے انکار کر کے جرم اور ظلم عظیم کا ارتکاب کیا۔ اور اس کی دلیل دی کہ معبود ایک ہی کیسے ہو سکتا ہے" اجعل الآلهة الٰها واحد ان هذا لشئ عجاب "(کیا معبود ایک ہی ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے) انہیں شرک سے منع کیا گیا جواز کی دلیل دی "مانعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفیٰ" (ہم ان کی عبادت صرف اللہ کی نزدیکی کے غرض سے کرتے ہیں) کبھی کہا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسے کرتے ہوئے پایا۔ کیا وہ لوگ بیوقوف تھے کہ ایسا کرتے تھے۔" انا وجدنا علیها آباءنا "انہیں قیامت اور روز جزا پر ایمان لانے کی دعوت دی تو کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے! انسان جب مر کر سڑ گل جائے گا تو وہ دوبارہ کیسے زندہ ہوگا۔ یہ بعید از عقل ہے۔ انہوں نے کہا ائذا متنا وکنا ترابا ذٰلک رجع بعید۔ جرائم کے اولین مرتکب ابلیس لعین نے بھی اپنے جرم کے جواز کی دلیل دی ——— اور یہ سب بنیادی طور پر خود فریبی کے شکار تھے۔ اور یہ اتنا بڑا جرم تھا کہ ان کی اصلاح پیغمبر اور کسی مصلح سے ممکن نہ ہو سکا کیونکہ اس کے بعد انسان کے لئے سنبھلنا ناممکن کی حد تک مشکل ہو جاتا ہے۔ اور یہی حال ان اقوام کے ساتھ ہوا اور نتیجۃً اللہ نے انہیں بدترین عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک و برباد کر دیا اور رہتی دنیا تک کے لئے درس عبرت بنا دیا۔

"خود فریبی کیا ہے؟ اس کی حقیقت اور انجام کیا ہے؟ اس مختصر وضاحت کے بعد مزید کچھ کہنے کی اور کیا گنجائش ہو سکتی ہے" مگر حقیقت یہ ہے کہ آج اس دنیا میں جو جرم سب سے زیادہ پھل پھول رہا ہے اور مسلم سماج خصوصی طور پر جس وبا کی شکار ہے وہ یہی خود فریبی ہے" ہر انسان کے پاس اپنے "عمل" کا ایک جواز ہے اور اسی لئے اسے وہ پوری بے فکری سے کر رہا ہے۔ بلکہ بعض "جرائم" تو ایسے ہیں جنہیں وہ "جرائم" سمجھتے ہیں انہیں ہی اصل بھلائی اور کار خیر سمجھتے ہیں۔ دین سے بے رغبتی، آخرت فراموشی، اخلاقی زوال، حرام خوری اور دنیا بھر کی برائیاں کم و بیش اسی ایک جرم عظیم کی دین ہے جسے ہم خود فریبی کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہر آدمی کم و بیش جس جرم میں ملوث ہے بالعموم وہ اس گمن میں ہے کہ ایسا وہ کیوں نہیں کر سکے میں ایسا کر سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ یہیں پر خود کو اچھی طرح سمجھا لیتا ہے پھر اس کی اصلاح کے لئے کوئی کیا سمجھا سکتا ہے۔

خود فریبی در اصل ایڈز اور کینسر سے زیادہ مہلک اور تباہ کن ہے۔ یہ ایک منافقانہ خصلت

ہے۔ منافق لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو اپنے اس فعل سے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں دوسروں کو فریب دیتے ہیں حالانکہ وہ خود کو فریب دیتے ہیں۔ وہ یہ جرم کرتے ہوئے یہی تو سمجھتے ہیں کہ ہم جو کرتے ہیں وہی عین صواب اور حق ہے اور جب یہ ذہنیت بن جاتی ہے تو وہ اسے جرم نہیں تصور کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر اسے ہی کار خیر سمجھنے لگتے ہیں

مبادا آپ اگر اس جرم کے شکار ہیں تو اس سے آج ہی توبہ کیجئے۔ کم از کم جرم کو جرم سمجھئے، اور اس کے لئے خود ساختہ اور عقلی دلیل نہیں فراہم کیجئے۔ جرم کو احساس جرم کے ساتھ کرنے اور جرم کو جرم نہ مانتے ہوئے کرنے میں بہر صورت گرفت اور سزا کے اعتبار سے اللہ کے یہاں دونوں مختلف ہیں۔ ایک نے جرم کیا تو گویا اس کی غلطی کا اعتراف بھی کیا۔ ایسوں کی اصلاح ہوتی ہے مگر دوسرے نے تو اسے جرم ہی نہیں کیا ایسوں کی اصلاح کیا ہوگی۔ مزید برآں خدائی حکم کا انکار بھی کہ نہیں یہ ایسے نہیں ایسے ہیں۔ بھلا بتلایئے ایسوں کا انجام کیا ہوگا۔

یہی وہ نکتہ ہے جس کی بنیاد پر علامہ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری رح نے سورۂ یوسف کی تفسیر "الجمال والکمال" میں ایک جگہ لکھتے ہیں ——————— اللہ اکبر!
نفس و شیطان کا یہ (خود فریبی) اتنا دھوکا ہے کہ ہزارہا جرائم اور کبائر کا ارتکاب انسان اسی شیطانی دھوکہ میں آکر بیٹھتا ہے "زین لھم الشیطان اعمالھم" کا مصداق بن جاتا ہے●

جمعیت اہلحدیث پنجاب اپنے ایک سرگرم رکن سے محروم!

یہ خبر انتہائی رنج و غم کے ساتھ سنائی جارہی ہے کہ جمعیت اہل حدیث پنجاب کی ایک مثال اور ہمہ گیر شخصیت جمعیت و جماعت اور مسلک اہل حدیث کی تڑپ اور درد رکھنے والے باغیرت رکن جناب عبدالاحد خلجی صاحب مورخہ ۵ ستمبر ۹۲ء بروز سوموار ساڑھے گیارہ بجے دن میں تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
مرحوم کی وفات سے جمعیت اہل حدیث پنجاب اپنے ایک سرگرم، حق گو، بے باک، جمعیت و جماعت کیلئے تڑپ رکھنے والے روح رواں سے محروم ہوگئی جو جماعت کا ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ اللہ رب العزت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے (آمین)
قارئین نوائے اسلام سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۱
شمارہ نمبر ۱۱

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ

نوائے اسلام

دہلی

مجلة شهرية إسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الإسلامية دهلي الهند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

نومبر سنہ ۱۹۹۴ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی   معاون مدیر:- افضل ندوی

زر تعاون	پاکستان و بنگلہ دیش سے
سالانہ:- چالیس روپے	سالانہ:- ایک سو روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد	بیرون ممالک سے ۱۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ ۔ اسپاہ ہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3268935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس بج کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر "نوائے اسلام" ۱۱۴۴ اے ۔ چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی سے شائع کیا ہے ۔

کاتب :۔ عبدالرحمٰن یوسف

نقش آغاز

گذشتہ سالوں کے درمیان ہندوستان کے اندر جو حالات پیدا ہو چکے ہیں، اس نے مسلمانوں کے اندر قیادت کا بحران پیدا کر دیا ہے۔ یہ بحران تو طے شدہ تھا۔ کیونکہ ہندوستان کی آزادی جس بنیاد پر حاصل کی گئی تھی وہ خالص وطنی تھی، اور مسلمانوں کے خمیر میں وطن پرستی کا نہیں خدا پرستی کا عنصر شامل ہے۔ وطن کے وقتی نعرہ نے حب علی کا نہیں بغض معاویہ کا رول ادا کیا تھا۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوستان کے اندر جو قوم اکثریت رکھتی ہے۔ وہ اعتقادی طور پر اسلام کے مخالف ہے، اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کے طور وطریقے۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ ظاہر ہے اس قوم کے ساتھ مسلمانوں کا اشتراک کسی بھی سطح پر کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔؟ بالآخر وہی ہوا جس کا ہونا فطری تھا۔ اب مسلمانوں کے درمیان نہ آزادی ہے نہ سیتو ماروی جو اپنی پرجوش خطابت کے ذریعہ پارلیمنٹ کے اندر بھی اور باہر بھی مسلمانوں کو وقتی طور پر مطمئن کر سکیں۔ دوسری جانب ہندو اکثریت کا دباؤ روز افزوں شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا ہے جس نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ مسلمانوں کو اپنی قیادت کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے

ہندوستان کے اندر تین تحریکیں منظم طور پر روبہ عمل ہیں

۱ ــــــ جماعت اسلامی

۲ ــــــ تبلیغی جماعت

۳ ــــــ جمعیت اہل حدیث

ان تینوں تحریکوں کے نظریات میں بیحد اختلافات ہیں۔ مگر حالات کے تناظر میں اللہ

اختلافات کو کوئی اہمیت دینا خود کو ہلاکت کے سمندر میں ڈھکیل دینے کے مترادف ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تینوں جماعتیں اسلام کے مختلف محاذوں پر کام کر رہی ہیں جماعت اسلامی معاملات کو ایمان کے مطابق درست کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے۔ اس تگ و تاز کیلئے وہ عقائد واحکامات کے رموز و اسرار سے پردہ اٹھاتی ہے۔ اور تمام انسانیت کو اسلام کی اعلیٰ تعلیمات وعقائد سے لیکر اعمال واحکامات تک کی دعوت دیتی ہے۔

جمعیت اہل حدیث عبادات کو سنتِ نبوی کے مطابق درست کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اور اس باب میں جو انحرافات ہیں ان کے ازالہ کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔

تبلیغی جماعت عبادات کے اندر روحانیت پیدا کرنے کی کوشش کا نام ہے۔ اس کیلئے وہ اپنے طور پر طریق کار اختیار کرتی ہے۔ اور مسلمانوں کے درمیان گشت اور اجتماعات کا انعقاد کر کے تعلیم حکمت کا کام نیک نیتی کے ساتھ انجام دے رہی ہے۔

مذکورہ بالا اعتبارات سے غور کیجئے تو تینوں جماعتوں کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایک شخص یا ایک جماعت بہر حال دین کے وسیع تر تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ یہ تقاضے تو پوری امت مسلمہ ہی پوری کر سکتی ہے۔

ماضی میں مختلف شخصیتیں مختلف محاذوں پر تجدید و اصلاح کا کام کرتی نظر آتی ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ، مولانا مودودیؒ ایک ہی صدی کے اندر پیدا ہوئے اور مختلف محاذوں پر جاہلیت کا ازالہ اور اسلام کا اعادہ کرتے ہوئے نظر آئے۔ اسی طرح مذکورہ جماعتیں بھی اپنے محاذوں پر سرگرم عمل ہیں۔ پھر ان کے درمیان حق و باطل کا معرکہ اور ایک دوسرے کے خلاف مجاہدانہ برسرپیکار ہونا چہ معنیٰ دارد؟ آگے حالات کی سیاہ چکی سے جو سفید آٹا نکل رہا ہے وہ بھی اس حقیقت کا غماز ہے کہ طلوع فجر کے آثار ہیں ایسی صورت میں چمگادڑوں کی طرح آنکھیں بند کر لینا کون سی دور اندیشی ہے؟

مذکورہ بالا تینوں جماعتوں کا سیاسی اتحاد ہی مسلم قیادت کا بحران دور کر سکتا ہے۔ ان میں جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت تو نہایت منظم ہیں۔ ایک نے باہمی انتخاب کا پارلمانی طریقہ اپنایا ہے اور دوسرے نے انتخاب امیر و امارت کا پرانا طریقہ۔ یہ دونوں جماعتیں

دستوری انداز پر چل رہی ہیں

باقی تیسری جماعت جمیعۃ اہل حدیث کے اندر کافی انتشار ملتا ہے۔ اس کا اپنا دستور تو ہے مگر نہ معلوم اس دستور کے ماخذ کیا ہیں کہ آج تک ان کے اندر اتحاد پیدا نہ کر سکا۔

انتخابات کے اندر جو عملی مشاہدہ ہمیں ہوا ہے اس کی رو سے تو ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ یہ جماعت تنظیمی شعور سے بالکل عاری ہے۔ لہٰذا اسے مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کے ساتھ جوڑا تو جا سکتا ہے مگر اسے کوئی عہدہ نہیں دیا جا سکتا۔

عہدہ صرف جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کو مل سکتا ہے۔ یہ دونوں جماعتیں ہندوستان کے فعال و غیر فعال تمام جماعتوں کو ملا کر ایک متحدہ پلیٹ فارم تیار کریں۔ اور اس بحران کو دور کریں جو مسلم قیادت کے اندر پیدا ہو چکا ہے۔

بہوجن سماج پارٹی اور سماج وادی پارٹی کی خالص غیر اسلامی جماعتوں کے اندر اتحاد عمل پیدا ہو سکتا ہے تو آخر قدوسیوں کی جماعت کے اندر اتحاد کیوں پیدا نہیں ہو سکتا ہے جب کہ اسلام اور دعوت اسلامی میں اتحاد جانے کیسی ٹھوس بنیاد موجود ہے اور غیر اسلامی عقائد و نظریات کی فطرت میں انتشار اور دانائی کی ہے۔ ●

بقیہ صـ ۴ کا

اس کی وجہ یہ ہوگی کہ جب وہ اس دنیا میں تندرست اور سالم ہیں اور انہیں اللہ کو سجدہ کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے تو سجدہ نہیں کرتے تو جب آخرت میں سجدہ کا وقت آئے گا تو ان کی پشت جھک نہیں سکے گی اور اسی سے اہل تقویٰ سجدہ کرنے کیوجہ سے کافروں سے الگ ہو جائیں گے اور یہ ان پر اللہ کی سب سے بڑی نوازش ہوگی، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کافر و نافرمان قرآن کی تکذیب کرتے ہیں تو اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ آزردہ دل نہ ہوں آپ کا کام دعوت دینا ہے اور پھر اس کے بعد انہیں پکڑنا ہمارا کام ہے اور ہماری تدبیر تو ایسی ہیکہ یہ دنیا میں عیش و راحت کو اللہ کی نوازش سمجھتے رہیں گے اور اپنی نافرمانیوں میں بڑھتے رہیں گے لیکن اس کا انجام یہ ہوگا کہ ہماری پائیدار تدبیر سے بچنے نہیں پائیں گے، اس کے بعد اللہ نے ان کی جہالت اور سفاہت کو بیان فرمایا کہ، اے رسولؐ! آپ تو انہیں محض دعوت کے ثواب کے لئے اللہ کی طرف بلا رہے ہیں اور یہ جہالت کیوجہ سے آپ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ تو آپ اپنے رب کے حکم کے لئے صبر کریں اور مچھلی والے جیسے نہ ہوں۔

نوٹ تعلیمی

مولانا ...

تفسیر سورۃ القلم

"اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۚ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَمْ تَسْاَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝"

"کیا ان کے پاس شرکاء ہیں، پس بلاؤ اپنے شرکاء کو اگر تم سچے ہو ۝ جب سخت دن ہوگا اور سجدے کی دعوت دیئے جائیں گے تو وہ اس کی سکت نہیں رکھیں گے ۝ ان کی نگاہیں پست ہوں گی، ان پر ذلت چھائی ہوگی اور حالانکہ وہ سجدے کی طرف بلائے جاتے رہے تھے اور وہ سالم تندرست تھے ۝ تو تم مجھے چھوڑ دو، اور اسے جو اس حدیث (قرآن) کی تکذیب کرتا ہے۔ ہم انہیں دھیرے دھیرے ایسے مہلت دیں گے کہ انہیں علم نہیں ہوگا۔ ۝ اور میں انہیں ڈھیل دے رہا ہوں بیشک میری تدبیر پائیدار ہے ۝ کیا آپ ان سے کسی اجرت کا سوال کر رہے ہیں کہ وہ تاوان سے بوجھل ہوتے جا رہے ہیں ۝ یا ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھ رہے ہیں ۝ "

اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے ثواب کا ذکر کرنے کے بعد اس کے وقت کو بیان فرمایا جب اس کا فیصلہ اس صورت میں سامنے آئے گا۔ جب قیامت کے وقت ایک سخت لمحہ پیش آئیگا تو جو متقی اور فرمانبردار ہیں وہ بے ساختہ اللہ کے لئے سجدہ ریز ہو جائیں گے، لیکن کافر و نافرمان جو دین اسلام اور قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں وہ اس وقت سجدہ کرنا چاہیں گے تو نہیں کر سکیں گے اور

(بقیہ صفحہ ۔۔ پر)

مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری

نعم البدل کے چند واقعات:۔ رب کریم کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر خرچ کرنے والوں کو اس دنیا میں بھی عوض اور بدلہ ملے گا اور آخرت میں ان کی نیکیوں کا ایک ذخیرہ الگ ان کو ملے گا چنانچہ سورۂ سبا میں ارشاد ہے۔ وما انفقتم من شیئ فھو یخلفہ وھو خیر الرازقین۔ یعنی، تم جو کچھ بھی خرچ کروگے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس کا قائم مقام عطا کرے گا یعنی اور دے گا اور وہ بہترین روزی رساں ہے۔

اسی طرح سورۃ نحل میں ارشاد ہے۔ للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ ولدار الآخرۃ خیر ولنعم دار المتقین۔ یعنی محسنین کیلئے اس دنیا میں نیک عوض ہے اور آخرت کا گھر اس سے بہتر ہے اور صاحب تقویٰ کا گھر کیا خوب ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے نیک اور بہتر معاوضے آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی ملتے ہیں حدیث میں وارد ہے کہ ہر صبح کو ایک فرشتہ خرچ کرنے والے صاحب خیر کیلئے یہ دعا کرتا ہے اللھم اعط منفقا خلفا۔ اے میرے خدا خرچ کرنے والے کو اس کے خرچ کا نعم البدل عطا فرما۔ (منتخب کنز العمال)

ایک اور حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جس مال کو رضائے الٰہی میں خرچ کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا کرتا ہے (مسند احمد ج ۵)

خیرات کا نعم البدل:۔ علامہ ذہبی ؒ نے محدث یگانہ امام زمانہ حضرت شیخ حیوۃ بن شریح کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کا وظیفہ حکومت کی طرف سے مقرر تھا آپ وظیفہ لے کر آتے مگر راستے میں اہل حاجت کو سب رقم تقسیم فرما دیتے اور جب گھر پہونچتے تو بستر کے نیچے اس رقم کا نعم البدل موجود پاتے۔

ان کے چچازاد بھائی کو اس طرح کی متواتر خبر ملتی رہی تھی اس نے بھی یہی کہا ذہبی نے لکھا ہے "فتصدق بما در الی تحت فراشہ" یعنی اپنا وظیفہ صدقہ کردیا اور پھر جلدی سے اپنے بستر کے نیچے دیکھنا شروع کیا کہ اس کا نعم البدل پاجائے پورا بستر خوب الٹ پلٹ کر دیکھا بھالا مگر اس میں کچھ بھی نہ ملا تو امام صاحب سے انہوں نے شکایت کی تو امام صاحب نے فرمایا "اعطیت ربی بامتحان واعطیت ربی بیقین" یعنی میں نے خدا کو اس یقین کامل کے ساتھ دیا تھا کہ وہ مجھے اس کا نعم البدل ضرور عطا کرے گا اور تم نے آزمائش اور تجربہ کے طور پر دیا تھا۔ آج یہی حالت ہمارے عوام بلکہ خواص کی بھی ہے اکثر لوگ یقین و تصدیق کے جذبات سے خالی ہیں الا ماشاء اللہ۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے۔

مۓ یقین سے ضمیر حیات ہے پرسوز
نصیب مدرسہ یارب یہ آب آتشناک

حضرت علیؓ کا واقعہ: ایک بار آپ کے پاس ایک سائل آیا تو آپ نے حضرت حسینؓ سے فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس سے ایک درہم لے آؤ، حضرت حسینؓ گئے اور خالی ہاتھ واپس آگئے اور یہ پیغام دیا کہ ماں کہتی ہیں صرف چھ درہم ہیں جو میں نے آٹا منگانے کیلئے رکھ چھوڑے ہیں یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ وہ چھ درہم لے آؤ اور اپنی ماں سے کہو کہ اپنے درہم و دینار سے زیادہ اللہ کے احسان و انعام پر اعتماد کریں چنانچہ وہ چھ درہم آگئے اور حضرت علیؓ نے ان کو سائل کے حوالے کردیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص علیؓ کے پاس ایک اونٹ فروخت کرنے کے خیال سے لایا، حضرت علیؓ نے اس شرط کے ساتھ کہ دام تاخیر سے دیں گے، ایک سو چالیس درہم میں اونٹ خرید لیا وہ شخص اونٹ دے کر چلا گیا، تھوڑی دیر میں ایک شخص آیا اس نے پوچھا کہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا کہ میرا ہے، تھوڑی سی بات چیت کے بعد اس نے اونٹ کو دو سو درہم میں خرید لیا حضرت علیؓ نے ایک سو چالیس درہم اونٹ والے کے گھر بھجوا دیئے اور باقی ساٹھ درہم جو بچے ان کو حضرت فاطمہ کے حوالہ کردیا۔ حضرت فاطمہؓ نے تعجب سے پوچھا یہ کہاں سے آئے فرمایا یہ روپے اس وعدہ خداوندی کے تحت ملے ہیں جو ایک کے

بدلے کم از کم دس ملنے کے ضابطہ میں موجود ہے۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ چونکہ ہم نے ..... اللہ کی راہ میں چھ درہم خرچ کئے تو اللہ پاک نے اس کے بدلے ساٹھ درہم نعم البدل ہم کو مرحمت فرمائے۔ (منتخب کنز العمال ج ۲)

ابو مسلم خولانی کا واقعہ:۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے استیعاب میں رقم فرمایا ہے کہ ابو مسلم خولانی کا شمار کبار تابعین میں ہے آپ بڑے پختہ ایمان ویقین والے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو جو یقین آج بلا دیکھے مجھے حاصل ہے اس میں ذرہ بھر بھی اضافہ نہ ہوگا۔ انہیں بزرگ کا ایک واقعہ علامہ ابن الجوزیؒ نے نقل کیا ہے کہ:۔

ایک بار ابو مسلم خولانی کی بیوی نے اطلاع دی کہ آج رات کو آٹا وغیرہ کچھ نہیں ہے ابو مسلم نے پوچھا کچھ درہم ہیں؟ جواب ملا کہ بس ایک درہم ہے فرمایا کہ وہ ایک درہم اور تھیلی بھیج دو، اسے لے کر بازار گئے اور دوکان پر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ ایک سائل نے سوال کر دیا آپ ہٹ کر دوسری دوکان پر چلے گئے، سائل جو سائے کیطرح ساتھ لگا ہوا تھا وہاں بھی پہونچا آپ نے دوکاندار سے ایک درہم کا آٹا مانگا ہی تھا کہ پھر سائل نے نام لے کر مخاطب کیا اے ابو مسلم خولانی آپ ہی سے میرا سوال ہے اب آپ نے اس کو وہ درہم دیدیا اور خالی تھیلی لیکر گھر واپس لوٹے مگر بیوی کا خوف دامن گیر تھا ایک جگہ آرہ چل رہا تھا وہاں سے لکڑی کا برادہ تھیلی میں بھر لیا اور اس کو لیکر گھر گئے "فنقر الباب قلبہ مرعوب من اھلہ" کہ گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن بیوی کی خفگی سے ان کا دل مرعوب تھا انہوں نے دروازہ کھلتے ہی جھولا اندر پھینک دیا اور چلتے بنے اور جاکر مسجد میں ذکر و عبادت میں مشغول ہو گئے، عورت نے تھیلا اٹھا کر کھولا تو نہایت عمدہ آٹا نکلا اس نے گوندھا اور پکایا۔ جب ابو مسلم رات کا کافی حصہ گذرنے کے بعد گھر میں داخل ہوئے تو کھانا تیار پایا پوچھا من این لکم ھذا؟ یہ تمہیں کہاں سے میسر ہوا؟ عورت نے جواب دیا کہ یہ وہی آٹا ہے جو تم لائے تھے وہ کھاتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اے مولائے کریم تو جس طرح چاہے فضل کرے پتیوں سے اور پھولوں سے شہد کی لذت پیدا کرنے والے

دلبستہ خون کو مشک کی خوشبو دینے والے سے اس قلب ماہیت وانقلاب حقیقت کو بعید از عقل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۴)

انفاق فی سبیل اللہ کی برکت اور خوشحالی کا دور دورہ

(۱) سنن کبریٰ بیہقی و خصائص وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں یہ برکت ہوئی کہ دینے والے ہاتھ رہ گئے لینے والے ہاتھ نہیں ملے، جب ان کے عہد میں بیت المال نے زکوٰۃ کو قبول نہیں کیا تو لوگ زکوٰۃ قبول کرنے والے کو تلاش کرتے مگر نہیں پاتے۔ (۲) ایک صاحب خیر ایک شخص کو حاجتمند سمجھ کر اپنی زکوٰۃ کی رقم دینے لگے کہا کہ آپ مسافر معلوم ہوتے ہیں سفر میں آپ کو روپئے پیسوں کی ضرور کچھ حاجت ہوگی تو بھائی یہ رقم زکوٰۃ کی ہے قبول کر لیجئے تو اس نے اپنی بھی تھیلی نکالی اور کہا کہ میں بھی قبول کرنے والے ہی کی تلاش میں نکلا ہوں مجھے آپ کی اس زکوٰۃ کی حاجت نہیں ہے۔
(البدایۃ والنہایۃ)

کل ہمارا یہ حال تھا کہ ہم صاحب ثروت تھے اپنے قلوب میں غرباء و یتامیٰ اور حاجت مندوں کا درد رکھتے تھے۔ زکوٰۃ و انفاق میں ہم آگے تھے اپنی زکوٰۃ کی رقم لے کر مستحقین کو دینے اور ان کے درمیان تقسیم کرنے کیلئے بیقرار رہتے تھے اور ہماری خودداری و بے نیازی کا بھی یہ عالم تھا کہ ہمارا کوئی مفلس اگر اس زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوتا تھا تو لینا بھی گوارا نہیں کرتا تھا لیکن آج ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے ہمارے اندر سے انفاق کا جذبہ جاتا رہا اور ہماری شان خودداری و بے نیازی مفقود ہو گئی ؎

آہ وہ دور موافق کہ مسلمان کبھی
حشمت و شوکت و اقبال و مغنا رکھتے تھے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں دل کھولکر انفاق و ایثار کی توفیق بخشے اور غیر دینی ماحول سے ہمیں محفوظ رکھے۔ ہمارے بچوں کو دینی تعلیم اور دینی ماحول میسر فرمائے۔ ●

جلال الدین قاسمی

اگر اس جگہ مولانا ولایت علی اور ان کے بھائی عنایت علی غازی صادق پوری کا ذکر خیر نہ کیا جائے تو تاریخ سے زبردست ناانصافی ہوگی اور تاریخ اہل حدیث ہند ناقص و ادھوری رہے گی کیونکہ خاندان صادق پور کا شاہ اسماعیلؒ اور سید احمد بریلویؒ کی تحریک جہاد سے عملی تعلق تھا مولانا ولایت علی جہاد کے اہم سالاروں میں تھے وہ ملک میں تحریک اصلاح و تبلیغ کے امیر تھے جب حضرت شاہ اسماعیلؒ و سید احمد شہید ہوگئے تب بھی مولانا ولایت علی تبلیغ و ہدایت کے دوسرے محاذ پر سرگرم عمل رہے۔ بہار و بنگال میں عقیدۂ سلف کی تبلیغ و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا لوگوں کو کتاب و سنت کی طرف مائل کیا شرک و بدعات کے خلاف جہاد کیا جس کا نتیجہ ہے کہ آج بہار و بنگال میں مسلک اہل حدیث کی بے شمار بستیاں آباد ہیں اور اب بھی وہاں شرک و بدعت سے اجتناب کا شعور دیگر آبادیوں کے مقابلہ میں زیادہ روشن و تابناک ہے۔

بالاکوٹ کے معرکے کے بعد انگریزوں کا خوف و ہراس پورے ملک پر چھایا ہوا تھا پورے ملک میں قید و بند بغاوت کے مقدمات جھوٹی اور فرضی گواہیوں اور پھانسی حبس دوام بعبور دریائے شور (کالا پانی) کی قیامت برپا تھی آمین بالجہر رفع الیدین کرنے والے کو وہابی' اہل حدیث سمجھا جاتا تھا اور بلا وارنٹ و ثبوت اسے گرفتار کرلیا جاتا تھا ایسے پرآشوب اور اندوہ ناک حالات میں بھی دعوت و عزیمت کی یہ آگ سرد نہیں ہوئی بلکہ تحریک شہیدین کے خلفاء ارباب صادق پور نے اس تحریک کو سنبھالا اور پورے ملک میں دین حق کی نشر و اشاعت کے لیے دہلی' بھوپال' آرہ اور صوبہ بہار میں دعوت کے اہم مراکز قائم کیے جہاں سے انہوں نے تحریک شہیدین پر آنے والے ہر حملے کا حسن و خوبی جواب دیا۔

ادھر شیخ الاسلام حضرت میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ نے کتاب و سنت کی تعلیم کا ایک ایسا حصن حصین قائم کیا جس نے ایک طرف قادیانی اور آریائی حملوں کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا اور دوسری

..... جانب رفض و تشیع، بدعات و خرافات، شرک و الحاد، تقلید و شخصیت پرستی صدیوں کو رانہ طلسم کو تار تار کر ڈالا۔ ان کے ہزار ہا شاگرد دین خالص کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دینے کیلئے ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے اور اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر ان علماء و مجاہدین کے ذریعہ اسلام کو طاغوتی طاقتوں کے مقابل سربلند رکھا۔ دراصل ہندوستان میں اہل حدیث کے نام سے تحریک مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور ان کے شاگردوں کے ذریعہ شروع ہوئی جس سے دلوں اور طبیعتوں کا جمود ٹوٹا کتاب و سنت کی طرف لوگ مائل ہوئے ان کی عظیم الشان اور مخلصانہ کوششوں سے بہت بڑی آبادی، خلق کثیر تمسک بالکتاب والسنۃ، توحید خالص اور اتباع سنت کی پابند ہو چکی تھی۔

حضرت شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے بعد بھی دہلی مسلک حق کے علمبرداروں کی سرگرمیوں کا اہم ترین مرکز رہی ہر طرف داعیان حق کے دینی مدارس قائم تھے جن میں دارالحدیث رحمانیہ جیسا عظیم ادارہ بھی تھا جس کی خدمات اور تاریخ ساز علمی سرگرمیاں جماعت اہل حدیث کے ماضی قریب کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔

"دارالحدیث رحمانیہ" دراصل مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی صحیح یادگار ہے آج بھی اس کے ذکر خیر سے ارباب جماعت کے سر فخر و نازسے بلند ہو جاتے ہیں مگر تقسیم ہند کی تباہ کاریوں نے مسلمانوں کے شیرازے کو منتشر کر دیا۔ یہ آسمانی انقلاب اور حادثہ تقسیم اتنے زبردست پیمانے پر ہوا کہ دہلی اور اس کے اطراف و جوانب میں بلکہ پورے پنجاب میں اور اس کے ماحول میں رہنے والوں کے ہوش و حواس اڑ گئے اور ایک عرصہ تک دہلی میں مسلک حق کے علمبرداروں پر پژمردنی چھائی رہی اور مسلک اہلحدیث کے افراد کو طرح طرح سے ستایا گیا شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب ان کے رفقاء اور بعد میں اُن کے تلامذہ وارادتمندوں پر جو جو ظلم کئے گئے ہجرت کے نام پر ہندوستان سے مکہ و مدینہ جانے والے صوفیا مقلدین سے ان کے خلاف جو جو سازشیں کیں یہ ایک تلخ اور انتہائی دکھ بھری داستان ہے۔

اہل حدیث ہونے کے جرم میں بے شمار طالبانِ دین کو دارالعلوم دیوبند سے نکال دیا گیا پھر باشعور اور جماعت کے حساس و باغیرت، مقتدر علماء اور اہم شخصیتوں نے اس جمود و غفلت کی طرف توجہ کی جس کا نعم البدل اللہ تعالیٰ نے ہمیں جامعہ سلفیہ بنارس کی شکل میں عطا کیا۔ (فالحمد للہ علیٰ ذالک)

جمعیت اہل حدیث ہند کی تاسیس اس وقت ہوئی جب برصغیر ہند وپاک کا عظیم علاقہ اسلام کے صحیح خدوخال سے پہچانا نہیں جاتا تھا شرک وبدعت، تقلید شخصی، فرقہ بندی میں پورا علاقہ جکڑا ہوا تھا اس وقت خالص اسلام کی دعوت پیش کرنا وقت کا سب سے بڑا جہاد تھا اور الحمد اللہ ہمیں اس پر فخر ہے کہ اہلحدیث ہند کے نامور علماء ودعاۃ مبلغین نے اپنی ایمانی قوت اور جماعتی غیرت سے اس پورے خطے کا نقشہ ہی بدل ڈالا اس دور کے نامور علماء دعاۃ ومبلغین نے اپنی ایمانی قوت اور جماعتی غیرت سے اس پورے خطے کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔ اس دور کے نامور علماء اسلامی تاریخ خصوصاً تاریخ اہلحدیث ہند کے آفتاب وماہتاب تھے ہر عالم اپنی جگہ پر ایک امت تھا جیسے مولانا عبداللہ غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا محدث مبارکپوریؒ، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، قاضی سلمان منصور پوریؒ، مولانا محمد جوناگڈھی، مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور مناظر اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہم اللہ کی شاندار نورانی شکلیں ان کے اتباعِ سنت کے عملی جذبات اور ان کی دینی وجماعتی غیرت نے اہل حدیث تحریک کی اشاعت میں تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے ہیں جن کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ان حضرات کی ذات گرامی نہ صرف اہل حدیث کے لئے بلکہ اسلامیان ہند کیلئے بیش بہا سرمایہ ہیں دفاع اسلام کے لئے ان حضرات نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں جو کوششیں کی ہیں وہ درخشندہ وتابندہ نقوش کی طرح نمایاں ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد حالات نے جمود اختیار کیا یہ تحریک بھی مختلف مدوجزر اور حالات کے نشیب و فراز سے ہمکنار ہوتی رہی اور منزل مقصود کی تلاش میں سرگرداں رہی بالآخر ایک نئی کرن جلوہ گر ہوئی

بقول شاعر ؎
کتنی راتوں کے اندھیروں سے گذر کر اے دوست
آج ہم صبح تمنا کی کرن تک پہونچے

بالآخر نئی تنظیم ہوئی جس میں مولنا عبدالوہاب آروی کے بعد مولانا داؤد راز، مولانا سید عبدالحفیظ سلفی اور مولانا عبدالوحید سلفی تک کا دور نہایت باوقار اور پرسکون رہا اگرچہ اس دور میں جمعیت کی کارکردگی زیادہ موثر ونتیجہ خیز نہ رہی لیکن جماعت اہل حدیث کے لوگوں کا اعتماد وتعاون مرکزی جمعیت کے ساتھ قائم رہا اتفاق واتحاد کی خوشگوار فضا قائم تھی اور جمعیت کے نام پر اہلحدیث کے افراد مختلف ٹولیوں میں نہ بٹے تھے مولانا عبدالوحید سلفی کے انتقال کے بعد مولانا مختار احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ دستوری

طور پر امیر منتخب کرلئے گئے۔

مولانا مختار صاحب ندوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں انہوں نے الدار السلفیہ، مدرسہ عائشہ جامعہ محمدیہ منصورہ، محمدیہ بنگلور، مدرسہ نسواں فاطمۃ الزہرا قائم کر کے جہاں علمی و دینی خدمات انجام دی ہیں وہیں ادارہ اصلاح المساجد کی جانب سے پورے ملک میں مساجد کا جال بچھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ادارہ اصلاح المساجد مولانا ندوی اور ان کے رفقاء و اراکین کا ناقابل فراموش تاریخی کارنامہ ہے جسے ہندوستان کی تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی تعمیری دنیا میں تو مولانا ندوی نے مغل بادشاہوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے مگر انتہائی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑھتا ہے کہ مسلک اہل حدیث جو اپنا شاندار ماضی رکھتی ہے آج اس کے افراد تعطل وجمود کے شکار ہیں جمعیت کے نام پر مختلف تنظیں وجود میں آچکی ہیں جو دعوت وتبلیغ کو آڑ بنا کر اپنی دنیاوی اغراض ومقاصد کی تکمیل میں کوشاں وسرگرم عمل ہیں اس لئے ضرورت ہے اور وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اہلحدیث ہند کے شاندار ماضی کے آئینے میں اپنا حال ومستقبل کا داغدار چہرہ دیکھیں اور اپنی جمعیت کی اصلاح کی کوشش کریں بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کی جدوجہد جاری رکھیں یقیناً حالات میں سدھار پیدا ہوگا اور منزلیں ہمیں آواز دیں گی۔ ●

بقیہ صفحہ ۱۲ کا

غرق مطالعہ ہوگئی۔ رموز واسرار غوامض حقائق منکشف ہوتے گئے دل ابھارتا رہا کہ یہی حقیقی دین اور واقعی مذہب ہے بشری کمزوریاں متحیر کرتی رہیں بالآخر اللہ نے ایسی راہ پیدا کردی کہ تمام موانع وعوائق کی راہیں مفتوح ہوگئیں اور میں داخل اسلام ہوکر امن اور چین کا سانس لیا۔ قرآن عزیز کی شان تاثیر تو یہ ہے کہ جس فرد بشر کے دل میں اپنا گھر بنالیتا ہے دوسرا کوئی پیغام نہیں ٹھہر سکتا اور دیگر تمام کلام کو ترک کردیتا ہے لبید بن ربیعہ زمانہ جاہلیت کے بلند پایہ وممتاز شاعر وقادر الکلام تھے جب وہ بفضل ایزدی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو قرآن کے پرشکوہ دلربانہ کلام کے پیش نظر اپنی شاعری بھی ترک کردی۔

قرآن نے اپنے مخاطبین پر اتنا اثر کیا کہ کسی دور صحف سماویہ نے اپنے ماننے والوں اتنا گہرا اثر نہیں ڈالا مسجد میں ان کی دعا، گھر میں ان کا انتظام باہر علمی دنیا میں ان کا لائحہ عمل اور ان کی حکومت وسیادت کا سیاسی دستور بن گیا قوم کے سخت وبے رحم دل میں جاگزیں ہو کر منعطف کردیا۔ درشت اور تند مزاج میں پہونچ کر ان میں مروت وشرافت پیدا کردی ●

بھارت ہمیشہ سے روحانی دیش رہا ہے۔ یہاں گائے، سانپ اور چوہے تقدس کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ انکی پوجا ہوتی ہے اور ان پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ بیکانیر (راجستھان) کے قریب "دیش نک" میں چوہوں کا ایک عظیم الشان مندر ہے جو "کرنی ماتا" سے منسوب ہے۔ وہاں کے لاتعداد چوہوں کو روزانہ چالیس کیلو اناج لنچ و ڈنر کے لئے بانٹے جاتے ہیں۔ زائرین کے مٹھائیاں، میوے اور سبزیاں اس کے علاوہ ہیں۔ یہ عام قسم کے بھورے رنگ کے چوہے ہیں جن کے پاس نہ راشن کارڈ ہیں اور نہ شہریت کے ضروری کاغذات۔ ان کی زیارت اور پوجا کے لئے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ یہاں سے پاکستانی سرحد تقریباً سو میل دور ہے۔

چوہوں کی اقسام میں ایک چوہا سفید رنگ کا ہوتا ہے جو عام زبان میں 'ولایتی چوہا' کہلاتا ہے۔ اس کی نسل بھارت میں ہر جگہ نہیں پائی جاتی۔ ولایتی چوہے اور عام چوہوں میں ایک بات مشترک ہے کہ دونوں مرض طاعون پھیلانے میں کمال درجہ کی مہارت رکھتے ہیں۔ علم حیوانات کے ماہرین بتاتے ہیں کہ عام چوہے اناج کی بالیاں بلوں میں جمع کر سکتے ہیں، گوداموں میں سوراخ کر کے انواع اناج اور ان کی مقدار کا پتہ لگا سکتے ہیں یا باورچی خانہ کی بچی کھچی چیزوں کے ساتھ ساتھ گیس کی پائپ کتر سکتے ہیں اور ڈرائنگ روم کی قالین کاٹ چھانٹ کر بدنما بنا سکتے ہیں میری اپنی تحقیق یہ ہے کہ ولایتی چوہے انسانی شکل اختیار کرنے کے علاوہ سبھی کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ تیزابی بارش لا سکتے ہیں، سیلاب کا رخ پھیر سکتے ہیں، زلزلے کے جھٹکے پیدا کر سکتے ہیں۔ آتش فشانی اٹھا لا سکتے ہیں۔ ملک میں قحط و خشک سالی کی صورت پیدا کر سکتے ہیں۔ ٹھنڈک کی لہر اور گرمی کی حدت لا سکتے ہیں۔ دو پڑوسیوں اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو لڑا سکتے ہیں۔ ٹرین لیٹ کرا سکتے ہیں اور ہوائی حادثہ کرا سکتے ہیں غرض کہ یہ ولایتی چوہے بلا کے ذہین اور غضب کی تخریبی

صلاحیتیں رکھتے ہیں۔

آپ کے گھر کی روشنی غائب ہو جائے، انہی کی کارستانی ہے۔ کھانا دیر سے پکے، انہی کی مہربانی ہے۔ آپ کی گاڑی پنکچر ہو جائے، انہی کا کرم ہے، ہڑتال ہو جائے، انہی کی وجہ سے ہے۔ سبزیاں مہنگی ہو جائیں، انہی کا ہاتھ ہے پٹرول کی قلت ہو، انہی کو یاد کیجئے۔ مارکیٹ سے چینی غائب ہو جائے، وہی ذمہ دار ہیں۔ قمیص کی بٹن ٹوٹ جائے، انہی کا مکر ہے، آپ کو نیند نہ آئے، انہی کے جراثیم ہیں۔ گھر میں لڑکی پیدا ہو جائے انہی کی نظر بد ہے۔ آپ کا بچہ یا بچی پڑھنے میں کم اور دوردرشن کے پروگراموں میں زیادہ دلچسپی لے، انہی کا عمل ہے۔ تجارت میں نقصان ہو جائے، انہی کی وجہ سے ہے۔ مقدمہ کا فیصلہ آپ کے خلاف ہو انہی کی کارستانی ہے۔ آپ کے سامنے کالی بلی آ جائے، انہی کی چال ہے اور کھیل کے میدان میں آپ کی پسند کی ٹیم ہار جائے، انہی ولایتی چوہوں کا اثر ہے۔

میری ریسرچ کی تائید مرلی منوہر جوشی کے آئے دن کے بیانات سے بھی ہوتی ہے جو ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کے پیچھے غیر ملکی ہاتھ ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ وہ ہندوستان کے گنے چنے انٹلکچولس میں سے ایک ہیں۔ بڑی دانائی اور حکمت کی باتیں کرتے ہیں۔ ان کا دماغ عقل و دانائی کا بھنڈار ہے۔ میں ان کا مداح ہوں۔ اخبارات و رسائل میں ان کے بیانات کھوج کھوج کر پڑھتا ہوں۔ اخبار نویسوں کے کانفرنس میں اگلی سیٹ پر قبضہ کرتا ہوں ــــ مگر سورت میں طاعون پھیلا اور شریمان جی خاموش رہے ــــــ مجھے اچھا نہیں لگا۔

سورت کے صنعت کار اور تجار شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے، شریمان جی چپکی سادھے رہے ــــــ ــــــ مجھے اچھا نہیں لگا۔

طاعون سے موتیں ہونے لگیں، شریمان جی سکتہ میں چلے گئے ــــــ مجھے یہ بھی اچھا نہیں لگا۔

موت کے ڈر سے سورت کی صورت بدل گئی، شریمان جی ٹکٹکی باندھے رہے ــــــ ــــــ مجھے یہ بھی نہیں بھایا۔

ہسپتالوں کے کچھ ڈاکٹر اور نرسیں بھی بھاگ کھڑی ہوئی، شریمان جی خاموش رہے۔

______ مجھے یہ بھی اچھا نہیں لگا۔

اب میں ان کی جانب سے بدظن ہو چلا تھا کہ اچانک وہ مراقبہ سے باہر نکلے اور اعلان فرمایا: "طاعون پھیلانے میں پڑوسی ملک کا ہاتھ ہے جس نے طاعون زدہ چوہے ملک میں بھیج کر بائیولوجیکل وار (حیاتیاتی جنگ) کا آغاز کر دیا ہے۔ اس کی تحقیق ہونی چاہیئے" سبحان اللہ! اسے کہتے ہیں ذہانت اور دور اندیشی۔ قربان جائیے جوشی جی پر۔ کیا ذہانت اور صلاحیت پائی ہے۔ جس حقیقت کی تہہ تک نہ سی۔ بی۔ آئی پہنچ سکی۔ نہ ایف۔ بی۔ آئی اور سی۔ آئی۔ ڈی کے لوگ غوطہ لگا سکے ہمارے شریمان جی نے چٹکی بجا کر اصلیت کو بے نقاب کر دیا۔ الحمد اللہ!

سورت میں صفائی کی مہم شروع ہوئی۔ طاعون پھیلانے والے تمام واسطوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نیست و نابود کیا گیا۔ چوہوں کے تمام بلوں کو سیل کر دیا گیا اور شہر کی ناکہ بندی کر دی گئی کہ باہری چوہا نہ اندر آئے اور نہ اندر کا چوہا باہر بھاگے۔ پھر بھی ولایتی چوہا عرف غیر ملکی چوہا نہ گرفتار ہو سکا اور نہ ہی اس کی گرفتاری کی جھوٹی خبر کا اعلان ہوا۔ میں حیران و پریشان دفع بلیات کیلئے نفلیں پڑھیں۔ روزے مانے، سورۂ فاتحہ، چاروں قل اور درود شریف پڑھ کر دم کیا کہ اللہ دہلی والوں اور ملک کے شہریوں پر کرم فرما۔ میں ادھر تسبیں پڑھتا رہا۔ اور ادھر غیر ملکی (ولایتی) چوہا ہجرت کر کے یو پی پہنچ گیا۔ اتر کھنڈ اندولن سنچالن سمیتی کی استھاپنا کرا دی۔ ہڑتال کرفیو اور چیو ہتھیا کرائی۔ پھر کمال ہوشیاری سے جنوبی بھارت پہنچ گیا۔ بنگلور ٹی۔ وی پر اردو نیوز کا آغاز کرا کے اپنی چہل کی ابتدا کی ہمارے تیس ہندوستانی بھائیوں کی جانیں اردو کی مخالفت یا حمایت میں ضائع ہو گئیں۔ ابھی میں ان واقعات کا تجزیہ کر ہی رہا تھا کہ ہیروشیما سے ہندوستانی ہاکی ٹیم کی شکست کی اطلاع ملی۔ اس خبر کو لکھ بھی نہیں پایا تھا کہ دہلی میں زلزلہ کے جھٹکے محسوس کئے گئے اور آج ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۴ء کے اخبارات میں خبر چھپی کہ ایئر انڈیا کا جہاز (مہاراجہ) دو سو مسافروں کو لے کر نیویارک اڑنے ہی والا تھا کہ غیر ملکی (عرف ولایتی) چوہا کیبن میں آ گیا۔ پرواز منسوخ کر دیا گیا۔ مسافروں کو ہوٹل بھیج دیا گیا۔ تحقیقات جاری ہیں ______ میں اندر سے ٹوٹ گیا ______ جذبات پژمردہ ہو گئے ______ آخر یہ ولایتی چوہا (عرف غیر ملکی) چاہتا کیا ہے؟ ______ ایک درویش بولا:

(بقیہ ص ۳۸ پر)

چوتھی قسط

مولانا عزیز الحق عمر سیکی

دستاویزات کی اشاعت سے یہودیوں کا خوف :

دستاویز ۱۹۰۱ء میں نیلوس کے ہاتھ میں آئی اور اس کے کچھ نسخے ۱۹۰۲ء میں سب سے پہلے روسی زبان میں چھپے جس سے یہودیوں کی ناپاک ذہنیت کا اندازہ ہوگیا اور وہ خوف زدہ ہوگئے بدحواس ہوگئے۔ اور انہوں نے دیکھا کہ دنیا ان کے ناپاک منصوبوں سے واقف ہورہی ہے اور روس میں ان کا زبردست قتل عام ہونے لگا جن میں سے ایک میں تقریباً دس ہزار یہودی مارے گئے اور ان کا لیڈر ہرٹزل نے اس پر زبردست شور وغل کیا اور اپنے کئی بیانات اخبارات کو دیئے کہ "قدس الاقداس" سے کچھ کاغذات چوری ہوگئے ہیں اور ان کی اشاعت کی وجہ سے یہودیوں کو بدترین زیادتیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ہر جگہ یہودی یہ اعلان کرنے لگے کہ دستاویزات ان کا کارنامہ نہیں بلکہ ان کی طرف سے بنالیا گیا ہے۔ لیکن دنیا نے یہودیوں کے پروپگنڈے کو نہیں مانا کیونکہ دستاویزات کے منصوبوں اور دنیا کے حوادث میں ایک زبردست اتفاق پایا جاتا تھا اور یہ ناممکن تھا کہ یہ حوادث اتفاقیہ صرف یہودیوں کے مفاد میں پیدا ہوجائیں یہ ایسے دلائل اور قرائن تھے جن کا انکار یا ان میں شک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا لوگوں نے یہودیوں کے پروپگنڈے کو نظر انداز کردیا اور انہیں پورا یقین ہوگیا کہ دستاویزات یہودیوں کا کارنامہ ہیں۔ اور اس کے ترجمے مختلف روسی زبانوں میں چھپتے رہے اور اسی کے ساتھ پورے روس میں یہودیوں کا قتل عام ہوتا رہا۔ اس کے بعد یہودیوں نے اپنی حفاظت کا یہ نیا راستہ اپنایا کہ وہ کتاب کے نسخے بازار سے جس قیمت پر ملتے خریدنے لگے، لیکن وہ بے بس ہوگئے۔ اور اپنی دولت اور عورتوں اور دنیا میں اپنی تنظیم کے لیڈروں کی دھمکیوں سے کام لینے لگے۔ اور خصوصیت سے برطانیہ کو اس بات کیلئے تیار کیا کہ روس پر یہودیوں کا قتل عام بند کرنے اور کتاب

کے نسخوں کو ضبط کرنے کے لئے سیاسی دباؤ ڈالے اور زبردست کوشش کے بعد اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔

لیکن نیلوس نے ۱۹۰۵ء میں اپنے مقدمہ اور تعقیب کے ساتھ اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی جو بڑی تیزی سے فروخت ہو گیا کیونکہ یہود نے بازار سے اس کے تمام نسخے خرید لئے اور جلا ڈالے پھر اس کی اشاعت ۱۹۱۱ء میں ہوئی اور اسی تیزی سے ان کے سارے نسخے فروخت ہو گئے۔ اور جب بالشویک انقلاب کے بعد ۱۹۱۷ء میں اس کی اشاعت ہوئی تو روس کے کیمونسٹ حکام نے اسے ضبط کر لیا اور اس کے بعد سے اب تک روس میں ان دستاویزات کی اشاعت نہیں ہوئی۔

روس کا ۱۹۰۵ء کا ایک مطبوعہ نسخہ برطانیہ کی لائبریری میں بھی پہنچا جس پر ۱۰ اگست ۱۹۰۶ء کی تاریخ ہے اور یہ نسخہ انقلاب روس ۱۹۱۷ء سے پہلے تک بیکار پڑا رہا۔ اور جریدہ مارننگ پوسٹ نے اپنے نامہ نگار کو روسی کیمونسٹ انقلاب کی خبروں کے لئے روس بھیجنا چاہا اور سفر سے پہلے اسے کچھ روسی کتابوں کا علم ہوا جن میں برطانیہ لائبریری کی یہ دستاویزات شامل تھیں اور اس نے یہ نسخہ پڑھا اور اس کی اہمیت کا اندازہ کیا اور اس نے دیکھا کہ جو انقلاب روس میں ۱۹۱۷ء میں آیا ہے اس کی امید ۱۹۰۵ء میں ہی اس کے ناشر نیلوس رکھی تھی۔ اس کے بعد اس نامہ نگار نے برطانیہ لائبریری میں بیٹھ کر اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔ اور اسے چھاپ دیا اور اس کے بعد سے اس کی منصوبے کے کچھ حصے۔

● ـــــــ یہود یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں اقتدار حاصل کرنے کا راستہ فساد ہے۔ لہٰذا اس فساد کو بڑھانا ضروری ہے تاکہ یہودی حکومت کے قیام کا وقت آجائے۔

● ـــــــ انسانوں پر حکومت کرنا ایک پاکیزہ فن ہے اور یہودی ہی اس میں ماہر ہیں۔

● ـــــــ غیر یہودیوں پر ایسے ہی حکومت کرنا ضروری ہے جیسے حقیر چوپایوں کے ریوڑ پر حکومت کی جاتی ہے

● ـــــــ لوگوں کو خواہش نفس پر ابھارا جائے اور رذائل اور انتشار کو عام کیا

جائے تاکہ اقوام کمزور بن جائیں اور اپنے آپ کو یہودیوں کے پیروں تلے ڈال دیں۔

● ______ سبھی انسان (یہود کے سوا) ان کے ہاتھوں میں شطرنج کے ٹکڑے ہیں جنہیں ڈرا کر یا مال یا عورتوں یا منصب وغیرہ کے ذریعہ اپنا ماتحت بنانا آسان ہے۔

● ______ ہمیشہ معاشی بدحالیوں کو برقرار رکھا جائے تاکہ دنیا میں کبھی سکون نہ ہو اور لوگ اپنی پریشانیوں کے دور کرنے کیلئے یہودیوں سے مدد لینے پر ناچار ہوں۔ اور یہود اقتدار کو ذلیل ہو کر ماننے کیلئے تیار ہو جائیں۔

● ______ طباعت و صحافت اور نشرو اشاعت کے تمام وسائل مدارس، یونیورسٹیاں، پارک، سینما اور علوم و قوانین اور بندرگاہیں وغیرہ یہودیوں کے قبضے میں ہونی ضروری ہیں۔

● ______ لوگوں میں فساد پیدا کرنے اور ان کو بے ضمیر بنانے انسانیت کو تباہ کرنے اور دنیا پر اقتدار کیلئے روپے سے مدد لی جائے اور پہلے منصوبوں کو عمل میں لایا جائے۔

دستاویزات کا پتہ کیسے لگا؟ — ایک فرانسیسی خاتون نے فرانس کے ایک ماسونی دفتر میں ان کے ایک بڑے لیڈر سے ملنے کے دوران اس دستاویز کے کچھ حصے اڑائے اور انہیں لیکر فرار ہونے میں کامیاب ہو سکی۔ اور اسے ایکس ینغولا ینفتش تک پہنچایا جو قیصر کے دور میں مشرقی روس کی ایک بڑی تنظیم کا لیڈر تھا اور اس نے اس کے خطرے اور دنیا کے خلاف خصوصیت سے روس کے خلاف ان کی بری نیت کا اندازہ کر لیا پھر اس نے سوچا کہ اسے کسی اپنے سے امانتدار اور مضبوط ہاتھ میں دیدیا جائے اور اس نے اسے اپنے روسی عالم دوست "سرگی نیلوس" کے حوالے کر دیا جس نے اس کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا۔ اور اس کا ان دنوں کے سیاسی حوادث کا موازنہ کیا۔ اور اس کے خطرات کا پورا پورا اندازہ کر لیا۔ اور اس موازنہ کی وجہ سے اشاعت کئی بار ہوئی اور اس کے اخیر اور پانچویں نسخے کی اشاعت سنہ ۱۹۲۱ء میں ہوئی پھر برطانیہ یا امریکہ کا کوئی ناشر اسے

ؔ بتلایا جاتا ہے کہ یہ عورت اس حاخام کی محبوبہ تھی اور قیصری روس کی جاسوس تھی۔

چھاپنے کی ہمت نہیں کر سکا۔

۱۹۱۹ء میں اس کتاب کا ترجمہ جرمنی میں ہوا اور جرمن میں چھپا پھر اس کی اشاعت نہیں ہو سکی جو جرمنی میں یہودی اثر کا ایک ثبوت ہے۔ دستاویزات کو چھپانے کی یہودیوں کی زبردست کوشش کے باوجود اس کے ترجموں کی اشاعت مختلف زبانوں، فرانسیسی، اٹلی اور جوبلنوی زبانوں میں ہوئی اور ان ملکوں پر اس کا اثر ہوا لیکن ہمیشہ حیرت انگیز طور پر اس کے نسخے غائب ہوتے رہے۔

دستاویزات کے سلسلے میں معرکہ آرائی کا تسلسل

دستاویزات نے جو معرکہ پیدا کیا اس کی انتہاء اسی پر نہیں ہوئی بلکہ جب برطانیہ میں اس کی طباعت ہوئی اور اخبارات اس سے لکھنے لگے تو یہودی بپھر گئے اور برطانیہ کی مجلس عمومی کے اپنے معاونین سے مدد کے خواستگار ہوئے اور زبردست شورش پیدا کی اور وزیر داخلہ سے اسے ضبط کرنے کیلئے مداخلت کی درخواست کی لیکن اس نے انکار کر دیا اور بپھرے ہوئے ممبران سے کہا کہ اگر وہ کتاب کو یہودیوں کے خلاف سمجھتے ہیں تو عدالت میں جائیں۔ جس سے وہ خاموش ہو گئے۔ یہودیوں کے نمائندوں کے ناکام ہونے کے بعد اب ان کے لئے کتاب کے نسخوں کو خریدنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا اور پھر انہوں نے دولت اور عورتوں کے عوض میں اہل قلم کے ضمیروں کو خرید لیا تاکہ دوبارہ ان کے خلاف ایسا حملہ نہ ہو سکے، اور بدزبانی اور سب وشتم سے اسکا سدباب کیا۔

اور جب فرانس میں اس کتاب کی اشاعت کا علم ہوا تو انہوں نے فرانس کی حکومت پر اسے ضبط کرنے کے لئے دباؤ ڈالا لیکن کامیاب نہیں ہو سکے اس لئے کہ انہیں حکومت نے عدالت کا راستہ دکھا دیا۔ لیکن وہ ہر ملک میں عدالت کا سامنا کرنے سے بچتے رہے کیونکہ عدالت دستاویزات کا بھرم کھول دیتی ہے وہ ہمیشہ پرہیز کرتے رہے۔

یہ ایک عام بات ہے کہ جس نے بھی اس کتاب کا ترجمہ کیا یا اس کی اشاعت کا کوئی ذریعہ استعمال کیا وہ اغواء کر کے یا مشکوک حالت میں مارا گیا۔ جس کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اس کی اشاعت کی ہمت نہیں کی اور اس کے ترجمے سے باز رہے۔

ہم آپ کے سامنے ان دستاویزات کی کچھ نصوص پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ خود اس نظریئے اور موجودہ دنیا کے حوادث میں موازنہ کر سکیں۔

دستاویزات کے احکام ــــــــ اور ان پر عمل

دین وعقیدہ کے سلسلے میں۔

یہود نے کہا کہ ــــــــ ہمارا فرض ہے کہ غیر یہودیوں کے ذہن سے اللہ کا تصور نکال کر اس کی جگہ ریاضی .... یا مادی خواہشات بھر دیں۔

ثبوت:- اس وقت آپ دنیا میں صرف فلاں انقلاب، فلاں حاکم یا فلاں تنظیم کی بات سنتے ہیں جس نے عوام کیلئے کھانے پینے اور صحت وعافیت کا انتظام کر دیا۔ یہی بات تم روزانہ مدارس کے ترانے اور فوجیوں کے ترانوں میں سنتے ہو کہیں اللہ کا نام نہیں آتا جو منعم ورازق اور مدبر ہے حاکم کے نام اور اس کے رتبے کی بلندی کا نعرہ لگانا ہی ملک کے باشندوں کا اصل کام رہ گیا ہے اور حاکم یا پارٹی نے ان دلوں میں دین کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اور یہی الحاد کے پھیلنے کی وجہ ہے۔

یہود نے کہا ــــــــ ہم نے علماء دین کی پوزیشن کم کرنے کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کے ذریعہ ہم ان کے پیغامات کو بدنام کرنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔

ثبوت:- وہ دلوں سے عقیدہ واحکام کو توڑنے میں کامیاب نہیں کیونکہ یہودیوں کے دم چھلے علماء اور واعظین وخطباء کو رجعت پرست اور دقیانوس قرار دیتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور عوام کو ڈھول اور باجے کی آوازوں میں مشغول رکھتے ہیں وہ حاکم کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس جھوٹے پروپیگنڈے سے کمزور ایمان کے لوگوں کو اسلام سے دور کرنے اور شر وفساد کیلئے استعمال کرنے میں کامیاب ہیں۔ جو یہودیوں کی بڑی کامیابی ہے۔

یہود نے کہا ــــــــ جو حکومت چاہتا ہو اسے مکر وفریب سے کام لینا ضروری ہے۔

ثبوت:- یہی اس وقت کے حکام کر رہے ہیں وہ جھوٹ اور فریب سے عوام کو اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں اور جب ان سے وعدہ پورا کرنے کی بات کی جاتی ہے تو جیلوں میں ٹھونس دیتے ہیں یا سزائے موت دے دیتے ہیں اور ان کے زیادہ تر وعدے پانی کی لکیر ثابت ہوتے ہیں۔

یہود نے کہا ____________ ہمیں رشوت و فریب اور خیانت سے بچنا ضروری نہیں

ثبوت :۔ اس دور میں رشوت و خیانت عام ہے اور ہر معاملے میں فریب ظاہر ہے اور اسی کیوجہ سے لوگوں میں فساد و کینہ پایا جاتا ہے۔

یہود نے کہا ____________ بہتر حکومت وہی ہے جو ایک شخص کے ہاتھ میں ہو (ب ۱:)

ثبوت :۔ اس وقت جابر حکومتوں کا نظام ایک شخص کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اگر کوئی مشاورتی کونسل بھی ہو تو اس لئے ہوتی ہے کہ دنیا کے سامنے اس کا پروپیگنڈہ کیا جائے۔

یہود نے کہا ____________ ہمارا فرض ہے کہ یورپ اور دوسرے بڑا عظموں میں میں انتشار و لاقانونیت پیدا کریں۔

ثبوت :۔ اس دور میں ساری ہی دنیا میں اور خصوصیت سے مسلم ممالک میں روزانہ نئے نئے انقلابات رونما ہوتے رہتے ہیں اور مسلم ممالک تو کمیونزم، سرمایہ داری، وطنیت، سکولرزم اور بعثیت و اشتراکیت کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔

یہود نے کہا ____________ ہم عوام میں سے ایسے شخص کو ملک کا حاکم پسند کرتے ہیں جس کے اندر غلامانہ ذہنیت ہو اور فن حکومت کا ماہر نہ ہو تاکہ اس کی وجہ سے ہمارے تماشے کے سلسلے میں آسانی سے شطرنج کا مہرہ بن سکے۔

ثبوت :۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ٹینکوں کی مدد سے حاکم بنتا ہے اور جیسے ہی کرسی پر بیٹھتا ہے عوام کے امن کے نام پر کمیونسٹ نظام نافذ کرتا ہے ایسے یہود اسے حکومت تک پہنچانے میں کامیاب ہوتے ہیں جو خوف یا امید کیوجہ سے ان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

یہود نے کہا ____________ ہماری طاقت کسی دوسری طاقت سے بڑی ہوگی (ب ۲:)

ثبوت : ان کی حکومت سب سے بڑی ہے کیونکہ پوری دنیا میں پٹرول کے سوداگر و مشیر کار اور سرمایہ دار ذخیرہ اندوز وہی ہیں۔

یہود نے کہا ____________ اللہ نے ہمیں اقوام عالم میں تفرق کی نعمت دی ہے کہ تاکہ ہم پوری دنیا پر غلبہ حاصل کر سکیں۔

ثبوت :۔ یہود نے اس تفرق کیوجہ سے لوگوں میں دسیسہ کاری اور انقلابی و اشتراکی و ترقی پسند حکومتوں کے سائے میں رہ کر دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کا کام آزادی سے کیا ہے

(جاری)

نوائے اسلام دہلی

ابتدائے کتاب الدارزی

آئیے

اپنے اسلام کا جائزہ لیں

مولانا حفیظ الرحمٰن عمری جامعہ دارالسلام عمرآباد

دوستو! اسلام کے بارے میں ہمارا جو یہ تصور ہے کہ یہ چند دعاؤں کا نام ہے یا چند عبادتوں کا نام ہے یا اس کا تعلق لباس و پوشاک سے ہے تو ایسی بات نہیں ہے، جو اسلام کو صرف اتنا ہی سمجھتے ہیں وہ اس زندگی میں کوئی انقلاب نہیں لاسکتے اور وہ اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ اسلام تو اک پورے ماحول و معاشرے کو تبدیل کرنے کا نام ہے ذہن و دماغ میں انقلاب و اصلاح کا نام ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ جب اسلام اس دنیا میں آیا تو زمانہ جاہلیت کی بے حساب رسم و رواج تھے۔ رسم و رواج، اوہام و خرافات میں وہ لوگ گھرے ہوئے تھے۔ زندگی ان لوگوں کے لئے وبال اور مصیبت تھی اسلام نے جو انہیں تعلیم دی ہے قرآن نے ان کے بارے میں کہا ہے۔ "ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم" کہ وہ مختلف زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کی گردن پر رسم و رواج کا بہت بھاری بوجھ تھا تو اسلام اسے ہٹانے کے لیے آیا۔ آج ہمیں اپنے اسلام کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اور جب ہم جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ جو زمانہ جاہلیت میں ان کا عقیدہ تھا ہمارا عقیدہ ان سے مختلف نہیں ہے بلکہ ہم نے انہیں چیزوں کو چن چن کر لیا ہے اسلام نے کن چیزوں کو مٹایا یہ ہم نے نہیں دیکھا بلکہ ہم نے یہ دیکھا کہ اسلام آنے سے پہلے انسان کن عقائد کن خیالات اور کن معتقدات کا پابند تھا یا یہ کہ اس ملک کے اندر جو صحیح اسلام آیا اس کو ہم نے قبول نہیں کیا۔

سچی بات یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات سے ایسا متاثر نہیں ہوئے جیسا کہ ہم اس ملک کے ماحول سے متاثر ہوئے، ہمارے اس ملک میں جو کچھ ہوتا ہے ہم اسی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں کتنی ہی چیزیں ہیں کہ ہمارے ملک کے لوگ اگر ہر مہینہ ایک عید کرتے ہیں تو ہم نے بھی ضروری سمجھا کہ ایک عید منانی چاہیئے اسلام کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اس

قسم کی عیدیں تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف دو عیدیں ہیں جن میں خوشی
منانے کا تمہیں حق پہونچتا ہے اس تعلیم سے متاثر ہونے کے بجائے ہم اس ملک کے لوگوں کو دیکھتے ہیں
کہ ہر مہینے میں کتنی عیدیں ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ محرم کی کوئی عید ہو صفر کی کوئی عید ہو۔ ربیع الاول
کی کوئی عید ہو۔ غرض زمانہ جاہلیت کے لوگ کسی ایک مہینہ کو منحوس سمجھتے تھے اور اس ملک کا غیر
مسلم بھی کسی ایک مہینہ کو منحوس سمجھتا تھا تو ہم نے بھی ضروری سمجھا کہ کسی ایک مہینہ کو منحوس سمجھیں
اگر اس ملک کا باشندہ جو تعلیم سے بے بہرہ اور عقل و دانش سے دور ہے اگر وہ کسی دن کو
منحوس سمجھتا ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ اس کے مقابلے میں ہم بھی کسی ایک دن کو منحوس سمجھیں کہاں
ہیں ہم اور کہاں ہے اسلامی تعلیم۔ جب تک ہمارے ذہن و دماغ اس قسم کے اوہام و خرافات
سے پاک نہیں ہوں گے اس وقت تک اسلام جن برکتوں کا وعدہ کرتا ہے اسلام جن رحمتوں
کی یقین دہانی کراتا ہے کہ اپنے ماننے والوں کو یہ کرے گا یہ کرے گا تو یہ چیزیں ہمیں صرف چند
عبادتوں کے اپنانے سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اپنے ذہن و دماغ سے ان تمام لعنتوں و
خرافات کو دور کرنا ہوگا۔ فی الوقت ماہ صفر کو لیجئے۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس مہینہ کو
منحوس سمجھتی ہے۔ آپ اندازہ لگایئے کہ وہ قوم کیسے ترقی کر سکتی ہے کہ جس کے سال کا پہلا مہینہ ماتم
سے شروع ہوتا ہے لوگ کہتے ہیں یہ کیسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو بہت مہذب بتاتے ہیں لیکن
اپنی حرکتوں میں شیطانوں سے بدتر ہیں تو ماتم کے ساتھ ہمارا سال شروع ہوتا ہے ہمارے اندر نہ
کوئی حوصلہ ہے نہ کوئی استقلال ہے نہ کوئی امنگ و ولولہ ہے بس ماتم ماتم۔ اور اس کے بعد
دوسرا مہینہ آتا ہے تو ہم نحوست کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں کہ اس کے تیرہ دن بہت ہی
منحوس ہیں اس میں خیر و برکت کا کام نہیں کرنا چاہیئے یہ چیز زمانہ جاہلیت کے اندر تھی نبیؐ نے
منع فرمایا کہ اس قسم کا عقیدہ غلط ہے تو انہوں نے توبہ کیا اور یہ بات ان کے ذہن و دماغ سے
نکل گئی تو آج ہمارے سامنے دو باتیں ہیں کہ زمانہ جاہلیت کیطرح صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھا جائے
اور دوسری بات نبیؐ کی تعلیم جو آپ نے فرمایا کہ " لا ھامۃ ولا عدوی ولا صفر"
لیکن ہم زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کو ترجیح دیتے ہیں نبیؐ کی تعلیم پر اور اتنا ہی نہیں اگر
زمانہ جاہلیت کا انسان بغیر کسی دلیل کے بغیر کسی حجت کے صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھتا تھا تو

آج ہمارے پاس دلائل ہیں کہ اسی مہینہ میں نبیؐ پر مرض کا حملہ ہوا تھا اور اس قسم کی جتنی خرافات ہیں ان کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

اگر آپ تحقیق کی نگاہوں سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ صفر کے ابتدائی دنوں میں آپ پر مرض کا حملہ نہیں ہوا تھا اور حدیث و تاریخ کی تمام معتبر کتابوں میں یہی ہے بلکہ حقیقت یوں ہے کہ صفر کے آخری دنوں میں آپ پر بیماری کا حملہ ہوا تھا لیکن ہمارے یہاں جو سرسری علم ہے وہ یہ کہ آپ آخری چہار شنبہ کو صحت یاب ہوئے تھے اس لئے ہمارے یہاں کے لوگ گھروں سے باہر نکلنا بہت متبرک سمجھتے ہیں۔

اس مہینے کو منحوس سمجھتے ہوئے کوئی مسلمان شادی بیاہ نہیں کرنا چاہتا۔ کاروبار شروع کرنا نہیں چاہتا تو کیا یہ دنیا اور سارے کام انسان کے خیالات کے تابع ہیں کتنے کام ہیں کہ انسان نہیں چاہتا لیکن وہ ہوتے ہی رہتے ہیں۔ تو آپ واقعی اگر ان تیرہ دنوں کو منحوس سمجھتے ہیں تو اگر انہیں دنوں میں کوئی اولاد پیدا ہو تو اس کی پرچھائی کو بھی منحوس سمجھیں گے؟ ان تیرہ دنوں میں کتنے مریضوں کو صحت ملے گی کتنے لوگوں کو ترقی کا پروانہ ملے گا، آخر انسان آنکھیں کھلی رکھے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے انسان کو جو نفع و نقصان، صحت و بیماری عزت و ذلت جو کچھ بھی ملتی ہے وہ اللہ کے حکم سے اور وہ بہت پہلے لکھا جا چکا ہے۔

مسلمان اپنے اسلام پر ناز کرتا ہے اور جہاں کہیں اسلام کے خلاف بات سنتا ہے تو جان سے ہتھیلی پر رکھ کر نکل پڑتا ہے یہ سب قابل قدر ہے لیکن اسے سب سے پہلے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہیئے۔ اسلام وہی ہے جو قرآن میں ہے اور سنّت سے ثابت ہے: اس کی ہر بات روز روشن کی طرح عیاں ہے آپؐ نے فرمایا کہ "لیلھا کنھارھا" یہ بات اندھیرے کی نہیں ہے اس میں کوئی خفیہ و پیچیدہ بات نہیں ہے بلکہ ہر بات سمجھ میں آنے والی ہے۔ اس کی پوری تعلیمات کو سمجھ کر اسی کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے ہمیں اپنے پڑوسیوں اور ملک والوں کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ان کے کتنے معبود ہیں اور ان کی عبادتوں کے کیا کیا طریقے ہیں اور وہ کن کن چوکھٹوں پر اپنی پیشانی رگڑتے ہیں اور ان کے کیا کیا تماشے ہیں اگر یہ اپنی کسی عید میں آتش بازی کرتے ہیں تو ہم نے بھی ضروری سمجھا کہ

شب برأت کے نام پر آتش بازی کریں۔ ہم اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنی جن نعمتوں کو اپنے ماننے والوں پر ظاہر کیا وہ فقیر تھے کنگال و مفلس تھے اور کسی چیز کے مالک نہیں تھے لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو اللہ نے انہیں تخت و تاج کا وارث بنا دیا اور سر بلند و باعزت بنا دیا اور ہر چیز کا انہیں امام بنا دیا وہی اسلام ہمارے پاس ہے لیکن افسوس کہ ہم پورے اسلام پر عمل کرنے کے بجائے صرف اسلام کی چند چیزیں جو ہمیں پسند آتی ہیں انہیں پر عمل پیرا ہوتے اور اسلام کو اس کے اصل سے حاصل کرنے کے بجائے آباء و اجداد سے حاصل کیا۔ حالانکہ اسلام ان تمام رسم و رواج سے بری ہے۔

دوستو! اسلام نے جو وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جو وعدہ کیا ہے ہمیں اس کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کو اس دنیا میں سب سے سربلند رکھنا چاہتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" اس کے لئے ہمیں ضروری ہے کہ برائی کی اصلاح کریں اور سب سے پہلے ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ ہماری زندگیوں میں کیا کیا برائیاں ہیں اسے ختم کریں۔ اور معاشرے سے ختم کریں۔ تو پھر آج مسلمانوں کے لئے وہی سربلندی انتظار کرتی ہے جو کبھی مسلمانوں کا نصیب تھا اور کبھی مسلمانوں کا مقدر تھا۔ اگر ہم نے صحیح اسلام کو نہیں اپنایا اور اپنے ذہن سے، گھر سے ماحول و معاشرے سے ان اوہام و خرافات نہیں نکالے تو کبھی بھی ہم اللہ کی رحمت کے مستحق نہیں ہو سکتے اور اس ملک میں عزت و شرف کے ساتھ نہیں جی سکتے اور دنیا کے امام و قائد نہیں بن سکتے۔ ●

بقیہ صنی ۳۰ کا

قابل غور ہے کہ ایک معمولی سی مکھی نے کس طرح ایک بڑے ظالم و جابر، غرور و افتخار کے شکار اور لوگوں کو اپنے سامنے جھکانے والے نمرود کو زمین پر جھکا دیا۔ اس کو پریشان کئے رکھا اور اس کو اپنی حیثیت بتلا دی۔ اس لئے چاہیئے کہ آدمی ناز و افتخار سے بچے، اپنے پہ نہیں اترائے کسی کو حقیر و کمتر نہ سمجھے اور اگر اللہ نے اسے کسی خوبی و کمال سے نوازا ہے تو اس پہ گھمنڈ نہ کرے۔ بلکہ ہر حال میں اس کا شکر ادا کرے۔ اس سے اللہ کی مزید نعمت حاصل ہوتی ہے اور اللہ بندے کو نوازتا ہے اور اس پر انعام و اکرام کرتا ہے۔

واہ رے مکھی

مولانا فضل اللہ سلفی

اللہ تعالیٰ کی بنائی یہ دنیا طرح طرح کی مخلوقات، حیوانات اور موجودات سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اللہ کی تخلیق کے نوع بہ نوع کارنامے و کمالات بلاشبہ اس کی عظمت و کبریائی اور شان نرالی کی دلیل ہیں دنیا میں موجود اللہ کے کارنامے و کمالات دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے کہ سبحان تیری قدرت۔

پھر یہ بھی تو ہے کہ اللہ کی وجود بخشی اس کائنات میں کوئی چیز بے وجہ اور نکمی نہیں، بلکہ ہر ایک کی تخلیق کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد اور کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ؎

نہیں ہے چیز کوئی نکمی زمانے میں ∴ کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

ایک انسان اشرف المخلوقات سے لیکر جملہ حیوانات، موجودات و نباتات اور دنیا کی ساری چیزیں اپنے اندر کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور رکھتی ہیں اور ان سب کے وجود کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے جن و انس کی تخلیق کا مقصد واضح کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ:-

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی میں نے جن و انس کو اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا کیا ہے

قرآن میں جہاں اشرف المخلوقات ابن آدم حضرت انسان کا ذکر بیشتر مقامات پہ ہوا ہے وہیں اللہ نے چھوٹے چھوٹے چرند و پرند اور مکڑے مکھی کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس پر کافروں اور مشرکوں کو تعجب بھی ہوا اور نکیر کی کہ اللہ تعالیٰ جس کی ذات سب سے ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے، اس نے بھلا اتنی چھوٹی سی مخلوق کا ذکر قرآن میں کیسے کر دیا۔ تب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:- ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضة فما فوقھا یعنی اللہ مکھی اور اس سے حقیر و کمتر تک کی مثال بیان کرنے سے نہیں شرماتا ہے، کیوں کہ

اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہ چیزیں، جن کو لوگ حقیر کمتر اور معمولی سمجھتے ہیں، ان کی مثال بیان کرنے سے شرماتا بھی نہیں ہے۔ مخلوق جو بھی بڑی ہو یا چھوٹی بہر حال اس کے اندر خدا کی قدرت و کمال اور حکمت بے مثال جھلکتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان کی کوتاہ نظر اس تک نہیں پہنچتی اور وہ غور و فکر نہیں کر پاتا ہے۔

احادیث میں بھی اس کی مثال بیان کی گئی ہے کہ۔ لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقی منھا کافراً شربۃ ماء واللہ سبحانہ لم یجعل الدنیا مقصودۃ لذاتھا ولم یجعلھا دار اقامۃ و جزاء بل جعلھا دار محنۃ وابتلاء۔ یعنی، دنیا اگر اللہ کے نزدیک مکھی کے پر برابر بھی ہوتی تو اللہ اس سے کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پلاتا۔ اللہ نے دنیا کو مقصود و مطلوب اور جائے اقامت و جزاء نہیں بنایا ہے بلکہ محنت اور آزمائش کی جگہ بنائی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ۔ ان العبد لینشر لہ من الثناء ما بین المشرق والمغرب ولا یزن عند اللہ جناح بعوضۃ۔ یعنی مشرق و مغرب کے درمیان بندے کیلئے تعریف کھول بھی دی جائے تو مکھی کے پر برابر بھی اللہ کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لیکن حقیر و کمتر مخلوق یہاں مکھی کافروں اور مشرکوں کیلئے اس قدر پریشان کن ہے کہ وہ اپنے سے اس کا دفاع بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کو بھگا سکتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ، ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ وان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ، ضعف الطالب والمطلوب۔ یعنی، اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے تو تم اسے سنو۔ اللہ کے سوا تم جن کو پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی سب مل کر پیدا نہیں کر سکتے۔ اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ اس سے نکال نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب (دونوں ہی) نکمے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خانہ کعبہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے اور مشرکین انہیں خوشبو سے تر رکھتے اور ان کے سر شہد سے ملتے تھے لیکن مکھی شہد کو چاٹ کر ختم کر دیتی تھی اور وہ مکھی کی اس حرکت سے پریشان دکھائی

ہوجاتے تھے۔ چہ جائیکہ وہ اور ان کے معبودان باطل ایسی حقیر و معمولی اور کمتر مخلوق تک کو بھی پیدا کرسکیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مکھی کی مثال بیان کی ہے، جس سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ مشرکین کتنے بڑے جاہل اور عقل سے نرے محروم لوگ ہیں اور شیطان نے اعتقادی امور میں ان کو کس طرح دھوکا میں رکھا ہے کہ (ان کے عقیدہ کے مطابق) معبودان باطلے مختلف چیزوں پہ تصرّف کی قدرت تو رکھتے ہیں، لیکن اپنی اس تکلیف کو دفع نہیں کرسکتے ہیں جو انہیں ایک معمولی و کمتر مخلوق سے پہنچتی ہے۔

یہ مکھی اللہ کی بنائی ہوئی کمتر مخلوق ضرور ہے، مگر بڑے بڑوں کی ناک سیدھی کردیتی ہے اور اس کو اپنی حیثیت بتلا دیتی ہے۔ وہ یہ سبق دیتی ہے کہ اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور اس کے آگے سب ہیچ و کمتر ہیں: یحییٰ بن معاذ کا بیان ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور بیٹھا ہوا تھا کہ مکھی نے اس کو پریشان و بے قرار کردیا۔ اتنے میں انہوں نے کہا کہ دیکھو دروازہ پر کون ہے؟ درباری لوگوں نے بتایا کہ مقاتل بن سلمان (عالم حدیث و تفسیر) ہے چنانچہ خلیفہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ وہ جب تشریف لائے تو ابوجعفر منصور نے پوچھا کہ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ اللہ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! اس لئے کہ وہ جابر و ظالم لوگوں کو جھکائے رکھے۔ اس پر منصور لاجواب ہوگیا اور کچھ بھی نہیں بولا۔

نمرود جس کو اپنی طاقت و سطوت پر بڑا ناز تھا، اس کے بارے میں وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نمرود پر مکھیوں کا عذاب بھیجا تو اس کے فوجی خیمے میں بے شمار مکھیاں گھس گئیں۔ نمرود نے جب یہ دیکھا تو وہ اپنے لشکر کو چھوڑ کر اپنے گھر میں داخل ہوگیا۔ دروازے بند کر دیئے، پردہ ڈال لئے اور سوچتے ہوئے سو گیا۔ اتنے میں ایک مکھی اس کی ناک میں گھس گئی اور اس کے دماغ تک چلی گئی۔ چالیس دن تک وہ اسی عذاب میں مبتلا رہا اور اپنا سر زمین پر مارتا رہا۔ (اس بدبخت کے نزدیک سب سے اچھا اسی کو سمجھا جاتا تھا جو نمرود کے سامنے اپنا سر جھکاتا تھا) اس کے بعد مکھی اس کے سر سے چوزے کی شکل میں گری اور وہ یہ بول رہی تھی کہ اللہ اپنے قاصد جس طرح چاہتا ہے، بندوں پر مسلط کرتا ہے۔ پھر وہ ہلاک و برباد ہوگیا۔

(بقیہ صفحہ ۴۲ پر)

قرآن کی تاثیر

عبدالسلام صلاح الدین محمد ی

گیہان کے رشد و ہدایت کی خاطر اللہ نے صدہا کتب نازل فرمائی، توریت، انجیل، زبور اس کی شاندار مثال ہے اس سلسلے کی آخری اور انقلابی کڑی اور پیغام الٰہی کتاب مقدس ہے جسے دنیا قرآن کریم کے نام سے جانتی ہے، قرآن عزیز میں ان تمام انسانی معاشرے کے عقدوں کی عقدہ کشائی کی گئی ہے، جس میں انسانیت کی فلاح وبہبود ہے، قرآن جہاں رشد و ہدایت کا پیغام جاں آفریں لیکر دنیا کے سامنے جلوہ گر ہوا، تو دوسری طرف کفار قریش کے لئے تحدی بن کے آیا ہے۔ مکی سورتوں میں اسی وجہ سے چھوٹی سورتوں کا نزول ہے۔ اور مختصر سورتوں پر مشتمل ہے جو اس بات کی غماز ہے کہ تمہاری وضاحت کلامی قدرت بیانی اور بلاغت لسانی کا قرآنی مسکت جواب ہے۔ اللہ، رسول اللہ، یوم آخرت پر ایمان نیک کام کرنے اور اعمال سیئات سے بچنے پر دلکش، جاذب نظر و عدول مرعوب کن دھمکیوں زوردار استعاروں سے بیان کیا گیا ہے کہ بہت جلد اذہان وقلوب کو اپنے طرف موڑ لیتے ہیں اور جذبات وعواطف انکی طرف مائل ہوجاتے ہیں[1] بھلا کیوں کر نہ ہو قرآن کریم ہی وہ شمع ہے جو آندھیوں میں جلتی اور باد سموم میں چلتی نظر آتی ہے انسانی امراض کا علاج اپنی حذاقت طبابت کی بنیاد اس طرح کرتا ہے کہ مرض ہی نہیں، قرآن کے اندر ایسی شیرینی وچاشنی ہے کہ جو اسے ایک بار سن لیتا ہے تو اس کی تشنگی نہیں بجھتی ہے۔ اور طبائع وقرائح اس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ مسلم تو مسلم غیر مسلم اور کفار مکہ بھی اس کے سن لینے کے بعد اپنی گرویدگی شیفتگی کا اظہار اپنے قلب و دماغ سے کرنے لگتے ہیں اس سلسلے میں چند واقعات

---

[1] تاریخ الادب العربی

درج کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ قرآن کی تاثیر کیا ہے

① حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی چالاکی، دلیری، تندمزاجی، بہادری عرب بھر میں معروف و مشہور تھی، آپ کا رعب و دبدبہ بھی اپنی حد تک غیر معروف نہیں زبان رسالت سے قرآن کی آیت "وماھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون وماھو بقول کاھن قلیلا ما تذکرون" خانہ کعبہ میں سنتے ہیں، لیکن کفر و باطل کا بیج اس قدر مضبوط تھا کہ اسلام گھر کر لینے کے باوجود کچھ دنوں کے لئے اسلام کا بن دبارہ جاتا ہے ۵ھ نبوی میں قریش کی ایک میٹنگ ہوتی ہے اور مشورہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے عرب کو خرخشہ میں ڈال رکھا ہے کون ہے جو اسی کا سر قلم کر کے لائے، اور دین کی مدد کرے، اس پر حضرت عمر فاروق کھڑے ہوئے حامی بھری گھر آئے اور ننگی تلوار ہاتھ میں لئے گھر سے نکلے۔ واقعہ بہت معروف ہے۔ اپنی بہن کی زبان سے "اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدون" سن کر اس قدر بے تاب ہو جاتے ہیں کہ دل پر قابو نہ رہا ہو اور خدمت نبوی میں جا کر حلقہ اسلام سے مشرف ہو جاتے ہیں [1] قرآن کی تاثیر کیلئے حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے واقعہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۱ھ نبوی میں مکہ آئے قریش نے پرتپاک استقبال کیا اور کہا اس شخص نے ہمیں ژولیدگی میں مبتلا کر رکھا ہے، ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے ہماری جمعیت کے شبر و شکر ماحول میں پراگندگی پیدا کر دی ہے وہ جب باتیں کرتا ہے تو جادو سی اثر کرتی ہیں مبادا آپ پر بھی اس کا اثر نہ ہو جائے حضرت طفیل کہتے ہیں کہ وہ مجھے برابر اس طرح سمجھاتے رہے اور میں مستعد ہو گیا کہ اس کی بات نہیں سنوں گا۔ حتیٰ کہ جب مسجد حرام پہونچا تو پنبہ ٹھونس رکھا تھا کہ ہمارے کان میں کوئی بات نہ پڑ جائے۔ لیکن اللہ کو ہدایت دینا منظور تھا چنانچہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی تو شاعر با شعور ہوں طبیعت کے موافق ہوگی قبول کر لوں گا مخالف ہوگی تو انکار کر دوں گا، یہ سوچ کر میں رک گیا آپ کے ساتھ آپ کے گھر کیطرف روانہ ہو گیا گھر میں داخل ہو کر ساری تفصیلات سنائیں، اور اپنی غرض ظاہر کی، آپ نے اسلام پیش کیا اور قرآن

---

[1] تاریخ عمر بن الخطاب (لابن الجوزی) مختصر سیرۃ الرسول لشیخ عبداللہ لابن ہشام ۱/۱۸۵۔ رحمۃ اللعالمین۔ زاد المعاد وغیرہا۔

کی چند آیات تلاوت کیں قرآن کی حلاوت و چاشنی پر قابو نہ پاسکے اور مشرف با اسلام ہو گئے اور سلسلِ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے حتیٰ کہ صلح حدیبیہ کے بعد ان کے گھر کے ستّر یا اسّی آدمی ہوگئے۔[1] (۳) ۵ھ نبوت میں مسلمانوں پر جب جاں گسل و روح فرسا ستم رانیوں کی انتہا ہوگئی تو حبشہ کیطرف ہجرت کی اجازت مل گئی اور مسلمانوں کے ۸۳، ۸۲ مرد اور ۱۸ عورتیں ہجرت کرکے حبشہ چلی گئیں ادھر قریش کا دل و دماغ سے حقد و حسد سے جل رہا تھا کہ مسلمان ایک پُرامن جگہ پہونچ گئے چنانچہ اپنی ایذا رسانیوں کو مزید تیز و تند بھٹیوں میں تپانے کیلئے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو سفارتی مہم منتخب کیا۔ یہ دونوں تحائف و ہدایا لیکر دربار نجاشی اصحمہ کی خدمت میں پہونچے اور عرض پرداز ہوئے بادشاہ سلامت! ہمارے ملک سے آپ کے یہاں کچھ نوجوان بھاگ کر چلے آئے ہیں وہ بددین ہیں نہ آپ کے دین کو قبول کرتے ہیں وہ دوسرے کے تابعدار ہیں۔ آپ ان کو ہمارے حوالہ کردیں۔ نجاشی نے اس قضیہ کو گیرائی و گہرائی سے غور کرنے کیلئے تھوڑی دیر کیلئے ٹال دیا۔ اور مسلمانوں کو بلا بھیجا مسلمانوں نے تہیا کرلیا کہ چاہے لاکھ طوفان آئے چاہے جان بھی اب جائے" سچائی کا دامن نہ چھوڑیں گے۔ نجاشی نے کہا یہ کون سا دین ہے جس کی طرح تم نے ڈالی ہے۔ حضرت جعفر کھڑے ہوئے کہا بادشاہ! ہم مردار کھاتے تھے اور جاہلیت کے تمام قبیح افعال و عادات کا تذکرہ فرمایا اور کہا کہ اتنے میں ہمارے درمیان ایک شخص آیا جس نے ہمیں ان برائیوں سے منع کیا ہم نے پیروی کرلی ان کے مظالم و قہر ہم پر سخت ہوگئے ہماری زمین تنگ ہوگئی اور ہم ان کے مظالم سے کسی طرح طشت از بام نہ ہوسکے، تو ہم نے آپ کے دربار کو امان گاہ سمجھا، نجاشی کی طلب پر حضرت جعفر نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کی قرآن سن کر نجاشی اور سارے درباریوں کی آنکھوں سے اشک کے سیل رواں کا تانتا بندھ گیا اور کہا کہ یہ اور حضرت عیسیٰؑ کا کلام ایک ہی شمع دان سے نکلے ہیں اور ان دونوں کو خائب و خاسر لوٹا دیا۔[2] (۴) جب قریش کے سفراء کو دربار سے نکال دیا گیا

---

[1] ابن ہشام ۱/۳۲۴ تا ۳۲۸، رحمۃ العالمین ۱/۵۸، [2] ابن ہشام ۱/۱۰۰ رحمۃ للعالمین ۱/۶۰

اور وہاں جانے کا کوئی خاطر خواہ کستود حاصل نہ ہوا تو انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو کہا کہ جاؤ اسے لالچ دلاؤ اور اس کام سے روکو وہ آیا اور کہا بھتیجے اگر تمہیں کسی جمیل العرب سے شادی کی تمنا ہے تو کہو تکمیل آرزو ہوگی اگر مال و دولت کی آرزو ہے اگر عزت کے خواہاں ہو تو اس سے نوازا جائیگا اگر اختلال عقل کے مریض ہو تو کہو معالجہ کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے عزت و دولت سے کیا مطلب جاہ و حشمت سے کیا واسطہ حکومت و سلطنت سے کیا سروکار پاگل بھی نہیں میری حقیقت معلوم کرنا ہو تو سنو! حٰمٓ تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت اٰیاته قرآناً عربیا لقوم یعلمون بشیرا و نذیراً فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنة مما تدعونا الیه امریب " قرآن پاک سحر آفرینی سے اس قدر متاثر ہوا کہ محویت کے عالم میں جہاں تک تلاوت کی بغور سنتا اور چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا قریش گوش برآواز تھے کہ ابھی حال دل سنائیں گے عتبہ بولا قریش حقیقت یہ ہے کہ اس کلام میں نہ کہانت ہے نہ وہ شعر ہے نہ جادوگری ہے نہ منتر ہے خیریت اسی میں ہے کہ محمدؐ کو اپنی حالت میں چھوڑ دو قریش نے کہا عتبہ پر بھی جادو کا اثر چل گیا۔ قرآن کی جاذبیت کا نظارہ کرنا ہو تو شہ نبوت کی کشمکش زندگی کا مطالعہ کیجئے حضور اکرمؐ ایک بار حرم تشریف لے گئے قریش کا وہاں ازدحام تھا صنادید قریش بھی جلوہ افروز تھے آپ نے کھڑے ہو کر سورہ نجم کی تلاوت شروع کر دی قریش نے اس سے پہلے "لا تسمعوا لھذا القرآن" کے بموجب قرآن سنا نہ تھا جب ان کے کانوں میں ایک ناقابل بیان رعنائی و دلکشی اور عظمت لئے ہوئے کلام الٰہی کی آواز پڑی تو انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔ سب کے سب گوش برآواز ہو گئے آپ نے جب دل جلا دینے والی آیت تلاوت فرما کر یہ حکم سنایا کہ " فاسجدوا للہ واعبدوا[1] " اور سجدہ فرمایا تو کسی کو اپنے اوپر قابو نہ رہا اور سب سجدہ ریز ہو گئے درحقیقت اس موقعہ سے حق کی رعنائی و جلال دلکشی و جمال نے متکبرین و مستہزئین کے

---

[1] بخاری ۱۴۶/۲ / ۵۴۳

ضد کا پردہ ہر چہار جانب سے چاک کر دیا تھا۔[لہ] ⑦ اخنس بن شریق، ابوسفیان بن حرب ابوجہل بن ہشام بن عبدالمطلب کے سیاہ کارناموں سے ہر شخص واقف و آشنا ہے اسلام کی راہ میں جو رخنے ڈالے ہیں وہ بھی اظہر من الشمس ہیں۔ نبی محترم کی عادت مبارکہ تھی کہ خانہ کعبہ میں دیر تک نماز ادا فرماتے تلاوت قرآنی فرماتے، ایک بار تینوں نے چھپ کر قرآن سُنا۔ واپسی پر راہ میں ملاقات ہو گئی بالآخر یہ عہد ہوا کہ کل سے کوئی بھی نہ آئے گا چنانچہ دوسرے شب تینوں (یہ خیال کر کے کہ کوئی نہیں آیا ہوگا) مسجد حرام پہونچ گئے، اختتام پر پھر تینوں کی ملاقات ہو گئی اور پھر عہد و میثاق ہوتا ہے اس طرح تین رات ہوا اور طے یہ پایا کہ اب کوئی نہیں آئے گا۔

اللہ اللہ! قرآن کی دلکشی و رعنائی بھلا کیوں کر نہ ہو سکتا۔ کلام پاک ترجمان ہے مشرکین بھی چوری چھپے قرآن کے سننے کیلئے اپنے عہود و مواثیق کو توڑ دیتے تھے۔ آہ! وہ کیا کشش تھی جس کے سامنے سارے لوگ غم ہوتے تھے وہ کون سی جاذبیت جو ہر قلب البشر میں سموئی ہوئی تھی، وہ حلاوت قرآن اور کلام اللہ کی چاشنی تھی۔ ⑦ اسی پر بس نہیں قرآن ہی نے لوگوں کی کایا پلٹ کی، برطانیہ کے سابق موسیقار کیٹ اسٹوینس یورپ اور بیرون یورپ کے ممتاز ترین فنکار (جن کے نغموں پر مشتمل ہزاروں کیسٹس خریدے اور بیچے جاتے ہیں) بیان کرتے ہیں میں نے قرآن کا مطالعہ کیا۔ اس نے میری کایا پلٹ دی اور سب سے گہرا اثر اس نے جو مجھ پر ڈالا وہ الہی وحدانیت کا تصور تھا اور اس بات کا واضح پیغام تھا کہ یہ کوئی تصنیف کردہ کتاب نہیں بلکہ وحی الہی ہے اور اب میرے نزدیک اولین ترجیح دین اسلام کو حاصل ہے کیونکہ میوزک میں سحر انگیز اثر تو ضرور ہے مگر کوئی پیغام نہیں ہے۔[لہ]

⑧ امریکہ کے ٹیلی ویژن محکمہ میں کام کرنے والی ایک عورت جو امریکہ سے متعلق تھی اپنے اسلام لانے کا واقعہ بتایا کہ امریکہ یونیورسٹی میں ہمارا مضمون مشرقی وسطی تھا اس میں اسلامیات مطالعہ کرنے کا سنہرا موقعہ ملا لائبریری سے قرآن مجید لائی اور بالغ نظری سے

لہ الاسلام دسمبر ۱۹۸۸ء

(بقیہ ص ۱۴۰ پر)

احساس کی طاقت

عبد السمیع سلفی

جسمانی قوی اور طاقت کے مقابلے میں نفسیاتی توانائی اور قوت زیادہ فعال، اہم اور زندگی میں بنیادی کردار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی متعدد اور مختلف مثالیں ہیں۔ ان کا روزمرہ ہم تجربہ اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان میں ایک مثال یہ کہ ایک عورت عموماً طور پر فطرت و خلقت کے اعتبار سے مرد کے مقابلے میں جسمانی توانائی اور قوت کے اعتبار سے بہت زیادہ نحیف و ضعیف ناتواں اور کمزور ہوتی ہے۔ بنابریں عورت وہ تمام جسمانی مشقتیں انگیز نہیں کر سکتیں جو ایک مرد روز برداشت کرتا ہے مگر مرد کے مقابلے میں ایک عورت جسمانی قوی اور طاقت میں کمزور ہونے کے باوجود نفسیاتی طور پر بہت توانا تنومند اور طاقتور ہوتی ہے عورت حمل، وضع حمل بعد وضع حمل اور دوران تربیت نوزائیدہ و اطفال جو بے پناہ اذیت تکلیف، پریشانی اور مصیبت جھیلتی ہے وہ اسی نفسیاتی طاقت کی وجہ سے۔ ورنہ اس کی جسمانی طاقت ان اذیتوں اور بوجھوں کو قطعی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ یہاں پر یہ بات ضرور اعتراضاً بھی جا سکتی ہے کہ عورت یہ سارے بوجھ ضرور اٹھا لیتی ہے مگر صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بوجھ کو انگیز کرنے کی طاقت عطا کر دیتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ صد فیصد صحیح ہے مگر برداشت تو کر لیتی ہے نا؛ کس کے ذریعہ اسی نفسیاتی طاقت کی بنیاد پر۔ وہ نفسیاتی طور پر اس کے لئے تیار ہوتی ہے اور اسی لئے وہ مصیبت جان لیوا ہونے کے باوجود اٹھا لیتی ہے لیکن اگر یہی بوجھ مثال کے طور پر مردوں کے سر ڈال دیا جائے تو اسے وہ قطعی طور پر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مزید برآں ایک عورت کے اندر عام مصائب کے جھیلنے، برداشت اور صبر کرنے کی جتنی طاقت ہوتی ہے عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ مردوں میں یہ چیز کمیاب یا معدوم ہے۔ یہ آخر کیوں ہے۔ اسی نفسیاتی طاقت کی وجہ سے اسی طرح ایک پہلوان جنگجو اور سپاہی اپنے مقابل اور حریف کے مقابلے میں جسمانی طور پر کتنا ہی توانا اور طاقتور کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ نفسیاتی طور پر خود کو توانا سمجھ لینے کی وجہ سے وہ اپنے حریف سے شکست

کہا جائیگا۔ اور اگر وہ جسمانی طور پر کمزور بھی ہے تو عموماً دیکھا جاتا ہے کہ نفسیاتی طور پر خود کو توانا سمجھ لینے کی وجہ سے وہ اپنے حریف سے جیت جاتا ہے۔ دنیا کے جنگوں کی اور خود اسلامی جہادوں کی تاریخیں اس حقیقت کی صداقت کی گواہ ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ نفسیاتی طاقت بالعموم آخری اور اہم رول ادا کرتی ہے۔ زندگی میں اس کی تعمیر و ترقی بننے بنانے میں اسی طرح تخریب و بگاڑ میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ احساس کی توانائی، احساس کی قوت و طاقت ایک ایسی ہی نفسیاتی طاقت ہے جب انسان میں یہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر وہ بڑے سے بڑے مصائب و مشاکل انگیز کر لیتا ہے۔ کامیابی اور منزل و مقصود کے حصول کی خاطر بڑے سے بڑے خطرات میں کود پڑنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے حصے میں ناقابل یقین فتوحات اور کامیابیاں آتی ہیں۔ وہ ایسے معرکوں کو سر کر جاتا ہے جنہیں خواب و خیال میں بھی آدمی سر کرنے کا تصور نہیں کرتا ہے۔ تاریخ میں اس کی ایک نہیں کئی کئی مثالیں ہیں کہ ایک فرد یا قوم ایک جماعت یا ایک ملک اپنے حریف کے مقابلے میں بہت کمزور ہے یا وہ ایک مدت سے ذلت و نکبت، ادبار اور پستی، غربت و افلاس اور کسمپرسی کی زندگی گذار رہا ہے۔ یکایک اس کے اندر احساس بیدار ہوتا ہے۔ اپنی ذلت و پستی کا ضمیر جاگتا ہے، دل جھنجھوڑتا ہے اور پھر وہ پوری طاقت سے مسائل و مشاکل سے نبرد آزما ہوتا ہے اور نتیجہ اس کے سامنے فتح و کامرانی کی شکل میں دست بستہ کھڑی ہوتی ہے۔ اور یہ سب اس طاقت کی بنیاد پر ہوتا ہے جسے احساس کی طاقت کہا جاتا ہے“۔

عرب کا زمانہ جاہلیت کی وحشیانہ زندگی سے نکل کر اسلام کی شریفانہ اور روحانی زندگی میں آکر جینے کی بات ہو یا امم سابقہ میں روحانیت کے پیکروں کا وقت کے ظالموں سے لوہا لیکر تمام مصیبت انگیز کرنے کا واقعہ ہو، جنگ آزادی میں کمزور ہندوستانی قوم کا دنیا کی سب سے طاقتور قوم سے لوہا لینے اور انہیں پوری ذلت سے ملک بدر کرنے کی تاریخ ہو یا چین و جاپان کی حالیہ ترقی و ارتقاء کی کہانی ہو در اصل یہ اور اس طرح کے بے شمار تاریخی واقعات در حقیقت اسی ایک بنیادی نکتے کے گرد گردش کناں نظر آتے ہیں جسے ہم نے احساس کی طاقت کا نام دیا ہے ایک معاشرہ جہاں جہالت رگ و پے میں سرایت ہے اور نتیجہ یہ انسان حیوانوں کی زندگی گذار رہا ہے اسے آواز پہنچتی ہے اور اپنی انسانی سطح سے گرنے کا احساس ہوتا ہے اور وہ دائرہ

اسلام میں آجاتا ہے ایک ملک سالوں سے ظلم وجور اور ذلت کی زندگی گذار رہے تھے یکایک اسے اپنی مظلومیت کا احساس ہوتا ہے۔ پھر وہ میدان میں کود پڑتا ہے، خود بھی جان و مال سے شہید ہوتا ہے دوسروں کو بھی تلقین و ترغیب کرتا ہے مستزاد یہ کہ یہ سب ہنستے کھیلتے گوارا کرتا ہے۔ اور آخر کار جیت اسی کی ہوتی ہے۔

آخر کار یہ چیز کس کی مرہون منت تھی اسی ایک طاقت اور احساس کی طاقت کی۔ غالباً یہی وہ نکتہ ہے جسکی بنا پر سرسید علیہ الرحمہ نے اپنے اس بیان میں احساس کی اہمیت کو یوں واضح کیا ہے وہ کہتے ہیں "دنیا میں کسی قوم کی ترقی کے یہی دو نشان ہیں ایک یہ کہ انہیں اس بات کا احساس ہو جائے کہ وہ ذلت اور پستی کے شکار ہیں دوسرا یہ کہ وہ اس پستی سے نکلنے کی کوشش کریں"۔ یہی بات ایک فرد، ایک معاشرہ، ایک اہل مذہب اور جماعت پر ایک کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ جب تک آپ میں اپنی کمی اور پستی کا احساس نہیں پیدا ہوگا آپ لاکھ جتن کریں۔ کچھ کرنا بڑا مشکل ہے۔ اپنے دلوں میں احساس کو بیدار رکھئے پھر دیکھئے زندگانی کا سفر سر کرنا کتنا آسان اور کامیاب گذرتا ہے۔ ●

بقیہ صہ ۱۲ کا

جب ملک میں ظلم و ناانصافی پھیلاؤ گے تو آسمانی آفت کا انتظار کرو۔
جب خون ریزی اور تکبر کا بازار گرم کروگے تو قہر خداوندی کا انتظار کرو۔
جب واقعات کیلئے دوسروں پر الزام دھروگے تو غضب الٰہی کے منتظر رہو۔
اے نادان! اپنی کوتاہیاں دور کرو اور سبھوں کو جینے کا حق دو۔
اپنے عیوب درست کرو اور دوسروں کے ساتھ مساوات برتو۔
اپنے نقائص دور کرو اور سبھوں کے ساتھ عدل سے پیش آؤ۔"

میں مرد درویش کی طرف کان لگائے بیٹھا تھا کہ کھٹ کی آواز سے چونکا۔ میری چوماداني بس ماشاء اللہ ایک موٹا، تازہ، توندوالا، سفید چھوندر گرفتار ہو گیا تھا۔ چلو دیر سے ہی سہی، گرفتار تو ہوا۔ میں نے اس کا انتم سنسکار کرنے میں دیر نہیں کی۔ "ڈیش ٹک" میرے "کرنی ماتا" مندر کی طرح اس کے نام پہ یادگار بنوانا چاہا مگر رک گیا۔ کہ کہیں یہ وہی غیر ملکی چوہا نہ ہو جس کا ذکر جوشی جی کر رہے تھے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ قوم و ملت کے بڑے بڑے عباد و زہاد اور صوفیائے کرام بھی شیاطین کے مکر و فریب اور وسوسوں سے دوچار ہوئے اس لئے کہ شیاطین انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا" (انہ عدو مبین)" وہ تو انسان کا واضح طور پر بڑا ہی خطرناک دشمن اور حاسد ہے بلکہ وہ معبود حقیقی کا بھی دشمن ہے۔ وہ کبھی نہیں چاہتا کہ آدم کے بیٹے اور بیٹیاں اعمال کی بجا آوری کے ذریعہ اپنے پروردگار کو خوش کر کے جنت حاصل کریں بلکہ اس کی سعی ہوتی ہے کہ انسان پروردگار کا مخالف دین اسلام کا باغی بن کر اعمال صالحہ سے کوسوں دور اور سیئات کا مرتکب ہو کر دخول جہنم کا مستحق ہو۔ اپنے مذکورہ مقصد میں کامیابی کے حصول کے لیے وہ ہمیشہ حیران و پریشان رہتا ہے۔ وہی ابلیس شیطان جس نے اپنے پروردگار کے حکم کی خلاف ورزی کی، آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، آدم و حواء کو اپنے فریب کے ذریعہ جنت سے نکلوایا وہ آدم کی اولاد کا کیوں کر خیر خواہ ہو سکتا ہے، کفار مکہ نے جب اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تجویز طے کیا تو ابلیس شیطان نے شیخ نجدی کی صورت میں حاضر ہو کر کفار کے موقف کی تائید کی ذیل میں واقعہ درج کیا جاتا ہے"

ابن ہشام رح کی کتاب سیرۃ النبی میں ایک واقعہ مذکور ہے اختصار کے ساتھ درج کر رہا ہوں ابن اسحاق فرماتے ہیں اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت و تبلیغ کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے لگے، قریش نے دیکھ لیا کہ محمدؐ کی حمایت میں ایک جماعت تیار ہو گئی جو مکہ سے باہر کے لوگوں پر مشتمل ہے آپ کے صحابہ، ہجرت کر کے ان سے جا ملے اور وہ لوگ محفوظ مقام پر مقیم ہیں، قریش کو خوف ہوا کہ وہ لوگ جنگ کی تیاری کرتے ہوں گے، ایسا نہ ہو کر کفار مکہ پر حملہ آور ہوں، مشرکین مکہ آپ کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے دارالندوہ میں جمع ہوئے

یہ دارالندوہ قصی بن کلاب کا گھر تھا، دارالندوہ میں مشورہ کرنے کی قرارداد طے ہوگئی اور وہ دن بھی آگیا جس کا انتظار تھا اور جسے یوم الزحمہ" سے یاد کیا جاتا ہے۔

لوگ کافی تعداد میں اکٹھا ہوئے اور کیوں نہ اکٹھا ہوتے دین اسلام کی اہم شخصیت منارۂ ہدایت کو منہدم کرنا تھا، ماحیٔ شرک کا سر قلم کرنا تھا، شمع نبوت کو گل کرنا تھا، دین اسلام کو کالعدم اور غیر سود مذہب ثابت کرنے کا ارادہ تھا اپنی ریاست و سرداری باقی رکھنی تھی۔ بتوں کی عزت وعظمت برقرار رکھنا تھا جلسہ ملعونہ میں اعداء اسلام کا ازدحام تھا ——— کہ ابلیس خوش مزاج بوڑھے شخص کی صورت وشکل میں ظاہر ہوا۔ موٹی چادر اوڑھ کر دارالندوہ کے دروازہ پر کھڑا تھا، لوگوں نے دریافت کیا میاں تم کون ہو اس نے کہا شیوخ نجد میں سے میں بھی ایک شیخ ہوں معلوم ہوا ہے کہ محمدؐ کے بارے میں ایک قرارداد کے تحت آپ لوگ اکٹھا ہوئے ہیں میں بھی اس میں اپنی حاضری کو باعث عزت سمجھتا ہوں آپ جو فرمائیں گے میں سنوں گا اور بہتر مشورہ دینے سے غافل نہ رہوں گا۔ لوگوں نے اس کا بھرپور استقبال کیا اور مجلس میں داخل ہوکر بیٹھ گیا۔

کہنے والوں میں سے ایک نے کہا محمدؐ کا معاملہ تم لوگوں سے مخفی نہیں اب تو ہمارے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ اسی کے پیرو ہوگئے ہیں ان کی معیت میں ہم لوگ حملے سے بے خوف نہیں رہ سکتے اس لئے سب مل کر کوئی رائے سوچو۔

قید کا پلان:- تمام لوگوں نے مشورہ کیا، ان میں سے ایک نے کہا اسے لوہے کی ہتھکڑیاں اور بیڑیوں میں جکڑ کر کہیں بند رکھو اور اس کی موت کا انتظار کرو جس طرح اس سے پیشتر کے شعراء زہیر اور نابغہ پر موت آئی۔ شیخ نجدی (شیطان) نے کہا واللہ تمہاری رائے درست نہیں اگر ہم نے اس کو بند رکھا تو اس کی اطلاع دروازہ کے باہر اس کے ساتھیوں کو جائیگی ایسی صورت میں قرین قیاس ہے وہ تم پر حملہ آور ہوں اور وہ اپنی تعداد تمہارے مقابلہ میں بڑھاتے جائیں، تمہاری حکومت پر غلبہ حاصل کرلیں کوئی اور تدبیر سوچو!

جلاوطنی کی تجویز:- ایک شخص نے کہا اسے اپنی بستیوں سے نکال دیں جب وہ ہمارے پاس سے نکل جائے گا تو ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ کہاں اور

کس حال میں ہے۔ اس کی غیبوبت میں اپنے معاملات اور محبت کے تعلقات کی درستگی پہ
طرح کرلیں گے۔

ابلیس شیخ نجدی نے کہا واللہ تمہاری بات اور رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم نے اس کی شیریں
گفتار، خوبی کلام اور لوگوں کے دلوں پر اس طرح کی پیش کردہ چیزوں کا غلبہ نہیں دیکھا اگر
نے ایسا کیا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ عرب کے جس قبیلہ میں ٹھہرے گا اس پر اپنے گفتار و کردار
ایسا غلبہ حاصل کرلے گا کہ وہ لوگ اسکے پیرو ہو جائیں گے پھر انہیں لیکر تم پر چڑھ آئے گا کو
اور رائے سوچو!

قتل کی تجویز۔

ابو جہل بن ہشام نے کہا واللہ اس کے متعلق میری ایک رائے ہے میں نہ
سمجھتا کہ تم میں سے کسی نے اس کا خیال تک کیا ہو سب لوگوں نے
چینی محسوس کرتے ہوئے کہا اے ابوالحکم کہو وہ بات کیا ہے۔ اس نے کہا میری رائے یہ
کہ ہر قبیلے میں سے ایک جوان مرد، نوعمر، قوی، شریف النسب لے لیں ان میں سے ہر ایک
ہاتھ میں ایک تلوار بھی دیدیں یہ سب اس کے پاس پہونچیں اور پھر بیک وقت حملہ آور ہو
اس کو قتل کردیں، تب تو نجات پاسکیں گے، اور بہت زیادہ خسارہ ہوگا تو یہ کہ اس کا خو
بہا اس کے ورثاء کو ہم دیدیں گے!

ابلیس شیخ نجدی نے کہا بالکل ٹھیک یہی رائے صحیح اور عمدہ ہے اور یہ ایسی رائے ہے
جس کے علاوہ کوئی دوسری رائے بہتر نہیں ہوسکتی، تمام لوگوں کا اس قرارداد پر اتفاق ہوگیا
اور بات طے ہوگئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنا ہے۔

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ برائی کی طرف شیطان انسان کو مائل کرتا ہے اور خیر سے
کس قدر محروم رکھنا چاہتا ہے، ایک پیغمبر کو نیست ونابود کرنے کے لئے اس نے کس قسم کے
مکروفریب سے کام لیا کہ محمدؐ کا قتل ہوجائے تو لوگ ہدایت سے محروم ہوجائیں گے۔ لیکن
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت ہی رحیم ہے۔ اس نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو آگاہ کردیا کہ کفار ومشرکین مکہ آپ کی جان کے درپے اور قتل کی تیاری میں،
آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہجرت کا سفر شروع کیا اس طرح کفار اپنی کوشش
میں ناکام ثابت ہوا۔ ●●●

قاعدہ عرشی زادہ

کے مرتب کا مکتوب اساتذہ اور استانیوں کے نام

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

محترم استاد اور استانیو! بعد سلام عرض ہے کہ آپ کی خدمت میں قرآن مجید اور اردو
منا لکھنا سکھلانے والا یہ مشترک قاعدہ پیش کرتے ہوئے اس کی غرض و غایت اور افادیت سے متعلق
حقائق کا اظہار ضروری جانتا ہوں۔ ایک مستند جائزے کے مطابق برصغیر کے مسلمانوں کی خاصی بڑی
درجا ہے وہ کسی بھی علاقے کے رہنے والے کیوں نہ ہوں قرآن کریم پڑھنے کی صلاحیت ضرور حاصل
تی ہے۔ یہ بڑی پسندیدہ بات ہے لیکن اس کا ایک اور پہلو افسوسناک ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید
ھ سکنے کے باوجود وہ نہ اپنی مادری زبان پڑھ سکتے ہیں اور نہ رابطے کی زبان یعنی اردو' بالفاظ
ناخواندہ ہی رہ جاتے ہیں۔ اس طرح نہ وہ قرآن مجید کے معانی سے فیضیاب ہو سکتے ہیں اور
پنے روزمرہ کی زندگی میں کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ایک جرمن عیسائی خاتون کے بقول یہ نہایت
یا خیز صورتِ حال ہے کہ برصغیر کے مسلمان جن حروف یا جس رسم خط میں اپنی مذہبی کتاب پڑھتے
مدر ہوں اسی رسم خط اور حروف میں لکھی جانے والی اپنی مادری زبان یا رابطے کی زبان نہ پڑھ
ں۔ قرآن کریم اور اردو کا اشتراک کس حد تک ہے؟ اس حقیقت کو جاننے کیلئے چند ایسے
ں کو بٹھائیے جو قرآن مجید پڑھنے سے تو واقف ہوں مگر اردو پڑھنا نہ جانتے ہوں اور ان کے
منے مندرجہ ذیل جملے لکھ کر رکھتے ہوئے ان سے پڑھنے کے لیے کہیے۔ اللہ، اللہ کر، حق کی
،کی خوب کیا، حامد آج آیا۔ آپ کو یہ دیکھ کر خوشی ہوگی کہ انہوں نے یہ جملے بغیر کسی خاص
ری کے پڑھ لیے۔ لیکن انہیں بچوں سے اگر یہ کہا جائے کہ وہ مزید یہ جملے پڑھ کر دکھائیں۔

چچا آپ کا خط ملا۔ مٹانے کیلئے ربڑ لو۔ پرسوں ژالہ باری ہوئی۔ گائے کو چارہ ڈال دو تو آپ دیکھیں گے کہ وہ ان کے پڑھنے میں دشواری محسوس کر رہے ہیں اور ان کی اس ناکامی سے آپ کو افسوس ہوگا۔ ان دو مختلف تجربات کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تین جملے صرف ان ۲۸ حروف میں لکھے گئے تھے جن سے وہ بچے قرآن کریم کے ذریعے واقف تھے۔ اور دوسری قسم کے جملوں میں سات ایسے حروف شامل تھے جن سے ان کی نگاہیں ناواقف تھیں۔ یہ سات حروف ہیں۔ پ ٹ چ ڈ ڑ ژ گ۔ یہ تجربہ آپ پر واضح کر دے گا کہ محض ان حروف سے بچوں کی لاعلمی ان کی اردو شناسی یا بالفاظِ دیگر خواندگی کی راہ میں حائل ہے۔ اس کے ساتھ یہ خاص بات بھی ذہن میں رکھیے کہ ان سات حروف کا بھی عربی حروف سے اختلاف شکل و صورت کا ہرگز نہیں ہے محض چند علامات کا ہے یعنی قرآن کریم پڑھنے والے بچے 'ر' کی شکل سے آشنا ہوتے ہیں البتہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ اس پر تین نقطے لگا دینے سے یہ شکل 'ژ' اور چڑیا بنا دینے سے 'ڑ' کی آوازوں کی حامل ہو جاتی ہے۔ ب کو پ، ت کو ٹ، ج کو چ، د کو ڈ، اور ک کو گ، کس ننھی علامت کی کمی بیشی سے بنایا جا سکتا ہے؟ صرف اتنی سی بات سمجھا اور سکھا دینے اور چند روز مشق کرا دینے سے ایسے سارے بچوں کو اردو کا سہل ترین راستہ میسّر آجاتا ہے جو قرآن کریم کے علاوہ کچھ نہیں پڑھ سکتے حتیٰ کہ اس کے اردو ترجمے سے تمام عمر محروم رہنے کے باعث معنوی برکتوں کو بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ گویا چند علامتیں ہیں جو الفاظِ قرآن اور معانیِ قرآن کے درمیان پہاڑ بن کر کھڑی ہیں مگر اصل میں ان کی حیثیت ایک تل سے زیادہ نہیں۔ ان مثالوں کے پیشِ نظر آپ کو یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ اگر قرآن کریم پڑھے ہوئے بچوں اور بالغوں کو چند علامات یعنی تین نقطے چڑیا اور دوہرا مرکز سکھا دیا جائے تو وہ اردو پڑھنے کے لائق ہو جائیں گے اور چند روز کی مشق ہی انہیں دوچشمی ھ کا استعمال اور یائے دراز اور مدوّر کا فرق بھی سکھا دے گی۔

یہ بات تو ہوئی ان بچوں اور بالغوں کی جو قرآن کریم پڑھ چکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جنہوں نے ابھی قرآن کریم بھی نہیں پڑھا اور ان کے والدین کی شدید خواہش ہے کہ ان کے بچے اردو بھی جان جائیں ان کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے؟ اس کا جواب بھی اس کے سوا دوسرا نہیں کہ آپ تعلیم و تعلّم کے آغاز ہی پر عربی اردو حروف تہجی کے درمیان کا فاصلہ مٹا دینے کا فیصلہ

کریں۔ آج یہ اقدام آپ کے لیے دشوار نہیں رہا کیونکہ آپ کے ہاتھوں میں جو قاعدہ ہے اس کے ذریعے مرتب نے یہی کام انجام دیا ہے۔ اب روزِ اوّل ہی سے جب اس قاعدے کے ذریعے عربی کے ۲۸ حروف کے ساتھ اردو کے باقی ماندہ سات حروف، دو چشمی ھ اور یائے مجہول (ے) کا استعمال سکھایا جائے گا تو ان پر قرآنِ کریم کی تلاوت کے ساتھ ہی ساتھ اردو یا بالفاظِ دیگر قرآن اور دینیات کے اردو تراجم پڑھنے کا راستہ بھی ہموار ہوتا چلا جائے گا۔ یعنی کہ ان کی مذہبی ضرورت کی وہ زبان جو سرکاری حیثیت حاصل کرنے کے لیے تقریباً نصف صدی سے سرمار رہی ہے یعنی اردو اب بغیر کسی دقّت دشواری اور فاضل وقت صرف کیے انہیں نہ صرف حاصل ہو جائے گی بلکہ قرآن کریم کے دامن سے وابستہ ہو کر ان میں لازمی زبان کا درجہ خود بخود حاصل کرے گی۔ یہ بات اس طریقے اور اشتراک کی اہمیت کو مزید واضح کر دے گی کہ مادری زبان یا رابطے کی زبان مجموعہ ہوتی ہے مانوس الفاظ کا۔ اس لیے قرآنی قاعدے میں اس زبان کے الفاظ کی شمولیت سے بچوں کی ذہانت کے جوہر کھلیں گے کیونکہ وہ ان الفاظ کو سمجھ بھی سکیں گے اور یاد بھی رکھ سکیں گے۔

میں نے ایک ذاتی تجربے کی بنیاد پر قرآن اردو مشترک تدریس کی تجویز ۱۹۷۸ء میں ملک و ملّت کے سامنے رکھی تھی جسے بحمد اللہ اکابرِ ملّت کی تائید بھی حاصل ہوئی میری مراد مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا کلب صادق، مولانا سید اسعد مدنی، جناب حکیم عبدالحمید (ہمدرد) جناب سید حامد (سابق شیخ الجامعہ علی گڈھ) جناب سید شہاب الدین ایم پی وغیرہ کی محترم ذاتوں سے ہے حتیٰ کہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے جنرل سکریٹری جناب جمیل الدین عالی نے ہمت افزائی کی حد کر دی یہ فرما کر کہ ایسی تجویز تو بابائے اردو مولوی عبدالحق کے ذہن میں بھی کبھی نہیں آئی۔ میری اس تجویز نے عرشی زادہ طریقۂ تعلیم کے نام سے شہرت پائی اور ملک اور بیرونِ ملک کے کئی صاحبانِ قلم نے اپنے تائیدی مراسلات اور وضاحتی مضامین کے ذریعے اس کی افادیت کی جانب والدین اور معلمین کو متوجہ کر فرما کر ممنون فرمایا۔

مزید اس سلسلے میں جن دیگر حضرات اور کرم فرماؤں نے میری ہمت بندھائی ان میں جناب اشتیاق حسین قریشی (تعلیماتِ دین لکھنؤ) جناب غلام حسن عسکری مرحوم (تنظیم المکاتب لکھنؤ)

جناب م۔ افضل (ایم پی) جناب شریف الحسن نقوی، جناب ابو محمد سحر، جناب نیر مسعود رضوی، جناب رضا علی عابدی (بی۔ بی۔ سی) جناب شمس الحق عثمانی (نائب امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند) جناب فیروز دہلوی اور برادرم ذکاء صدیقی کا شکریہ ادا نہ کرنا ناسپاسی ہوگی۔

بہرحال اب کئی سال کے مسلسل اور مزید تجربات کے بعد میں قرآن اور اردو کا یہ مشترک قاعدہ حذف و اضافے کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ متعدد استادوں نے مجھ سے اس کا اعتراف و اظہار اپنے عملی تجربے کے بعد کیا ہے کہ عرشی زادہ طریقۂ تعلیم سے زیادہ سہل اور مشترک قاعدے سے زیادہ موثر کوئی دوسرا ذریعہ مسلمانوں میں خواندگی بڑھانے کا یا ان میں اردو کی تعلیم کو لازمی بنانے کا نہیں ہو سکتا اور اس کے ذریعے برصغیر کے کروڑوں بچے اور بالغ خواندہ لوگوں کی صف میں بآسانی کھڑے کیے جا سکتے ہیں۔

اردو تعلیم کا مسئلہ تارکین وطن خاندانوں کو بھی درپیش ہے۔ وہ بھی اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھانا چاہتے ہیں، اردو سکھانا چاہتے ہیں، ظاہر ہے کہ انکی دشواری کا حل بھی اسی طریقۂ تعلیم اور اسی قاعدے میں مضمر ہے۔

ایک نہایت ضروری بات یہ عرض کرنا ہے کہ [اِقْرَأْ] کے حکم کے ساتھ علم بالقلم کی حکمت کو بھی آپ پیش نظر رکھیں یعنی جو کچھ پڑھائیں اُسے لکھوائیں اور جو کچھ لکھوائیں اسے زبان سے بھی ادا کرائیں ورنہ اس طریقۂ تعلیم کی افادیت مجروح ہی نہیں اس قاعدے کا اثر بھی محدود ہو جائے گا۔ بہرحال اس توقع کے ساتھ یہ قاعدہ آپ کے حوالے کیا جاتا ہے کہ آپ کا خلوص نیت اور حسن عمل شامل رہا تو ؎

عجب کیا ہے یہ بیڑہ غرق ہو کر پھر اچھل آئے
کہ ہم نے انقلاب دورِ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں ●

وفیات

● حاجی تفضل حسین سرسیا (والد مولانا عبداللہ مدنی) ۲۹ جولائی ۱۹۹۲ء کو ۹۰ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ضلع مہراج گنج کے بانیین اہلحدیث میں سے ایک تھے اور مولانا دوست محمد صاحب مرحوم کے بھائی تھے مختصر جسم مگر عبادت وریاضت اور تقوی وطہارت میں بھاری بھرکم شخصیت تھے۔ حساس غیرت مند اور جرأت مند شخص تھے آخر عمر تک صحت مند اور توانا تھے۔ ان کی رحلت سے جماعت کو شدید کمی کا احساس ہوا ہے۔ مرحوم کے انتقال سے ٹھیک ایک ماہ قبل (مولانا عبداللہ کی ساس) مولانا دوست محمد مرحوم کی اہلیہ) بھی ۹۰ سال کی عمر میں اللہ کو پیاری ہوگئیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

قارئین سے گذارش ہے کہ مرحومین کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ پسماندگان کو اللہ تعالیٰ ان کا صحیح جانشین بنائے ● (ادارہ)

● نئی بازار، بھدوہی، ضلع وارانسی کی باشندہ اور مشہور و معروف سماجی کارکن نیز سرگرم اہلحدیث جناب حاجی وکیل احمد صاحب انصاری کی والدہ محترمہ صابرہ خاتون انتقال کرگئیں مرحومہ کی عمر ۷۵ سال کی تھی اور وہ صوم وصلوٰۃ کی بیحد پابند تھیں۔ انتقال ۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز بدھ، بوقت ۱۱ بجکر ۱۰ منٹ شب میں ہوا۔

نماز جنازہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے شیخ الجامعہ نے پڑھائی، جنازہ میں کثرت سے مسلمانوں نے شرکت کی اور مرحومہ کو اسی دن ۲ بجکر ۳۰ منٹ پر سپرد خاک کردیا گیا۔

نوائے اسلام:۔ ادارہ نوائے اسلام جناب وکیل احمد صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے سیئات کو درگذر اور حسنات کو قبول فرمائے۔ انہیں کروٹ کروٹ راحت اور جنت میں اعلیٰ مقام بخشے، نیز پسماندگان کو صبر جمیل سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین ثم آمین) ●

• مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ اور جامعہ محمدیہ مالیگاؤں کے سابق شیخ الحدیث مولانا واعظ الحق اصلاحی ندوی ۲۰ جولائی ۱۹۹۲ء کو انتقال فرما گئے۔ مرحوم مولانا مختار احمد ندوی امیر جمعیۃ اہل حدیث کی دعوت پر جامعہ محمدیہ مالیگاؤں گئے تھے۔ کلیۃ فاطمۃ الزہراء مئو میں بھی کچھ دن رہے۔ مالیگاؤں سے اپنے وطن چمپارن چیتی میں تشریف لائے تھے علالت کے بعد یہیں انتقال فرما گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ان کی خدمات حدیث کی برکت سے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور حدیث کیلئے نعم البدل عطا فرمائے (آمین) • (ادارہ)

• مولانا اسد اللہ صاحب سیفی کے والد گرامی جناب احسان اللہ صاحب فالج کے دوبارہ حملے میں ۹ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند بہت ہی نیک طبیعت اور متحمل خراج انسان تھے، آپ تمام حضرات سے نماز جنازہ غائبانہ اور استغفار کی درخواست ہے۔ •

شریکِ غم

محمد عمران اثری۔ مدرس جامعہ دار الہدیٰ یوسف پور، سدھارتھ نگر •

• میرے دوست جناب عبد العظیم گونڈوی عرصہ سے ایک مہلک مرض میں مبتلا ہیں سے قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی شفاء کلی کیلئے دعا کریں۔

عبد الرحمان یوسف۔ دہلی •

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۱
شمارہ نمبر ۱۲

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دہلی الہند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

دسمبر ۱۹۹۴ء بمطابق رجب ۱۴۱۵ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی معاون مدیر:- افضل ندوی

زرتعاون

سالانہ:- چالیس روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد

پاکستان وبنگلہ دیش سے

سالانہ:- ایک سو روپے
بیرون ممالک سے ۳۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴- چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3266935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر
دفتر "نوائے اسلام" ۴۱۱۶/ا اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی سے شائع کیا ہے

کاتب ـ عبدالرحمان یوسف

نقش آغاز

وقار ندوہ اور انٹلی جنس بیورو کی غنڈہ گردی

(ادارہ)

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ایک بین الاقوامی اسلامی ادارہ ہی نہیں بلکہ عالمی تنظیم رابطہ ادب اسلامی کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے جس کے صدر و نائب صدر بھی یہیں پر اپنی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں اسے مسلم دنیا میں ہندوستان کی ایک پروقار اسلامی (یونیورسٹی) درس گاہ کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس ادارے کی عظیم خدمات کی وجہ سے ہی عالم اسلام کے ساتھ ہندوستان کی ثقافت وابستہ ہے۔ ندوہ سے شائع ہونے والے عربی جرائد ورسائل کا عرب دنیا میں ہندوستان کو متعارف کرانے میں غیر معمولی رول رہا ہے۔ یہاں کی تصانیف و تالیفات دنیا بھر کی اسلامی یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہیں قوم کی تعمیر اور ملک کی ترقی میں اس ادارے کی بڑی قربانیاں ہیں۔ اس عظیم ادارے کی سرپرستی ایک ایسے محب وطن کے ہاتھ میں ہے جو صرف ندوہ کے ریکٹر ہی نہیں بلکہ کل ہند مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر اور تحریک پیام انسانیت کے مشرف اور ہندوستانی مسلمانوں کے سب سے محترم و بزرگ اور دینی رہنما اور ملت اسلامیہ کے مربی بھی ہیں اس عظیم شخصیت کی نگرانی میں زیر تعلیم طلباء کی اقامت گاہ پر محض شک و شبہہ اور سازش کی وجہ آئی ایس آئی اور کشمیری مجاہدین (جنگجو) کی تلاش کا بہانہ بنا کر انٹیلیجنس بیورو اور دیگر حفاظتی دستوں

کے افراد کے ذریعہ شب خون مارنا ایک مذموم، دلخراش اور گھناؤنی حرکت تھی۔ اس شرمناک اور المناک حرکت سے بین الاقوامی سطح پر ہندوستان کی تصویر مسخ ہوگئی ہے اس پر جتنا بھی غم و غصہ اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

ندوہ یا کسی بھی اسلامی ادارے کے تعلیم یافتہ افراد جہاں بھی ہیں ان کے اعلی اخلاقی کردار نے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ معاشرے اور سوسائٹی کی سدھار کیلئے ان افراد نے بھرپور کوشش کی ہے اور کررہے ہیں مسلم دانشوروں اور دینی علماء کے نزدیک ملک کی تعمیر کے تعلق سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ لیکن اچانک ہندوستان کی نااہل حکومت کو کچھ دنوں سے ان پاک وصاف جگہوں پر دہشت گرد اور آئی ایس آئی کے ایجنٹ نظر آنے لگے ہیں۔ جو ایک سازشی ذہن کی سوچ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ابھی دارالعلوم دیوبند کی خبر پرانی بھی نہیں ہوئی تھی کہ ندوہ پر پولیس کا اچانک چھاپہ ایک گھناؤنی سازش کی عملی تعبیر ہے۔ آج وہ مراکز و ادارے جہاں جہاد آزادی کا علم بلند ہوا تھا جس کے فارغین نے حب الوطنی کی ایک مثال قائم کی جس نے دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ ملک کے معاشرے کو بہتر شکل دی اور اسے سنوارا جس نے نوجوان نسلوں کو بہتر شہری بننے کی تربیت دی۔ جس ادارے میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ حب الوطنی کا درس دیا جاتا ہے۔ جہاں ہم وطن افراد کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ایسے ادارے میں ایک طالب علم اس کے برخلاف عمل کرنے کے بارے میں کیسے سوچ سکتا ہے لیکن ان معصوم ذہنوں کے بارے میں پولیس نے سوچ لیا کہ وہ آئی ایس آئی کے افراد ہیں۔ اور تخریب کاری کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ اس گھناؤنی سوچ کو بطور ثبوت ۲۲، ۲۳ نومبر کی درمیانی شب میں ندوہ کے اطہر ہاسٹل پر ذمہ داران ادارہ سے بغیر کسی تحقیق و تصدیق کے نہتے معصوم طلبہ پر حملہ کرکے ظاہر کردیا۔ گرفتار طلبہ کو

عدم ثبوت کے باعث فوراً رہا بھی کر دیا۔ لیکن ان معصوم طلباء کے ذہن پر جو برے اثرات پولیس کی نازیبا حرکات سے پڑے ہیں۔ یا مسلم قوم میں اس کا جو صدماتی اثر ہوا ہے۔ اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ان اسلامی اداروں نے قوم کی کردار سازی میں جو تاریخ مرتب کی ہے مستقبل کا مورخ جہاں اس کی پزیرائی کرے گا وہیں وہ حکومت کی اس شاطرانہ سیاسی روش کو ایک سازش کے علاوہ اور کچھ نہیں کہے گا۔

دراصل یہ ندوہ پر حملہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی حب الوطنی پر حملہ ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی بدنصیبی یہی ہے کہ جس ملک سے وفاداری کے جذبے نے انہیں ہمیشہ ہندوستان سے جوڑے رکھا۔ آج اس ملک میں ان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہے۔ جب کہ وفاداری یا غداری کسی خاص ذات، مذہب، فرقے یا خاندان کی میراث نہیں ہوتی۔ کہ یہ اس سے منسوب کر دیا جائے۔ وفادار یا غدار ہر مذہب اور ہر ذات میں ہوتے ہیں اور رہیں لیکن فرقہ پرست مسلمانوں کو بھی فرقہ پرست ہی سوچتے ہیں اس لئے وہ مسلم فرقہ کو نشانہ بناتے رہے ہیں۔ کبھی ان کی عبادت گاہوں پر حملہ کر کے کبھی درسگاہوں پر حملہ کر کے اور کبھی عزت و ناموس پر حملہ کر کے مسلمانوں کو ڈرانے کی مذموم کوششیں کر رہے ہیں۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔ اور وہ اس کا انتقام بہت خاموشی کے ساتھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرپسندوں کی ناپاک ذہنیت سے محفوظ رکھیں۔ (آمین)

نوائے قرآن

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٠﴾ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿٥١﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ :- تو آپ اپنے رب کے حکم کے لئے صبر کریں اور مچھلی والے جیسے نہ ہوں جب اس نے اپنے رب کو بیقراری کی حالت میں پکارا ﴿۴۸﴾ اور اگر اسے تمہارے رب کی رحمت نہ پالیتی تو وہ بیابان میں بری حالت میں پڑا رہ جاتا ﴿۴۹﴾ پھر تمہارے رب نے اس کا انتخاب کرلیا اور اسے نیکیوں میں شامل کر دیا ﴿۵۰﴾ اور لگتا ہے کہ کافر آپ کو اپنی نگاہوں سے دھکا دیدیں گے جب وہ قرآن کو سنتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے ﴿۵۱﴾ اور یہ اہل دنیا کے لئے نصیحت کے سوا اور کچھ نہیں ہے ﴿۵۲﴾

ان آیات میں اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی تکذیب اور عیب جوئی پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے اپنے ایک نبی یونس علیہ السلام کی کم ہمتی کا واقعہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے جو اپنی قوم سے ناراض ہو کر نکل گئے اور انہیں کشتی پر سوار ہونے اور مچھلی کے نگلنے کا حادثہ پیش آیا۔ اور وہاں بھی اللہ نے ہی ان کی مدد فرمائی اور پھر اللہ نے انہیں اپنے نیک بندوں میں شامل کرلیا لہذا ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ صبر و ثبات کا دامن چھوڑ دیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے قرآن سنانے کے وقت کافروں کے غیظ و غضب اور ان کی حاسدانہ نگاہوں کا نقشہ

پیش کیا کہ جب آپ قرآن سُناتے ہیں تو آپ کو اپنی تیکھی نگاہوں سے ایسے دیکھتے ہیں کہ لگتا ہے کہ اپنی آنکھوں سے آپ کو دھکا دیدینگے اور ڈھادیں گے، اور اسی غصے اور غیض وغضب میں بیخود ہو کر آپ کو دیوانہ بھی قرار دیتے ہیں اور ہوش میں نہیں رہتے یعنی آپ کو ان کی عیب جوئی سے جو تکلیف ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ یہ آپ کے قرآن سُنانے پر بے تاب وبیقرار ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حقیقت اور حیثیت کو پیش کیا ہے یہ دیوانے کی باتیں نہیں یہ ساری دنیا کے انسان کے لئے ہدایت ونصیحت۔

اس آیت سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نظر بد لگتی ہے اور کچھ علماء نے بھی لکھا ہے اسی آیت کو پڑھ کر پھونکنے سے نظر بد کا اثر بھی جاتا رہتا ہے، اس کے سوا احادیث سے نظر لگنے کا ثبوت ہے اور اس کے ازالے کیلئے دعائیں بھی آئی ہیں۔ ●●●

بقیہ صہ ۴۲ کا

غیر سود مند ہوگا مستقبل کی تابناکی تاریکی میں بدل جائیگی اور ہماری اس خانہ براندازی پر اشک غم بہائے گی۔

ملّت کے خردمند انسانوں! کتاب وسنّت کے عاملو! تعلی پسندی۔ ذات پرستی اور خانہ جنگی کے جراثیم کو ختم کردو اور شیطانوں کے دامِ فریب سے بچنے کی سدا تدبیر کرو! اپنے آپ کو ہمیشہ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے اور لاقانونیت کو توڑنے کی سعی پیہم جاری رکھو، ورنہ وقت نکل جائے گا اور اس نخلِ حیات میں ہمیں اپنے کارکردگی پر اشک وندامت بہانا واویلا اور اپنی ذات پر ماتم کرنا کچھ کارآمد نہ ہوگا بلکہ وہ سعی لاحاصل اور نامشکور ہے جس کوشش پر ہمارے تابناک مستقبل شب دیجور اور ظلمات کشف میں بدل جائے گی یہ دنیا تنگنائے حیات اور آخرت سراپا عذاب بن جائیگی۔ اس لئے ہمیں ہر معاملہ میں معبود برحق اور سرورِ کائنات کی اتباع کرنی چاہیئے۔ خدایا ہمیں تعلی پسندی کے بجائے اور پیروئے کتاب وسنّت بنائے مدارس اسلامیہ کے حالت زار پر رحم فرمائے اساتذہ وارا کین کو صحیح فہم ودانش سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔ ●

نوائے حدیث

صبر = ایک ربانی صفت!

فضل اللہ سلفی

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال،
لیس احد، اصبر علی اذیً سمعہ من اللہ انھم لیدعون لہ
ولدا، وانہ لیعافیھم ویرزقھم۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا سنی جانے والی تکلیف (بات) پر اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ بندے اللہ کی اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر بھی اللہ ان کو معاف کر دیتا ہے اور ان کو رزق دیتا ہے۔

انسان مختلف طرح کی پریشانیوں، دقتوں اور مشکلات سے دوچار ہوتا رہتا ہے کبھی آفات و آلام میں وہ گھرا ہوتا ہے، کبھی معاشی طور پر وہ تنگ اور پریشان رہتا ہے، کبھی کسی مرض اور بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی کسی کی بات سے اسے ٹھیس پہنچتی ہے اور کبھی کسی واقعہ سے وہ بلبلا اٹھتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ اسے جب بھی کوئی دکھ درد، پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے تو وہ بے قابو ہو جاتا ہے، صبر کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور شکوۂ تقدیر یزداں کرنے لگتا ہے۔ حالاں کہ ہونا تو یہ چاہیئے کہ وہ صبر کرے بہر حال کرے۔ خالق دوجہاں اللہ رب العزت کو تو کہیں زیادہ اس کی اشرف المخلوقات مخلوق حضرت انسان ایذا پہنچاتا ہے، اس کے ساتھ شرک کرتا ہے، اس کی عبادت میں غیروں کو ساجھی و شریک بناتا ہے اور اس بات کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے کہ اللہ کو بھی اولاد ہے۔ پھر بھی اللہ ایسے بندے کو اپنی روزی سے محروم نہیں کرتا اور اسے نوازتا ہی رہتا ہے۔ بلاشبہ اللہ سے زیادہ صابر اور بندوں

کی ایذا رسانی پر اس کے بڑھ کر صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ ایذا اور تکلیف پر صبر کرنا ایک ربانی صفت ہے، جس کی بڑی اہمیت ہے۔ اس لئے وہ خود فرماتا ہے کہ "انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" یعنی صبر کرنے والوں کو ان کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

یہ صحیح ہے کہ انسان اپنی فطرت کے پیش نظر کسی طرح کی تکلیف پر بے قابو اور بے صبر ہو جاتا ہے، مگر بہر حال نفس کو قابو میں رکھنا اور پریشانی میں نہیں گھبرانا ایک ایسا خاصہ ہے جس کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے

حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ؐ نے کسی مال کی لوگوں میں تقسیم کی تو ایک انصاری نے کہا کہ اس تقسیم میں اللہ کی رضامندی کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ تو میں (عبداللہ) نے کہا کہ یہ بات میں اللہ کے رسول ؐ سے بتا دوں گا میں آیا تو آپؐ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے یہ بات آپؐ کو بتا دی۔ یہ چیز نبی ؐ پر شاق گذری آپؐ کا چہرہ بدل گیا اور غصے میں آ گئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ یہ بات آپؐ کو نہیں بتانی چاہیئے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ "قد اوذی موسی اکثر من ذالك فصبر" یعنی، حضرت موسیٰؑ کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی پھر بھی انہوں نے صبر کیا۔ (بخاری)

حضرت صہیب بن سنان ؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ؐ نے فرمایا "عجباً لامر المومن ان امرہ کلہ خیر ولیس ذالك لاحد الا للمومن۔ ان اصابته سرّاء شکر فکان خیراً له، وان اصابته ضرّاء صبر فکان خیراً له" (مسلم) یعنی، مومن کا مسئلہ عجیب ہے۔ اگر اسے خوشی ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، یہ بھی اس کیلئے ٹھیک اور اگر اسے تکلیف ہوتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیئے بہتر۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ایک حدیث میں اللہ کے رسول ؐ نے فرمایا کہ .... "وما اعطی احد عطاء خیرا واوسع من الصبر" (متفق علیہ)

یعنی صبر سے بہتر اور بڑی نوازش سے کوئی نہیں نوازا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ "المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علیٰ اذاھم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علیٰ اذاھم" (ترمذی) یعنی وہ مومن جو لوگوں سے ملا ہوا رہتا ہے اور ان کی تکلیف پر صبر کرتا ہے، اس سے بہتر ہے، جو لوگوں سے الگ رہتا اور ان کے تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔

ایک دوسرے کے درمیان رہتے ہوئے تو اس طرح کی بات ہوتی ہی رہتی ہے کہ کسی کو کسی سے تکلیف پہنچ گئی اور کوئی کسی سے خفا ہو گیا، لیکن کمال تو یہ ہے کہ اس پر صبر کیا جائے۔ یہ اور دیگر تکالیف پر صبر کرنا نہ کہ صرف ایک مومن کی شان و پہچان ہے، بلکہ ربانی صفت بھی۔ کون نہیں چاہے گا کہ وہ اس ربانی صفتِ صبر سے متصف ہو اور اس کے فضائل و برکات سے مستفید ہو۔

بقیہ صفحہ ۳ کا

ممکن نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ سے حاصل کردہ چیز کو خطرات اور ہلاکت گاہوں کیلئے چھوڑ دیں۔

بیشک انسانیت کا علاج صرف اسلام میں ہے۔ بیشک اسلام ایک ایسی ضرورت ہے کہ تمام انسانوں پر واجب ہے کہ وہ اس کی طرف لوٹ آئیں۔ اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔

اسلام امن و امان کا قلعہ ہے۔ اسلام نجات کا دائرہ ہے۔ اسلام اللہ کی مضبوط رسی ہے، جس نے اسے مضبوطی سے تھام لیا اور وہ محفوظ رہا اور نجات پا گیا۔ اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ مکان سحیق میں گر پڑا۔ اسلام ہی حل واحد ہے۔ اسلام ہی ملجا و پناہ گاہ ہے۔ ہر وہ چیز جو انسانیت کو مغربی تہذیب سے لاحق ہے بیشک اس کا سبب انسان کا آسمانی دین سے دوری اور خاتم الانبیاء کی رسالت سے انحراف ہے۔ آج جب کہ دنیا پوری تہذیب کی ہلاکت خیزیوں کو جھیل چکی ہے اسلام ایمان اور آسمانی شریعت کی طرف رجوع کرنے کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے۔ دین و دنیا، اولیٰ و اخریٰ تمام چیزیں ہمیں پکار رہی ہیں۔ کہ تم اپنے اسلحے کو لے لو۔ تم بحر ظلمات میں غرق ہونے سے پہلے ایمان لے آؤ۔ ●●

دینی تعلیم اور دینی ماحول نہ میسّر ہونے کا بھیانک انجام

مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری

دینی تعلیم انسان کو دینی مزاج عطا کرتی ہے اس کے قلب و ضمیر کو دینی روح سے مزین کر دیتی ہے اس کے اثرات اخلاق و مزاج اور ماحول و سماج پر بہت عمدہ ہوتے ہیں اور جو اشخاص دینی تعلیم اور دینی ماحول سے بے بہرہ ہوتے ہیں ان کی زندگی تاریک ہو جاتی ہے اور تمام مشرکانہ رسم و رواج اور شرکیہ افعال میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے ـــــــ مندرجہ ذیل واقعات ثبوت کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

سرسیا کے چودھری کرامت کا واقعہ: قاضی عدیل عباسی کا بیان ہے کہ میں بستی کے عبدالحکیم صاحب کے الکشن میں ووٹ لینے کیلئے سرسیا پہونچا تو چودھری کرامت نے کہا کہ میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں بانسی کے اٹھ بھجا پرشاد سے نہیں ڈرتا " اس پر قاضی صاحب کے ساتھی جو سرکاری اردلی سپاہی تھا اس نے انکو بڑھاوا دیا کیونکہ ووٹ لینا تھا تو اس پر اس نے کہا میں سچ کہتا ہوں کہ میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں کیونکہ کالی مائی کا مجھ پر سایہ ہے۔

قاضی عدیل صاحب فرماتے ہیں میں محو حیرت ہو گیا اس کے گھر کے ایک گوشہ کی طرف لوٹ گیا تو واقعۃً اس نے کالی مائی کا تھان بنا رکھا تھا۔ (بیان قاضی صاحب در جلسہ کا سگنج مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۶۵ء) آج گاؤں گاؤں اس طرح کا شرک و کفر محض دینی تعلیم اور دینی ماحول کے فقدان کیوجہ سے ہے۔

ایک مسلمان کا مشرکانہ شادی کارڈ :

ایک نامہ نگار نے صدقِ جدید لکھنؤ میں یہ بیان شائع کیا ہے کہ اس وقت میں ایک صاحب کے یہاں گیا تھا وہاں ایک شادی کارڈ رکھا تھا اوپر ہندی میں اور نیچے اردو میں لکھا تھا جہاں تک اردو ہندی مضمون پر نظر پڑی تو میں کانپ اٹھا کہ مسلمان اسلام سے کتنا دور اور شرک سے کتنا قریب ہوگیا ہے نقل کفر کفر نہ باشد ہندی عبارت میں درج تھا ۔ "شری مہاویر سوامی کے نام"

بھگوان مہاویر سوامی کے کرپا سے ہمارے یہاں دختر نیک اختر .... منجانب حاجی ننھے ولد باد اللہ (عباد اللہ) حاجی حشمت گولہ گو کرن ناتھ کھیری سے ہو رہی ہے زمانہ تیس چالیس سال میں کہاں سے کہاں پہونچ گیا ہے کاش ان دو حاجیوں کو کوئی بتادیتا کہ ثواب حج تو الگ رہا تم مسلمان ہی اس مشرکانہ عقیدہ کے بعد کب رہے۔

(خادم دسمبر احمد انجمن قند ھاری بازار لکھنؤ، صدق جدید ۵ جولائی ۶۸ء)

دینی ماحول میسر نہ ہونے کا ایک عبرت آموز واقعہ :

محترم قاضی عدیل عباسی صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار دینی تعلیمی کونسل کے سلسلہ میں علاقائی دورہ پر گیا، ضلع بستی کے ایک دیہات میں میرا قیام ہوا آج شام کو لکچر دینا تھا میرے ساتھ امراؤ علی شاہ میاں بھی تھے، شام کو وعظ کے وقت میاں صاحب گاؤں میں نکلے کہ لوگوں کو مطلع کریں کہ آج شام کو وعظ ہے اور عورتوں وغیرہ کو بھی سننے کیلئے کہہ سکیں۔

جب ایک بوڑھی عورت سے انہوں نے کہا کہ بوڑھیا مائی چلو وعظ سن آؤ، دین اسلام کی باتیں سنانے کیلئے تمہارے گاؤں میں مولوی صاحبان آئے ہیں تو بوڑھیا نے کہا جانت ہے جو نے کھرنن آئے ہیں چندہ و ندہ مانگیہیں اور کا و کہیئیں ۔

میاں صاحب نے پھر کہا اے بوڑھیا مائی چلو سن آؤ کہ مولوی صاحب کا کہت ہیں تو بوڑھیا نے کہا کہ ہمرے بوڑھو گئے ہیں ہمکا جائے کا ضرورت نائی ہے ہم کل جانت ہے ۔ تو میاں صاحب نے کہا اچھا بوڑھیا مائی جب تو کلے

جانتے ہیو تو ہمکا یہی بتاؤ کہ تو کیکر امت ہو؟ بوڑھیا نے کہا واہ میاں صاحب ایکا نائی جانب؟ جیکر کھیتوا جوتی جیکرے گاؤں میں بسی ہن، یعنی مظفر حسین کے لنت ہوئی اور کیکر ہوئی؟۔

سُن لیا آپ نے بڑھیا کا جواب' یہ دینی ماحول اور دینی تعلیم کی کمی انسان کو کہاں سے کہاں پہونچا دیتی ہے اگر دینی تعلیم اور ماحول میسر ہوتا تو بڑھیا شاید وہ سوچ بھی نہ سکتی جو اس نے جواب دیا۔

سیکولر دور میں سرکاری اسکولوں میں تعلیم پانے کا انجام۔

پچپیٹروا کے ایک مسلمان تھانیدار صاحب قاضی صاحب کے کام (دینی تعلیمی مہم کی) بڑی تعریف کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور کہا کہ سرکاری تعلیم کے سبب واقعۃً بچے اسلامی تہذیب سے یکدم بیگانہ ہوتے جارہے ہیں، پھر اپنے لڑکے کا واقعہ تھانیدار صاحب نے سُنایا کہ اس نے مجھ کو اپنے اسکول سے یہ خط لکھا پتا جی نمستے، شری رام چندر جی کے ایشم کر پا سے میں کشل منگل ہوں۔

اس بات کو سُن کر ان کے ساتھ کانسٹبل نے کہا کہ تھانیدار صاحب آپ نے نہ معلوم اس کو کیونکر برداشت کر لیا، میرا بھی ایک لڑکا سرکاری اسکول میں پڑھ رہا تھا ایک دن وہ گھر پر آیا اور نہانے لگا نہاتے وقت جب اس نے بدن پر پانی ڈالا تو کہنے لگا "ہر ہر گنگا ہر ہر گنگا" مجھ سے ضبط نہ ہوسکا تو میں نے دو جوتے نکال کر مارا کہ کمبخت یہ ہر ہر گنگا "کیا کرتا ہے اب میں تجھ کو نہیں پڑھاؤنگا تو بھی میری طرح جاہل رہے تو اچھا ہے پڑھ لکھ کر تو "ہر ہر گنگا" تو نہیں کریگا۔

ان واقعات سے سرکاری اسکولوں کے نصاب تعلیم کے مضر اثرات کا حال خوب معلوم ہو سکتا ہے

ایک اور واقعہ:۔ مولوی محمود الحسن صاحب بستی میں چند نوجوان بچوں کو نماز کی دعائیں اور طریقے سکھا رہے تھے جو اسکولوں میں تعلیم پا رہے

تھے ایک دن ان طلبہ سے پوچھا کہ نماز کس طرح پڑھو گے عملاً دکھاؤ۔

ایک نوجوان لڑکا آگے بڑھا اور اس نے کہا وضو کروں گا اس پرکار اور نیت باندھوں گا اس پرکار لفظ "اس پرکار" ہندی تہذیب اور ہندی ماحول کے تسلط کی بڑی واضح مثال ہے۔

بھارت سرکار کے ہائی اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے مسلم طلبہ کا یہ حال ہے کہ قاضی عدیل صاحب عباسی نے اپنے ایک بھانجے سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے فرزند تھے؟ وہ اور دیگر بچے بھی جواب نہ دے سکے اور خاموش ہو رہے لیکن جب پوچھا کہ شری رام چندر جی کے کتنے لڑکے تھے تو فوراً جواب دیا دو بیٹے 'لو اور کش'۔

یہ ہے حال سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کا، غلط تہذیب غلط ماحول نے ان کے ذہنوں کو مسموم کرکے چھوڑ دیا ہے ایسے ماحول میں پلنے والے بچے قوم کی خدمت اور دین کی اطاعت کس طرح کر سکتے ہیں؟ جب انہیں روزِ اوّل ہی سے کفر و الحاد کا ماحول ملتا ہے دین کی خدمت اور مسلمان بننے کیلئے ضروری ہے کہ اسلام اور دین کی اہمیت کی تعلیم دی جائے، جب انہیں تعلیم ہی نہ دی گئی تو ان سے مسلمانیت کی توقع رکھنی ہی فضول ہے آج سیکولر تعلیم کا حاصل الہ آباد کے پروفیسر نے فرمایا کہ میں نے ہائی اسکول میں تعلیم پانے والے مسلمان بچوں سے سوال کیا کہ چار آسمانی کتابیں کون کون سی ہیں تو کسی نے لکھا حضرت توریت، حضرت طالوت، حضرت جبرئیل، حضرت عزرائیل ظاہر ہے کہ یہ جواب بالکل غلط تھا، اسی طرح دوسرے مسلمان بچوں کا جواب بھی سرتا پا غلط تھا میرا دوسرا سوال تھا کہ "نکیرین" کون ہیں؟ ظاہر ہے کہ قبر میں دو فرشتے جو ہر مردہ سے سوال کرتے ہیں من ربک وما دینک؟ ومن الذی بعث فیکم؟ انہیں کا نام منکر نکیر ہے لیکن یہ بچے جو دینی تعلیم و تربیت اور دینی ماحول سے یکدم بیگانہ تھے۔ صحیح جواب لکھ نہ سکے ہر ایک نے غلط جواب لکھا ——— ایک بچے نے تو لکھا کہ نکیرین سے ایک آدم مراد ہیں اور ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان واقعات سے ظاہر ہے کہ مسلمان بچے دینی تعلیم اور دینی معلومات سے کس قدر بیگانہ ہو چکے ہیں۔ ●●●

(پانچویں قسط)

یہود بعثتِ نبویؐ سے پہلے

مولانا عزیز الحق عمری، ایم اے علیگ

تنظیم کے سلسلے میں:- یہود نے کہا ــــ ایک وقت آئے گا جب ہم اقتدار حاصل کر لیں گے اور اس وقت ماسونیوں کا جال پوری دنیا میں پھیلا دینگے اور اس کی قیادت ہمارے علماء کریں گے، (پ: ۱۵)

ثبوت ــــ اس وقت دنیا کی بڑی شخصیات خصوصیت سے مسلم ممالک میں ماسونی ہیں۔

معیشت کے بارے میں:- یہود نے کہا ــــ ضروری ہے کہ ہم لڑائی کو معیشت کے میدان تک پہنچا دیں۔

ثبوت ــــ یہودیوں نے ہر جگہ وطن کے نام پر سودی بینک بنا رکھے ہیں۔ اور تمام ممالک یہودی سرمایہ داروں کے ماتحت ہیں۔

یہود نے کہا ــــ سونے کی مدد سے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے ہم عالمی پیمانے پر اقتصادی اضطراب پیدا کرینگے جس سے صنعتیں ٹھپ ہو جائیں گی۔

ثبوت ــــ دنیا میں وقت وقت سے اقتصادی اضطراب پھر ڈالر کی قیمت کا بڑھ جانا اور سونے کی قیمت کا کم ہو جانا یا اس کے برعکس ہونا اسکا سب سے بڑا ثبوت ہے

یہود نے کہا ــــ ہم بڑے پیمانے پر ذخیرہ اندوزی کریں گے۔

ثبوت ــــ انشورنس اور بینکوں کے روپے ذخیرہ ہیں۔ اور مسلمانوں کا مال خصوصیت سے جو پٹرول پیدا کرتے ہیں اسی یہودی ذخیرہ اندوزی کے سائے میں داخل ہے جس سے اسرائیل غذا لباس حاصل کرتا ہے اور طیارے،

توپیں اور بم بنا کر انہیں کو مارتا ہے۔

مدارس اور تعلیم کے بارے میں: یہود نے کہا ——— ہم نے کافر نوجوانوں کو فریب دید یا اور ان کے سر کو پھرا دیا اور ایسے اصول کی تلقین کر کے اسے فاسد کر دیا جیسے ہم جانتے ہیں کہ غلط ہیں حالانکہ ہمیں نے انکو اس کی تعلیم دی ہے۔

ثبوت ——— زیادہ معاہد و جامعات میں استاذیت کا منصب اسلام کے دشمنوں کو دیا گیا ہے۔ جو نئی نسل کو معاشرتی وسیاسی اور فلسفیانہ ونفسیاتی تباہ کن افکار و نظریات کی تعلیم دیتے ہیں اور مسلمانوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

یہی وہ تباہی کا راستہ ہے جو ہمارے لئے یہود چاہتے ہیں۔

یہود نے کہا ——— ہم عوام کی عقل کو ہر ایسے خوشنما نظریات کی طرف پھیرنے کی کوشش کریں گے جو بظاہر ترقی پسندانہ اور آزادانہ ہوں (پ: ۱۳)

ثبوت ——— وزارت تعلیم نے ڈارون کی تھیوری کو اصل بتانے میں جلد بازی کی ہے اور اس نظریہ کو کہ آفتاب ثابت ہے اور زمین پھر رہی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی ملحدانا نظریات ہیں اور اس سے یہودیوں نے عرب کے کمیونسٹ جمہوری ملکوں میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

یہود نے کہا ——— ہم نے خواتین کے محکمہ کو اپنے ہاتھوں میں رکھا ہے

ثبوت ——— یہودیوں نے یونسکو کے ذریعہ تعلیمی سیاست کو اپنے قبضے میں رکھا ہے جس کے سبھی ممبران یا تو یہودی ہیں یا پھر ان کے ساختہ پرداختہ ہیں۔ اور تعلیم کی آزادی ترقی کے نام پر الحاد و فساد کی آبیاری کی ہے اور بے راہ روی کو شہ دی ہے۔ چنانچہ تم مسلم لڑکیوں کو نیم برہنہ کتابیں لئے اسکول جاتے دیکھو گے۔

اخبار و صحافت کے سلسلے میں: یہود نے کہا ——— ہم صحافت کی پشت پر سوار ہوجائیں گے (پ: ۱۲)

ثبوت ——— یہودی صحافت اور خبر رساں ایجنسیوں پر

قابض ہیں اور لوگوں کی عقل سے کھلواڑ کر رہے ہیں اور متضاد خبروں سے حقیقت کو چھپا رہے کبھی ایک خبر آتی ہے اور پھر کچھ ہی دیر بعد یہ خبر آتی ہے کہ حقیقت یہ ہے اور اس راستے سے یہودیوں نے اپنے بہت سے منصوبے پورے کئے ہیں۔ اور ہمارے مسلم ملکوں میں ڈائنا اور چارلس کی شادی کی خبر پھر ڈائنا کے حاملہ ہونے کی خبر سب سے اہم ہوتی ہے اور ایسے اسلام کے نہ ہونے کی وجہ سے جو خلا ہے اسے زہریلی صحافت سے پر کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ لڑکوں کو گندے پوسٹر اور برہنہ تصویروں اور یہود کے کارخانے کی تیار خبروں سے بھرا جاتا ہے۔

یہود نے کہا ـــــــ ادب اور صحافت تعلیم کی دو بڑی طاقتیں ہیں۔ اور ہماری حکومت زیادہ تر اخبارات و رسائل کی مالک ہوگی۔

ثبوت ـــــــ دنیا کے بڑے بڑے اخبارات و رسائل کے مالک یہودی ہیں اور اسی کے ساتھ بڑے پریس بھی انہیں کے ہاتھ میں ہیں اور ان کے یہ اخبار و رسائل متضاد خبریں دیتے ہیں بعض اخبارات سوویت روس کی تعریف کرتے ہیں اور بعض امریکہ کی کچھ اخبار عرب کی تعریف کرتے ہیں تو کچھ ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور ایسے وہ یہودیوں کے مفاد کے لئے دجل و فریب سے کام لیتے ہیں

یہود نے کہا ـــــــ جو صحافت حکومت کے ہاتھوں میں ہو وہ سب سے بڑی طاقت ہے جس سے ہم لوگوں کی رہنمائی کا کام لیں گے۔

ثبوت ـــــــ تم دیکھو گے کہ صحافت اور اہل قلم نے لوگوں کے ذہن کو فاسد نظریات کی طرف پھیر دیا ہے اور لوگوں کو صداقت سے اندھا کر دیا ہے ایک ایک اخبار اور رسالہ دیکھتے چلے جاؤ۔ تم یہودیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔

عام ثقافت اور فنون کے بارے میں:

یہود نے کہا ـــــــ یہودیوں کے تمام اقوام کسی بھی اچھے نئے کام سے دور رکھنے کیلئے ہم انہیں طرح طرح کے کھیل کود میں الجھائے رکھیں گے۔

ثبوت ــــــ سستے فن نے لوگوں کے ذہن و اخلاق کو فاسد کر دیا ہے اور لوگ اپنی قوم کے لئے کوئی بہتر کام کرنے سے غافل ہیں اور کھیل کود اور خصوصیت سے فٹ بال میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور ہمارے ملک میں گانے والیوں نے سب سے بڑا پاپ کیا ہے اور سچائی کو شہ دی ہے جس سے ایمان لرز رہا ہے اور اخلاق تباہ ہو رہے ہیں یہاں تک ہمارے اکثر نوجوان گانے الاپنے میں لگے رہتے ہیں۔

یہود نے کہا ــــــ کافروں (غیر یہودیوں) کو سوچنے کا موقعہ نہ ملے اس کے لئے ہمیں ان کی فکر کو تبدیل کرنا ہوگا۔

ثبوت ــــــ ہمارے ممالک اپنی عوام کو لیڈر کی تعریف میں مدہوش رکھتے ہیں اور ان کے لئے زندہ باد کا نعرہ لگواتے ہیں اور ان کے گانے اور بانسری کی دھن سُناتے ہیں اور ورزش، سفیا، جنس اور شراب اور جوئے میں مدہوش رکھتے ہیں تاکہ امت اسلامیہ کی مشکلات سے بے پرواہ رہیں۔

یہود نے کہا ــــــ رائے عامہ پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں اسے حیرت کی حالت میں رکھنا ہوگا۔

ثبوت ــــــ ہم صورتوں پر حیرت کے آثار دیکھتے ہیں۔ لوگ دوست و دشمن میں جھوٹے پروپگنڈے کیوجہ سے تمیز نہیں کر پاتے جو اچھے کو برا اور برے کو اچھا ثابت کرتے ہیں اور دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتے ہیں لوگوں نے سوچنے اور غور کرتے کی اہلیت کھو دی ہے۔ اور یہی یہودیوں کا مقصد ہے۔

زوجیت کے تعلق اور معاشرتی روابط کے سلسلے میں۔

یہود نے کہا ــــــ ہم اقوام عالم میں گندے اور بیمار ادب کا پرچار کریں گے۔ جو خاندان کو تباہ کرے اور تمام اخلاقی قدروں کو پامال کرنے میں معاون ثابت ہو (پ: ۱۲)

ثبوت ـــــ انہوں نے عورت کو خواہشات کا آلہ بنادیا اور آزادی نسواں کے نام پر دھوکا دے کر اس کی شخصیت اور نسوانیت کو تباہ کر دیا اور اسے تاریک راہوں پر ڈال دیا اور وہ شرف و پاکبازی کے پردے کو توڑنے کی کوشش کرنے لگی۔ اور مسلم عورت نے اس سازش کو نہیں سمجھا جس سے بے راہ روی عام ہوئی اور حمل روکنے کی گولیوں اور بے حیائی اور عریانیت کو شہ ملی۔ اور یہود اپنے دستور کی مدد سے برابر اس تباہ کاری کیلئے کوشاں ہیں۔

یہود نے تلمود[1] میں کہا ہمارے لئے ضروری ہیکہ اپنی خوبصورت لڑکیوں کی شادی بادشاہوں، امیروں، وزیروں اور بڑوں سے کریں۔ اور اپنے لڑکوں کو مختلف مذاہب میں شامل کریں کہ تمام ملکوں اور حکومتوں میں ہمارا اثر ہو اور ہم انہیں لڑا سکیں اور خوف زدہ کر سکیں اور ان کی لڑائیوں سے زبردست فائدہ حاصل کر سکیں۔

حافام یہودی " REICHORN " نے اپنے خفیہ جلسے میں جس کا انعقاد انہوں نے پراک شہر میں ۱۹۶۹ء میں سیمون ابن یہودا کی قبر کے پاس کیا تھا کہا اور جس کی اشاعت مجلہ " CANTEMPORAIN " نے ۱/۷/۱۸۸۰ء کو کی کہ اس وقت بادشاہ اور امیر قرضوں کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ اس موقعہ کا فائدہ اٹھائیں اور ان کی ملکیت ریلوے کارخانوں اور فیکٹریوں کو رہن رکھ کر انہیں مزید قرض دیں، جس سے ہم ان کے تخت اور امارت پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے کچھ یہودی بھائی عیسائی ہو گئے ہیں اس سے ہمارا کیا نقصان ہے؟ کلیسا ہمارا بڑا دشمن ہے اس لئے ہمیں اپنے ان بھائیوں سے جو ظاہر ہیں عیسائی بن گئے ہیں کلیسا میں فساد و اختلاف اور عیسائیوں میں تفرقہ ڈالنے کا فائدہ حاصل کرنا چاہیئے اور ان کی مدد سے عیسائی علماء کے خلاف ہمیں بے پرچار کا موقع ملے گا جس سے ان کا احترام عوام میں کم ہو جائیگا۔

---

[1] بروتوکولات مولفہ شوقی عبدالناصر ص ۱۲۸۔

ہمیں عیسائی عورتوں سے شادی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے کیونکہ اسمیں ہمارا کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ بڑے عیسائی خاندان سے شادی کا رشتہ ہمیں اقتدار اور اثر و نفوذ تک پہنچا سکتا ہے۔ ہمیں عدالت کے ذریعہ منادی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے اور دینی شادی کی مخالفت کرنی چاہیئے جو کلیساؤں میں ہوتی ہے۔

سونا اولین طاقت ہے تو صحافت ثانوی طاقت ہے لیکن ثانوی طاقت اولین طاقت کے بغیر بیکار رہے اس لئے ہمیں سونے کی مدد سے صحافت پر قبضہ کرنا چاہیئے اور جو رشوت لے سکتا ہو اسے رشوت دینی چاہیئے کیونکہ ہم جب صحافت پر قابض ہو جائیں گے تو خاندانی انتشار پیدا کرنے اور اخلاق و دین اور فضائل کو توڑنے کی کوشش کریں گے۔

ہماری قوم مومن اور دیندار ہے لیکن ہمارا فرض ہے کہ غیر یہودی معاشرے میں توڑ پھوڑ کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ کفر و فساد عام ہو اور اقوام کے پائیدار رشتے کمزور ہو جائیں جس سے ہمیں ان پر اقتدار حاصل کرنا اور جدھر چاہتے ہوئے پھیرنا آسان ہو جائے۔

یہودا کے فرزند تعلیمات اور اصول کو سیکھو جس سے ہماری قوم ایک تناور اور بارآور درخت بن جائے گی جس کی شاخوں سے سعادت و خوشحالی اور قوت و ثروت کے پھل پیدا ہوں گے۔

حاخام یہودی مورس صموئیل نے اپنی کتاب "انتم غیر الیہود" میں لکھا ہے کہ:

ہم یہود ہیں، ہم تباہ کار ہیں اور ہمیشہ تباہ کار رہیں گے۔ ہم جو بھی کریں اس سے ہماری ضروریات اور ہمارے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے ہم تباہی پیدا کریں گے کیونکہ ہم چاہتے ہیں......... کہ دنیا ہماری ہو

یہی یہودیت ہے جو دستاویزات اور تلمود نیز اپنے علماء کے اقوال کی رو سے دنیا کو تباہ کر رہی ہے۔ اور اب یہ جانا رہ گیا ہے کہ یہ یہودی منصوبہ سوئزرلینڈ کی ۱۸۹۷ء کی بال کانفرنس کی پیداوار نہیں بلکہ یہ منصوبہ اس سے بیس صدیوں پہلے کا ہے۔ اور اس کانفرنس میں ان پر عمل کرنے کے لئے کچھ تجاویز پاس کی گئیں۔ اسکے ثبوت کیلئے ہم آئندہ فصل پیش کر رہے ہیں۔

(جاری)

خلیفہ اوّل سیّدنا ابوبکر صدیقؓ

ایم۔ زیڈ۔ عیسیٰ دیودھاوی

(پہلی قسط)

"ایک انسان کی تکمیل کا دارومدار ان باطنی قوتوں کی اعلیٰ تربیت وتہذیب پر موقوف ہے جسکو قدرت نے انسان میں ودیعت کر رکھا ہے۔ اور یہ قوتیں اصولی طور پر دوؔ ہیں۔ قوتِ نظری اور قوت عملی۔ پہلی قوت سے انسان کے اندر ذکاوت، شہادت، حسن فہم، اور اعتدال فکر کے ملکات پیدا ہوتے ہیں۔ اور دوسری قوت سے شجاعت و بہادری، ایثار و قربانی حلم و بردباری، عفت و پاکدامنی، اور خودداری کے جواہرات نکھرتے ہیں کسی شخص میں ان تمام صفات و کمالات کا بیک وقت جمع ہونا انسانی سعادت اور خوش نصیبی کی معراجِ کمال ہے اور قرآن مجید میں اسی کو خیر کہا گیا ہے" ومن یوتی الحکمۃ خیراً کثیرا[1]

جب ہم اس نقطۂ نظر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحاب کرام کی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں اور ان تمام صفات و کمالات سے متصف انسان کو تلاش کرتے ہیں تو وہی انسان سب سے پہلے سامنے آتا ہے، جو ثانی اسلام اور غار و قبر میں افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ سچے عاشق رسولؐ اور مسلمانوں کے سردار ہیں۔ اگرچہ ہر صحابی اپنے پسندیدہ کمالات و فضائل کے لحاظ سے منفرد ہے، لیکن ...... سرورِ کائنات کے رسالت و نبوت کا جو جلوے سیرت صدیقی میں نظر آتے ہیں ان کی شان ہی نرالی ہے ان کی زندگی کا ہر دور تاباں و درخشاں ہے۔ خواہ جاہلیت کا دور ہو یا اسلام کا دور یا خلافت کا، ہر دور میں سیرت صدیقی حکمت و سعادت کے نقطۂ عروج پر نظر آتی ہے

---

[1] صدیق اکبرؓ مصنف مولانا سعید اکبر آبادی ایم اے ص ۵۸۔

آیئے ہم انکی زندگی کے ہر ورق کا مختصر مطالعہ کرتے ہیں"۔

دورِ جاہلیت: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام ان تمام صفات و کمالات کے حامل تھے۔ جو اسلام کو مطلوب تھے، طبعًا بری خصلتوں اور حرکتوں سے باز رہتے، بت پرستی اور شراب نوشی کو حرام جانتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے" لقد حرم ابوبکر الخمر علی نفسہ فی الجاھلیۃ"۔[۱]

وسعتِ نظری، دانش مندی اور اصابت رائی میں مشہور تھے، شجاعت و بہادری، حلم و برد باری کے شہسوار اور مساوات و رواداری، اخوت و بھائی چارگی میں بے بدل تھے، یہی وجہ ہے کہ لوگ آپکے گرویدہ رہا کرتے تھے، اپنے معاملات میں مشورہ لیتے اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے، صاحب" تاریخ اسلام" رقمطراز ہیں کہ" آپ اپنے قبیلہ کے سردار اور منجملہ دس سرداران قریش کے ایک سردار تھے"۔[۲] نیز خدمت اشناق آپ ہی کے سپرد تھی، ایک متمول تاجر تھے، ایثار و قربانی، مہمان نوازی، تواضع و خاکساری اور راستبازی و امانت داری کا خاص شہرہ تھا۔ انہی صفات کے باعث نہایت معزز سمجھے جاتے تھے، علم الانساب اور علم الاخبار کے ماہر تھے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" وکان ابوبکر مقدمًا فی کل خیر وکان رجلًا نسابۃ"۔[۳]

ایام العرب (خانہ جنگی کی تاریخ) کے بہت بڑے عالم تھے۔ شعر کہنے پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ لیکن اسلام کے بعد شعر کہنے سے باز رہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:" ان ابابکر ما قال بیت شعر فی الاسلام حتی مات"۔

مزاج و طبع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، بچپن سے ہی دوستی تھی، اکثر تجارت کے سفروں میں ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا، اسی ہم مزاجی کا نتیجہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے نوازے گئے اور مخفی طور پر

---

[۱] صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مصنف مولانا سعید اکبر آبادی ایم اے ص ۲۵ [۲] تاریخ اسلام شاہ اکبر نجیب آبادی۔ [۳] صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۴۳

اپنی دعوت کو مخلص احباب کے سامنے پیش کیا تو صدیق اکبرؓ نے بلا تأمل سب سے پہلے بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا "میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس نے تھوڑی بہت جھجک ضرور محسوس کیا لیکن جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے اسلام پیش کیا تو انہوں نے بلا جھجک قبول کرلیا" [۱]

دور اسلام: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد اس کی تبلیغ میں سرگرم ہوگئے ایک طرف اپنی دعوت و تبلیغ سے ان صحابہ کرام کو مشرف بہ اسلام کئے جو معدن اسلام کے تاباں و درخشاں جواہر کہلائے، تو دوسری طرف جس وقت اسلام سرزمین عرب میں بے برگ و نوا تھا اپنی دولت خرچ کرکے اس کو استحکام بخشا اور بہت سارے ان بندگان خدا کو آزاد کرکے ان کی دادرسی کی جو محض اسلام کی دعوت پر لبیک کہنے کے صلے میں اپنے ظالم و جابر آقاؤں کے ہاتھوں ستائے جارہے تھے، خود نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کا پاس گذار ہوتے ہوئے فرمایا۔ "مانفعنی مال احد قط مانفعنی مال ابی بکر" [۲] ایک مرتبہ بہت امتنان و تشکر کرتے ہوئے فرمایا " انہ لیس من الناس احد امن علی فی نفسہ ومالہ من ابی بکر" [۳] اپنی صحبت اور دولت سے زیادہ احسان کرنے والا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں'، اس دعوت و تبلیغ سے سرزمین مکہ اس حامئی دعوت ربانی کے مخالفت کے نعروں سے گونج اٹھی اور ہر قسم کے حربے استعمال کرکے آڑے آئی لیکن ان کی جرأت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ دشمنوں کا جتنا بھی غیظ و غضب ہوتا برداشت کرتے تھے، اور جب کبھی بانئ اسلام اور ان کے ماننے والوں کے ساتھ گستاخانہ سلوک کیا جاتا تو دشمنوں کو للکارتے ہوئے پکارتے اور کہتے ! اے کمبختو ! کیا تم ایسے

---

[۱] تاریخ الامت اسلم جیراجپوری ص ۱۵ [۲] ایضاً
[۳] صدیق اکبرؓ ص ۲۲۶

شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو ایک خدا کا نام لیتا ہے اور اسی خدائے واحد کی طرف تمہیں بلاتا ہے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین کی ایذاء رسانی کے باوجود تیرہ سال تک مکہ میں دعوت کا کام جاری رکھا اور پر آشوب و پر فتن دور میں بھی صدیق اکبرؓ اپنے جان و مال، رائے و مشورہ، غرض ہر حیثیت سے آپ کے دست و بازو بنے رہے، اور جب ہجرت کا حکم پاکر ہجرت کئے تو آپؐ کے راستہ کے رفیق بنے اور معین و مددگار ثابت ہوئے۔ چنانچہ روایت میں ذکر ہے کہ اسلام لانے کے وقت صدیق اکبرؓ کے پاس چالیس ہزار درہم موجود تھا اور مدینہ آئے تو صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گیا تھا۔

مدنی دور: جب اسلام کا آفتاب جہاں تاب کی کرن مکہ سے نکل کر مدینہ کو منور کرنے لگی، اس رحمت عالم کے وجود مسعود سے مدینہ فیضیاب ہونے لگا۔ تو وہاں بھی اس صدق وصفا کے پیکر جمیل کی زندگی صحبت نبوی میں گذری، سفر ہو یا حضر، میدان رزم ہو یا میدان دعوت و تبلیغ، رنج والم کا عالم ہو یا راحت و سکون کی دنیا ہر حالت میں ساتھ رہے، اور اپنی تمام تر قوت و قابلیت، مال و متاع جان و اولاد اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا و اطاعت میں وقف کر دیئے۔ اور تاحیات اطاعت و استقامت اور صحبت نبوی سے اپنی زندگی تابندہ و درخشندہ بناتے رہے، غزوہ تبوک کے موقع سے آپؐ نے صدقہ و خیرات کی فضیلت بیان کی اور اللہ کی راہ میں اپنا نفیس مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی تو تمام صحابہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مال و متاع پیش کئے، لیکن صدیقؓ کا حال ان تمام سے جداگانہ تھا سارا اثاثہ بیت حاضر خدمت کر دیئے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی واقعہ کو یوں بیان کیا ہے، ؎

لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت ۔۔ ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار رخت و جنس ۔۔ اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

صدیق اکبرؓ کی یہ جاں نثاری دیکھکر رحمت عالمؐ نے حیرت سے دریافت کیا کہ اے ابوبکر اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ رکھا ہے؟ اس عاشق رسولؐ کی

طرف سے جو جواب ملا وہ محفل عشاق کو اپنی روشنی سے جگمگاتا رہے گا، فرمایا۔ اے اللہ کے رسولؐ میرے اور میرے عیال واطفال کیلئے اللہ اور اللہ کا رسولؐ کافی ہے ؎

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس ؛ صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

خلافت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صحابہ کرام کی نگاہوں میں دنیا تاریک ہوگئی تھی، اس کے بعد خلیفہ کا انتخاب کا مسئلہ پیش نظر تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وقابلیت تمام صحابہ کرام کی نظروں میں رچی بسی تھی کیونکہ آپ تاحیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب بنے رہے اس لئے آپ کا سینہ علوم القرآن والحدیث کا گنجینہ بن گیا تھا۔ اسی خصوصیت کے باعث عام طور پر تمام صحابہ کرام کہا کرتے تھے۔ ھو اعلمنا برسول اللہ۔ اور آپؓ کو فن رویا کی تعبیر میں بھی کمال حاصل تھا۔ امام ابن سیرینؒ کا قول ہے" کان ابوبکر اعبر ھذہ الامۃ بعد النبی"[۱] ابوبکرؓ رسولؐ کے بعد تعبیر رویا کے فن میں سب سے بڑے عالم تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اچھا خواب دیکھتے تو صدیقؓ کے سامنے بیان کرتے اور صدیق اکبرؓ اس کی تعبیر بیان کرتے تھے تو آپؐ اس کی توثیق وتصدیق کرتے۔ یہی قابلیت وفضیلت تھی جس کیوجہ سے تمام صحابہ کرام کے اصرار پر اس منصب جلیل کے بار عظیم کو تسہیل کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ کیونکہ یہ خلافت پھولوں کا سیج نہیں تھا بلکہ کانٹوں کا بستر تھا جس پر ابوبکرؓ کو مجبوراً لیٹنا پڑا۔ مشہور شیعہ مصنف سیّد امیر علی اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ" حضرت ابوبکرؓ اپنی بزرگی اور اپنی اثر کے باعث آنحضرتؐ کے جانشین منتخب کر لئے گئے آپ کی دانائی اور اعتدال پسندی مسلم تھی۔ آپ کے انتخاب کو حضرت علیؓ اور آنحضرتؐ کے خاندان کے افراد نے بھی تسلیم کرلیا"[۲]

جس وقت عنان خلافت صدیق اکبرؓ کے ہاتھوں میں آئی دنیا ایک عجیب نظارہ

---

[۱] صدیق اکبر ص ۴۲۶ ۔ [۲] بحوالہ دس بڑے مسلمان ص ۱۶۔

پیش کر رہی تھی، کیونکہ ادھر نبیؐ کی آنکھیں بند ہوئی ادھر عرب بھر کے قبائل میں بغاوت اور سرکشی کی آگ بھڑک اٹھی، ایک طرف خود حادثۂ وفات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ذہنوں کو منتشر کر دیا تھا، اور جیش اسامہؓ کی روانگی کا مسئلہ بھی پیش نظر تھا، تو دوسری طرف جھوٹے مدعیان نبوت، مرتدین عن الاسلام اور منکرین زکوٰۃ کا معاملہ بھی اپنا سر اٹھانے لگا تھا۔ چنانچہ ابن مسعودؓ کا بیان ہے۔

"لقد قمنا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً کدنا نھلک فیہ لولا ان اللہ من علینا بابی بکرؓ"[1] غرض ہر چہار جانب سے اسلام دشمنی اور دین محمدی کی مخالفت کا ایک ہمہ گیر آگ بھڑک اٹھی تھی۔

لیکن دنیا نے دیکھا کہ خلیفہ راشد صدیق اکبرؓ کے عزم مصمم اور مضبوط ہاتھوں نے کس تیزی سے تمام اندرونی و بیرونی شر و فساد کو کچل کر رکھ دیا اور ایک مختصر مدت میں تمام باطل طاقتوں کو فنا کر کے روم و ایران پر فوج کشی کر دیا اور شکست و ریخت انکا مقدر کر دیا اور دین حنیف کا پرچم لہرا کر تمام جزیرۃ العرب کو ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا۔

(جاری)

---

[1] صدیق اکبرؓ ص۱۱

بقیہ صفحہ ۲۸ کا

آپ غیر قوم کے اخبارات خرید کر انہیں مالی سہارا دے سکتے ہیں لیکن اپنی قوم کے اخبارات خرید اپنی اخلاقی تعاون نہیں دے سکتے؟ آپ کے ہم مسلک میرجی برہنہ اشتہارات والے رسائل تو خرید سکتے اور پڑھ سکتے ہیں لیکن اسلامی مزاج بنانے والے رسائل نہ خرید سکتے اور نہ پڑھ سکتے ہیں؟

میں بیگم کی تقریر پر اپنا سر کھجلانے لگا۔ میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا بیگم کو قابو میں رکھنے کی میری ہر ترکیب ناکام ہوتی رہی۔ میں ہر قدم پر مغلوب ہوتا رہا ــــــ اسی لئے میں اپنی بیگم سے ڈرتا ہوں۔

اسلام اور عصر حاضر کی تہذیب

مترجم ـــــ امجد علی محمد اقبال نسیم

اسلام اہل زمین کے لئے ایک آسمانی پیغام ہے۔ اسلام دستور قرآن کریم ہے اسلام پوری انسانیت کا دین ہے۔ اسلام فضیلت و طہارت کا عقیدہ ہے۔ اسلام عقیدۂ توحید ہے۔ اور اسلام تمام لوگوں کی طرف محمدؐ کی دعوت ہے۔ جس کی تبلیغ کا حکم اللہ نے آپکو دیا۔ اور آپ نے اسے بلا تردد و خوف لوگوں تک پہونچا دیا۔

چنانچہ اسلام نے زمانہ ماضی میں بلند انسانی اقدار کی نمائندگی کی جس میں بشر بت کو ہکا بکا کر دیا۔ قبائل کے شعور کو جھنجھوڑ ڈالا۔ مرکز ضلالت میں بے خبر سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کر دیا۔ اور ان کو انسانیت و کرامت اور شرافت ایمانی عطا کر دیا اس کے بعد لوگوں نے۔ تاریخ کے دوران۔ مختلف اور باہم دست و گریباں رہنما اصولوں کا تجربہ کیا جس سے انسان کو بدبختی ملی۔

نزول وحی کے دور سے ہی اسلام نے آپؐ کو یہ بتلا دیا کہ قرآنی شریعت انسان کو حریت و کرامت اور اطمینان عطا کر دے گی۔ اور یہ وہ انصاف پسند نظام ہے جو انسان کو درست شاہراہ کی طرف لے جائے گا۔ بہتان۔ فساد اور گمراہی سے نکالے گا۔ اجتماعی اور سیاسی مقامات پر انسانوں کے لئے انصاف کا ضامن ہوگا جس طرح کہ تمام امتوں کے لئے سعادت و ترقی اور تہذیب کا ضامن ہے۔

آپؐ نے قرآن کے ذریعے پوری دنیا کو چیلنج کیا۔ کیوں کہ قرآن آسمانی کتاب ایمانی رسالت اور دعوت توحید ہے۔ اور تمام لوگوں کے لئے دستور علالت ہے۔ معاندین کے عناد، متکبرین کے تکبر اور سرکشوں کی سرکشی کے باوجود اسلام اپنے سر کو

بلند کئے کھڑا رہا اور ہر میدان میں غالب ومنصور رہا۔ اور ہر اس میدان میں بھی کامیاب رہا جہاں اس کے ماننے والے پہنچے۔ منافقین، مشرکین اور سازش کرنے والوں کی سازشوں کو چیلنج کرتا رہا اور انہیں مٹاتا رہا۔ جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ"

ترجمہ:۔ یعنی" وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (دین اسلام) کو اپنے منھ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا۔ اگرچہ کافر لوگ ناخوش ہوں" (سورۃ الصف)

چند تہذیبیں اسلام کے مقابل آئیں۔ لیکن وہ اسلامی تہذیب کے سامنے ہیچ ثابت ہوئیں اور اسلامی شریعت کے سامنے اسی طرح ٹک پائیں جس طرح خشک لکڑی آگ کے سامنے دنیا میں اسلامی تہذیب کا سورج نکلتے ہی فارسی، یونانی اور رومی تہذیبیں مٹ گئیں۔ اسلامی تہذیب ہادی و رہنما بن کر پوری دنیا میں نمودار ہوئی جس نے علم وفضیلت اور خوشحالی کا علم بلند کیا اور پوری قوت کے ساتھ سلامتی، حق وعدالت اور حریت کا دفاع کیا۔ یہاں تک کہ موجودہ یورپی تہذیب شباب پر آئی جس نے اپنے اندر اسلامی ثقافت کو اپنانے میں اور اس پر اعتماد کرنے کی صلاحیت پیدا کی اور پھر اپنے لئے ایک نئی تہذیب کی بنیاد ڈالی۔ جو سامراجیت، سیکولرزم مادیت اور الحاد کی تہذیب ہے

یورپی تہذیب نے دنیا سے ٹکر لی۔ قبائل کو اپنے سامراجیت میں جکڑ لیا، قوموں کے خزانوں کو چھین لیا اور انسان سے اس کی انسانیت چھین کر اسے غلام ومملوک بنا دیا۔ یہی وہ مغربی تہذیب ہے۔ جس کی چولیں ڈھیلی، جس کا جسم کمزور اور جس کی روح فنا ہو رہی ہے۔ صہیونیت اس دور میں اپنی ایک تہذیب بنا رہی ہے جس کا ارادہ اس کے ذریعے حالیہ یورپی تہذیب کے بعد دنیا کی لیڈری کرنا ہے اور یہ محال ہے۔ کوئی بھی عاقل اس پر اعتقاد نہیں رکھ سکتا۔ صہیونیت نے ہی اس دور میں یورپی دنیا کی رہنمائی ہلاکت کی جانب کی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ پوری دنیا کو

ایسی تاریک مستقبل میں لے جائے۔ جس میں کوئی روشنی نہ ہو۔ اور نہ ہی اس سے ایسی امیدیں ہیں۔ جن سے رہنمائی حاصل کی جائے یا اس کے سائے میں زندگی بتائی جا سکے۔

صہیونیت تلمودی شریعت ہے۔ جس نے یہودیوں کے لئے غیر یہودیوں کے ساتھ قتل و ڈاکہ زنی، فساد فی الارض اور اپنے تمام خواہشات کی تکمیل کو مباح قرار دیا ہے۔ جب تک کہ یہ غیر یہودیوں کے ساتھ ہو۔ اس لئے نہ مغربی تہذیب رہ سکتی ہے اور نہ ہی تلمودی شریعت کبھی قائم ہو گی۔ یقیناً اسلامی تہذیب ہی لوگوں کو امن و سکون، سلامتی، خوشحالی اور ترقی عطا کرتی ہے۔ جس کی بنیاد شریعت توحید، عدل و انصاف اور حریت و مساوات پر ہے۔ بہ حقانیت، صدق و شرافت امن و تعاون اور تمام نوع انسانی میں مکمل محبت پر اعتماد کرتی ہے۔ اسلام نے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" والی شریعت کو باطل قرار دے کر شریعت حق کا نفاذ کیا۔ توحید کو فروغ دیا اور ان تمام وسائل کو ختم کیا جو بندے اور رب کے درمیان تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ" (البقرہ) یعنی "جس طرف تم رخ کرو گے، اسی طرف اللہ کا رخ ہے"۔

اسلام نے برائی کو دفن کر دیا، انسانی ضمیر کو غفلت سے جس میں وہ لمبی مدت تک پڑا ہوا تھا۔ بیدار کر دیا اور ایسے عالی، نجات دہندہ قوانین نافذ کئے۔ جس کا مقصد انسان کو نیک بختی کی طرف پہونچانا ہے۔ اور جو انسانی سوسائٹی کی ترقی کے سب سے سچے ضامن اور کفیل ہیں۔ ذاتی مفاد بڑھتی ہوئی انانیت اور بدترین خود غرضی کو ختم کیا۔ اور اس کی جگہ جماعت کی محبت کو بھر دیا۔ آج یہ تمام چیزیں انسانی زندگی میں تہذیب مادیت کی پناہ میں کہاں ہیں۔ جو بلا روح جسم اور بے سکون و غیر مطمئن زندگی ہے۔

موجودہ تہذیب جہاں بھی پہنچی اس کا لازمی اور حتمی انجام ہلاکت و بربادی اور خوف و گھبراہٹ ہی کا سبب رہا۔ جس میں تیزی ہے راحت نہیں، ترقی ہے امن نہیں اور بہت زیادہ مال ہونے کے باوجود بہت محتاجی ہے۔ نئے انکشافات

اور مختلف ترقی پذیر ایجادات سے دنیا سوتے جاگتے رعب میں مبتلا ہے۔ کیونکہ وہ انسان کے ذات وماحول کو نقدان اقدار تک، اور بھلائی کی محبت رکھنے والے اللہ کے حلال کردہ حدود پر ٹھہرے ہوئے ہیں شریف انسانی جذبات کے ضائع ہوجانے تک فنا کر دینے اور سخت برباد کر دینے کی دھمکی دیتے رہتے ہیں۔

" ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۱﴾ " (سورہ روم) یعنی، خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے شاید کہ وہ باز آئیں۔

یہ انسان جو صنعت کے مختلف میدانوں میں بہت آگے ہے۔ بلند محلات میں رہتا ہے، خوشنما گاڑیوں اور تیز رفتار جہازوں سے خدمت لیتا ہے، زندگی کے ساز وسامان اور اس کے لذائذ سے اپنی چاہت کے مطابق لطف اندوز ہوتا ہے اور نئی تہذیب اسے اپنے تمام مظاہر انحراف کے ذریعے دھمکاتی رہتی ہے۔ اس لئے وہ مقابلے کے خوف سے لذائذ میں غرق رہتا ہے۔ اور وہ مادیات کے حصول میں آہستہ آہستہ رواں دواں رہتا ہے۔ جس نے اس کے راستے کو خوفناک بنا دیا ہے۔ وہ دلی اضطراب اور ہلاکت انگیزی میں مبتلا رہتا ہے۔ اور وہ اپنی اصلیت اور اللہ سے دور ہوتا رہتا ہے۔ اس کے اور آسمان کا صلہ ختم ہو جاتا ہے۔ جس وقت وہ اپنی حقیقت اور فطرت سے نکل جاتا ہے۔ جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا تھا تو وہ اپنے رب سے اعراض کرتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

" وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا " (سورہ طٰہٰ) یعنی جو شخص میرے "ذکر" (درس نصیحت) سے منہ موڑ لے گا۔ اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی۔ بیشک آج دنیا کے لوگ اپنے مختلف تجربات، متفاوت مذاہب وتمدن کی وجہ سے بدبخت ہو گئے ہیں۔ پھر بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کشتی کے بادبان کو اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دیں۔ تاکہ موج اسے سمندر کی گہرائی میں ڈبو دے۔ اور یہ بھی

(بقیہ صفحہ پر)

اسلامی اتحاد کی اہم بنیادیں

جلال الدین قاسمی

آج انسانیت ان گنت خطرات و مصائب سے دوچار ہے وہ نجات کی تلاش میں در بدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہے اسے معلوم نہیں کہ راہِ فلاح کون سی ہے اس نے بت پرستی میں اپنی پیشانیاں خاک آلود کرلیں مگر اسے کچھ نہیں ملا ادیانِ باطلہ کو بھی آزمایا مگر زبردست ٹھوکر کھائی الحاد و مادیت کا بھی تجربہ کیا مگر بدترین ہزیمت سے دوچار ہوئی اب وہ تھک چکی ہے اور امن و امان کے لئے بے قرار ہے اے اہل اسلام یہ زمانہ تمہاری بیداری کا منتظر ہے اٹھو اور اسے بتادو کہ توحید خالص ہی فلاحِ انسانیت کی ضامن ہے اسلام ہی اس کی نجات کا واحد راستہ ہے اور اسلامی تہذیب و تمدن ہی امن و امان اور سکونِ قلب و طمانیت کا اصلی سرچشمہ ہے۔ ؏

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے (علامہ اقبال)

اتحاد کی اہم بنیاد

توحید دراصل اسلام کی روح ہے اسی پر قبولیت عمل کا دار و مدار ہے اور اس کے بغیر کوئی نیکی و بھلائی قابل قبول نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۶۵﴾ (الزمر) آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف بذریعۂ وحی یہ حکم بھیجا جاچکا ہے کہ تم غیر اللہ کی عبادت (شرک) کروگے تو تمہارے اعمال ضائع

ہوجائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔

عصر حاضر مختلف شر و فتن کا آماجگاہ بنا ہوا ہے کہیں مودودیت کے ناپاک منصوبے و خطرناک عزائم بریلویت کے گھناونے عقیدے اور غلط سازشیں اپنے ناپاک عزائم سے امن و آشتی کی فضا کو مکدر کئے ہوئے ہیں اور کہیں مقلد و غیر مقلد میں ایک معرکۃ الآراء بحث چھڑی ہوئی ہے اور کہیں اتحاد و اتفاق کی خوشگوار فضا قائم کرنے اخوت و یگانگت کی نرم آغوش میں پناہ لینے اور بھائی چارگی کی فضا ہموار کرنے کیلئے جلسے جلوس اور دینی اجتماعات ہوتے ہیں بڑی بڑی قرار دادیں پاس ہوتی ہیں اور ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لئے خوش آئند لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے یقیناً یہ ایک مستحسن اقدام ہے ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ان کے اعلیٰ ظرف، بلند خیالات اور پاکیزہ عزائم کی قدر کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ امت کے درمیان اتحاد کیوں کر ہو سکتا ہے اور ہم کن امور پر امت مسلمہ کو اتحاد کی دعوت دے سکتے ہیں حالانکہ وقت کا تقاضا اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے کہ ہم اپنے جذبات و فرقہ بندی پر کاری ضرب لگائیں اور قرآن و حدیث نے اتحاد کی جو راہ جو طریقہ بتایا ہے پوری امت صرف انہیں بنیاد پر امت واحدہ بن سکتی ہے۔ بقول شاعر۔

بچنا ہے پتھروں سے تو پتھر تلاش کر
قاتل سے نمٹنا ہے تو خنجر تلاش کر
مشکل کا تیری حل ہے مگر جستجو ہے شرط
اپنی کتاب اپنا پیمبر تلاش کر (علامہ اقبال)

دراصل توحید ہی اتحاد و اتفاق کا اساس و بنیاد ہے انسانی زندگی اسی کے گرد گھومتی ہے اس کے بغیر اتحاد کا خوبصورت نعرہ انسانیت کے لئے ھباءً منثوراً ثابت ہوگا اور قیامت تک ہم ان اصولوں سے ہٹ کر اتحاد پیدا نہیں کر سکتے مگر افسوس؛ آج اجمیر کا عرس دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں جو

عاملین قرآن اور توحید کے علمبردار تھے ۔

اودھ کے ایک ہندو رہنما نے اجمیر کی کیفیت دیکھ کر کہا تھا کہ اب تک مجھے شک تھا کہ ہندو اور مسلمان میں اتحاد ہو سکتا ہے مگر آج یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے اور مسلمانوں کے مذہب میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف ناموں کا حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے ہندو بتوں کے سامنے جھکتے ہیں تو مسلمان قبروں کے سامنے ہندو رام اور کرشن کی پرپرستش کرتے ہیں تو مسلمان اجمیری و جیلانی کی۔

افسوس صد افسوس :۔ ایک طرف ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ علام الغیوب سمیع و بصیر ہے مگر اس کے باوجود قبروں پر جھکنا ضروری ہے مردوں سے منتیں ماننا لازمی ہے سفارش کے بغیر دربارِ الٰہی تک رسائی ناممکن ہے یہ قبر غوث اعظم کی ہے جو مرنے کے بعد غوث ہیں اور ملک الموت سے قبض کی ہوئی روحوں کا تھیلا چھین سکتے ہیں یہ غریب نواز ہیں جو مرنے کے بعد بھی مٹھیاں بھر بھر کے دیتے ہیں چنانچہ انسانیت اور اسلام کے یہ مدعی جوق در جوق قبروں پر جاتے ہیں ماتھے گھسنتے ہیں ناک رگڑتے ہیں اور وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کوئی شریف النفس اور خود دار انسان کسی مخلوق کے سامنے نہیں کر سکتا انسان کے پاس سب سے بڑی دولت اس کی انسانیت و خودداری ہے یہ جاتے ہیں اور اس متاعِ عزیز کو چومنے اور لیٹنے کے چبوتروں پر بڑی بے دردی سے قربان ہوئے درا صل یہی لوگ اس امت کے لئے اصل فتنہ تمام تباہیوں و بربادیوں کے باعث ہیں انہوں نے شریعت میں تحریف کیا ۔ اور کتاب وسنت کا دروازہ مسلمانوں پر بند کر دیا طریقت و بدعت کی تاریکی پھیلائی ۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور اسلامی چوغہ پہن کر اسلامی عظمت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا ہے ۔

چودہ سو برس کی پوری تاریخ ہمارے سامنے کھلی ہوئی ہے ۔ وہ کون سی مصیبت ہے جو ان کے اوپر نہیں آئی ۔ الفاظ سخت ضرور ہیں اور شاید قابل مواخذہ بھی ہیں مگر دل و جگر میں جو گھاؤ پڑے ہیں اور زیادہ ماتم پر مجبور کرتے ہیں ۔ کون انسان

ہے جو کروڑوں انسانوں کی بیدردانہ تباہی کا منظر دیکھے اور خاموش رہے۔ کونسے مسلمان ہے جس کے دل میں ذرا بھی نور ایمان ہو۔ اور شریعت کو ضلالت اور سنت کو بدعت ایمان کو کفر توحید کو شرک اور شرک کو توحید ہوتے دیکھے اور جوش سے اُبل نہ پڑے۔

مسلمانوں سے کہا جاتا ہے اور انہیں بہکانے کی سعی نامسعود کی جاتی ہے کہ قرآن و سنت کا فہم ناممکن ہے ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ لہذا اس سے دور رہو۔ تقلید و شخصیت پرستی واجب ہے بے چون وچرا ہمارے پیچھے چلے آؤ۔ قبریں اونچی کرو قبے بناؤ اولیاء سے مرادیں مانگو اور جو چاہو سو کرو بخشے جاؤ گے کیونکہ یہی دین ہے یہی شریعت اور یہی اسلام ہے۔

مسلمانوں کی اسی بدعقیدگی و بدعملی سے متاثر ہو کر حالی مرحوم نے لکھا ہے کہ

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

ضرورت ہے اور وقت کا تقاضا ہے کہ اہل قلم اپنی جگہیں سنبھالیں اور ان کے چہرے سے نقاب اُٹھیں تاکہ مسلمان دیکھ لیں کہ ان بڑی بڑی پگڑیوں کے نیچے شیطان کو سجدہ کرنے والے سر ہیں۔ اور ان لمبی گھنی داڑھیوں کی اوٹ میں اور لمبے لمبے جبہ و عبا کے نیچے کفر و ریا، شرک و بدعت بداخلاقی و بدتہذیبی کی سیاہی چھپی ہوئی ہے۔

یہیں سے یہ حقیقت بھی واشگاف و آشکارا ہو جاتی ہے کہ ابن الوقت' سماج کے ٹھیکیدار اور خودساختہ مذہبی پیشوا مذاہب و مسالک کی گرم بھٹی پر اپنے

مفاد کی روٹی سینکتے ہیں۔ اور امت مسلمہ کو اور تمام مکتب فکر کے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم اپنے اپنے مسلک پر قائم رہ کر بھی اتحاد پیدا کر سکتے ہیں۔ حالانکہ مختلف مذاہب و نظریات کو اور مختلف عقائد و فکر کو باقی رکھکر اتحاد کی بات کو سوچنا بھی انتہائی حماقت و سفاہت پر مبنی ہوگا۔ اور یہ غیر دانش مندانہ اقدام ہوگا۔ قرآن مقدس جو اللہ حیی و قیوم کی متبرک کتاب ہے جب ہم آل عمران کی اس آیت مبارکہ پر غور کرتے ہیں۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (آل عمران)

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں اگر وہ لوگ گریز کریں تو آپ لوگ کہدیجئے کہ اے اہل کتاب! گواہ رہو ہم لوگ مسلمان ہیں۔

اس آیت میں قرآن مجید نے تین باتوں پر اہل کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کی دعوت دی ہے۔ اور ان تینوں باتوں کا تعلق ایک ہی محور و مرکز یعنی توحید سے ہے۔ میرے نزدیک دعوت اتحاد کی سب سے اہم ترین بنیاد توحید ہی ہے اس کے بغیر اتحاد و اتفاق کا نعرہ لگانا، جلسہ و جلوس قائم کرنا، قوم و ملت کا بیشمار سرمایہ و اثاثہ صرف کرنا مسلمانوں کے غموں، دکھوں اور ان کے زخمی دلوں کا مداوا نہیں ہو سکتا۔

مذکورہ آیت میں تین نکات کیطرف اشارہ کیا گیا ہے جسکی تشریح حسب ذیل ہے۔

① پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں یعنی عبادت کے سارے مراسم اور سارے کام اللہ کے لئے خاص کر دیئے جائیں یہ اہل حق کے درمیان اتحاد کا بنیادی پتھر ہے۔ حق کا اتحاد کسی ایسی طاقت و جماعت

کے ساتھ ہرگز نہیں ہو سکتا جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو عبادت کا حق دار سمجھتی ہو اور اپنی عبادت کا ایک حصہ غیر اللہ کے لئے بھی انجام دیتی ہو۔

(۲) دوسری بات یہ کہ کوئی کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ بنائے یہ پہلی ہی بات کی ذرا وسیع تعبیر ہے۔ کیونکہ شرک یہ بھی ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے اور شرک یہ بھی ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک سمجھائے یعنی اس میں مشرک کی تمام انواع واقسام کی نفی کو اتحاد کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

(۳) اتحاد کا تیسرا نکتہ یہ بتایا گیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ تیسری یہ بات بظاہر پہلے دونوں باتوں کی تکرار معلوم ہوتی ہے حالانکہ جس ماحول میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کے پیش نظر یہ ایک عظیم حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسمیں ایک بہت بڑی مذہبی غلطی کی نشاندہی کی گئی ہے وہ غلطی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ اپنے علماء کو رب بنا لیا جائے یعنی تحریم و تحلیل اللہ کا حق ہے مگر علماء کو وہ حق دیدیا جائے اور وہ جسے حلال کہیں اسے حلال سمجھا جائے اور جسے حرام بتائیں اسے حرام قرار دیا جائے چنانچہ یہود و نصاری نے اس کا ارتکاب کیا ہے جیساکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اِتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَالۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۱﴾ (التوبہ)

ترجمہ:۔ انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے علماء و اپنے مشائخ کو رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں حکم صرف یہ دیا گیا ہے کہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس سے پاک ہے جو یہ شریک کرتے ہیں۔

(جاری)

السلام علیکم

ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

میں اپنی بیگم سے ڈرتا ہوں۔ (اللہ نہ کرے یہ بیماری آپ کو لگے) ہم دونوں مسلمان ہیں لیکن مسلکاً الگ الگ ہیں۔ دینی معاملات میں ہماری راہیں جدا جدا ہیں مجھکو بیگم کی ہدایت ہے کہ اپنے مسلک کا پرچار نہ کروں۔ اسی لئے "السلام علیکم" لکھنے کے لئے گوشہ نشین ہو جاتا ہوں۔ جو اخبارات مجھے پسند ہیں بیگم کے نزدیک ناپاک ہیں، جو بیگم کو پسند ہیں صرف وہی اخبارات پاک ہیں۔ گھر میں ایک سے زیادہ بلب جلانے کی اجازت نہیں کہ کہیں مکھیاں اور مچھر جاگ نہ جائیں۔ گھر میں میرے مسلک کا مہمان آجائے تو صرف چائے پی کر جاتا ہے اور میرے خلاف مسلک کا مہمان آجائے تو مرغی کھا کر جاتا ہے (میری بیگم کا بھائی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ مجھے عید کی سوئیاں پسند ہیں جو بیگم کے نزدیک ناجائز ہے۔ مجھے شب برات کا حلوہ بھی پسند ہے جو بیگم کے میکہ میں بدعت ہے ——— پڑوسیوں کے یہاں بھی نہیں چکھتا، یہ جرم ہے۔ اور بیگم کے نزدیک اس جرم کی سزا خلع ہے ——— اسی لئے میں اپنی بیگم سے ڈرتا ہوں۔

ہمارے محلہ میں دال چاول کی دو دو دکانیں ہیں۔ ایک دوکان کے مالک مُلّا دوپیازہ ہیں اور دوسرے کے مالک میر جی۔ میر جی میرے بچپن کے دوست اور ہم سبق ہیں۔ وہ میرے ہم مسلک بھی ہیں۔ ہمارے مزاج اور سوچ میں بڑی مماثلت ہے۔ ہمارے درمیان دو باتوں میں اختلاف ہے۔ وہ سبزی خور ہیں، میں گوشت خور ہوں۔ وہ شیروانی پہنتے ہیں، میں پینٹ پہنتا ہوں۔ چونکہ وہ میرے ہم مسلک

ہیں اس لئے بیگم کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں ـــــــــ مُلّا دوپیازہ بیگم کے ہم مسلک ہیں۔ اس لئے میرے اور ان کے مزاج میں تضاد ہے۔ نہ میں ان کو اچھا لگتا ہوں اور نہ وہ مجھے بھاتے ہیں۔ ان کی پسند میری ناپسند اور میری ناپسند ان کی پسند ہیں۔ پھر بھی ہمارے درمیان دو باتیں مشترک ہیں ـــــــــ وہ چتلی قبر جائیں اور بھائی قیوم کا سیخ کباب نہ کھائیں، ناممکن!! میں بھی چتلی قبر سے گذروں اور انکی دوکان کا طواف نہ کروں ناممکن!! وہ مولویوں کی موجودگی سے خوش ہوتے ہیں۔ ان پر اپنی جان چھڑکتے ہیں۔ میں بھی مولویوں کے پاؤں دباتا ہوں اور اسی بہانہ برکت حاصل کرتا ہوں بیگم کا حکم ہے کہ گھر کا راشن مُلّا دوپیازہ سے خریدوں۔ قسم لے لیجیئے کہ کبھی اس حکم کی تعمیل کی ہو۔ لیکن راشن کی بوری سر سے اُتارتے ہوئے یہی کہتا ہوں، "بیگم! تمہارا ہم مسلک مُلّا بڑا ایماندار ہے۔ راشن تولنے میں بڑا احتیاط ہے۔ ایک دانہ بھی کم نہیں تولتا۔ ان کے ہاتھوں میں برکت ہے۔ انکا راشن اچھی کوالیٹی کا ہوتا ہے۔" بیگم خوش ہوجاتی ہے۔ کہتی ہے: "اجی سُن رہے ہیں۔ چائے تیار ہے!"

بیگم اور میرے درمیان ایک اور اختلاف ہے۔ میں اجازت دوں یا نہ دوں ہفتہ میں دو بار اپنے میکہ جاتی ہے۔ صبح کو جاتی ہے اور شام کو واپس آجاتی ہے۔ دہلی والیوں کی یہی روایت ہے۔ اگلا دن بیگم کی روداد سننے میں گذرتا ہے کہ "امّی نے میرا استقبال ایسے کیا۔ امّی نے پلاؤ پکایا تھا۔ امّی نے آپ کے لئے آنولے کا مُربّہ بھیجا ہے۔ کھاری باولی سے اچار لائی ہوں۔ خالہ نے نئی واشنگ مشین خریدی ہے۔ بھائی نے اپنی ایک دوکان بیچ دی ہے۔ آپا نے .... وغیرہ وغیرہ۔" شروع شروع میں بیگم کے میکہ کی روداد سُننے سے کترایا تو پھر دوسری داستان سننی پڑی تھی۔ "میں نگوڑی ہوں۔ میری تو قسمت ہی پھوٹ گئی جو ان سے نکاح ہو گیا۔ وہ کون سا بُرا دن تھا جو میں نے شادی کے لئے ہاں کہدی۔ میرا پیغام تو ایک ایئر فورس کے آفیسر نے بھیجا تھا۔ جہیز میں کون سا سامان نہیں لائی۔ میرے بھائی نے تو کہا تھا کہ یہ میرا بہنوئی نہیں بلکہ چھوٹا بھائی ہے۔" ـــــــــ ان

تمام ملوانوں کے بعد باورچی خانہ کا دروازہ بند اور میرا ایک دن کا نفلی روزہ شروع ـــــ مجھے جسمانی تکلیف برداشت کرنا آسان تھا لیکن بھوک کی معیبت اٹھانا تکلیف دہ۔ اس لئے اس دن سے بیگم کی روداد خوشی خوشی سنتا ہوں اور فاقوں سے بچتا ہوں ـــــ اسی لئے میں اپنی بیگم سے ڈرتا ہوں۔

میرے گھر میں ملت کا ایک اردو اخبار آتا ہے۔ جو بیگم کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے۔ جس میں پچھلے تین دنوں کی چیدہ چیدہ خبریں، معلوماتی مضامین، حقائق پر مبنی واقعات، غیر ملکی اخبارات کے تراشے اور ان پر سیر حاصل بحث و تبصرے ہوتے ہیں: بیگم ہانڈی میں چمچے چلاتی جاتی ہے اور انکی سطروں کو چاٹتی جاتی ہے ـــــ لیکن مجھے یہ اخبار پسند نہیں۔ کیوں کہ اس میں نہ تو تصویریں ہوتی ہیں۔ اور نہ لپ اسٹک اور شیمپو کے اشتہارات ہوتے ہیں۔ اور نہ مذکورہ اخبار میرے مسلک سے تعلق رکھتا ہے ـــــ چنانچہ ایک دن میں اپنی جمالیاتی حِس سے مغلوب ہو کر غیر قوم کا ایک اخبار لے آیا۔ جس کا پہلا صفحہ ہی رنگین تصاویر سے مزین تھا۔ میں ان تصاویر کو جی بھر کر دیکھ بھی نہیں پایا تھا کہ بیگم کی قہر آلود نگاہیں مجھ پر مرکوز ہو گئیں۔ آپ اندازہ کیجیئے کہ مجھ جیسے شریف شوہر صاحب (یعنی سر تاج صاحب) کا کیا حال ہو گا ـــــ اس واقعہ کے بعد ہمارے اختلافات اور شدید ہو گئے۔

میں آئے دن کے تکرار سے دل برداشتہ ہو گیا۔ ایک پیر جی کی منت سماجت کی لیکن بیگم کو قابو میں رکھنے والا ان کا تعویذ بے کار ثابت ہوا ـــــ ایک نجومی سے ملاقات کی۔ اس نے میری شادی کو نحس بتا کر بھگا دیا ـــــ اودے پور کے ایک مجذوب کو اپنی کتھا سنائی، میرے لئے اس کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی ـــــ دہلی جامع مسجد کے ایک سقا کے پاس گیا (مشہور ہے کہ وہ سرکش جنوں کو انگلی پر نچاتا ہے) اپنی آپ بیتی سنائی۔ آنسوؤں سے رویا۔ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کے مزار سے لگ کر اس کے پاؤں دبائے۔ لیکن نقشی کٹورہ میں اس کا دیا ہوا

پانی بھی بے اثر ثابت ہوا ــــــ میں ان پریشانیوں سے جسمانی اور ذہنی مریض بن گیا۔ میرے معمولات بدل گئے۔ میں بزنس کے لئے ایسے ہی ہاتھ پیر ہلاتا جیسے کسی بیمار گھوڑے کو جبراً بگھی میں جوت دیا گیا ہو۔

ایک دن ہانپتا کانپتا دیر سے گھر پہنچا۔ دل شکستہ، بال بکھرے ہوئے بلڈ پریشر کے مریض جیسا ہاتھ میں بریف کیس لئے ہوئے، جس میں بیوی کو قابو میں رکھنے والا ایک عدد تعویذ، ایک قلم، کچھ کتابیں، چند کاغذات تھے اور بس۔ گھر میں دعوت کا سماں تھا۔ ہر رشتہ دار موجود، چائے پینے والیاں، مرغی کھانے والے، پان چبانے والیاں، بزرگ، جواں، شیر خوار بچے یعنی سسرال کی پوری کرکٹ ٹیم موجود تھی چونکہ میں اس روز سارا دن گھر سے غائب رہا تھا۔ بیگم نے تھانہ میں میری گمشدگی کی رپورٹ کرادی تھی۔ اور ٹیلی ویژن پر "گمشدہ شوہر" کی تلاش کا اشتہار ہے میری تصویر کے بار بار دکھایا جا رہا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ تصویر جوانی کی تھی۔ جب خضاب نہیں لگاتا تھا، داڑھی صاف تھی اور چشمہ نہیں پہنتا تھا۔ مجھے دیکھ کر سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ میری سلامتی اور زندگی کی دعائیں دینے لگے میری بیگم مجھے زندہ سلامت پاکر پہلی بار مسکرائی۔ والہانہ استقبال کیا۔ اچھی سی چائے دی اور بولی: "ہاں تو سرتاج صاحب! آج کل آپ کے کیا معمولات ہیں۔؟ بزنس کیسا چل رہا ہے"۔ قبل اس کے کہ میں جواب دیتا خود ہی بولی: "میرے ماموں کے ایک دوست کے خالو جامع مسجد پر سقا ہیں۔ وہاں آپ کی آمد و رفت قابل تحسین ہے۔ ملا دوپیازہ نے بتایا تھا"۔ میں اس انکشاف پر انگشت بدنداں رہ گیا۔ اپنے حواس پر قابو بھی نہیں پاسکا تھا کہ مکرر بولی: "مائی ڈیئر! آسمان میں اڑنے کی بجائے زمین ہی پر چلیئے پھریئے۔ خیالی دنیا سے حقیقی دنیا میں آجایئے۔ آخر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ اسلامی اور شائستہ اخبارات سے چھٹکارا پانے کیلئے پیروں، فقیروں اور نجومیوں کے چکر لگائے جائیں۔ آپ کو تصویروں والا اخبار تو پسند ہے لیکن شائستہ اخبار پسند نہیں؟

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

پسِ دیوارِ مکتب

ابوعدیل چمپارنی

مدارس و مکاتب اسلامیہ اور علمی ادارے انسانیت کیلئے اسلام کی ابدی پیغام کی روحانی تعلیم گاہ اور انسانی فکر و دانش کیلئے تربیتی مراکز ہیں، جسے شرعی علوم کے ماہر اتالیق کی خدمات حاصل ہوتی ہیں اور مستقبل قریب میں نشان راہ منزل بننے والے قوم کے نونہالوں کو دین و علم، ادب و اخلاق اور تجربے سے بہرہ ور کیا جاتا ہے تاکہ دعوتِ دین کی نشر و اشاعت اور اسلامی تمدن و ثقافت کی ترقی میں غیر معمولی کردار کی ادائیگی میں گردش ایام کے دام میں نہ آسکیں۔

مگر اس بامقصد لائحہ عمل کو بروئے کار لانے میں کثیر مالیت درکار ہوتی ہے جس کا انحصار متفرق وساطت سے قومی سرمایہ پر ہوتا ہے۔ جسے بجا مصارف اور طلباء کے فلاحی امور میں صرف کرنے اور صحیح ڈھنگ سے دیکھ ریکھ کرنے کی غرض سے چند رکنی انتظامیہ کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے جو درست طریقہ پر نظم و نسق کر سکے۔ نیز بیشتر اوقات میں فنڈ کی فراہمی کا بار بر دوش انتظامیہ ہوتا ہے۔ اور معاملہ یہیں تک درست بھی رہتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

مگر بسا اوقات یہ بوجھ مدارس کے اساتذہ کرام کے دوشِ ناتواں پر ڈال کر مہاجن بن بیٹھتے ہیں اور ساہوکاری شروع ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی نیم سرکاری دینی ادارے ملازمین کی تنخواہوں کے لیے حکومتی خزانوں کے منھ کھلوا لیتے ہیں ورنہ مشاہرہ جات کے علاوہ باقی مدرسہ کی خانگی ضروریات، تعمیری منصوبہ جات اور مطبخ اخراجات کی تکمیل قومی امانت فراہم فنڈ سے ہی ہوتا ہے مگر یہ امانت خائنوں

کے خورد برد سے دیوالیہ بن جاتی ہے اور جب بھرے بزم یہ راز فاش ہو جاتا ہے دریں اثناں یہ ادارے سیاسی اکھاڑے بن جاتے ہیں اس وقت ایک عجیب سا منظر دکھائی دیتا ہے۔ کہیں تو چوری اور اس پر بھی سینہ زوری۔ کہیں پیلا بچانے کے لئے انہونی وسیلہ ڈھونڈ نکالا جاتا ہے۔ اور کبھی تو اس معاملے کو ذات، برادری کے نام پر تھوپ دیا جاتا ہے جس کی اسلام میں نہ تو کوئی حقیقت ہی ہے اور نہ ہی دور کا کوئی واسطہ۔ اسے کبھی علاقائیت کا رنگ دیا جاتا ہے اور کبھی بحران زدہ ادارے کے ساتھ سابقہ قربانیوں کے حصول رکنیت کا بہانہ پیش کیا جاتا ہے۔ الغرض شخصی مفاد پرستی میں اداروں کے اساسی مقاصد سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ بروقت یہ حال ضلع چمپارن کے متعدد سلفی اور غیر سلفی اداروں کا ہے جو زبان حال سے اپنی خستہ حالی کی داستان سُنا کر ناکارہ انتظامیہ اور ان کے حاشیہ نشینوں کا ماتم کناں ہیں۔ جس کے عوض سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے زیر تربیت بچوں کا خون ہونے لگا ہے ان کی علمی تعمیر و ترقی ٹھپ ہو گئی ہے۔ اور اساتذہ اقتصادی بحران سے دو چار ہو گئے ہیں اور در و دیوار نمائشی اقتدار پسندوں پر لعنت بھیج رہے ہیں سفینۂ انسانیت نتیجتہً گرداب عذاب میں پھنس کر ہچکولے کھا رہی ہے شازشیں اور فتنے سر چڑھ کر بولنے لگے ہیں۔ حالانکہ ان اداروں کا قیام سماوی روحانی فیضان سے عوام کو بہرہ ور کرنے کیلئے ہوا تھا۔ جواب عنقاء ہے۔

اے کاش! ملت کے جیالے فکر و تدبر سے کام لیتے اور یہ سوچتے کہ ہماری کامرانی بے حیائی، ڈھٹائی، خود پسندی جہالت پر کمر بستگی اور باہم دست و گریباں میں نہیں بلکہ ہم جن غنائم کی تلاش میں ہیں اس سے کسی عقیدہ اور تہذیب کا علم بلند نہ ہوگا بلکہ اس سے ہماری روایت مجروح ہو جائے گی۔ ذلت و مسکنت منہ چڑھائے گی آنے والی نسلیں ہمیں طعنہ دیں گی۔ اس لئے مطلب پرستی دور کر دینا چاہیئے۔ داخلی کشمکش ختم کر کے خارجی چیلنج کا مقابلہ کرنا چاہیئے ورنہ وقت نکل جائے گا ہمیں کف افسوس ملنا پڑے گا مگر وہ بھی

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی

دو اہم مطبوعات

رفیق احمد رئیس سلفی علی گڑھ

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی کا ایک معروف سلفی ادارہ ہے۔ پچھلے چند سالوں میں اسکی جو کارکردگی سامنے آئی ہے، اسے دیکھ کر بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جذبۂ اخلاص اور جہد مسلسل ہو تو ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے اور راستے کی تمام دشواریاں آپ سے آپ ختم ہو جاتی ہیں۔ مجلس کے معزز ارکان سے گفتگو کے دوران جو عزائم سامنے آئے ہیں، وہ ہر حیثیت سے قابل قدر ہیں۔ بہتر ہوتا کہ "نوائے اسلام" کے انہی صفحات میں وہ اپنی تمام سرگرمیوں کا مکمل خاکہ پیش کرتے رہتے تاکہ ملت کے مخلصین کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا سکتے" اور جن کاموں کا انہوں نے بیڑا اٹھا رکھا ہے، ان کے سلسلے میں ان کا تعاون حاصل کر سکتے۔ مشرقی یوپی کے ایک پس ماندہ علاقہ میں دعوت وارشاد اور تعلیم و تربیت کا جو سلسلۂ زریں مجلس نے قائم کیا ہے، اسے دیکھ کر ایک احساس یہ ابھرتا ہے کہ موجودہ ہندوستان میں کام کے مواقع بہت ہیں۔ بلکہ کام کی سخت ضرورت ہے۔ ملک کے حالات میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ اب ہر شخص اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور وہ جس صلاحیت کا حامل ہے، اس کے مطابق ملت کی خدمت میں لگ جائے۔ زوال وشکست سے دوچار ہونے کے بعد ملت کا عمومی مزاج تنقید واحتساب بن گیا ہے۔ اس مزاج میں تبدیلی جس قدر جلد پیدا کی جا سکے، فوراً کی جانی چاہیئے۔ ورنہ ملک میں مسلمان اپنے تہذیبی تشخصات سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

دہلی کے ایک حالیہ سفر میں برادر مکرم مولانا عزیز عمر سلفی صاحب نے اپنی چند مطبوعات عنایت فرمائی تھیں۔ ان کتابوں کو طباعت کے جس معیار پر شائع کیا گیا ہے۔ وہ ہر حیثیت سے زمانہ کے ذوق کے مطابق ہے۔ صحیح عقائد و افکار کی خوبصورت مطبوعات دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی تھیں لیکن ادھر ہمارے بعض اداروں نے اس سلسلے میں قابل تقلید پیش رفت کی ہے۔ اللہ کرے اس میں دن بہ دن ترقی ہوتی رہے۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود جو اہم کتابیں شائع کی ہیں ان کی پوری فہرست میرے پاس نہیں ہے البتہ اس وقت مطالعہ کے میز پر دو اہم کتابیں موجود ہیں جن کا مختصر تعارف اس امید پر پیش کیا جارہا ہے کہ قارئین کرام ان کے حسین و دیدہ زیب ایڈیشن سے باخبر ہوں گے اور حسب حیثیت اپنے علاقوں میں ان کتابوں کی ترسیل کا سامان بہم پہنچائیں گے۔ مجلس سے بھی درخواست ہے کہ وہ ان کتابوں کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے ذرائع تلاش کرے اور مخلصین ملت کا تعاون حاصل کرکے ان سے عمومی استفادہ آسان بنائے۔

"تقویۃ الایمان" مصنفہ شاہ اسماعیل شہید

مقدمہ غلام رسول مہر

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی یہ بیش بہا اور گراں قدر تصنیف محتاج تعارف نہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں اس کے نسخے اب تک لاکھوں انسانوں کی عاقبت سنوار چکے ہیں۔ توحید، شرک، اتباعِ سنت اور بدعت کی وضاحت جس انداز میں اس کتاب کے اندر کی گئی ہے شاید اب تک اردو کا پورا ذخیرہ اس کی مثال نہ پیش کر سکے۔ اسلام کے اس بطل جلیل نے احیاء اسلام کی خاطر راہ خدا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا لیکن یہ ملت کی بدقسمتی ہے کہ گروہ بندی کے تعصبات کی وجہ سے

اس مخلص داعی کے دامن تقدس کو داغ دار بنانے کی کوششیں تاہنوز جاری ہیں۔
کتاب وسنت سے مزین اس کتاب کا لفظ لفظ موتیوں سے تولے جانے کا مستحق
ہے۔ کاش اُردو جاننے والے تمام انسان اس کتاب کا مطالعہ کرکے کائنات کی
سب سے عظیم سچائی "توحید" کی حقیقت تک رسائی حاصل کرسکتے۔ تحریک شہیدین
کی تاریخ پرسند کا درجہ رکھنے والے مرحوم غلام رسول مہر نے بڑی محنت سے اس
کتاب کو از سر نو مرتب کیا ہے۔ ذیلی سرخیوں کے اضافہ سے کتاب کی اہمیت دو
چند ہوگئی ہے۔ تہذیب وتنقیح کے مرحلہ سے گذرنے کے بعد اب اسے ہر اُردو
خواں بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ جگہ جگہ حواشی کا اضافہ کرکے مہر مرحوم نے معلومات کا
ذخیرہ جمع کردیا ہے۔ موجودہ ایڈیشن میں صفحات کی تعداد ۲۴۴ ہے جس میں
اکیس صفحات پر مشتمل مہر مرحوم نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ اس مقدمہ میں شاہ
صاحب کی زندگی کے مختصر حالات اور ان کی عظیم خدمات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد
تقویۃ الایمان کی خصوصیات اور پیش نظر ایڈیشن کی خوبیوں کو آشکارا کیا گیا
ہے۔ کمپیوٹر کی طباعت نے موجودہ ایڈیشن کے حسن میں چار چاند لگا دئے ہیں
ناشر نے قیمت درج نہیں کی ہے حالانکہ اس کی ضرورت تھی۔ تقسیم بلا قیمت کا خانہ
عمومی کے بجائے خصوصی رہے تو بہتر ہے۔ صاحب استطاعت حضرات اپنے خصوصی
تعاون سے اس کار خیر میں برکت کا سامان بہم پہنچا سکتے ہیں۔

"تحریک اہل حدیث کا مد وجزر"

مصنفہ مولانا محمد اسمٰعیل گوجرانوالہؒ

برصغیر ہند وپاک میں تحریک اہل حدیث کو بڑی مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے
نصوص کتاب وسنت سے فکری وعملی وابستگی کی وجہ سے دلائل وبراہین کی زبان
میں جب ان سے گفتگو کی گنجائش نہ نکل سکی تو الزامات اور اتہامات کا ایک دردناک

سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ ائمہ دین اور فقہائے امت کی مساعی جمیلہ کا اعتراف اور ان سے استفادہ تحریک کے تمام معتبر علماء برابر کرتے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود بزرگان دین کی اہانت کا الزام تحریک کے سر تھوپ دیا گیا۔ براہ راست کتاب وسنت سے استفادہ کے جرم میں مساجد سے انہیں نکالنے کا فتویٰ صادر کیا گیا۔ حالانکہ دینی وشرعی لحاظ سے اس کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی ہے برصغیر کے ان حالات میں بعض علماء نے تحریک پر لگائے گئے الزامات کا جائزہ لے کر اس کے جوابات تحریر کئے اور علمی انداز میں بتایا کہ کتاب وسنت سے براہ راست استفادہ اس تحریک کی اساس ہے تفہیم دین وشریعت کا وہی طریقہ مفید و مامون ہے جو عہد سلف میں مروج رہا ہے۔ امت کے تمام جلیل القدر علماء اور فقہاء کا طریقہ کار بھی یہی ہے۔ پیش نظر کتابچہ ایک ضخیم کتاب "تحریک آزادی فکر اور اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تجدیدی مساعی" کا ایک باب ہے۔ افادیت کے پیش نظر مجلس الدعوہ نے الگ سے اس کی اشاعت کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کے اشاعت کے وسائل مہیا فرمائے۔ پیش نظر کتابچہ میں نئی چیز مولانا عبدالمجید اصلاحی صاحب کے قلم سے "حرفے چند" ہے۔ مولانا محترم کی بصیرت افروز تحریر خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ محترم نے مصنف کی گرفت فرمائی ہے کہ انہوں نے شاہ صاحب کے خدمات قرآنی کے ہمہ جہتی پہلوؤں کا جائزہ کیوں نہیں لیا جب کہ اس کی سخت ضرورت تھی۔ "حرفے چند" کے اس حصہ کو بار بار پڑھنے اور اس کی دعوت پر لبیک کہنے کی ضرورت ہے۔ مولانا اصلاحی صاحب لکھتے ہیں۔

اپنے تجدیدی کاموں کے اندر شاہ صاحب نے قرآن پاک کی تفسیر و تاویل کو جو مقام دیا تھا افسوس کہ امتداد زمانہ سے اس پر گرد و غبار کی دبیز تہہ جم چکی ہے۔ کاش شیخ موصوف (مولانا محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ) نے اپنی اس موقر اور فاضلانہ تصنیف میں اسکی جانب بھی توجہ فرمائی ہوتی۔ کیونکہ تحریک اہل حدیث نام ہے کتاب وسنت کی اقامت کا۔ اس کے ایک پہلو کو صاف اور روشن کرنے کی کوشش بلا شبہ عظیم تر اور تابناک ہے تاہم دوسرے پہلو کو جو مقدم ہے صاف اور روشن کرنا اور اس

کے باب میں غفلت واہمال کا جو وطیرہ عام ہو چکا ہے اسے دور کرنا اور شاہ صاحب کی مساعی جمیلہ کے اس اہم پہلو کو بھی اجاگر کرنا تحریک اہل حدیث کو صحیح رخ دے گا۔ اسی سے اس کے اندر اعتدال اور ظاہر پرستی کے بجائے تفقہ پیدا ہوگا جو اسے ماضی کی طرح فعال بنا کر تحریکیت کی شاہ راہ پر گامزن کرے گا۔

اصلاحی صاحب نے بڑی جرأت سے کام لیا ہے۔ اس پر خفگی و ناراضگی کا اظہار کرنا اپنی کوتاہیوں سے چشم پوشی کرنا ہے۔ اس سلسلے میں جمعیۃ اور جماعت کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ احسن التفاسیر کا کوئی ایڈیشن اپنے یہاں سے شائع کریں۔ علامہ شوکانی کی تفسیر فتح القدیر کا معتبر ترجمہ بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ قرآن کا تعارف اور اس کے مضامین و موضوعات پر علمی کتابوں کی بھی ضرورت ہے۔ اصحاب علم حضرات اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کریں تاکہ تحریک کی ایک اہم ضرورت پوری ہو سکے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ نے اس کتاب میں محدثین اور فقہا کی خدمات کا تعارف کرایا ہے اور دونوں کے نقطۂ نظر کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکار و خیالات سے بحث کی ہے اور ان کی کتابوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ بظاہر حنفی ہونے کے باوجود شاہ صاحب ائمہ محدثین کے دلائل کو وزن دیتے تھے اور ان کے مسلک کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے نقش قدم کی اتباع وہی لوگ کر رہے ہیں جو ان کے نقطۂ نظر کے موید ہیں۔ جمود اور تقلید اعمی کے شاہ صاحب سخت مخالف تھے۔

مولانا مرحوم کی اس تحریر کے دیکھنے کے بعد ممکن ہے کچھ لوگ یہ اندازہ کر بیٹھیں کہ وہ تاحیات اسی طرح کے مسائل میں الجھے رہے اور وقت کی نزاکتوں کو انہوں نے محسوس نہیں کیا۔ بعض حضرات اپنی تحریروں میں تصلب اور عدم مداہنت فی المسلک کا تذکرہ اتنے زور و شور سے کرتے ہیں کہ عام قاری اسی قسم کا تاثر قائم کر لیتا ہے لیکن میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ایسا سمجھنا اور اس طرح کا تاثر دینا مولانا مرحوم کے ساتھ ناانصافی ہے۔ مکتبہ ترجمان دہلی نے ابھی حال میں مولانا کے فتاویٰ کا

مجموعہ "فتاوی سلفیہ" کے نام سے شائع کیا ہے اس میں نماز عیدین میں حنفی امام کی اقتداء سے متعلق بڑی اصولی گفتگو کی گئی ہے۔ مولانا عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ کے اس فتویٰ کو غلط ثابت کیا گیا ہے جس میں انہوں نے عیدین میں احناف کی اقتداء کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ اپنی اس بصیرت افروز تحریر میں مولانا مرحوم نے اپنے اس کرب کا اظہار کیا ہے کہ جو تحریک تمام مسلمانوں کو فرقہ بندی کی لعنت سے بچانے کے لئے میدان میں آئی تھی افسوس ہے وہ خود آہستہ آہستہ فرقہ بنتی جارہی ہے۔ اسی مجموعہ کے پاکستانی ایڈیشن میں جماعت اہل حدیث اور دوسری دینی جماعتوں کے اتحاد واشتراک عمل پر ایک مضمون شامل ہے۔ جس میں مولانا نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ دینی جماعتوں کے تفرق وانتشار سے لادینی جماعتوں کو تقویت مل رہی ہے اور ملک میں دین کی فضا بننے کے بجائے لادینیت کا زہر پھیل رہا ہے۔ تمام دینی جماعتوں کو مشترک مسائل ومعاملات پر ایک آواز ہونا چاہیئے۔ یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے ہندوستان کے موجودہ پس منظر میں اس مضمون کی بڑی اہمیت ہے۔ کاش اسے دینی پرچے نقل کرکے عوام و خواص تک پہنچاتے۔ مولانا کی ملّی حمیت وغیرت کی ترجمانی کرنے والے اس مضمون کو نامعلوم اسباب کے تحت ہندوستانی ایڈیشن سے خارج کردیا گیا ہے۔ جب کہ فہرست مضامین میں عنوان موجود ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اسے ضرور شامل اشاعت کرلیا جائے گا۔

خوشخبری

"اسبابِ زوالِ امت" کا دوسرا ایڈیشن منظرِ عام پر آچکا ہے

(ادارہ)

اسباب زوال امت

عظیم قائد مجاہد اسلام علامہ امیر شکیب ارسلان رح

اسبابِ زوالِ اُمتؒ

پہلا سبب جانی ومالی جہاد سے پہلوتہی

دوسرا سبب اپنے دین اور قوم سے غداری اور دشمنوں سے وفاداری

زوال امت کے اہم اسباب

جہالت ○ کم علمی ○ اخلاقی زوال ○ علماء وسلاطین کا زوال

دردناک بزدلی و مایوسی ○ جدید آلات نہ ہونے کا بہانہ ○ جدید علوم سے محرومی کا بہانہ

○ دولت کی محبت اور موت کا خوف ○ جرأت واستقلال کی کمی۔

مسلمانوں مایوس نہ ہو

بزدلی چھوڑو ہتھیار موجود ہیں

دولت اور زندگی صرف کرو

صرف دعائیں کافی نہیں

ہنے قومی بقا پر قائم رہنا ہی اصل حیات ہے اسلامی تہذیب زوال کا سبب نہیں

اقوام یورپ کی زندگی اور آزادی کا راز —— اہل جاپان کی مثال ○

سلامی تہذیب کے احسانات اور آخر میں حامیان ترقی سے ایک آخری لفظ

قیمت: ۱۰/۰۰

ملنے کا پتہ (۱) مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۳ چاہ رہٹ جامع مسجد۔ دہلی ۶

DELHI POSTEL RNI NO 42904/84 DL 11213/94 PH. : 326 59 35
Monthly NAWA-E-ISLAM Delhi
1164-A, CHAH RAHAT JAMA MASJID, DELHI-110 006 (INDIA)
DECEMBER 1994 دسمبر